جستجوئے اکرم

(خودنوشت)

چودھری محمد اکرم جہلمی

(خودنوشت)

مصنف
چودھری محمد اکرم جہلمی

ورگو پبلشرز، لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	جستجوئے اکرم
نام مصنف	:	چودھری محمد اکرم جہلمیؒ
حروف خوانی	:	ابو الاحتشام
سرورق	:	راجہ عدیل بھٹی
سن اشاعت	:	فروری 2016
قیمت	:	-/1500 روپے
ناشر	:	ورگو پبلشرز، لاہور

کتاب کے سلسلے میں مصنف سے رابطہ
چودھری محمد اکرم جہلمیؒ
00447440266084

معاونین خصوصی
محمد فہیم اصغر ساکن کھوکھا حال مقیم قطر
00923335873556
چودھری اختر ساکن کھوکھا حال مقیم بلیک برن

حسن ترتیب

حرف آغاز

میری یہ باتیں میرے ربّ العالمین کی عطا ہیں

میری یہ باتیں یاد رکھنے والی ہیں شاید آپ کو بھی پسند آ جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب انسان کو اپنی کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو بندہ اس نعمت کے بدلے اپنے ربّ العالمین کا سچے دل سے شکر ادا کرتا ہے تو اس وقت ربّ العالمین اپنے بندے پر بے حد خوش ہوتا ہے کہ میرا بندہ میری دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کر رہا ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندہ کی نعمت میں اور برکت ڈال دیتا ہے۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے کوئی اور نعمت مانگے تو میں اسے دوں۔ دوسرا اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے بندے کی وہ ادا بھی بہت پسند آتی ہے جب انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی تکلیف آتی ہے تو وہ اسے اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی سمجھتا ہے تو اس تکلیف پر صبر کرتا ہے اور ساتھ اپنے ربّ العالمین سے دعا بھی کرتا ہے کہ میرے ربّ میری اس مشکل کو آسان فرما دے میں تو تیرا عاجز سا بندہ ہوں۔ میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ تو ہی میرا کارساز ہے۔ میری اس مشکل پر مجھے صبر عطا فرما اور میرے منہ سے کوئی گلہ شکوہ نہ نکلے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے بندے کی یہ ادا بہت ہی پسند آتی ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو صحت بھی عطا کرتا ہے، ساتھ ہی اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ مگر بندہ اپنے ربّ العالمین کو بھولا ہوا ہے لیکن ربّ العالمین کی اپنی شان ہے بندہ اسے کیا جانے۔

1- اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو خاک سے پیدا کیا ہے۔
2- انسان خاک ہی کھاتا ہے۔
3- انسان خاک ہی میں رہتا ہے۔
4- انسان خاک ہی پہنتا ہے۔
5- انسان نے خاک ہی میں جانا ہے۔
6- یہ ہے خاکی انسان اور اس کے کام ہیں کیا؟ ذرا سوچئے۔

اگر کسی کو میری یہ باتیں پسند آ جائیں تو مہربانی فرما کر میرے لیے بھی دعا کرنا۔

☆☆☆☆☆☆

اظہار تشکر

میری حوصلہ افزائی کس نے کی

جب میں نے ان کہانیوں اور شاعری کو کتاب کی شکل میں لکھنا شروع کیا تو ان میں سے کچھ کہانیاں اور کچھ اپنے کلام ان دو آدمیوں کو پڑھنے کے لئے دیتا رہا۔ جن کی طرف سے مجھے حوصلہ افزائی ملتی رہی جس کی وجہ سے مجھے آگے بھی لکھنے کا حوصلہ بڑھتا رہا اور میں نے ایک نہیں دو کتابیں لکھ ڈالیں ۔ایک تو میں نے شاعری میں لکھی ہے اور دوسری میں نے کچھ کہانیوں کی شکل میں لکھی ہے یہ صاحب کون ہیں جنہوں نے میرے اس کام میں میری مدد کی۔ ایک تو میرے ہی شہر بلیک برن میں رہتے ہیں اور ضلع ان کا جہلم ہے اور گاؤں ان کا کھوکھا ہے اور نام ان کا اختر حسین ہے اور دوسرا میرے ہی گاؤں کا رہنے والا ہے اور نام اس محمد سکندر ولد فضل الٰہی ہے میں ان دونوں صاحبان کا دل سے بے حد ممنون و مشکور ہوں جن کی وجہ سے میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ آپ کا پھر سے شکریہ!

جنہوں نے کی میری حوصلہ افزائی
میں تو مشکور ہوں تمہارا میرے بھائی

☆☆☆☆☆

عرض ناشر

چودھری محمد اکرم جہلمی ، جہلم کے ایک معروف گاؤں " کونتریلی "میں پیدا ہوئے۔اپنے ننہالی گاؤں چک براہم سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ان کو بچپن ہی سے بہت سے مقامات پر جانے کا موقع ملا جس سے ان کی بصیرت اور بصارت میں اضافہ ہوا۔ زیرنظر کتاب میں نہ صرف ان کا شعری رجحان کھل کر سامنے آتا ہے بلکہ ان کے تجربات سے قاری کی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔انھوں نے نہ صرف پاکستان کے اندرونی مسائل پر کھل کر ناقدانہ انداز سے قلم اٹھایا ہے بلکہ اس کے ساتھ دین اسلام سے محبت کے تقاضوں نے ان کو اس کتاب کے توسط سے ابلاغ کا موقع بھی دیا ہے اور انھوں نے ایک اچھے مبلغ کی طرح پند ونصیحت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف کو درازی عمر عطا فرمائے۔

مصنف محمد اکرم جہلمی کو اپنے والدین سے بے حد محبت ہے اور اس کا اظہار ان کے اشعار اور نثر دونوں میں ہوتا ہے۔انھوں نے اس کتاب میں اپنے عہد کی ثقافت کو بھی اچھے انداز میں جمع کر دیا ہے۔کتاب کے عنوانات متنوع ہیں اور ان میں ایک خاص دلکشی اور نیرنگی ہے۔محمد اکرم کی بات میں بے ساختگی اور سادگی ہے جو قاری کے دل کو چھولیتی ہے۔ان کو اپنے وطن پاکستان سے بے حد محبت ہے یہی وجہ کہ انھوں پاکستانی عوام کا لہو چوسنے والی جونکوں پر کڑی تنقید کی ہے۔انھیں اولیا کرام سے گہری عقیدت ہے اور اسلام کی محبت ان کی رگوں میں سمائی ہوئی ہے۔وہ اخلاقی اقدار کے بھی پرچارک ہیں اور انھوں نے بڑے ناصحانہ انداز میں اس کا اظہار بھی کیا ہے۔

جب بھی وطن عزیز میں کوئی ناگہانی آفت ، سیلاب یا زلزلہ برپا ہوتا ہے ان کا دل تڑپ جاتا ہے اور وہ اپنے ہم وطنوں کے دکھ کو محسوس کرتے ہوئے اس کا مداوا کرنے کی عملی کوشش کرتے ہیں۔کتاب کی اشاعت سے قبل حال ہی میں وہ حج کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اور ان کو اور زیادہ تحریری خدمت کا موقع دے۔آمین!

ابوالاحتشام
923005412374

میاں صاحب کے مصلے کی برکت

ہمارا گاؤں جہلم شہر سے چار میل کے فاصلے پر بطرف شمال میر پور کی طرف ہے۔ ہم سے دریا جہلم تقریباً تین میل دور بہتا ہے۔ دریا کے پار کھڑی شریف ہے جو ضلع میر پور میں واقع ہے جہاں دمڑی والی سرکار پیر شاہ غازی کا دربار ہے اور ساتھ ہی میاں محمد بخش صاحب کا بھی دربار ہے۔ ویسے تو میں دربار پر کئی بار پیدل گیا ہوں۔ ایک دفعہ میں انگلینڈ سے پاکستان آیا ہوا تھا تو میرے بہت سے دوستوں نے بھی دمڑی والی سرکار کے عرس پر جانے کی تیاری کی اور مجھے بھی عرس پر چلنے کو کہا۔ اس طرح میں بھی ان کے ساتھ تیار ہو گیا جب دربار پر پہنچے تو وہاں بڑی رونق دیکھی۔ میں عرس پر پہلی دفعہ گیا تھا۔ کچھ لوگ دربار پر دعا میں مصروف تھے۔ ہم سب بھی پہلے دربار پر حاضری دینے گئے جہاں سب نے دعا مانگی۔ تب تک شام ہو چکی تھی اور ہم گھوم پھر کر عرس کی رونقیں دیکھنے لگے اسی دوران میرے ساتھی کہنے لگے کہ وہ رفع حاجت کے لئے دربار سے باہر جا رہے ہیں اگر مجھے بھی ساتھ جانا ہے تو چلا آؤں تو میں نے انہیں کہا کہ مجھے تو کوئی حاجت نہیں اس لئے تم ہو آؤ میں یہیں انتظار کرتا ہوں۔ جب سب چلے گئے تو میں نے سامنے دیکھا کہ میاں صاحب کا حجرہ ہے تو میں حجرہ دیکھنے چلا گیا جس کی دیواریں کچی تھیں اور چھت بھی کچی تھی اور حجرے کا سائز آٹھ بائی آٹھ فٹ کا ہو گا اس کے اندر تھڑہ بنا ہوا تھا جس پر ایک مصلیٰ تھا اور میاں صاحب وہیں بیٹھ کر اپنا کلام بھی لکھا کرتے تھے۔ حجرے میں مٹی کا گھڑا اور اس کے اوپر ایک پیالہ بھی تھا ، ساتھ کوزہ بھی پڑا تھا ، ایک مٹی کا دیا بھی تھا جس دیئے میں کبھی سرسوں یا تارا میرا کا تیل جلایا جاتا تھا اور ساتھ ہی صفائی کے لئے ایک جھاڑو بھی پڑا تھا۔ یہ حالت تھی اس وقت میاں صاحب کے حجرے کی، جب میں نے یہ سب کچھ دیکھا تو میرے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جب تک میرے ساتھی آتے ہیں کیوں نہ میں وضو کر کے میاں صاحب کے مصلے پر دو نفل ادا کرلوں۔ میں وضو کر کے آیا اور میاں صاحب کے مصلے پر دو رکعت نفل پڑھے اس سے مجھے بے حد سکون نصیب ہوا ، ساتھ ہی میرے اندر ایک خوف بھی جاگزیں ہوا کہ کہاں ایک ولی اللہ کا مصلیٰ اور کہاں میں گناہگار سا آدمی ، میں نے نماز پڑھنے کے بعد ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں دعا مانگی، جب حجرے سے باہر آیا تب تک میرے ساتھی بھی آ گئے تھے اور ہم نے رات دربار پر ہی گزاری اور صبح اپنے گھروں کو آ گئے۔

اس کے بعد میں انگلینڈ چلا آیا پھر کئی سالوں کے بعد مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے شاعری جیسی نعمت سے نوازا تو میں نے جیسے تیسے دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ اور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر منقبت لکھ ڈالی۔ کون کہتا ہے کہ دربار والے کچھ نہیں دے سکتے یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے کہ دربار والے کیا کچھ نہیں دے سکتے اگر کسی کو مانگنے کا ڈھنگ آتا ہو تو۔ دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ اور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر میرے دو اشعار حسب ذیل ہیں۔

مینوں ویں دمڑی والے نے فیض اپنے تیں نوازیا اے
قربان جاواں میں دمڑی والے تیں جنے دم دم فیض پہنچایا اے

☆

اک دن میں ویں میاں صاحب مصلے تہاڈے تے وقت گزاریا اے
اس دن تیں میاں صاحب فیض تہاڈا میرے اندر سمایا اے

مجھ پر اشعار کی اوّلیں آمد

یہ وہ اشعار ہیں جو مجھے سب سے پہلے آمد ہوئے پھر میں نے اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا کی کہ یارب مجھے وہ اشعار عطا فرما جس سے میری عاقبت سنورے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری سن لی اور مجھے حمدیہ اور نعتیہ اشعار کی آمد شروع ہوگئی جن کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

چوہدری بنیوں راجہ بنیوں ملک بٹ تے تو بنیوں
اے دس کہ تو انسان بھی بنیوں کہ نہ بنیوں

وہابی بنیوں سنی شیعہ تے تو بنیوں
اے دس کہ تو مسلمان بھی بنیوں کہ نہ بنیوں

کتنے نادان ہیں یہ پروانے کس شمع پر مرتے ہیں
جو بجھ جاتی ہے ہوا کے اک جھونکے سے اس شمع پر مرتے ہیں

انسان بھی اتنے ہی نادان ہیں جتنے یہ پروانے ہیں
یہ بھی تو ظاہری حسن پر ہی مرتے ہیں

اے پنجاب تو کتنی پیاری دھرتی ہے تو نے اپنوں ہی کی پیاس نہ بجھائی
تو نے کئی لوٹے ہوئے قافلوں کی بھی پیاس بجھائی

جب میری ان پر نظر پڑی تو میں ان کا دیوانہ ہو گیا
یہ تو میں نے اپنے کو بھی دھوکہ دیا اور ان کو بھی فریب دیا

یہ تو انسانی فطرت ہے ورنہ کسی کو سمجھنے کے لئے ایک مدت چاہیئے
جب انسان اپنے دل کو بہلانے کی خاطر دوسروں کا قرار لوٹے

جب آیا ان سے وفا کا وقت تو میں اپنی فطرت سے ہوا تتر بتر
وہ تو پھر بھی جسے چاہیں گے داغ ہے سینے میں میری بے وفائی کا

جب بہار آتی ہے تو لوگ تو خوش ہوتے ہیں
مگر میں اداس کیونکہ وہ بہار میں مجھے بہت یاد آتے ہیں

ملنا ان کا تو ہمیں کچھ یاد نہیں مگر بچھڑنا ان کا قیامت بن گیا
اب ملے تو ہیں پھر ہمیں مگر کھٹکا رہتا ہے ان کے پھر بچھڑنے کا

تیرا بن کے آیا نوکر عید والے دن ویں
تو نے رکھا بھوکا اس نوکر نوں عید والے دن ویں

لوگ تو قتل کرتے ہیں تیر تلوار سے
اور تو نے کیا قتل مجھے ترچھی نگاہ سے

زندگی بھر نہیں بھولوں گا وہ چور والی رات
جب ایک حسینہ نے آ کے ماری ٹھوکر چھت پر

گلی والوں سے پوچھے حسینہ چور دیکھا ہے کس نے
گلی والو اب بتاؤ مجھے کہ چور گیا ہے کدھر

میری میت پر جب آئے گی روئے گی نصرت لمبے ہاتھ کر کر کے
مر گیا میرا بھائی سوہنے نبیﷺ کی شان بیان کرتے کرتے

نصرت کیوں نہ آئے گی روئے گی عمزاد ہوئی جو اس کے بھائی کی
میں بھی کروں سوہنے نبیﷺ کی شان بیان، کرتا رہا میرا بھائی بھی

جب کہ مجھے پتاہے کہ وہ میری ہو نہیں سکتی
پھر میری یاد مجھے کیوں ستاتی ہے جب یاد آتی ہے اس کی

ٹیکسی اپنی سواری پرائی
تو نے دوست یہ ساتھ گوری کیوں بٹھائی

جب اس نے بولا مجھ کو کہ مجھے تجھ پر ہوئی بدگمانی
اس وقت جب تو روئی میری بدگمانی پر کاش میں تیرے پاس ہوتا

اس وقت میں تیرے آنسو گرنے نہ دیتا زمیں پر
تو جو روئی میری یاد میں ایک بار پھر بار بار رونا کس بات پر

کاش کہ تو میری محبت کو سمجھ جاتی
میں تو تیرے غم میں اداس ہوتا اور تو خوش ہوتی

بہت سمجھایا میں نے مگر نہ سمجھے یہ لوگ
اب کیا سمجھاؤں میں نہ سمجھیں گے یہ لوگ

نہیں سمجھتے تو نہ سمجھے کوئی
اب کیا سمجھاؤں جب سمجھے نہ کوئی

دیکھو یہ لوگ اب چھڑاتے ہیں باپ میرا
میں بھی دیکھوں یہ کس طرح چھڑاتے ہیں باپ میرا

نہ سجانا مجھے تم اپنی کالی آنکھوں میں
کہیں بہہ نہ جاؤں میں تیرے آنسوؤں میں

میری شاعری کے ابتدائی اشعار

لوٹیں ایمان کئی بار یہ جو آیا ہے برکت والا ماہ رمضان
خدا جانے پھر کسی کو نصیب ہو نہ ہو یہ برکت والا ماہ رمضان

اے ماہ رمضان جب تو آتا ہے تو ساتھ ایمان کی بہار بھی لاتا ہے
کئی بھولے بسروں کو تو خدا کی یاد بھی دلاتا ہے

اے ماہ رمضان تو تو بڑی برکت، بڑی رحمت کے ساتھ آیا
اے ماہ رمضان الوداع جس طرح تیرا حق تھا وہ تو ہم سے ادا نہ ہوا

کیا کرنی ہے خدمت حضور آپ کی میں بے نصیب نے
بنا کے جوڑا حضور آپ کے قدموں کو سمجھا کر دی خدمت میں نے

ایک جوڑا تو دیا حضور آپ کو تحفہ میں دوسرا دیا ادھار میں
مانگ لوں گا روز محشر حضور آپ سے جب جلیں گے پاؤں میرے

احسن پڑھے نعتیں میری میں کروں دعا تیرے لیے
ہو کیوں نہ دعا قبول میری جو کروں میں تیرے لیے

میں دوڑا اس لیے کہ سب سے آگے نکل جاؤں گا
جب آنکھ کھول کے دیکھا تو اپنی لحد کے سامنے کھڑا تھا

یہ شعر بنائے بنتے نہیں کوئی بنا کے تو دیکھ لے
یہ تو قدرت والے کی دین ہے جسے چاہے نواز دے

میں نے جن کے لئے کچھ کیا وہ دنیا چھوڑ گئے
باقی جو بچے وہ مجھے چھوڑ گئے

بے شک بھول جائے نام میرا کوئی
مگر نہ بھولے گا شعر میرے کوئی

جب چوٹ لگی دل پہ تو زبان پہ شعر آ گیا
کیا خوب قلم نے اسے قصہ بنا دیا

آنکھوں کے آنسو تو ہر ایک نے دیکھے
کسی نے دیکھے نہیں دل کے آنسو

یہ جان تیرے پاس ہے امانت کسی اور کی اے انسان
اس امانت کو نہ کر گندگی کے حوالے تو اے انسان

جب میں انہیں آتے دیکھا تو سمجھا کہ میرے درد کی دوا لائے ہیں
جب وہ میرے پاس سے گزرے پھر سمجھا کہ یہ تو اور درد دینے آئے ہیں

وہ دل ہی کیا جو بے قرار ہو گیا
وہ پیار ہی کیا جو عیاں ہو گیا

میرا نام تو بے شک کوئی بھول جائے گا
مگر میرے اشعار نہ کوئی نہ بھولے گا

اتنے مقدر کہاں اکرم تیرے
کہ تو آقا کو یاد کرتے کرتے مرے

الفاظ لکھنے آتے ہیں پڑھنے آتے نہیں معنی آتے نہیں
مگر پھر بھی کرتا ہوں شاعری میں

کتھے پرویا ای او ربا ہیرے دے وچ پتھر
جدوں تو چاہیں ربا ہو جاندا افضل ہیرے دے وچ پتھر

سرکار بابو شاہ سلیم جس گجرات میں ہے آپ کا بسیرا
سرکار میری بھی ہے قوم گجر اس لیے آپ کا گجرات لگے مجھے پیارا

اے قبر تجھ سے اب کیا ڈر تیرے اندر کیا گزرے گی مجھ پر
میں تو ہوں بابو شاہ سلیم کا غلام اب مجھے تیرا کیا ڈر

کیا خوب پڑھیں نعتیں افضل نظیر نے میری
سن کے نعتیں اپنی ہوئی حسرت پوری میری

بہت سمجھایا میں نے مگر نہ سمجھے یہ لوگ
اب کیا سمجھاؤں جب سمجھے نہ کوئی

نہیں سمجھا تو نہ سمجھے کوئی
میں بھی کیا سمجھاؤں جب سمجھے نہ کوئی

بہت سمجھایا میں نے مگر سمجھا نہ ہی کوئی
اب کیا سمجھاؤں جب سمجھے ہی نہ کوئی

دیکھو یہ لوگ اب چھڑاتے ہیں باپ میرا
میں بھی دیکھوں کس طرح چھڑاتے ہیں یہ لوگ باپ میرا

میں کوئی شاعر تو نہ تھا
میں تو اس پاک گھرانے کا منگتا تھا

اے صبا! مصطفیٰ ﷺ کو جا کے کہنا میرا دادا رو رو کے آپ کو یاد کرتا ہے
اے صبا! مصطفیٰ ﷺ کو جا کے کہنا میرا دادا رو رو کے آپ کو سلام کہتا ہے

اے اللہ جو رنگ رومی جامی کو چڑھایا ہے
اے اللہ اس رنگ کی رنگت اکرم پر بھی چڑھا دے

جس دیئے نوں تو آپ جلاویں تے کد کسے تیں او بجھدا
جیوں جیوں مارو پھونکاں تے تیوں تیوں ودھ کے بلدا

جس دیئے نوں اکرم اوہ آپ جلاوے تے کد کسے تیں اوہ بجھدا
جیوں جیوں مارن کمینے پھونکاں تیوں تیوں ودھ کے اکرم بلدا

آدمی شاعر بھی ہو اور زبان ادیب بھی ہو
پھر وہ انسان نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے

اکرم تو ثناخواں ہے ان کا یہ کوئی معمولی بات نہیں
یہ تو ان کا کرم ہے ورنہ تجھ میں تو ایسی کوئی بات نہیں

مولانا صاحب میں کوئی شاعر وغیرہ نہیں ہوں
میں تو الفاظ ادھر اُدھر کر کے لکھ دیتا ہوں

ہر کوئی کہتا ہے کہ بری رسم اس جہیز کو
مگر ہر کوئی لگائے گلے جیسے لگاتی ماں بچے کو

کیا ہی خوب انداز ہے انسان تیرے سوچنے کا
درندگی تو خود کرے اور نام بدنام کرے کسی اور کا

دوستو! یہ جوتا بھی کمال کی شے ہوتا ہے
کبھی لیڈر کے پاؤں میں اور کبھی یہ لیڈر کے سر پہ ہوتا ہے

یہ سچ ہے کہ تیرے قدموں میں میری جنت ہے میری پیاری ماں
اسی لیے تیرے قدموں کے نشاں دیکھتا رہتا ہوں میری پیاری ماں

یہ رشتے ہیں بڑے ادب والے ان کا کر احترام انسان
پھر آگے چل کے تیرا بھی ہو گا احترام انسان

کیا یہی بری سوچ بن گئی ہے ہم مسلمانوں کی
کہ اپنوں کو دھوکا اور غلامی کرتے ہیں غیروں کی

اے اللہ اب اس بھنور سے نکال ہم مسلمانوں کو
جس سے کوئی راستہ نہیں مل رہا تیرے بندوں کو

یہ سیلاب جو آیا ہے اے انسان تیرے امتحان کے لئے
کہ تو کس طرح سوچتا ہے دوسرے انسان کے لئے

اے خدایا اب بچا ایسی چوں چوں سے
جنہوں نے لوٹا یہ پاکستان دونوں ہاتھوں سے

وطن تو ہمیں مل گیا آزاد قائداعظم کے ہاتھوں سے
مگر ہم نے ہی اسے کر دیا تباہ اپنے ہی ہاتھوں سے

او انسان نہ بھول اپنی اس وفا کے انداز کو
کہیں لے نہ جائیں کتے بلیاں تیری وفا کے انداز کو

اے عورت تو بیٹی تو بیوی اور تو ماں بھی
تیرے کندھوں پر بڑی ذمہ داری اسے نباہنا بھی

کیا ہی شان عطا کی اے عورت تجھے اللہ نے
جس کی کوکھ سے لیا ہے جنم نبیوں نے

جس نے اٹھایا قدم اللہ کے بھروسے پر
تو اللہ نے اسی کا چڑھایا نام تاریخ پر

جس نے بھی کیا ناز اپنی موت پر
تو تاریخ روتی ہے اس کے مقدر پر

تو جو دل میں لے کے آیا مزار پر بندے
وہی تجھے فیض ملے گا مزار پر بندے

جب تو بوئے گا کھیت میں ڈیلا بندے
پھر تو کس طرح کاٹے گا کھیت سے گندم بندے

کاش کہ بدمعاش بدمعاشی کا معنی جانتا ہوتا
پھر ایسی بدمعاشی سے دور ہی وہ رہتا

کیا ہی خوب معیار تھا اکرم تیری تعلیم کا
جس کو پڑھنا نہ آتا تھا حرف الف بے کا

کس طرح کہہ دیا انسان نے کہ شیر بادشاہ ہے جنگل کا
حالاں کہ خاطر میں نہیں لاتا اسے بندر جنگل کا

یہ انسان بھی تو کمال کی چیز ہے
جس سے ڈرتا ہے اسی کے سامنے جھکتا ہے

جب چوٹ لگی دل پر تو ٹپ ٹپ گرے آنسو دل کے
آنکھوں کے آنسوؤں ہر ایک نے دیکھے کس نے دیکھے ہیں آنسو دل کے

اے اللہ! بے شک ہماری بخشش کی دعا قبول نہ کر
مگر ہماری ٹیم کی فتح کی دعا ہر حال قبول کر

کچھ تو پڑھ لکھ کے بھی رہ گئے جاہل
ان سے تو بہتر ہیں ان پڑھ جاہل

اکرم تجھے جو عطا ہوا یہ صدقہ ہے پنج تن پاک کا
نہ تو پہلے کسی کام کا نہ اب ہے کسی کام کا

کیا ہی شان ہے نبی ﷺ کے اہل کی
جن پر پڑھے درود و سلام مخلوق خدا کی

قیامت کا راز یہ ایک راز ہی ہے
جس راز کا مالک خود اللہ کارساز ہی ہے

جس طرح تو نے کی اپنے سسرال کی خدمت بہو
اسی طرح ہو گی تیرے ماں باپ کی خدمت بہو

انسان جب کرے قتل کسی کا تو اس پر بڑا فخر کرے
جب شہد کی مکھیاں کریں پیچھا اس کا تو یہ بھاگتا پھرے

اے محبوب! خدا تجھے کون سکھاتا لکھائی پڑھائی
جن کے صدقے ملا ساری مخلوق کو فضل الٰہی

وہ انسان ہی کیا جو بڑائی بولے اپنی ذات کی
ایک ذات ہی اللہ کی ہے جس نے کی نفی ہر ذات کی

وہ بھی کیا انسان جو کرے فخر اپنی ذات پر
اگر تو نے کرنا ہے فخر تو کر ربّ کی ذات پر

اچھا تھا کنوارے ہی آئے تھے کنوارے ہی ٹر جاوندے
پھر اگلے جہان جا کے اپنے دکھڑے سناوندے

یہ ساس بہو کی بھی کمال کی جنگ ہے
جس کو دیکھ کر ہر آدمی ہی تنگ ہے

اب تو پیری فقیری بھی رہ گئی تعویذوں کی
کرنا کرانا کچھ بھی نہیں اور آمدن مفت کی

میں تو ابھی بھی جوان ہوں
کیا ہوا کہ میں ستر سال کا ہوں

کتنا بابرکت ہے یہ عدد چار کا
جس عدد میں آئے عدد اللہ اور محمد ﷺ سرکار کا

کچھ تو لوٹے ہیں اور کچھ کھوٹے ہیں
اور کچھ وہ ہیں جو لوٹ ملوٹے ہیں

اب پاکستان میں ایمان دار لائیں کہاں سے
جسے بنایا قائداعظم نے بڑی مشکلوں سے

ویسے تو پاکستان میں بڑی دھوم دھام ہے اسلام کی
فرقے بھی بہت ہیں پاکستان میں مگر کمی ہے ایمان کی

ہر قبیلے نے کی ترقی اپنی جدوجہد سے
گجر کیا کرتے ترقی جنہیں فرصت نہ ملی بیلوں سے

کہاں کھینچ لائے ہیں اب ہم نام اللہ کا
کھیلنا جوا اور کہنا ہم پر بڑا فضل ہے اللہ کا

جب پڑی آواز کانوں میں اپنی نعتوں کی سوچا یہ کون ہو سکتا ہے
فوراً آیا خیال اکرم یہ تو حاجی فاروق ہی ہو سکتا ہے

پیار محبت تو تھا پہلے لوگوں میں
اب تو رہ گیا ہے مکر ہی ہم لوگوں میں

کون کرتا ہے اپنی حلال کی کمائی سے فضول خرچی
جب آتا ہے مال حرام کا ہاتھ تو ہو جاتی ہے فضول خرچی

اگر تو نے پوچھنا ہے مسئلہ تو پوچھ اپنے عیبوں کا
کہ میں کس طرح کروں گا سامنا اپنے ربّ کا

نہ اٹھایا ہم نے فائدہ اللہ رسول کی عطا کا
اس لیے بھولے ہیں آج ہم راستہ دین کا

کتنا بابرکت ہے یہ عدد پنج کا
جس عدد میں آیا ہے عدد پنج تن پاک کا

اے انسان! کہاں کتا اور کہاں کتے کی خوئے صفائی
تو نے ذرا نہ سوچا جب کتے کی مثال بنائی

اے اللہ! کیا شان ہے تیرے حرم پاک کی
کہ جس کے سامنے جھکتی ہے امت تیرے نبی ﷺ پاک کی

اب کیا ہو گیا ہے ان حرم پاک کے رہنے والوں کو
جو اب سمجھ بیٹھے ہیں حرم ان یہودیوں عیسائیوں کا

نہ اٹھا اتنا وزن نہ بھل اپنی اوقات بندیا
تیری اوقات نوں بڑا جاندا اے تیرا ربّ بندیا

بول تو ہمارے بڑے بڑے ادب ہمارا کچھ بھی نہیں
اسی لیے مسلمانوں آج پلے ہمارے کچھ بھی نہیں

جب تو انسان کسی سے جھگڑتا ہے تو ہوش اپنے کھو بیٹھتا ہے
تو اس وقت شیطان ظالم اعمال تیرے پہ حملہ کرتا ہے

اے انسان! نہ ڈر تو اپنے ربّ رحیم سے
وہ تو پیار کرتا ہے تجھے ستر ماؤں سے بڑھ کر

اگر تو نے ڈرنا ہے تو ڈر اپنے نفس اور شیطان سے
جو دشمن ہیں تیرے اعمالوں اور تیری آخرت کے

یہ مرد حضرات گرجتے تو رہتے ہی ہیں
مگر یہ مرد حضرات برستے کم ہی ہوتے ہیں

اس قوم کو لے ڈوبی ہے ان لٹیروں کی غداری
جنہوں نے آج مٹائی ہے دنیا میں پہچان ہماری

شاعر حضرات بند کر لیتے ہیں دریا کو کوزے میں
آپ کا کیا خیال ہے اکرم کے بارے میں

کہاں وہ پاک قدم جو شاعری پاک پر جا لگے ہیں
آج یہ مسلمان کن قدموں کی دعا مانگنے لگے ہیں

دوستو! یہ پڑوسی بھی تو کمال کی مخلوق ہوتی ہے
کبھی تو ان سے سکون کبھی بے سکونی بھی ہوتی ہے

اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے سکون نصیب ہو
پھر تو ایسے کام کر جس سے راضی ربّ اور اس کا حبیب ہو

اے بندے! ہر محتاجی کو تو محتاجی نہ کہو
محتاجی تو وہ بری جس میں ذلت ہو

جو محتاجی اس بندے کو ہر وقت ڈراتی ہے
پھر یہی محتاجی بندے کے گلے پڑ جاتی ہے

آج کا یہ انسان ایک گلوب کی طرح ہے
مگر پھر بھی یہ انسان ایک دوسرے سے دور ہے

اے انسان! تو تو امانت ہے کسی اور کی
پھر تو کیوں کرتا ہے بددیانتی اس کی

اس انسان کو جینے کا سلیقہ سکھائے گا کون
مگر ایسا مقدر انسان کا بنائے گا کون

صفائی بھی تو کئی طرح کی ہوتی ہے
ایک صفائی بدنی اور دوسری باطنی ہوتی ہے

جس کراچی پر کبھی برستی تھیں رحمتیں اللہ کی
آج اس کراچی پر برس رہیں ہیں لعنتیں اللہ کی

اے میری قبر کے پاس سے گزرنے والے میرے لیے ہاتھ اٹھا دینا
اس میں مصطفیٰ ﷺ کا ثنا خوان سویا ہوا ہے اس کے لئے دعا کر دینا

پہلے کہتے تھے کہ نیکی کرو دریا میں ڈالو
اب کہتے ہیں کہ نیکی کرو جہنم میں جاؤ

چودھری راجے تو پہلے کے ہوتے تھے
جو کمزور غریبوں کے کام آتے تھے

چودھری راجے تو اب کے بھی ہیں
جو معاشرے میں غریبوں کو ستاتے ہیں

اے نادان انسان تو کیوں شیطان کے گھوڑے پر سوار ہے
یہ تو تجھے جہنم کی طرف لے کے جا رہا ہے

کیا آئی ہے مسلمانوں کے گھروں میں روشن خیالی
جس روشن خیالی نے آج مچائی ہے گھر گھر تباہی

یہ حالت ہے ہمارے ان پاکستانی سیاست دانوں کی
حاکم تو یہ ہیں پاکستان کے اور غلامی کرتے ہیں یہ غیروں کی

کتنے صابر شاکر ہیں یہ مہاجر پنجاب کے
جنہوں نے لٹایا سب کچھ پھر بھی شاکر ہیں ربّ کے

کتنے ناشکرے مکار ہیں یہ مہاجر سندھ کے
جن کے پاس سب کچھ ہے پھر بھی ناشکرے ہیں ربّ کے

اب تو حرام بھی لوگوں کو کتنا پیارا لگنے لگا ہے
حرام جب نکلتا ہے پھر ایک نہیں کئی راستوں سے نکلتا ہے

بظاہر تو حرام میں بڑی چمک دمک بڑی لذت ہے
مگر ہوش سے لے کام انسان یہ تو آگ کا بچھونا ہے

میرے پیارے پاکستان میرے پیارے پاکستان کیا ہی تیری شان ہے
تو ہی ہماری آن ہے اور تو ہی ہماری شان ہے

اے قائداعظم! اے قائداعظم! تیری بھی کیا شان ہے
تو ہی پاکستان کی آن ہے اور تو ہی پاکستان کی جان ہے

جن عربوں پر آئے کم و بیش چوبیس ہزار پیغمبر
اب کیا خاک بدلیں گے یہ عرب

اے انسان! کیا نام دوں میں تجھ کو
فعل تو تیرے اپنے برے اور بدنام کرے تو شیطان کو

نہ ہی بدلے تھے یہ عرب
اور نہ ہی بدلیں گے یہ عرب

کیا ہی دعائیں ہیں آج ہم مسلمانوں کی
یا اللہ آج فتح ہو میرے بوہلی کتے کی

کیا ہی ترقی کی ہے آج کے انسان نے
نہ ان میں کوئی پیار نہ ہی اخلاق رہا ہے

کچھ تو ہیں داڑھیاں اور کچھ ہیں جھاڑیاں
اور کچھ وہ ہیں جو آگ لگا کے ساڑیاں

آج کیا ہی یہ آخری وقت آ گیا ہے
جس میں چوہڑا چمیار بھی سیّد بن گیا ہے

آج کیا ہی یہ آخری وقت آ گیا ہے
جس میں چور اچکا بھی میاں بن گیا ہے

پہلے جو دیکھتے تھے وہ ہر چیز تھی اصلی
اب جو دیکھتے ہیں یہ ہر چیز ہے نقلی

جب کہ یہاں اب کوئی انسان ہی نہ رہا اصلی
تو پھر یہاں اب کوئی چیز خاک ملے گی اصلی

یہ ہیں پارٹیوں کے قائدین اور یہ ہیں ان کے نام و نشان
اور کیا یہی ہیں ان پارٹیوں کے انتخابی نام و نشان

یہ ویلنٹائن ڈے جو آتا ہے ایک ہی بار ہر سال میں
جس میں بو آتی ہے منافقت کی ہر سال میں

قائداعظم تو نے تو بہتر سوچا تھا اس قوم کی نسلوں کا
مگر کیا ہی حشر کیا اس قوم نے قائداعظم تیرے احسانوں کا

کیا ہی خوب نعرہ ہے ان پیپلز پارٹی والوں کا
روٹی بھی ہماری کپڑا مکان بھی ہمارا باقی والا قبرستان تمہارا

جس پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر لکھا ہوا ہے کلمہ لا الہ الا اللہ کا
اس کے باہر تو لکھا ہونا چاہئے یہ تو گھر ہے چوروں ڈاکوؤں کا

اے انسان! تو تو غلام ہے اپنے نفس کا
پھر تو کیوں بدنام کرتا ہے بے چارے شیطان کو

اس طرف کیوں ہو دھیان ان لیڈران کا
جس سے ہو فائدہ اس بے چاری عوام کا

باضمیر تو کرتے ہیں حفاظت اپنے ایمان کی
اور بے ضمیروں پر پڑتی ہیں لعنتیں سارے جہان کی

ایک وہ بھی شہادت ہے جو غیروں سے لڑ کے ملتی ہے
ایک یہ بھی شہادت ہے جو اپنوں سے ہی لڑ کے ملتی ہے

نہ تو زمانہ بدلا ہے نہ وقت نہ کوئی اور چیز بدلی ہے
یہ تو انسان تیری اپنی سوچ ہی بدلی ہے

اے گدا گری تیری بھی کیا بات ہے
جس کی لپیٹ میں ہر کوئی آ گیا ہے

پہلے وقتوں میں جب ہوتے قتل تو آتی سرخ آندھی
اب جب ہوتے ہیں قتل نہ آتی ہے سرخ نہ سفید آندھی

عورت کہتی ہے کہ میرا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں
میں کہتا ہوں کہ عورت کے بغیر مرد کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں

اے آب زم زم تیری بھی کیا شان ہے
جس کے پینے سے ہو شفا یہی تیری شان ہے

جس طرح ہانڈی میں مصالحے کم ہوں تو کوئی مزا نہیں آتا
آج اسی طرح حلال میں حرام نہ ہو تو کوئی مزا نہیں آتا

جب یہ حرام گھر آتا ہے تو بڑا ہی مزا ہے
جب یہ حرام جاتا ہے تو پورا گھر ہی تباہ کر جاتا ہے

کیا خوب اٹھاتے ہیں فائدہ مسلمان ان آیتوں اور حدیثوں کا
جہاں ہو فائدہ وہیں گھڑ لیتے ہیں معنی مطلب ان کا

جس انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے افضل مخلوق بنایا اے
آج اس مخلوق نے اپنا کیا برا حال بنایا اے

آج ہمارے ایمانوں کی عجب ہی حالتیں ہیں
کرتے تو ہم عبادتیں ہیں اور کھاتے حرام ہیں

اے قائداعظم! کے پاکستان اب تیرے اندر رہا ہی کیا ہے
اے قائداعظم! کے پاکستان اب تیرا خدا ہی حافظ ہے

جنہوں نے کی میری حوصلہ افزائی
میں تو مشکور ہوں تمہارا میرے بھائی

کیا ہی آسان طریقہ بنا لیا ہے ہم نے اپنے دین کا
سنو! کلام اور کھاؤ لنگر نبی کے نام کا

یہی زبان ہے جب چلتی ہے تو پھول ہی برساتی ہے
یہی زبان ہے جب چلتی ہے تو آگ ہی برساتی ہے

☆☆☆☆☆

دربار عالیہ کونتریلی شریف

میں تے منگتا واں بابا شاہ معصوم دا
جیہڑا لخت جگر ہے پنجتن پاک دا
اوہ تے کنجی بردار ہے ساری کونتریلی دا
جنھے کدی وی آون نہ دتا چور باہر دا
جدوں وی کوئی چور چوری کر کے کونتریلی دی جاندا
اوہ پھر پھر کے فیر وی حد کونتریلی دی وچ رہندا
بابا دارے والا اوہنوں اکھیاں تیں کر دیندا اندھا
جدوں تک چور چوری دا مال چھوڑ کے نہیں جاندا
جیہڑا نہیں بابا تیری عظمت نوں دلوں ہو کے مندا
تو فیر وی بابا اس بے فیض دا ساتھ نباہندا
سدا سلامت ہے بابا سایہ تیری اس رحمت دا
ورنہ کیا حشر ہوندا بابا اس کونتریلی وچاری دا
سید بخاری بھی آیا تیری خدمت وچ تیرا باندھا
جیہڑا رہن والا سی کدی جلال پور شریف دا
مینوں تے پکا یقین ہے بابا تیریاں دعاواں دا
ورنہ کس طرح ہو جاندا اکرم شاعر کونتریلی دا

پیرا شاہ غازی اور میاں محمد بخشؒ پر منقبت

اک مرد اللہ دے نوں ملیا سہارا پیرے شاہ غازی دا اے
کلام انہاں دا سیف الملوک جدے چہ ذکر ربّ رسول ﷺ دا اے

مرشد تہاڈا میاں صاحب جیہڑا بادشاہ ساری کھڑی دا اے
جس کھڑی شریف نوں اج بچہ بچہ جان دا اے

جیہڑا وی بندہ پیر مرشد دا ہو جاندا اے
اوہ ہی بندہ پیر مرشد دی اکھیاں دا تارا ہو جاندا اے

جیہڑا وی کوئی تہاڈے پیر مرشد دے دربار تے آوندا اے
اوہ پہلاں سلام تہانوں فیر دربار مرشد دے تے جاوندا اے

جس طرح میاں صاحب تساں پلہ پیر و مرشد دا پھڑیا اے
اسی طرح میاں صاحب تہاڈے پیر مرشد نے تہانوں نوازیا اے

کلام جدوں وی کوئی میاں صاحب تہاڈا پڑھ دا اے
تے سن کے کلام تہاڈا میاں صاحب ہر کوئی واہ واہ کردا اے

کلام تہاڈا میاں صاحب عین قرآن تے حدیث دا بیان اے
کلام تہاڈے نوں میاں صاحب اج تک کوئی نہ جانڑیاں اے

پیر جے تہاڈا دمڑی والا جیہڑا پیرے شاہ کہلاندا اے
ڈیرا انہاں دا کھڑی شریف جتھے ہر ویلے جلوہ نور دا اے

جس دمڑی والی سرکار تے میلہ ہر ویلے رہندا اے
جیہڑا وی دمڑی والی سرکار تے آیا دلی مراداں پاندا اے

سیف الملوک تہاڈے نوں اج ہر کوئی پڑھدا سن دا اے
کلام تہاڈا میاں نئیں کوئی اسدی شان دا اے

جنہاں وی ملیا کامل مرشد اوہناں دے ہتھ کج آوندا اے
بناں کامل مرشد میاں صاحب کج نہ ہتھ آوندا اے

اک دن میں ویں میاں صاحب مصلے تہاڈے تے وقت گزاریا اے
اس دن تیں میاں صاحب فیض تہاڈا میرے اندر سمایا اے

مینوں ویں دمڑی والے نے فیض اپنے تیں نوازیا اے
قربان جاں میں دمڑی والے تیں جنھے دم دم فیض پچایا اے

ذات تہاڈی تے شعر لکھنے جیویں سورج نوں چراغ دکھاونا اے
معاف کرنا میاں صاحب اے تے اکرم دی نکی جیہی کوشش اے

جہلم دے ولی اللہ تے منقبت

تیرے در تیں میراں حیدر ہر کوئی پاوے مراداں
جو جو وی آیا اے اس نے پائیاں مراداں

تیرے در تیں میراں حیدر ہر اک دیاں ہون مراداں پوریاں
توں ہویوں جے بادشاہ میراں فیر کیوں نہ ہون مراداں پوریاں

تیریاں کرامتاں تیں میراں حیدر میں صدقے جاں
جنے دوڑایاں نے کندھاں مٹی کچی دیاں

اے وی تے تیریاں ہی نے میراں حیدر کرامتاں
جنے تیلی یار دے موئے سنڈے نوں دتیاں نے حیاتیاں

دریاؤں پار تے وسن دمڑی والی سرکاراں
تے دریاؤں ارار لائیاں میراں موج بہاراں

اکھاں جہناں دیاں دکھن آون اوہ من دے منتاں پیر شاہ وسن دیاں
اے ہی تے کرامتاں نیں لوکو پیر شاہ وسن دیاں

جدوں اٹھیاں درداں ساڈیاں تے اسا کیتیاں زیارتاں پیر شہاب دیاں
نہ رہیاں درداں ساڈیاں جدوں کیتیاں زیارتاں پیر شہاب دیاں

اک ولی گجر نٹائن دے جیہڑے رہندے وچ پنج گرائیاں
فیض اوہناں دا پیا پہنچے ہر آندے جاندے راہیاں

جہناں اٹھیاں نے حلکاں او کرن زیارتاں مقتیاں دیاں
نہ رہیاں حلکاں اوہناں دیاں جہناں کر لیاں زیارتاں مقتیاں دیاں

اج ہر کوئی کرے گلاں بابا دیوان تیریاں کراماتاں دیاں
جہنے ٹلے جاندیاں روکیاں نے ڈولیاں دودھاں دیاں

جدوں پتاچلیا ٹلے دے وڈے گرو تے چیلیاں
جیہڑا ددھ آوندا سی ساہنوں اوہ تے رہ گیا وچ راٹھیاں

تے گرو آن پہنچیا راٹھیاں سنڑیں اک سو چیلیاں
لیا اک گاں تے پلا دودھ سنے لنگوٹیاں میرے چیلیاں

بابا دیوان نے اک ہی پیالیوں پلایا دودھ سارے چیلیاں
تے اک ہی گز تیں پہنایاں لنگوٹیاں سارے چیلیاں

ککڑ دے منہ توں سپ کھلاویں ساہمنے گرو چیلیاں
اے ہی تے کراماتاں نے لوکو بابا دیوان دیاں

جدوں ویکھیا گرو نے کہ شیر تے کھا گئی اے گاں
تے گورو لے کے نسیا اے سبھی اپنے چیلیاں

کیا ہی باتاں نے ساڈے سلمان پارس دیاں
جہناں دے دربار نوں پیاں چمن لہراں دریائے جہلم دیاں

دیکھ اکرم اے تے سبھی نے شاناں اللہ پاک دیاں
جس نے ودھائیاں نیں اے شاناں ساڈے جہلم دیاں

میں ایک مٹی کا برتن ہوں

کبھی میں بنتا ہوں اور کبھی میں ٹوٹ جاتا ہوں
کبھی میں ہنستا بھی ہوں اور کبھی میں روتا بھی ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں چار پاؤں پر کبھی میں دو پاؤں پر چلتا ہوں
کبھی میں دوسروں کے سہارے بھی چلتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں اکڑ اکڑ کے چلتا ہوں
کبھی میں لوگوں کی ٹھوکر پر ہوتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں بڑے بڑے پہلوانوں کو گراتا ہوں
کبھی میں چارپائی پر پڑا دوسروں سے پانی مانگتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں بادشاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہوں
کبھی میں جیل کی ہوا بھی کھاتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں عروج پر بھی ہوتا ہوں
کبھی میں پستی پر بھی ہوتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو روتا ہوں
جب لوگ روتے ہیں تو میں خوش ہوتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں دوسروں پر ظلم بھی کرتا ہوں
کبھی میں اپنے پیٹ کے درد سے چلاتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں

کبھی میں جنگل میں شیر کا شکار بھی کرتا ہوں
کبھی میں گلی کے کتے سے بھی ڈرتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں اپنی ماں بہن کی عظمت پر مر مٹتا ہوں
کبھی میں دوسروں کی عزت خاک میں ملا کے فخر کرتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں لوگوں کو ٹھوکریں بھی مارتا ہوں
کبھی میں لوگوں کی ٹھوکروں پر بھی ہوتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں دولت کی خاطر لوگوں سے دھوکے بھی کرتا ہوں
پھر کبھی میں دکھاوے کے نیک کام بھی کر جاتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں یتیموں کا مال بھی ہضم کر جاتا ہوں
پھر لاؤڈ سپیکر پر میں اپنی جرأت کا اعلان بھی کرتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں بہت خوبصورت بھی ہوتا ہوں
پھر کبھی میں بدصورت بھی ہو جاتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں جنگیں بھی لڑتا ہوں
کبھی تو میں گیدڑ سے بھی ڈرتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں بڑے سے بڑے گناہ بھی کر جاتا ہوں
کبھی میں نیکو کاروں کا روپ بھی دھار لیتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں دوسروں کو گالی دے کر خوش ہوتا ہوں
کبھی میں دوسروں کی گالی سن کر طیش میں آتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں

کبھی میں لوگوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا ہوں
کبھی میں لوگوں سے دور بھی بھاگتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں حکمرانی بھی کرتا ہوں
پھر پسی ہوئی عوام کو خوب پیٹتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں راتوں کو ڈاکے بھی ڈلواتا ہوں
پھر دن کو انصاف بھی کرتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں دکھلاوے کے حج اور نمازیں بھی پڑھتا ہوں
مگر راہ راست پر پھر بھی نہیں چلتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
کبھی میں اپنے کسی عزیز کو اپنے ہاتھوں قبر میں اتارتا ہوں
پھر پتا نہیں میں اپنی موت کو کیوں بھول جاتا ہوں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
لوگ پتا نہیں کیوں مجھے روتے ہیں جب میں مرتا ہوں
لوگ اس لیے مجھے روتے ہیں
کیونکہ میں ایک مٹی کا برتن ہوں
جب آ کے پوچھیں گے منکر نکیر کیا ساتھ لائے ہو مٹی کے برتن
تب ان سے کہوں گا یہ تو خالی ہاتھ آیا ہے مٹی کا برتن

☆ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔
☆ اور انسان خاک ہی کھاتا ہے۔
☆ انسان خاک ہی پہنتا ہے۔
☆ انسان خاک ہی میں رہتا ہے۔
☆ انسان نے خاک ہی میں جانا ہے۔
☆ یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بنایا ہوا انسان۔
☆ اور اس انسان کے کام دیکھیے کیا ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

دولت منداں دا مان

ارے او دولت مند نہ کر گھمنڈ اپنی دولت تے
کدی توں ویں کر لیا کر خیال غریب دی غریبی تے
اے تے بندیا تیری آنڑی جانڑی چیز اے
فیر اس دولت تے گھمنڈ کرنا کیہڑی عقل دی گل اے
تیرے مرن تے بندیا تیرے وارث تیری دولت انج ونڈ دے
جیوں درزی کپڑے دیاں لیراں لیراں کر دے
پہلاں ونڈ کے تیری دولت بندیا فیر وارث تینوں دفناوندے
رکھ کے مٹھ مٹی دی تیری قبر تے فیر مڑ نہ آوندے
کئیں وار تیری قبر کولوں تیرے وارث آندے جاندے رہندے
فیر بھل کے وی تیرے وارث تیری قبر ول نہ آوندے
تیرے نال قبر وچ کی ہووے گا تیرے وارث کی جان دے
اوہ تے بندیا تیری دولت نال عیشاں بہاراں مان دے
جیلے ختم ہوسی تیری دولت بندیا وارث تینوں بھل جاوندے
نویں لوک جدوں آئے بندیا اوہ تے تیرا ناں ویں نہ جان دے
ہن وی جاگ جا اوہ بندیا نہ بن غلام دولت دا
اس دولت دے ہتھوں اک دن بندیا توں پچھتاویں دا
جے اس دولت نوں بندیا توں لاویں چنگیاں کماں اندر
فیر اے دولت تیری تیرے کم آوسی دوہاں جہاناں اندر

☆☆☆☆☆☆

یہ نظم ملالہ یوسف زئی گل مکئی پر ہے

اے ملالہ! تیری شمع نے کر دیا آج اندھیروں میں اجالا
اے ملالہ! تیری قلم نے کر دیا آج ہر طرف اجالا
اے ملالہ! نہ تو جھکی نہ تو جھکے گی تیرا دین ہے اسلام
اے ملالہ! تیری قلم، تیرے جذبوں کو میرا ہے سلام
اے ملالہ! تو تو ہے حوا کی بیٹی تیرے ساتھ ہے ہر جان
اے ملالہ! آج تجھ پر ہونا چاہتی ہے پوری قوم قربان
اے ملالہ! یہ گولی کیا لگی ہے تجھ کو
اے ملالہ! جس گولی نے کر دیا زخمی ساری انسانیت کو
اے ملالہ! جب تو ہسپتال میں بے ہوش پڑی تھی
اے ملالہ! اس وقت ساری انسانیت تیرے لیے دعاگو کھڑی تھی
اے ملالہ! یہ گولیاں کیا بگاڑیں گی کچھ تیرا
اے ملالہ! وہی نگہبان ہے خود ربّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا
اے ملالہ! تو تو فخر ہے سارے سوات کی
اے ملالہ! تجھ میں نہ کوئی کمی کسی بات کی
اے ملالہ! تو کس خوش نصیب گھرانے میں ہوئی پیدا سوات میں
اے ملالہ! جس کا آج تذکرہ ہو رہا ہے سارے جہان میں
اے ملالہ! تو نے جو جلائی ہے آج شمع تعلیم کی
اے ملالہ! یہ تو تو نے خدمت کی ہے حوا کی بیٹی کی
اے ملالہ! آج تو پختون نہیں تو تو آواز ہے پورے پاکستان کی
اے ملالہ! آج تو عالم اسلام نہیں تو تو آواز ہے ساری انسانیت کی
اے ملالہ! آج اکرم نے جو لکھی ہے نظم تیرے نام پر
اے ملالہ! مگر نہ اترے گی یہ نظم تیرے معیار پر
اے ملالہ! جس دیئے نوں اوہ آپ جلاوے تے کد کسے تیں او بجھدا
اے ملالہ! جیوں جیوں مارن کھینے پھوکاں تیوں تیوں ودھ کے او بلدا

یہ نظم میں نے اس تاریخ کو لکھی تھی جب ملالہ یوسف زئی گل مکئی انگلینڈ میں علاج کے لئے آئی تھی۔

16-10-2012

اپنی ذات پر نظم

یہ جان تیرے پاس امانت ہے کسی اور کی بندے
اور تو نے کیا حق ادا کیا اس امانت کا بندے

تیرے ساتھ اللہ نے لگائے فرشتے تیری حفاظت کے لئے
اور تو نے کیا حق ادا کیا اس نعمت کا بندے

یہ جہان اللہ نے بنایا خاطر تیرے لیے
اور تو نے کیا کام کیے اس جہان میں بندے

اللہ نے تجھے پیدا کیا خاطر اپنی بندگی کے لئے
اور تو کون سے کرتا رہا کام اوہ اللہ کے بندے

پیدائش تیری کس طرح ہوئی اور نعمتیں بنی تیرے لئے
کیا تو نے اس کو کبھی سوچا ہے اللہ کے بندے

دماغ تیرا اللہ نے بنایا سوچ وچار کے لئے
اور تم اس سے کیا سوچتے رہے ہو بندے

آنکھیں تیری بنائیں اللہ نے تیرے دیکھنے کے لئے
اور تم ان سے کیا دیکھتے رہے ہو بندے

اللہ نے تجھے دی زبان بول چال کے لئے
اور تو نے کبھی سوچا کہ کیا بولتے رہے ہو بندے

اللہ نے تجھے دیے ہاتھ تیرے کام کاج کے لئے
اور تم ان سے کون سے لیتے رہے ہو کام بندے

اللہ نے تجھے دیئے کان تیرے سننے کے لئے
اور تم ان سے سنتے رہے ہو ساز سنگیت بندے

اللہ نے تجھے دیئے پاؤں تیرے چلنے پھرنے کے لئے
اور تم کن راہوں پر چلتے رہے ہو بندے

یہ سب تمہی کو تو کہہ رہا ہوں اکرم
کیا تم پھر بھی نہ سمجھے ہو اللہ کے بندے

تو کر لے توبہ اور کر شکر اپنے ربّ کا اکرم
جو بخش دے گا تیرے سارے گناہ اللہ کے بندے

محمد اکرم جہلمی

☆☆☆☆☆☆

بچوں پر نظم

آؤ بچو تم بھی بناؤ اس جہان کو خوبصورت
جس جہان کو اللہ نے بنایا تمہارے لئے خوبصورت
جس طرح تمہیں عطا ہوئی گود ماں کی خوبصورت
اس طرح تم بھی بناؤ اس جہان کو خوبصورت
جس طرف بھی نگاہ اٹھائیں یہ جہان لگے خوبصورت
اس جہان میں اللہ نے بنائی ہر چیز خوبصورت
دیکھو بچو! اللہ خود بھی ہے خوبصورت
اسی لیے اللہ نے تمہیں بھی بنایا خوبصورت
جب تم اس جہان میں کرو گے کام خوبصورت
تو یہ جہان اور بھی ہو جائے گا خوبصورت
بچو! تمہارے کاموں سے ہی بنے گا یہ جہان خوبصورت
ایسے کام نہ کرنا جس سے ہو جائے یہ جہان بدصورت
اپنی نسلوں کی خاطر اس جہان کو بناؤ خوبصورت
جس سے ہو جائے گی تمہاری آخرت بھی خوبصورت

☆☆☆☆☆☆

اپنی ماں کی شان میں

میں ہی نہیں میرا تو لوں لوں پکارے تجھے ماں
میرے اس لوں لوں میں بسا ہے تیرا پیار ماں
بے شک تو اس دنیا میں نہ رہی میری پیاری ماں
مگر پھر بھی تڑپے میرا لوں لوں تیرے پیار میں ماں
مجھے پتا ہے کہ میرا لوں لوں تیری امانت ہے ماں
اس لیے تڑپے میرا لوں لوں تیرے پیار میں ماں
کیا ہی خوبصورت تیرا نام تھا میری پیاری ماں
امت کی ماں کا نام بھی عائشہ تھا میری پیاری ماں
وہ وقت میں کیسے بھول جاؤں میری پیاری ماں
دن تو گزرے خدمت میں اور رات تو سنائے کہانیاں ماں
اب کیوں نہ میں روؤں تیری یاد میں میری پیاری ماں
تو چھوڑ جو گئی اکیلا مجھے میری پیاری ماں
کتنی ہی صابر تھی اکرم تیری پیاری ماں
دیکھ کے تیری غلطیاں کر لیتی برداشت تیری پیاری ماں
جب میں روٹھتا تو تو کتنے پیار سے منا لیتی میری پیاری ماں
اب تو کوئی پوچھتا نہیں رہ گیا ہوں اکیلا میری پیاری ماں
تڑپ جاتا ہے تیری یاد میں میرا لوں لوں میری پیاری ماں
جب سوچتا ہوں تیرے اس وقت کے پیار کو میری پیاری ماں
لوٹ کے آجا اس دنیا میں میری پیاری ماں
نہیں تو بلا لے بیٹے اکرم کو اپنے پاس میری پیاری ماں
میرا تو لوں لوں کرے تیری بخشش کی دعا میری پیاری ماں
توں بھی بخشوا لینا اپنے لخت جگر کو اپنے رب سے میری پیاری ماں
آج حج کل تمہارے نام کی کروں گا قربانی میری پیاری ماں
میری عید گزرے گی تمہاری یاد میں میری پیاری ماں

اپنے باپ کی شان میں

میرا باپ جتنا بھی غصے والا تھا
میرا باپ اتنا ہی دل کا نرم بھی تھا

میرا باپ زبان کا بھی بڑا پکا تھا
وہ جو کہہ دیتا وہ کر کے بھی دکھاتا تھا

میرا باپ زبان کے بدلے اولاد بھی قربان کر دیتا تھا
مگر وہ اپنی زبان سے کبھی پھرنے والا نہ تھا

جوانی میں جو رہا تھا وہ رہا تھا
مگر ہماری پیدائش پر سب کچھ چھوڑ دیا

ہماری پرورش بڑی محنت سے کرتا رہا
مگر کسی کا بھی وہ روادار نہ رہا

میں کس طرح بھول جاؤں وہ وقت اپنے باپ کا
وہ تو کھائے سوکھی روٹی اور ہم کھائیں پراٹھا

میرا باپ بیماری کی حالت میں بھی ہل جوتتا
وہ تو بڑا بہادر تھا زبان سے کچھ نہ بولتا

میرا باپ بڑا محنتی کسان تھا نام جس کا نورداد تھا
جس نے اپنی اولاد کو بڑے پیار سے پالا تھا

میرا باپ جو کبھی ہار ماننے والا نہ تھا
مگر آج اسی کی اولاد نے اسے قبر میں تڑپایا

اب تو میرے بھی پیچھے پڑی ہیں اولاد تیری باپ
یہی سبھی کہتے ہیں کہ چھوڑ دو اپنا باپ

جس طرح ہو گئے ہم حرامی چھوڑ کے اپنا باپ
اب تو بھی ہو جا حرامی چھوڑ کے اپنا باپ

بے شک میرا نکلے دم مگر نہ چھوڑوں گا تجھے باپ
میں کیوں تیرا نشان مٹاؤں چھوڑ کے تجھے باپ

میں تیری قبر کا دوں گا پہرا باپ
جب تک میرے دم میں دم رہے گا باپ

میں کس طرح بھول جاؤں تیرا احسان باپ
جس کو تو نے پالا اتنی شفقت سے باپ

اکرم تو کرے ہر وقت تیری بخشش کی دعا باپ
اے اللہ سن لے فریاد اکرم کی بخش دے میرا باپ

☆☆☆☆☆☆

میرا پاکستان

اے میرے قائداعظم! کے پاکستان جب تو بنا تھا
اس وقت تجھے میں دیکھنے ہندوستان سے چلا آیا تھا
جب دیکھا تیرا پاکستان قائداعظم تو اس میں ایک عجیب سماں تھا
ہر پاکستانی کی زبان پر ترانہ تیرے پاکستان کا تھا
جب تو بنا پیارے پاکستان اس وقت میں پانچ سال کا تھا
تیرے بننے پر پیارے پاکستان ہر پاکستانی فخر کرتا تھا
میں اس وقت تیرے نام پر واری واری جاتا تھا
جس وقت تیرے نام کے ترانے میں سکول میں سنتا تھا
ہر زبان پر قائداعظم چرچا تیرے نام کا رہتا تھا
جس نے اپنی کوشش سے ہمیں پاکستان دلایا تھا
اس سرزمین کو قائداعظم تو نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا
جس سرزمین پر کبھی راج بتوں کا ہوا کرتا تھا
بھائیو! یہ ملک ہمیں کوئی آسان ہاتھ نہ آیا تھا
جس ملک کی خاطر کتنی عصمتیں لٹیں تب ہاتھ آیا تھا
مسلمانوں نے سکھوں کے ہاتھوں کیا کیا ظلم اٹھایا تھا
جن بے بس ماں باپ کے سامنے سکھوں نے جوان بچیوں کو اٹھایا تھا
اس ملک کی خاطر ہم نے اور بھی بہت کچھ لٹایا تھا
معصوم جانیں ہی نہیں مال و متاع بھی لٹایا تھا
پھر بھی قائداعظم اور ساتھیوں نے یہ ملک لے کے چھوڑا تھا
جس ملک کا نام چوہدری رحمت علی نے پاکستان رکھا تھا
اے میرے قائداعظم یہ تیری کوششوں کا ہی صلہ تھا
کہ جس نے ہمیں یہ پاک سر زمین کا تحفہ دیا تھا
اے قائداعظم! اس میں آپ کے نصیبوں کا بھی دخل تھا
اس کام کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھے چن لیا تھا

اس پاک سرزمین کو حاصل کرنا یہ آپ ہی کا کارنامہ تھا
جس پاک سرزمین پر قانون ربّ رسول ﷺ کا ہونا تھا
اے قائداعظم! تو نے ہمیں کیا عالی تحفہ دیا تھا
جس عالی امانت کو ہم نے سنبھال سنبھال کے رکھنا تھا
اے قائداعظم! آپ کے جانے کے بعد پاکستان کا کیا حشر ہوا
کہ تیرے پاکستان کو غداروں نے دو ٹکڑے کر دیا تھا
اے قائداعظم! تیرے پاکستان کا ابھی ہم نے کچھ دیکھا ہی نہ تھا
کہ تیرے پاکستان کو غداروں نے دو ٹکڑے کر دیا تھا
اس وقت قائداعظم تجھے ساری قوم نے یاد کیا تھا
جس وقت غداروں نے تیرے پاکستان کو توڑا تھا
اے قائداعظم! تیرا پاکستان اس وقت لنگڑا لولا نظر آیا
جس وقت غداورں نے اسے دو حصوں میں بانٹ دیا
یہ حالت دیکھ کے اے قائداعظم ہر پاکستانی کا سر جھک گیا
جس وقت پاک فوج نے ہندوؤں کے سامنے ہتھیار اپنا ڈال دیا
جن ہندوؤں کے سامنے قائداعظم تو نے ڈٹ کے مقابلہ کیا
نہ رائفل نہ توپ تیری زبانی قوت نے پاکستان لے کے چھوڑا
کیا ہی خوب تحفہ دیا ڈاکٹر قدیر نے ایٹم بم کا
تو پھر سے ہو گیا سر بلند پاکستانی قوم کا
اے قائداعظم تو نے بنا کے پاکستان کیا کچھ سوچا ہو گا
جس پاکستان کو تو نے اتنی جدوجہد کے بعد حاصل کیا ہو گا
اے قائداعظم! تو نے بنا کے پاکستان ہم پر بڑا احسان کیا
جس پاکستان کو تو نے اتنی قربانیوں کے بعد حاصل کیا
تو نے بنا کے پاکستان قائداعظم خواب اپنا پورا کر دکھایا
پھر اس پاکستان کا لوہا تو نے ساری دنیا سے منوانا چاہا
جس پاکستان کا لوہا تو نے ساری دنیا سے منوانا چاہا
تیرے جانے کے بعد قائداعظم تیرے پاکستان کا کیا حشر ہوا

آج تیرا پاکستان قائداعظم ان لٹیروں کے ہاتھوں لٹ گیا
نہ کسی کی عزت محفوظ نہ مال یہ تو تباہی کا گڑھا بن گیا
جس قوم کو قائداعظم تو نے سب کچھ دینا چاہا
آج اس قوم کا حشر ان لیڈروں کے ہاتھوں کیا ہوا
لوٹ کے لے گئے تیرا پاکستان یہ بے غیرت لیڈر پاکستان کے
کشکول ان کے ہاتھ میں ہے اور پانی پیتے ہیں یہ فرانس کے
آج تیرا پاکستان قائداعظم ان لٹیروں کے ہاتھوں بک گیا
حاکم تو بنے ہیں پاکستان کے اور حکم مانتے ہیں یہود و عیسائی کے
نہ ان میں کوئی غیرت یہ تو دوست ہیں یہود و عیسائی کے
جب ملتے ہیں ان سے تو کرتے ہیں احترام جھک کے ان کا
کچھ نہ چھوڑا ان بے غیرت حاکموں نے قوم کی بیٹی عافیہ کا
نہ ان میں غیرت نہ ایمان یہ تو غلام بنا ہے یہود عیسائی کا
اے قائداعظم! اب کیا بنے گا تیرے اس پاکستان کا
جب کہ سب کچھ چھین لیا ہے ان لٹیروں نے غریب عوام کا
تیرے جیسا قائداعظم اس پاکستان کو لیڈر کب نصیب ہو گا
اب تو اللہ سے ہی امیدیں ہیں جب تیرے جیسا لیڈر نصیب ہو گا
اے اللہ! اب ایسا لیڈر عطا فرما جو رکھ لے بھرم سبز ہلالی پرچم کا
رنگ جس کا ماند پڑ گیا اور راستہ دیکھ رہا ہے قائداعظم کا
اے اللہ! اب بدل دے نصیبہ اس بے بس قوم کا
جو اب رو رو کے دے رہی ہے واسطہ تیرے محبوب کا

یہ میرے اشعار کیسے ہی سہی مگر اکرم کے دل کی آواز ہیں

میاں محمد اکرم کی سہ حرفی

میں اک گجر گھرانے دے وچ پیدا ہویا اے
باپ میرا نور داد جیہڑا بڑی جرأت والا ہویا اے
پنڈ میرا کونتریلی جیہڑا ضلع جہلم چہ آباد اے
جتھے ہور وی بہت سارے لوک آباد اے
میرے والد دے تن بھائی نیں لال خاں، رحمت خاں تے فضل داد اے
تے وڈا لال خاں جیہڑا سارے قبیلے دا سردار رہیا اے
میرا چاچا فضل داد جیہڑا میرے والد تیں چھوٹا اے
جنے کیتی سی سروس فوج دی تے بڑا نام کمایا اے
او مینوں ویں لے گئے فوجی سنٹر جیہڑا شہر لُڑکی اے
مینوں اوتھے جا کرایا داخل جس سکول دا ناں لال کڑتی اے
نہ مینوں کج آوندا اے تے نہ میں کج پڑھ دا رہیا ہاں
میں تے اوتھے ہر ویلے کھیڈن کودن چی رہیا ہاں
اجے اک ای سال ہویا اوتھے تے ہو گیا بٹوارہ ہند دا
مینوں کیہا چاچے نے بچیا ہون کون ایتھے رہنا اے
جدوں پتا چلیا مینوں جاون دا تے میں چھپدا پھریا اے
فیر بڑی مشکل دے نال چاچے نے مینوں لوڑیا اے
مینوں بھلا چلا کے چاچے نے فیر آن گڈی چڑھایا اے
جس گڈی نے ساہنوں ساریاں نوں آن جہلم پہنچایا اے
جدوں میں آیا گھرے میں کسے نوں ویں نہ پچھانیاں اے
فیر اوہناں دے گھرے میں اپنیاں نوں پچھانیاں اے
اک دن نانا جان نے مینوں پرائمری سکول جا داخل کرایا اے
جہدا ناں چک براہم تے اوتھے ای میرا ننھیال وی آیا اے
نہ مینوں کوئی پڑھن دا شوق نہ ہی کج آوندا اے
کدے میں سکول تے کدے باہر پھر انج ای وقت لنگھایا اے

میں فیل تے ہر جماعت وچ ہوندا رہیا اے
جدوں میں چھیویں وچ دو وار فیل ہویا فیر سکول چھوڑیا اے
فیر تے میری موجاں ہی موجاں جہنوں ہر ویلے کھیڈن ملیا اے
اس کھیڈن دے ہتھوں اک دن میں اپنا موہنڈا وی تڑوایا اے
اے ہی نہیں بندیو میرے نال اگے کی ہویا اے
اس بے گناہ نوں اک دن پولیس نے قتل کیس وچ جا پھڑیا اے
فیر تا پہلاں ساڈے کیس دی پیروی کردا رہیا اے
فیر انہاں ساہنوں اک سال تیں بعد جا بری کرایا اے
فیر میرے ماں باپ تے قبیلے نے پہاڑ جا گرایا اے
اس کیس دے ہتھوں بندیو مینوں جیل جانڑاں پیا اے
تاں جا کے میرے ماں باپ دے قبیلے نوں چین آیا اے
فیر ہر بندہ ہی میرے ماں باپ نو مبارکاں دین آیا اے
اک دن والد صاحب مینوں فوج وچ بھرتی جا کرایا اے
رنگروٹی تیں بعد میں دو ہی سال فوج وچ رہیا اے
فیر تائے نے بنوایا پاسپورٹ مینوں انگلینڈ پہنچایا اے
جتھے آ کے میں فیر فیکٹریاں دے کم کردا رہیا اے
جد مینوں ہوئے چار سال تے مینوں گھروں بلاوا آیا اے
فیر گھر دیاں نے مینوں شادی دے بندھن چہ رچایا اے
مینوں رشتیاں دی نہ کوئی کمی رشتہ اک تیں اک ودھ کے آیا اے
میں کی کردا مینوں تے ضد دے اگے جھکنا پیا اے
فیر کی ہوناں سی جو ہوناں سی ہو کے رہیا اے
فیر اس ہونی نوں میں بڑا سوہنا پایا اے
فیر جہناں لوکاں لئی میں سب کج کردا رہیا اے
فیر انہاں ای لوکاں دے ہتھوں میں خوار وی ہویا اے
فیر کناں حالاں چوں گزریا اکرمؔ اے تے اکرمؔ ہی جان دا اے
ایس تیں اگے کیہہ ہوناں اے اوہنوں تے میرا ربّ ہی جان دا اے

☆☆☆☆☆☆

نبی پاک ﷺ کی بیویاں اُمت کی مائیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ {الاحزاب:6}

''نبی مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔''

یعنی اے مسلمانو! میرے نبی ﷺ کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔

اور اسی طرح حدیث شریف میں بھی آیا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''میری بیویاں امت کی مائیں ہیں جس طرح تم اپنی ماؤں کو جانتے ہو بلکہ ان سے بھی بڑھ کر افضل جانو۔ اگر تم ایمان والے ہو''

تو کیا مسلمان ان ہستیوں کا جو حق بنتا ہے وہ ادا کر رہے ہیں؟ نہیں!

جس طرح تقاریر یا کتب میں ہم یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ یا حضور پاک ﷺ کی دوسری بیویوں کو خالی'' حضرت'' کہہ کر پکار دیتے ہیں جیسے ہمارا ان سے کوئی رشتہ ہی نہیں مثلاً حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے ساتھ ان کے والد کی کنیت لگا دی جاتی ہے۔ یہ بات اسی طرح ہے کہ کوئی اپنی ماں کو ماں نہ کہے اور یہ کہے کہ یہ میرے نانا ابو کی بیٹی ہے یا کوئی اپنی ماں کو ماں نہ کہے خالی حضرت کہہ کر پکارے تو پھر آپ ہی بتائیں کہ پھر ماں بچے کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟

یہ بات ہم نہیں جانتے ہم اکثر چچا تایا ابو کی بیویوں کو بھی اماں یا ماں ہی کہہ کر پکارتے ہیں یا والد کی دوسری بیوی کو بھی ماں ہی پکارتے ہیں یہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کا ادب ہو۔ پھر ہم مسلمان نبی پاک ﷺ کی بیویوں کو حضرت ہی کہہ کر کیوں پکارتے ہیں۔ حضرت کوئی بڑا ادب والا لفظ نہیں ایسے تو ہم کسی غیر مسلم کو بھی حضرت کہہ دیتے ہیں ان ہستیوں کا ادب تو یہ ہے جب ان کا نام زبان پر لائیں تو پہلے ماں یا مائی کا لفظ ادا ہو پھر ان پاک ہستیوں کا نام زبان پر لایا جائے جیسے ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے احترام کا حکم دیا ہے اور رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانو! میری بیویاں تمہاری مائیں ہیں ان کا ادب کرنا تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے۔ کیا ہم مسلمان ان کا جو فرض ہے اسی طرح ادا کرتے ہیں؟ جس طرح ان پاک ہستیوں کا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں امہات المومنین کا ادب واحترام کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆☆☆

فرض عبادات

حج بھی مسلمانوں پر ایک فرض عبادت ہے جس طرح کلمہ طیبہ، نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض ہیں جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے نام کے ساتھ "نمازی" نہیں لکھتا اگر کوئی مسلمان روزے رکھتا ہے تو وہ اپنے نام کے ساتھ "روزے دار" نہیں لکھتا اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ تو ادا کرتا ہے مگر وہ اپنے نام کے ساتھ "زکوٰۃ" نہیں لکھتا کیونکہ یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر فرض عبادتیں ہیں۔ اسی طرح حج بھی مسلمانوں پر فرض عبادات ہے جب بھی کوئی مسلمان فرض حج کر کے آتا ہے تو اکثر حج کرنے والے اپنے نام کے ساتھ "حاجی" لکھنا شروع کر دیتے ہیں حالاں کہ دوسری عبادات کی طرح حج بھی ایک فرض عبادت ہے نہ کہ یہ کوئی نام ہے جس کو نام کے ساتھ لکھا جائے جیسے ہر حج کرنے والا اپنے نام کے ساتھ حاجی لکھنا شروع کر دیتا ہے اس سے بھی آگے جو مسلمان ایک سے زیادہ حج کرتے ہیں تو باقی والے حج نفلی حج کہلاتے ہیں۔ فرض حج تو ایک ہی ہوتا ہے پھر اکثر لوگ اپنے نام کے ساتھ "الحاج" لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالاں کہ نفلی عبادات کو چھپانا چاہیے نہ کہ ان کی نمائش کرنی چاہئے جس طرح مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور لوگ نفلی نمازوں کو چھپا کر پڑھتے ہیں۔

پھر کوئی اپنے نام کے ساتھ الحاج لکھتا ہے تو وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو تو ایک ہی حج کی عبادت نصیب ہوئی اور میں نے نبی پاک ﷺ سے بھی زیادہ عبادات کرلی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے۔ ہاں اگر کوئی اور یہ کہہ دے کہ فلاں حاجی کی یہ بات یا یہ کوئی کہہ دے کہ حاجی صاحب آپ کا کیا حال ہے یہ اور بات بنتی ہے جس میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ایسی نمود ونمائش سے بچائے جس کا حاصل کچھ بھی نہیں۔ آمین!

☆☆☆☆☆

آج جو دین کے نام پر ہو رہا ہے

آج ہم مسلمان دین کے نام پر وہ دن بھی منا رہے ہیں جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آتے تھے۔کیا پہلے والے مسلمان ان دنوں کو نہیں مانتے تھے؟ کیا ہم پہلے والے مسلمانوں کے ایمان پر شک کریں کہ وہ کیوں نہیں یہ دن مناتے تھے کیا پہلے والے مسلمانوں کا ایمان ہم سے کمزور تھا؟ ہرگز نہیں !!وہ تو پکے سچے مسلمان تھے۔وہ جو بھی عمل کرتے تھے وہ خالص اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہی کرتے تھے جس میں دکھلاوے والی کوئی بات نہیں ہوا کرتی تھی۔وہ دن کون کون سے ہیں جو ہم مسلمان مناتے ہیں؟ وہ ہیں میلاد شریف ،گیارہویں شریف، محرم شریف یا بزرگان دین کے مزاروں پر عرس یہ دن تو پہلے والے مسلمان بھی مناتے رہے ہیں لیکن وہ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرضی عبادات بھی کرتے تھے۔وہ آج کی طرح دکھلاوے والے کام نہیں کرتے تھے جیسے آج بڑے بڑے جلوس نکالے جارہے ہیں اور ساتھ نعرے بازی بھی کررہے ہوتے ہیں۔صرف صرف دکھلاوے کے لئے۔

پھر اس کے بعد ہم کیا کرتے ہیں؟ وہ ہم سب جانتے ہیں۔میلاد شریف تو ہم مسلمان بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں مگر ساتھ ہی فرض عبادات کو بھی ہم بھول جاتے ہیں۔پھر آپ ہی بتائیں کہ ایک طرف تو ہم نے اپنے نبی پاک ﷺ کو ناراض بھی کیا۔یہی حال ہمارا گیارہویں شریف کا ہے کہ فرض عبادات تو ہم چھوڑ دیتے ہیں خالی گیارہویں شریف مناکر گزارہ کرتے ہیں۔کیا ان بزرگوں نے ہمیں یہی دین سکھایا تھا؟

پھر بزرگوں کے مزاروں پر سال میں ایک دفعہ ڈھول اور ڈالیوں کے ساتھ ناچ کود کرتے ہوئے آیا کرو اس طرح تمہارا دین مکمل ہوگیا۔اسی طرح امام حسینؓ کے نام پر سال میں ایک دفعہ رو پیٹ لیا۔اور کیا بے دینی ہوسکتی ہے؟ جب بھی میلاد شریف کے دن آتے ہیں تو تقاریر اس وقت تک نہیں کرتے جب تک انہیں پورے پیسے نہ دے دیئے جائیں ورنہ یہ علماء دین کی بات بھی نہیں کرتے۔

یہی حال نعت خوانوں کا بھی ہے کلام تو وہ کسی اور کا پڑھتے ہیں اور مال یہ نعت خوان خوب کماتے ہیں اگر انہیں پیسے کم ملیں تو یہ حضرات چاہے وہ علمائے دین ہوں یا یہ نعت خوان ہوں میلاد شریف ہو یا گیارہویں شریف ہو یہ حضرات کم پیسوں پر وہاں جاتے ہی نہیں۔یہی حال محرم کے دنوں کا ہے وہ لوگ جن کو ذاکر کہا جاتا ہے ان دنوں ان کا بھی ریٹ بڑھ جاتا ہے یہ ذاکر صاحبان بھی کم ریٹ پر کچھ پڑھنے پر تیار نہیں ہوتے یہی حال مزاروں کے عرسوں کا ہے کہ مزاروں کے نام پر خوب دولت کمائی جارہی ہے جسے ہم میلاد بھی کہتے ہیں مگر آج کل تو جگہ جگہ گاؤں گاؤں عرس میلاد ہورہے ہیں یہ سب کچھ اس لیے نہیں کہ لوگوں کا عقیدہ بڑھ گیا ہے۔یہ اس لیے ہوگیا ہے کہ اس میں مال بہت آنے والا ہے۔اسی لیے آج یہ دن زور وشور سے منائے جارہے ہیں نہ کہ عقیدے کے لئے مناتے ہیں۔

آج جو میلاد شریف ، گیارہویں یا محرم شریف ہو یا بزرگوں کے عرس شریف ہوں یہ سب کچھ لوگوں نے کاروبار بنالیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کو مسلمانوں نے پیچھے چھوڑ دیا ہے جس سے نہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہے اور نہ ہی اس سے نبی پاک ﷺ خوش ہیں اور نہ ہی اس سے کربلا کے شہید خوش ہیں اور نہ ہی اس سے بزرگان دین خوش ہیں۔یہ اس لیے کہ جیسی ہماری نیت ہوگی وہی کچھ ہمیں ملے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دے اور ایسے دکھلاوے سے بچائے آمین ثم آمین!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر

اکثر دینی کتب میں بھی یہی لکھا ہوا ملتا ہے اور علماء دین اپنی تقاریر میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے اور نبی پاک ﷺ کی سیرت کو اپنانا چاہئے ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ نقش قدم کا اصل معنی یہ ہے کہ جیسا جیسا اور جو جو کام حضور پاک ﷺ کرتے رہے ہیں ویسا ویسا ہی کام بقول ان علما دین کے ہمیں بھی کرنا چاہئے ۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ کون سے مسلمان ہوتے ہیں جو نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلتے رہے ہیں یا اس وقت چل رہے ہیں یا ان میں حضور پاک ﷺ کی سیرت ہو اگر کوئی ایسا مسلمان اس دنیا میں ہے جو نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چل رہا ہو یا اس میں نبی پاک ﷺ کی سیرت بھی ہو تو ہم بھی اس کی زیارت کر لیں ۔

میری ناقص عقل کے مطابق تو نہ کوئی ایسا مسلمان اس دنیا میں آیا ہے نہ آئے گا جس میں نقش قدم پر چلنے کی طاقت ہو یا اس میں نبی پاک ﷺ جیسی سیرت ہو پھر ایسے یوں منہ سے نکالنے کا کیا فائدہ ۔حالانکہ حضور پاک ﷺ پر تو کچھ عبادات فرض تھیں جیسے تہجد کی نماز فرض تھی اور مسلمانوں پر فرض نہیں تھی جب صحابہ کرام حضور پاک ﷺ کی طرح رات کو وہ عبادات کرتے اور دن کو روزے میں رہتے تو جب حضور پاک ﷺ کو اس بات کا پتا چلا تو حضور پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا کہ تم لوگ میری طرح نہیں ہو سکتے ۔ مجھے تو میرا رب تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے اور تم لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اتنی ہی عبادت کرو جتنی تمہاری ہمت اور طاقت ہو ۔

پھر صحابہ کرام نے نبی پاک ﷺ کی نقل کرنا چھوڑ دیا۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ اگر حضور پاک ﷺ کے صحابہ کرام حضور پاک ﷺ کے نقش قدم پر نہ چل سکے تو آج کے علما حضرات خاص طور پر جب جمعہ کا بیان فرماتے ہیں پھر بیان کے بعد جو وہ دعا مانگتے ہیں اس دعا کے آخری الفاظ میں یہ فرماتے ہیں وہ بھی منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر ''، اے اللہ ! ہمیں نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور نبی پاک ﷺ کی ہمیں سیرت عطا فرما''

پھر اس دعا میں جو لوگ مولانا کے ان الفاظ پر آمین کہتے ہیں کہ ہم بھی ایسا ہی چاہتے ہیں یعنی ایسے الفاظ زبان پر لانا یہ تو نبی پاک ﷺ کی توہین اور بے ادبی ہے میرے نزدیک تو ایسے الفاظ کہنا درست نہیں ۔آگے کسی کی اپنی سوچ ہے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ہم مسلمانوں کو ایسی بے ادبی سے ۔ہم سے تو سنت کے واجب پورے ہو نہیں رہے اور آرزو ہم نبی پاک ﷺ کے نقش قدم اور ان کی سیرت کی کرتے ہیں اس دین الٰہی کو پہلے ہم مسلمانوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دین اسلام دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کے ادب احترام کا نام ہے جب ہم نے ادب واحترام ہی کرنا چھوڑ دیا تو پھر ہمارے پاس دین اسلام بچا ہی کیا؟

بے شک ہم نمازیں ،روزے، حج یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر ہم میں ادب احترام نہ ہوگا تو پھر ایسی عبادات ہمارے کسی کام کی نہیں ۔جب یہودیوں نے حضور پاک ﷺ کو اس '' راعنا '' کے لفظ سے پکارا تو پھر مسلمان بھی یہی لفظ راعنا کہنے لگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ یہ لفظ میرے نبی پاک ﷺ کو نہ کہو کیونکہ اس میں بے ادبی ہے اگر تم نے کہنا ہے تو کہو'' انظر '' اور نظر

پھر کر آپ کو نہ دیکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے نبی کی اتنی بھی بے ادبی قبول نہیں تھی۔ اس مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے میرے نبی پاک ﷺ کو اس لفظ سے نہ پکارو کہیں یہ نہ ہو کہ تمہارے عمل برباد ہو جائیں اور آج ہم مسلمان ہیں کہ منہ سے بڑے بڑے بول بول جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ادب احترام میں رکھے۔ آمین!

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنے پاک کلام میں یہ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم میرے نبی پاک ﷺ کا کہا مانو اور ان کی اطاعت کرو ان کی اتباع کرو اور ان کی غلامی میں رہو۔ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنا۔ نبی پاک ﷺ نے اپنی امت کو یہ فرمایا ہے کہ اے مومنو! اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک کلام پر چلنا اور میری سنت پر چلنا اور میرے فرمان پر چلنا۔ یہ نہ فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میرے نقش قدم پر چلنا۔

آج کچھ مسلمان تو یہ بھی کہتے پھرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ہم جیسے ہی انسان تھے ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں اور کچھ مسلمان اس طرح بھی کہتے پھرتے ہیں کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں نبی پاک ﷺ جیسا کر دے اور کچھ مسلمان وہ بھی ہیں جو یہ کہتے پھرتے ہیں معاذ اللہ کہ حضرت علی مرتضیٰ ؓ نبی پاک ﷺ سے افضل ہیں پھر آپ ہی مسلمانو بتاؤ کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کے پاس چھوڑا ہی کیا ہے۔ ایک طرف تو ہم مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک ﷺ جیسا نہ کوئی بنایا ہے اور نہ آئندہ کسی کو بنائے گا۔ تو پھر یہ بیچ میں کیا ہے جس طرح ان چیزوں کے معنی اور حدیں جدا جدا ہیں۔ یہی فرض ،سنت، وتر اور نفل وغیرہ کا فرق ہے۔ اس طرح ان چیزوں کے معنی اور حدیں بھی جدا جدا ہیں یعنی نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ،ان کی اطاعت کرنا ،ان کا کہا ماننا ،ان کی اتباع کرنا، ان کی غلامی کرنا اور ان کے فرمان پر چلنا وغیرہ کا فرق ہے۔ جب کوئی مسلمان نفلوں کی منت مانتا ہے تو اسے وہ نفل ہر حال میں پڑھنے ہی پڑیں گے۔ اگر نہیں پڑھے گا تو گناہگار ہوگا۔ ویسے ہی کوئی نفل پڑھے نہ پڑھے تو وہ گناہگار نہیں ہے۔

جب مسلمان یہ دعا کرے کہ اے اللہ ہمیں نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں نبی پاک ﷺ کی سیرت بھی عطا فرما یہ لفظ ہم دعا میں تو کہتے ہیں پھر اعمال ہمارے کچھ اور ہوتے ہیں پھر ایسی دعا ہمیں لے ڈوبتی ہے۔ خدارا ایسے بولوں سے بچو جہاں کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ اسی طرح کچھ صحابہ تھے جو کسی وجہ سے حضور پاک ﷺ کے ساتھ جنگ پر نہ جا سکے تو اس دکھ سے انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی میں باندھ لیا تھا جب حضور پاک ﷺ کو اس بات کا پتا چلا کہ انہوں نے یہ کام کیا ہے تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو میں انہیں باندھنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں باندھنے کا حکم دیا تھا۔ اگر وہ مجھ سے آ کر معافی مانگ لیتے تو میں انہیں معاف کر دیتا۔ اب میں کچھ نہیں کر سکتا اب تو جو حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہو گا میں وہی کروں گا جب یہ بات ان صحابہ نے سنی تو پریشان ہوئے اور تکلیف میں بھی رہے اور پچھتائے کہ یہ ہم نے کیا کر لیا۔

اسی طرح مسلمانو یہ نقش قدم والی دعا اور سیرت والی دعا تم بھی چھوڑ دو ورنہ تم بھی پچھتاؤ گے اس طرح کے الفاظ منہ سے نکال کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ پھنساؤ گے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کا رسول ناراض ہو جائیں گے کہ تم منہ سے تو کچھ اور کہتے ہو اور تم کرتے کچھ اور ہو۔ یہ عام سی بات ہے ایک بیٹا اپنے باپ کے نقش قدم پر تو چل نہیں سکتا اور نہ ہی اس میں باپ جیسی سیرت آ سکتی ہے

کیونکہ باپ باپ ہی ہوتا ہے اور بیٹا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ نبی پاک ﷺ کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اگر بوعلی سینا حضرت مرتضیٰ ؓ جیسے تو نہ ہو سکے جو صحابی اور ولی بھی تھے اور ہم گناہ گار اور گئے گزرے مسلمان نبی پاک ﷺ جیسے ہونے کی دعا کیوں مانگتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ اے مومنو! میرے نبی پاک ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ کیا خبر کہ تمہاری اتنی سی بات پر تمہارے سب اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

یہی بات نبی پاک ﷺ کی سیرت کی دعا کرنا یہ تو اس طرح ہے جیسے کوئی یہ دعا کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دنیا میں ہی جنت عطا فرما دے۔ جہاں تک میں نے سنا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی سیرت وہ چیز ہے جو جنت سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہونے والی نبی پاک ﷺ کی سیرت جنتیوں کے لئے ایک عظیم تحفہ ہو گی۔ ہاں یہ بات میں مانتا ہوں مومن کی سیرت اچھی ہونی چاہئے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کا رسول پاک ﷺ اور اس کی مخلوق خوش ہو۔ اے مسلمانو! اتنے آگے نہ نکل جاؤ کہ کہیں تم واپسی کا راستہ ہی بھول جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلائے آمین ثم آمین!

پہلی بات تو یہ کہ میرے پاس دینی تو دوسری بات رہی میرے پاس تو دنیاوی تعلیم بھی نہیں ہے پھر میں دین کو کس طرح سمجھتا جوانی میں تو میری یہ حالت تھی کہ کبھی کبھی نماز پڑھ لیتا اور کبھی نماز چھوڑ بھی دیتا۔ بس یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا پھر کیا ہوا کہ میری عمر جب زیادہ ہوئی تو مجھے فکر لگی کہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت سی فرض نمازیں ادا نہیں کیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے میں نے باقاعدہ نماز پڑھنا شروع کر دی اور جو میرے او پر قضا نمازیں تھیں وہ بھی میں نے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور ساتھ میں مسجدوں میں علماء سے دین پر وعظ و بیان بھی سننے کو ملتے رہے۔ پھر اسی طرح مجھے دین کی کچھ نہ کچھ سوجھ بوجھ آنے لگی۔ خاص طور پر جمعہ کو کسی نہ کسی مولانا سے نیا وعظ و بیان سننے کو ملتا رہا۔ اسی طرح بہت سی مسجدوں میں جا کے علماء سے دین کا وعظ و بیان سنتا رہا۔ جب مولانا صاحب جمعہ کے بیان کو ختم کرنے پر آتے تو دعا کے آخر میں یہ الفاظ سننے کو ملتے کہ اے ربّ العالمین ہمیں اپنے نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ساتھ ہمیں نبی پاک ﷺ کی سیرت بھی عطا فرما مولانا کے ان الفاظ کے ساتھ سب لوگ آمین کہتے تھے۔ ان سب کے ساتھ پہلے پہل میں بھی دوسروں کی طرح آمین کہتا رہا پھر جب میں نے ان الفاظ پر غور کیا کہ میں کس بات پر آمین کہتا ہوں کہ میں نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چل کر نبی پاک جیسا ہو جاؤں اور میرے اندر نبی پاک ﷺ کی سیرت بھی آ جائے جب میں نے اس پر سوچا تو میرا بدن کانپ گیا کہ میں ہے کیا ہوں اور میرے عمل کیا ہیں اور میں کس بات کی آرزو کر رہا ہوں۔ یعنی میں مولانا کے الفاظ پر جب مولانا یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نبی پاک کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ان کے ساتھ میں بھی آمین کہتا ہوں پھر کیا ہوا کہ جب مولانا یہ الفاظ کہتے تو مولانا کے ساتھ سبھی لوگ آمین کہتے اور میں یہاں خاموش ہو جاتا بلکہ ڈر جاتا کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا مانگ رہے ہیں۔ آخر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس پر ایک لمبا چوڑا پرچہ لکھ کر ان لوگوں کو بھی دیا جو اکثر مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے اور ان مولانا کو بھی دیئے جن سے میری جان پہچان تھی۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ یہ الفاظ نقش قدم اور سیرت والے ہر فرقے کے مولانا کہتے پھرتے ہیں دعا کے آخر میں یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے اعمال کیا ہیں اور ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگ کیا رہے ہوتے ہیں میرا پرچہ دینے سے یہ ہوا کہ جن جن

مولانا تک یہ بات پہنچنے لگی پھر انہوں نے تو نقش قدم اور سیرت والے الفاظ اپنی دعا سے نکال دیئے مگر پھر بھی کچھ حضرات یہ الفاظ نقش قدم والے کہہ ہی جاتے ہیں کیونکہ ان کی عادت سی ہو جاتی ہے خواہ مخواہ میں ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو بچائے اسی بیان بازی سے جس سے نقصان زیادہ اور فائدہ کچھ بھی نہ ہو۔اب تو یہ حال ہو گیا ہے ان دین دار لوگوں کا کہ بات تو یہ حضور پاک ﷺ کی چٹائی کی کر رہے ہوتے ہیں اور خود یہ اس وقت اعلیٰ صوفوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے پاؤں کے نیچے اعلیٰ قالینیں ہوتی ہیں اسی وقت ان دین داروں کے منہ سے حضور پاک ﷺ کی چٹائی والی بات عجیب سی لگتی ہے کہ بات تو یہ حضور پاک ﷺ کی چٹائی کی کر رہے ہوتے ہیں اور خود محلوں میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی یہ دین دار لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے گھر میں کئی کئی دن کھانے کو نہ ہوتا تھا اور سب گھر والے فاقے میں ہوتے حالانکہ ان دین دار لوگوں کے گھروں میں دن میں دو سے تین بار کئی کئی کھانے تیار ہوتے ہیں اور ان دین دار لوگوں کا رہن سہن دیکھو اور ان کے لباسوں کی تو بات ہی نہ پوچھو کہ کتنا شاہانہ ہوتا ہے کہ جیسے یہ کسی ملک کے بادشاہ ہیں ۔اسی لیے آج ان علماء کے واعظ بیان میں کوئی اثر نہیں رہا کہ لوگ ان کے بیان ایک کان سے سنتے ہیں اور اسی وقت دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں ۔ایسا ہونا تو نہیں چاہئے مگر کیا کہا جائے اور جو دین دار لوگ حضور پاک ﷺ کی چٹائی کی تو بات کرتے ہیں اور ساتھ حضور پاک ﷺ کے لباس اور ان کے گھر اور ان کے کھانے کی باتیں تو کرتے ہیں ذرا وہ اپنی طرف بھی دھیان کر لیا کریں کہ ہم خود کس حال میں ہیں اور مثالیں کیا دے رہے ہیں ۔

اب تو یہ حال ہو گیا ہے ان دین داروں کا کہ یہ دین کے نام پر غریبوں یتیموں کا مال جو زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات ہے سب ہضم کر رہے ہیں ۔ یہ دین دار کن کن صورتوں میں غریبوں یتیموں کا مال ہضم کر رہے ہیں کہ ہم غریبوں' یتیموں کے لئے دینی درس بنا رہے ہیں ان کے لئے ہسپتال بنا رہے ہیں ۔ان کے لئے کالج بنا رہے ہیں اس لیے آپ اپنا صدقہ خیرات زکوٰۃ ہمیں ارسال کریں پھر یہ دین دار لوگ ان پیسوں سے اپنی جائیدادیں بنانا شروع کر دیتے ہیں درسوں' کالجوں' ہسپتالوں کی صورت میں، پھر یہ دین دار لوگ لوگوں سے انہی درسوں، کالجوں، ہسپتالوں سے خوب لمبی لمبی فیسیں وصول کرتے ہیں یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے دین کے نام پر اور غریب یتیم روٹی کے ایک ایک لقمے کے لئے ترس رہا ہوتا ہے اور یہ دین کے نام نہاد ٹھیکیدار دین کا لبادہ اوڑھے ہوئے دین دار زکوٰۃ صدقہ و خیرات اور غریبوں یتیموں کا مال کھا رہے ہیں ۔حیلوں بہانوں سے، خدارا !ایسے دھوکے باز دین داروں سے بچو جو دین کے نام پر غریبوں یتیموں کا مال کھا رہے ہیں ۔جو اپنے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کے پیٹ میں بھی دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسے دھوکے باز دین داروں سے آمین ۔ثم آمین!

کہاں وہ پاک قدم جو عرش پاک پر جا لگے ہیں
آج یہ مسلمان کن قدموں کی دعا مانگنے لگے ہیں

☆☆☆☆☆

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

حضرت یوسفؑ نے جب بچپن میں خواب دیکھا تو انہوں نے اپنا خواب اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ مجھے بارہ چاند ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کو یہ فرمایا کہ بیٹا اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا کہ کہیں شیطان ان میں حسد نہ پیدا کر دے پھر وہی ہوا جو قدرت الٰہی کو منظور تھا۔کسی طرح حضرت یوسفؑ کا خواب ان کے بھائیوں تک پہنچ گیا پھر شیطان نے ان کے دل میں اس خواب کا حسد پیدا کر دیا اور پھر بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو لے جا کر ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور آ کر والد ماجد کو کہنے لگے کہ جب ہم کھیل میں مصروف تھے تو اس وقت یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ تمہاری بات میں سچائی نہیں معلوم ہوتی اچھا میں اب صبر ہی کرتا ہوں ۔اب جو میرے ربّ کو منظور ہوا وہی ہو گا۔حضرت یعقوبؑ کو بے حد صدمہ ہوا لیکن وہ صبر کر کے بیٹھ گئے حالانکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی تھے ہر بات کو سمجھتے تھے نہ تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو ظالم کہا اور نہ ان کو مکار اور حاسد ہی کہا۔پھر جو جو حضرت یوسفؑ کے ساتھ تقدیر کا لکھا تھا ہو گزرا جو سب جانتے ہیں پھر قافلے والوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر مصر میں لے جا کر فروخت کر دیا۔اس کے بعد حضرت مائی زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو قید میں ڈلوا دیا تھا۔پھر بعد میں اسی حضرت مائی زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے شادی بھی کی جن سے ان کے دو بیٹے بھی ہوئے۔آپ اس سارے واقعہ کو کیا کہیں گے۔حضرت یوسفؑ پر ظلم یا حسد؟ یا اس سارے واقعہ کو آپ کیا نام دو گے؟ اس سارے واقعہ کا ایک ہی نام ہے وہ ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو امتحان میں ڈالنا۔جیسے پہلے نبیوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے امتحان میں ڈالا تھا۔پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اسی مصر کا بادشاہ بنایا تھا۔پھر جب یوسفؑ کے بھائی غلہ لینے مصر گئے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔تو پھر انہوں نے اپنے بھائیوں کی خوب خاطر داری کی اور ان کو انہوں نے بالکل یہ نہ فرمایا کہ تم ظالم یا حاسد تھے ۔یا تم مکار ہو حالانکہ وہ اپنی کرنی پر خود ہی شرمندہ ہو گئے تھے پھر بعد میں بھائی اپنے والد ماجد کو مصر میں حضرت یوسفؑ کے پاس لے آئے تو اس وقت بھی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو نہ تو ظالم کہا نہ ہی انہیں حاسد یا مکار کہا۔حالانکہ خود ہی بیٹوں نے والد ماجد کو فرمایا تھا کہ اے والد صاحب ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے گا تو حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا فرمائی جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول کی اور ان کی خطا معاف فرما دی کیونکہ وہ سب نبی کی اولاد تھی اور وہ بھی نبی تھے جس واقعہ کو دینی کتب میں بھی علماء کی تقاریر میں بھی خوب مرچ مصالحہ لگا کر پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بڑے ظالم، حاسد اور مکار تھے جنہوں نے حضرت یوسفؑ پر بڑا ظلم کیا، حسد سے انہیں کنویں میں ڈال دیا۔نہ تو حضرت یعقوبؑ نے یہ الفاظ کہے اپنے بیٹوں کو اور نہ ہی حضرت یوسفؑ نے یہ الفاظ کہے اپنے بھائیوں کو، جو کچھ آج ہم کہہ رہے ہیں ۔حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کو۔ہمیں ہر حال میں ادب احترام کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے ۔آمین!

ہم جب حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کا قصہ بیان کرتے ہیں تو ہمیں ان کے ادب واحترام کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے یعنی ان کے ساتھ یہ الفاظ کہنا یا لکھنا زیب نہیں دیتا کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بڑے ظالم ، جھوٹے ، حاسد یا مکار تھے۔ہمیں ایسے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے اتنا ہی کہہ دینا چاہیئے کہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو تکلیفیں پہنچائی اور ان کو کنوئیں میں پھینک دیا۔مان لیا کہ حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے تکلیفیں دیں اور ان کو کنوئیں میں ڈال دیا لیکن انہوں نے حضرت یوسفؑ کو مصر میں لے جا کر فروخت بھی تو

نہیں کیا اور نہ ہی بھائیوں نے انہیں قید میں ڈالا تھا پھر اس کے بعد حضرت یوسفؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت بھی عطا فرمائی اور ساتھ ہی مصر کی بادشاہت بھی عطا فرمائی۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ سب کچھ کیا تھا یہ سب کچھ وہ تھا کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے نبیوں کو امتحان میں ڈالا تھا یعنی جس طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنا پڑی تھی اور ساتھ انہیں تکلیفیں بھی اٹھانا پڑی تھیں مگر مکہ فتح ہونے کے بعد حضور پاک ﷺ نے مکہ والوں کو معاف بھی فرما دیا تھا یہی حال حضرت یوسفؑ کا تھا مگر ہم تو اس طرح کر رہے ہیں حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کے ساتھ جس طرح شیعہ حضرات حضرت ابو بکر صدیقؓ ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ کر رہے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کی اہل بیت کے ساتھ بہت ظلم کئے تھے کیا ایسی بات ان کی ہم مان لیں ہر گز نہیں کیونکہ ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں اگر کہیں کوئی غلط فہمی ہوگئی ہو تو وہ اور بات ہے۔ ایسا تو بشریت میں ہوتا ہی آیا ہے جس کو اتنا بڑھا چڑھا کے پیش کیا گیا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے یہ فرمایا کہ اے آدم تم میری جنت میں جہاں چاہو جاؤ اور جو جی میں آئے کھاؤ پیو مگر اس درخت کا پھل نہ کھانا کہیں شیطان تجھے بھلا نہ دے۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ درخت جنت میں پیدا ہی کیوں کیا تھا جس کا پھل کھانے کو آدم کو منع کیا تھا یہ صرف اور صرف بابا آدم علیہ السلام کے امتحان کے لئے ہی پیدا کیا تھا اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنی ہی حکمت تھی۔ کبھی اس کی حکمت انسان کی سمجھ میں آتی ہے اور کبھی نہیں بھی آتی۔ اس لیے اس کے سامنے سرخم ہی رہے تو اچھا ہے۔ پھر کیا ہوا کہ بابا آدمؑ کو شیطان نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم دے کر دھوکہ دیا کہ آدم میں تیرا خیر خواہ ہوں اگر تو اس درخت کا پھل کھائے گا تو تجھے کبھی بھی موت نہ آئے گی پھر بابا آدمؑ نے اس درخت کا پھل کھا لیا پھر کیا ہوا کہ بابا آدمؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے شیطان کا کہا مانا ہے اس لیے اب تو میری جنت سے نکل جا۔

اب آپ ہی بتائیں بابا آدمؑ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی نہیں اور ہم انسانوں کے باپ نہیں؟ یہ جو سب کچھ ہوا یہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنا ایک راز تھا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوہ طور پہاڑ پر بلایا تو پیچھے ان کی اپنی قوم گمراہ ہوگئی تھی تو جب حضرت موسیٰ کوہ طور پہاڑ سے واپس آئے تو قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی ہارونؑ پر برس پڑے اور ان کی داڑھی شریف تک کھینچی اور انہیں بڑے غصے سے کہا کہ تم نے ان کو ایسی حرکت سے منع کیوں نہ کیا۔ حالانکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی تھے۔ اور ان کا اس سارے واقعہ میں کوئی قصور نہ تھا وہ تو اپنے بھائی حضرت موسیٰؑ کا ہی انتظار کر رہے تھے کہ اگر میں نے ان لوگوں کو کچھ کہا تو یہ نہ ہو کہ بات اور بگڑ جائے۔ تو کیا اس ساری حرکت سے حضرت موسیٰؑ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی یا رسول نہ رہے۔ ایسی تو کوئی بات نہ ہوئی اسی طرح حضرت یوسفؑ کے بھائی بھی ایک جیسے نہیں تھے ہم نے تو یہاں تک سنا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جس دائی کو حضرت یوسفؑ کو دودھ پینے کے لئے دیا تھا۔ اسی دائی کا اپنا بیٹا جس کا نام بشیر تھا اس کو حضرت یعقوبؑ نے فروخت کر دیا تھا تاکہ حضرت یوسفؑ کو پورا دودھ پینے کو مل جائے۔ آگے واللہ عالم اس لیے جب کبھی بھی نبیوں کی کوئی بات آئے تو ان کے ادب واحترام کا خاص خیال رکھا جائے اگر انسان اپنی پیدائش کا واقعہ بیان کرے تو اس میں اپنے ماں باپ کی بھی اور اپنی بھی توہین کا پہلو نکلتا ہے جب بھی کوئی کام ہم خود غلط کرتے ہیں تو اس غلطی کو ہم شیطان پر ڈال دیتے ہیں حالانکہ قصور ہمارا اپنا ہوتا ہے یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کو منظور ہی ایسا تھا جب ہم حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کا واقعہ بیان کرتے ہیں تو خوب مرچ مصالحہ لگا کر بیان کرتے ہیں اپنے علم کا رعب دوسروں پر ڈالنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ادب واحترام کی توفیق دے۔ آمین!

اصل درندہ کون

جو جانور جنگل میں دوسرے جانوروں کا گوشت کھاتا ہے انسان اسے درندہ کہتا ہے جو جنگل میں گھاس پھوس یا درختوں کے پتے کھاتے ہیں اسے جانور کہتا ہے جو جنگل میں دانا دنکا چگتے ہیں انھیں جنگلی پرندے کہتا ہے۔ ان سب کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اپنی خوراک رکھی ہے جو وہ کھاتے ہیں۔ درندہ گھاس پھوس اور نہ ہی دانا دنکا کھا سکتا ہے نہ ہی جانور گوشت کھا سکتا ہے نہ ہی پرندے گوشت کھا سکتے ہیں۔ جیسے مچھلیوں کی خوراک اللہ نے پانی میں رکھی ہے خشکی پر نہیں۔ ایک انسان ہی ایسا ہے جس کی خوراک اللہ تعالیٰ نے خشکی تری دونوں میں رکھی ہے اور ہر طرح کی خوراک کھاتا ہے۔ جب درندے کو بھوک لگتی ہے تو وہ اپنی خوراک کی تلاش میں جاتا ہے ورنہ وہ کسی کو نہیں ستاتا۔ اسی طرح جانور اور پرندے بھی کرتے ہیں جب ان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ مخلوق شکر ادا کرتی ہے۔ جب ان کو پھر بھوک لگے گی تو کھانے کی جستجو کریں گے ورنہ خاموش و مست رہیں گے۔ پھر دوسرے دن کی پرواہ نہیں کریں گے کہ کل کیا ہو گا۔ ان کی یہی حالت صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ جتنی جتنی روزی ہے ان کی ربّ دے رہا ہے۔ دنیا کی جتنی نعمتیں ہیں یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں مگر پھر بھی یہ درندہ ناشکرا ہے ایسے ایسے کام کر جاتا ہے کہ جسے یہ درندہ کہتا ہے وہ بھی دیکھ کے شرما جائے کہ یہ مجھے درندہ کہتا ہے میری تو اللہ نے خوراک ہی ایسی لکھی ہے۔ اس لیے مجھے ایسا کرنا پڑتا ہے اس کے بغیر کوئی چارا ہی نہیں اور انسان کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے پھر بھی یہ کیا کیا کرتا ہے۔

ہاں بات ہو رہی تھی کہ انسان درندہ کسے کہتا ہے شیر کو، چیتے کو اور بھیڑیئے کو، آپ ہی بتائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی خوراک میں گوشت ہی لکھا پھر انسان ان کو درندہ کیوں کہتا ہے۔ جب ان کا پیٹ بھر جاتا ہے پھر تو وہ کسی کو کچھ نہیں کہتے پھر انسان درندہ انہیں کیوں درندے کہتا ہے۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اصل درندہ کون ہے۔ انسان ایسا درندہ ہے جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس درندے کے لئے کیا کیا کرنا پڑا۔ پہلے تو اس درندے کے لئے سکول درس بنانے پڑے تربیت کے لئے پھر اس درندے کے لئے نبی پیغمبر بھیجے ساتھ اپنی پاک کلام بھی بھیجی۔ پھر اس درندے کے لیے حکومتیں بنائیں، تھانے اور کچہریاں بنائیں۔ یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس انسان درندے کے سنبھالنے کے لئے کرنا پڑا۔ کیا انسان جسے درندہ کہتا ہے اس کے لئے بھی اللہ کو یہ سب کچھ کرنا پڑا؟ جنگلی درندے کے لئے تو نہیں۔ یہ انسان درندہ خدا کو مان کر بھی اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ نبیوں کو اس نے ستایا اور انہیں قتل تک کیا۔ یہ درندہ ماں

باپ کا نافرمان ہے جنہوں نے اسے جنم دیا اور پالا پوسا۔ انہی کا یہ بے ادب ہوا۔ جن بہن بھائیوں کے ساتھ اس نے جنم لیا انہیں کا یہ دشمن بن جاتا ہے۔ اس حقیر دنیا کے لئے جو اس کی بھی نہیں رہنی۔ ہاں اس انسان درندے کے لئے جیلیں بنیں کیونکہ یہ ڈاکے ڈالتا اور دھوکے کرتا ہے۔ لوگوں کو قتل کرتا ہے لوگوں کے معصوم بچوں کو اغوا کرتا ہے' پھر انہیں قتل بھی کر دیتا ہے' حکومت میں جا کے غریبوں کا خون چوستا ہے اور بڑی بے خوفی سے بغلیں بھی بجاتا ہے۔ یہ درندہ حلال وحرام کی پرواکیے بغیر لوٹ کھسوٹ کرتا ہے۔ ایک طرف یہ درندہ اللہ پاک کی کلام کو بھی مانتا ہے۔ دوسری طرف اس کے خلاف بھی کرتا ہے۔ کبھی بھی نہیں سنا کہ جنگل کے درندوں پر اللہ کا کوئی عذاب آیا ہو جب بھی کوئی عذاب آیا ہے یہ انسانی درندوں پر ہی آیا ہے مگر پھر بھی یہ انسانی درندہ باز نہیں آتا۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ اصل درندہ کون ہوا؟ یہ انسانی درندہ اتنا بڑا درندہ ہے کہ نعمتیں تو یہ اللہ کی استعمال کرتا ہے اور پوجتا یہ پتھروں کو ہے جب بھی یہ انسان درندگی کرتا ہے تو اس وقت اسے بالکل خدا کا خوف نہیں رہتا کہ میں کیا کر رہا ہوں جیسے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کوئی بھی جنگل کا درندہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ یہ انسانی درندہ ہی دوزخ میں جائے گا اس انسانی درندے کا کام دیکھ کر جسے یہ درندہ کہتا ہے وہ بھی شرما جائے کہ میں تو صرف اسی دن کا سوچتا ہوں اور یہ درندہ اپنی آنے والی نسلوں کا بھی سوچتا ہے۔ ایسی درندگی سے اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے درندگی یہ خود کرتا ہے اور نام بدنام میرا خواہ مخواہ کرتا ہے جو بھی ایسی درندگی سے بچ گیا وہی جنت میں جائے گا۔ اللہ ہم سبھی کو معاف کرے۔

کیا ہی خوب انداز ہے اے انساں تیرے سوچنے کا
درندگی تو خود کرے اور نام بدنام کرے کسی اور کا

مکہ کے کفار

جب حضور پاک ﷺ پر غار حرا میں پہلی وحی آئی تو حضور پاک ﷺ اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے آئے تو اپنی زوجہ طاہرہ حضرت خدیجہ کبریٰؓ کو فرماتے ہیں کہ میرے اوپر کوئی کمبل اوڑھا دو کیونکہ میرے اندر کچھ خوف سا ہے تو اس پر حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ نے حضور پاک ﷺ کو فرمایا کہ آپ صدیق اور امین ہیں اور غریبوں کی مدد بھی کرتے ہیں اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ پھر حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ حضور پاک ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور حضور پاک ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو وحی والا واقعہ بیان فرمایا تو ورقہ بن نوفل نے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ ہی ہیں نبی آخرالزماں جو پہلی آسمانی کتب میں لکھا ہوا ہے کہ نبی آخرالزماں مکہ میں پیدا ہوں گے۔ پھر مکہ والے آپ کو مکہ سے نکال دیں گے۔

ورقہ بن نوفل عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے اس لئے ان کو اس بات کا پتا تھا پھر حضور پاک ﷺ نے ورقہ سے فرمایا'': کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟''

تو ورقہ نے کہا '': ایسا ہی ہوگا، کاش! اس وقت تک میں ہوتا تو آپ کی مدد کرتا۔''

یہ تھا حضور پاک ﷺ کی پہلی وحی کا حال، جب بھی کوئی پہلا واقعہ ہوتا ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے پھر جب حضور پاک ﷺ کو وحی کے ذریعے نبوت سونپی گئی اور کہا گیا کہ اے میرے محبوب میرے دین کی مکہ والوں کے سامنے تبلیغ کرو تاکہ یہ لوگ بتوں کی پوجا چھوڑ دیں۔ عبادت کا اکیلا میں ہی حق دار ہوں میرے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کفر ہے۔ مکہ والوں کو اس سے باز رکھو تاکہ یہ میرے غضب سے بچ جائیں۔

پھر حضور پاک ﷺ نے جب مکہ والوں کے سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرنا شروع کی تو مکہ والوں کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ کون سا دین ہے۔ کیونکہ مکہ والے تو صدیوں سے بتوں کی پوجا کرتے آرہے تھے۔ تو یہ نیا دین وہ سمجھ نہ سکے اور پھر نبی پاک ﷺ کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ پھر وہی لوگ آہستہ آہستہ دین اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ شروع شروع میں ایسے ہی ہوتا ہے جس طرح چھوٹے بچے کو ماں باپ کہتے کچھ اور ہیں اور بچہ کچھ اور کرتا ہے کیونکہ وہ ناسمجھ ہوتا ہے۔ پھر وہی بچہ ماں باپ کے کہنے پر آہستہ آہستہ راہِ راست پر آجاتا ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہ کہو۔ اسی طرح مکہ والے بھی دین اسلام میں داخل ہونے لگے اور کچھ بدنصیبوں نے تو دین اسلام کو سمجھتے ہوئے بھی کھوکھلی ضد میں آکے اسلام قبول نہ کیا۔ ہاں مکہ والوں نے حضور پاک ﷺ کو بہت پریشان کیا جن میں حضرت عمر' حضرت خالد بن ولید' حضرت عباس جو حضور پاک ﷺ کے چچا

تھے،حضرت عکرمہ جو ابوجہل کا بیٹا تھا اسی طرح حضور پاک ﷺ کے اور بھی قریبی رشتہ دار شامل تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عباس اور ان کے لڑکے اور حضرت علی کے بھائی بھی حضور پاک ﷺ کے خلاف مدینہ میں جنگیں تک لڑنے گئے تھے۔اس طرح اور بھی بہت سے جلیل القدر صحابی ان کے ساتھ تھے جنہوں نے حضور پاک کو مکہ سے نکالا تھا پھر مکہ والوں نے حضور پاک ﷺ کے ساتھ کئی جنگیں بھی لڑیں۔ پھر یہی مکہ والے مسلمان ہو گئے اور پھر حضور پاک ﷺ کے ساتھی بھی بن گئے۔ پھر انہی مکہ والوں نے دین اسلام کی ہر طرح کی خدمت کی تو جب مکہ فتح ہوا تو اس وقت حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں مکہ والوں سے وہ سلوک کروں گا بغیر ان چند لوگوں کے ،جو سلوک حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔جس طرح انہوں نے اپنے بھائیوں کی غلطی کو معاف فرمایا اسی طرح آج میں بھی مکہ والوں کو معاف کرتا ہوں۔

یہ بات حضور پاک ﷺ کے دہن مبارک سے سنتے ہی بہت سے مکہ والے مسلمان ہو گئے تھے۔اب میرا سوال یہ ہے کہ ہمارے علماء دین کتب میں اور اپنی تقاریر میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے حضور پاک ﷺ کو بہت ستایا اور پریشان کیا۔حالانکہ وہی مکہ والے اسلام میں آنے کے بعد حضور پاک ﷺ کے جلیل القدر صحابہ بنے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں اور حضور پاک ﷺ کے غلام اور خادم بن کر رہے اور ہم سب آج بھی انہیں مکہ کے کفار کہہ کر پکارتے ہیں۔ دوسری طرف انہی مکہ والوں کو ہم اچھے مسلمان اور حضور پاک ﷺ کے جلیل القدر صحابی بھی کہتے جا رہے ہیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ ہمارا یہ دوہرا معیار کیوں ہے ایک طرف انہی کو مکہ کے کفار بولے جا رہے ہیں دوسری طرح انہی مکہ والوں کو اچھے سچے مومن بھی بولے جا رہے ہیں۔کہنا تو اس طرح چاہئے کہ مکہ کے لوگوں نے حضور پاک ﷺ کو بہت ستایا تھا اور انہیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا نہ کہ مکہ کے کافروں نے ایسا کیا تھا اس طرح تو حضور پاک ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کی بے ادبی ہوئی۔کافر یا کفار انہی مکہ والوں کو بولا جائے جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے ہیں نہ کہ سبھی کو کافر یا کفار بولا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو ادب میں رکھے۔اصل دین اسلام تو ادب و احترام کا نام ہے ورنہ تو ساری کی ساری عبادات کسی کام کی نہیں رہتیں۔آج ہم مسلمان انہی مکہ والوں کی لکھی ہوئی قرآن کی تفسیریں پڑھ رہے ہیں اور انہی مکہ والوں کی آج ہم حدیثیں پڑھتے ہیں اور حضور پاک ﷺ کے صحابہ کہتے ہیں اس لیے ان کو ادب و احترام سے ہی پکارا جائے۔ کچھ وہ لوگ بھی تھے جو حضور پاک ﷺ کے قریبی رشتے دار جنہوں نے حضور پاک ﷺ کو ستایا بھی اور ان پر ایمان بھی نہ لائے اور کچھ وہ بھی تھے جنہوں نے حضور پاک کو ستایا بھی نہیں اور مشکل وقت میں حضور پاک ﷺ کی مدد بھی کرتے رہے ان میں حضرت ابو طالب بھی ہیں۔مگر ان کے ایمان نہ لانے پر حضور ﷺ کو بہت دکھ ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو ادب و احترام میں رکھے۔آمین!

نہ اٹھا اتنا وزن نہ بھل اپنی اوقات بندیا
تیری اوقات نوں بڑا جان دا اے تیرا ربّ بندیا
بول تو ہمارے بڑے بڑے اور ادب ہمارا کچھ بھی نہیں
اسی لیے مسلمانو آج پلے ہمارے کچھ بھی نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت

مکہ کے تین حرف ہیں پہلے میم ہے ' محمد کے چار حرف ہیں پہلے میم ہے ' مدینہ کے پانچ حرف ہیں پہلے میم ہے یہ کل بارہ حرف ہوئے ۔ ہمارے کلمے کے بھی بارہ حرف ہوئے ۔ نبی پاک ﷺ کی پیدائش اور وفات بھی بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی ۔ ہمارے بارہ امام ہوئے ہیں ۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہوئے ہیں ۔ آسمان پر بارہ برج ہیں ' حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے ہوئے ہیں ۔ سال کے کل بارہ ماہ ہیں ۔

آگے آ گیا سوال اور جواب ، مکہ کے اور محمد ﷺ کے کل سات حرف ہوئے اور مدینہ کے پانچ حرف ہوئے مکہ نے مدینہ سے کہا اگر آپ اپنی میم مجھے دے دو تو ہم آٹھ حرف ہو جائیں گے ۔ تو مدینہ نے مکہ سے کہا نہیں اگر آپ مجھے محمد کی میم دے دو تو میرے پاس بھی چھ حرف ہو جائیں گے ۔ یعنی ہم دونوں شہر چھ چھ حرف کے ساتھ برابر ہو جائیں گے ۔ اسی طرح محمد کی میم مدینہ آنے سے مدینہ کی عظمت بھی بڑھ گئی ورنہ مدینہ کو پہلے یثرب یعنی " بیماریوں والا شہر " کہا جاتا تھا ۔ محمد ﷺ کی میم آنے سے یہ شہر بھی رحمت والا شہر ہو گیا تھا ۔ نبی پاک ﷺ نے جو بھی مدینہ میں سال گزارے ہیں وہ مہاجرین کے ہی گزارے ہیں نہ کہ مقامی ۔ اس طرح دونوں شہروں کی عظمت برابر ہو گئی باقی بچے دو حرف ہ اور دال ان دونوں حرفوں سے بنا " حد " اس طرح مکہ اور مدینہ کی حد ملی جو نبی پاک ﷺ کے نام سے تھے مکہ اور محمد کے سات حرف اور مدینہ کے پانچ حرف ، یہ سوال تھا سات اور پانچ کا جب محمد ﷺ کی میم مدینہ آ گئی تو دونوں شہروں کے پاس چھ چھ حرف ہو گئے تو اس طرح یہ سوال بھی حل ہو گیا ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس سوچ کو قبول کرے ۔ آمین !

کنی بابرکت نیں اے میماں مکہ تے محمد دیاں
جنہاں وچ ملیاں نے میماں مدنی تے مدینے دیاں

☆☆☆☆☆☆

نبی پاک ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کیوں ہوئی

ہمارے نبی پاک ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے تو حضور پاک ﷺ ہر دلعزیز ، صادق و امین اور بے حد اخلاق کے مالک اور نرم دل تھے ۔مکہ والوں میں چالیس سال رہے جیسے ہی نبی پاک ﷺ نے خدا کی طرف سے اپنی نبوت کا اعلان کیا کہ میں اللہ کا رسول اور پیغمبر ہوں اور تمہاری ہدایت کے لئے اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے ۔تم لوگ پتھروں کی جو پوجا کرتے ہو اس کو چھوڑ کر ایک حقیقی رب کی پوجا کرو جو تمہارا مالک و رازق ہے اور اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم نے پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے ۔

جب نبی پاک ﷺ نے یہ کہا تو مکہ والے حضور پاک ﷺ کے دشمن بن گئے جو لوگ کبھی آپ کو صادق و امین کہتے تھے ۔ پھر وہی لوگ انہیں جادوگر ، ساحر اور شاعر کہنے لگ گئے اور طرح طرح کی حضور ﷺ پاک کو تکلیفیں دینے لگ گئے اور جو لوگ حضور پاک ﷺ پر ایمان لائے ان کو بھی ستانے لگے یہاں تک کہ حضور پاک ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو بھی حضرت ابو طالب کی حویلی میں بند کر دیا جہاں یہ سب لوگ تقریباً تین سال بھوکے پیاسے قید رہے ۔مگر پھر بھی نبی پاک ﷺ نے اپنے اللہ کے دین کی تبلیغ کا کام جاری و ساری رکھا ۔

اتنی پریشانیاں اور تکلیفیں ہوتے ہوئے بھی آپ راہ خدا میں اپنا قدم آگے ہی بڑھاتے گئے ۔جب حضور پاک ﷺ دین کی تبلیغ کے لئے وادیٔ طائف گئے تو طائف والوں نے حضور پاک ﷺ کو بے حد ستایا اور کوئی ایک بد بخت شخص بھی ایمان نہ لایا ، تیرہ سال تک اور مدینہ کے لوگ جو نبی پاک ﷺ کی پہلی ہی ملاقات بلکہ مدینہ والے مکہ میں حج کرنے آئے تھے جو نبی پاک ﷺ کی تبلیغ سے اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے حضور پاک ﷺ سے کہا کہ حضور آپ مدینہ میں تشریف لے آئیں تو ہم آپ کی ہر طرح کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں ۔

میرا سوال یہ ہے کہ جب اپنے کسی کو باہر نکال دیں پھر پرائے اس کو کہاں پناہ دیتے ہیں ۔ یہ چیز جو میں نے لکھی ہے یہ قرآن و حدیث اور تاریخ میں بھی ہے پھر اس کو میں نے کیوں لکھا ہے؟ یہ ایک راز تھا اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان ، ہجرت ایک بہانہ تھا کہ مدینہ والوں نے حضور ﷺ کو فرمایا کہ حضور ﷺ آپ ہمارے پاس چلے آئیں یہ تو مدینہ والوں کی خوش قسمتی تھی کہ حضور پاک ﷺ مدینہ تشریف لے گئے ۔ وہ راز کیا تھا جو میرا عشق کہتا ہے میرا عشق یہ کہتا ہے کہ جب حضور پاک ﷺ مکہ میں اپنوں میں

دین کی تبلیغ تیرہ سال کرتے رہے بغیر چند آدمیوں کے کوئی مکہ والا ایمان نہ لایا۔اوپر سے نبی پاک ﷺ کو ستاتے بھی رہے اور جب حضور پاک ﷺ وادی طائف گئے تو ان بدبختوں نے بھی حضور پاک ﷺ پر ایمان لانے کی بجائے حضور پاک ﷺ کو اتنا ستایا کہ حضور پاک ﷺ لہولہان ہو گئے جس کو سب مسلمان جانتے ہیں اور مدینہ والے حضور پاک کو دیکھتے ہی آپ پر ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کے اتنے شیدائی ہو گئے کہ انہوں نے اسی وقت نبی پک ﷺ کو اپنے پاس آنے کی دعوت دے دی۔بس یہی وہ راز تھا اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ میں، جب اللہ نے اپنے حبیب کو مدینہ روانہ کیا کہ میں تیری دنیا میں وہ شان بنانا چاہتا ہوں جو مکہ میں نہیں ہوسکتی کیونکہ مکہ میں میرا گھر ہے پھر تیری طرف لوگ نگاہ کرتے ہچکچائیں گے میرے گھر کی وجہ سے اور مدینہ میں تو پھر تو ہی تو ہو گا پھر ہچکچاہٹ کس بات کی؟ پھر جی بھر کر تیرا دیدار کریں گے تیرے چاہنے والے ورنہ تو جب مکہ فتح ہو گیا تھا تو اس وقت اگر حضور پاک ﷺ چاہتے تو مکہ اپنے گھر جاسکتے تھے۔مگر اللہ کی رضا اسی میں تھی اپنے حبیب ﷺ کی شان کو بنانے کے لئے۔یہ تھا وہ راز جو اللہ کا اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ جس کے لیے نبی پاک ﷺ کو مدینہ میں آ کے رہنا پڑا ورنہ تو مکہ میں نبی پاک ﷺ کو کوئی ڈر نہیں تھا۔اس پر ہم سب کا ایمان ہونا چاہئے اور اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ نبی پاک ﷺ کسی جنگ میں ڈرے نہیں۔پھر مکہ میں ڈر کیسا۔اللہ پاک کی شان نبی پاک ﷺ کو شہر بھی ملا تو ملا میم والا میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ جب روز محشر حضور پاک ﷺ اپنی امت کی شفاعت کریں گے تو سب سے پہلے مدینہ والوں کی شفاعت کریں گے پھر باقی امت کی شفاعت کریں گے۔یہ مدینہ والوں کا اپنا ایک اجر ہے اور یہ ہے اکرم کے عشق کی بات اللہ تبارک وتعالیٰ میرے اس ناقص چیز کو قبول پائے۔آمین!

میں عاجز کیا بیان کرتا شان نبی ﷺ کی
یہ تو کرم ہوا ہے اکرمؔ تیرے ربّ کا

مدینہ میں جا کے رہنا یہ راز تھا محب محبوب کا
جس راز نے بنایا مقدر مدینے والوں کا

☆☆☆☆☆

جیسی پاکستانی عوام ویسے ہی لیڈر

کچھ میں بھی بتاتا ہوں آپ کو اپنی پاکستانی عوام اور لیڈروں کے بارے میں۔ جب کبھی بھی کوئی الیکشن آتا ہے تو ہم انہی نکمے لیڈروں کو کس نیت سے ووٹ دیتے ہیں یہ ہم سب کو پتا ہوتا ہے کہ یہ نکمے لٹیرے لوگ ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی ہم انہی کو کیوں ووٹ دیتے ہیں اس کی اصل وجہ ہماری اپنی ذاتی دشمنیاں اور ہماری جھوٹی انا ہوتی ہے۔ اسی سوچ میں ہم ان نکمے لٹیروں کو ووٹ دیتے ہیں تاکہ کل ہم اپنے دشمنوں کو نیچا دکھا سکیں اور یہ ہمیں تھانوں اور کچہریوں سے بھی بچائیں گے۔ یہی سوچ دوسروں کی بھی ہوتی ہے کہ کل یہ ہماری اسی طرح کی مدد کریں گے جس طرح آج ہم۔ اسی طرح کے ہمارے یہ لیڈر بھی ہوتے ہیں۔ ہمیں نہ کوئی فکر ہسپتال کی نہ ہی ہمیں کوئی فکر ہے بچوں کی تعلیم کی کہ بچوں کے لئے کوئی سکول ہونا چاہئے۔ نہ ہی ہمیں کوئی روزی کی فکر کہ کل ہم کہاں سے کمائیں گے اور نہ ہمیں کسی اچھے برے کی پہچان ہے۔

جو ہم سے ووٹ لیتے ہیں وہ تو سیاست کی الف بے تک نہیں جانتے یہ تو سب دھوکے کی سیاست کرتے ہیں اور اپنے ووٹروں کو بھی دھوکا دیتے ہیں۔ جب ان کے پاس کوئی گرانٹ آتی ہے تو وہ سب کی سب ہضم کر جاتے ہیں۔ تو ہم یہی سوچتے ہیں کہ کون سا ہم نے انہیں اپنی جیب سے دیتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں پتا کہ یہی لوگ ملک پر قرض چڑھاتے ہیں جس قرض کو ہماری آنے والی نسلوں نے چکانا ہے۔ اسی لیے یہ لیڈر کروڑوں میں کھیلتے ہیں پھر یہی لیڈر صاحبان ہمیں بھول بھی جاتے ہیں۔ پھر پاکستان کس طرح ترقی کر سکتا ہے؟ جس ملک کو نیچے سے اوپر تک لوٹنے والے ہوں پھر اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔ حلال تھوڑا بھی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر شکر کرنے کی توفیق دیتا ہے اگر حرام کروڑوں میں بھی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر شکر کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔ پھر وہ سب کچھ شیطان کا ہو جاتا ہے مگر یہ فکر ہمیں نہیں کہ جو کچھ پاس ہے یہ خدا کا نہیں شیطان کا دیا ہوا ہے اگر یہ سیاستدان خود نہ بھی کھائیں تو بھی اپنے عزیزوں کو خوب نوازتے ہیں۔

جب ہم کسی کو ووٹ دیتے ہیں اس وقت نہ کوئی دین ایمان کی فکر نہ ہمیں کوئی اپنے ضمیر کی فکر ہوتی ہے ، نہ اپنے ملک کی کوئی فکر کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ٹھیک یا غلط؟ کہ ہم نے اس کا حساب بھی دینا ہے خدا کو۔ جس طرح ہماری پاکستانی قوم کر رہی ہے اس طرح تو غیر مسلم قومیں بھی نہیں کرتیں یہاں تک کہ جو قومیں خدا کو نہیں مانتیں وہ بھی اس پاکستانی سے بہتر ہیں کیونکہ ان کا بھی کوئی جینے کا ڈھنگ ہوتا ہے۔ ہم مسلمان کیا، پاکستانی کیا، ہم تو انسان کہلانے کے قابل بھی نہیں۔ ہم ان لیڈروں کو جس نیت سے ووٹ دیتے ہیں پھر اسی طرح کا ان سے ہم پھل بھی پاتے ہیں۔ جس کا لیڈر جیت جاتا ہے اسے تو جنت جیسی خوشی ہوتی ہے اور جس کا لیڈر ہار جاتا ہے تو اس کو پھر دل کے دورے پڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ہماری پاکستانی قوم حلال کھانا ہی نہیں چاہتی پھر بعد میں دونوں ہی پچھتاتے ہیں۔ آپ پاکستان چھوڑئیے انگلینڈ میں جب الیکشن ہوتے ہیں اور الیکشن بھی کونسل کے جس کوئی حقیقت ہی نہیں پھر بھی ہم صبح سے شام تک پولنگ اسٹیشن پر میلا لگائے رکھتے ہیں بھوکے پیاسے۔ ہماری قوم انگلینڈ میڈ جس کی اب تیسری نسل یہاں جوان ہو رہی ہے مگر وہ بھی اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ اپنے باپ دادا کا نام روشن کر رہی ہے یہ قوم کبھی بھی ٹھیک ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس قوم کا خدا ہی حافظ ہے۔ اگر پاکستان میں پولنگ اسٹیشنوں پر ایک ایک فالتو بیلٹ باکس رکھ دیا جائے اور قانون یہ ہو کہ ہر آدمی ووٹ ڈالے ورنہ ایک ہزار جرمانہ ہوگا پھر جو لوگ ان نکمے لیڈروں کو ووٹ نہیں دینا چاہتے وہ لوگ ان فالتو بیلٹ باکسوں میں اپنا ووٹ ڈال دیں۔ پھر سو میں سے ستر فیصد ووٹ ان فالتو باکسوں میں چلا جائے گا۔ پھر ان نکمے لیڈروں کے بیلٹ باکسوں سے ان کے اپنے ذاتی ووٹ ہی نکلیں گے اور یہ نکمے لیڈر عوام کے لیڈر کیسے ہوئے۔

یہ قانون پاکستان میں ہونا بھی چاہیے تاکہ ان نکمے لیڈروں سے پاکستان کی عوام کی جان چھوٹ جائے جو اپنے مفاد کی گندی سیاست کرتے ہیں۔ ایک لیڈر تین تین چار چار جگہوں سے الیکشن لڑتا ہے کیا اور کسی کا اس پر حق نہیں؟ یہ ہے اس ملک پاکستان کا قانون جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ یہ ہے ہمارا مذہب! اور یہ ہے ہمارا دین اور ایمان! اور یہ ہیں ہم مسلمان! پھر اور کیا بچا ہمارے پاس؟ یہ لیڈر جب جھوٹ بولتے ہیں تو پہلے کلمہ پڑھتے ہیں پھر جھوٹ بولنا شروع کرتے ہیں۔ نہ ان کو ایمان کی فکر، نہ ان کو دین کی فکر، نہ ان کو ملک کی فکر، یہ ہے ہمارے لیڈروں کے ایمان کی حالت۔ اللہ تبارک وتعالیٰ معاف کرے یہ لیڈر کئی کئی بار ذلیل بھی ہو چکے ہیں پھر بھی یہ لعنتی باز نہیں آتے۔

میں آپ کو جہلم کے ایک حلقے کی بات سناتا ہوں جب پیپلز پارٹی کا امیدوار ایک ووٹ سے جیت گیا تو لوگ مٹھائیاں' ڈھول اور ہار لے کے اس کے گھر پہنچ گئے تو مسلم لیگ نے کہا کہ ووٹ دوبارہ گنے جائیں پھر مسلم لیگ کا امیدوار دو ووٹ سے جیت گیا پھر وہی لوگ مٹھائیاں' ڈھول اور ہار لے کے مسلم لیگی امیدوار کے گھر پہنچ گئے۔ پھر پیپلز پارٹی والے نے کہا کہ ووٹ پھر گنتی کئے جائیں پھر پیپلز پارٹی والا تین ووٹ سے جیت گیا پھر وہی لوگ مٹھائیاں' ڈھول اور ہار لے کے پیپلز پارٹی والے کے گھر پہنچ گئے۔

اب آپ ہی بتائیں کہ اس قوم کو کوئی پہنچ سکتا ہے؟ اس قوم سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے کہ اللہ نے یہ بھی کیا قوم پیدا کی ہے۔ اس قوم کی تو مجھے بھی کوئی سمجھ نہیں آ رہی، مجھ سے بھی آگے بڑھ گئی، جو کام مجھے کرنے تھے یہ خود کر رہے ہیں۔ یہ چیز ہمارے ایک ہی حلقے میں نہیں بلکہ پاکستان کے ہر حلقے میں پائی جاتی ہے۔ پھر کس سے اُمید رکھیں ہم۔ ہمارے لئے کوئی آسمان سے اترے گا جو ہمارے لیے کچھ کرے گا۔ ان پر تو کوئی بھروسا نہیں اگر اس قوم کا یہی حال رہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ معاف کرے ہمیں جنت کیا ہمیں تو دوزخ بھی قبول نہ کرے گی کیونکہ ہم تو انسانوں سے ہی نکلتے جا رہے ہیں۔ جنت دوزخ تو انسانوں کے لئے بنے ہیں اگر ہم انسان ہی نہ رہے پھر کہاں ہوگا ٹھکانا! اگر ہم کو اللہ نے جنت دے بھی دی تو یہ پاکستانی قوم وہاں بھی پہچانی جائے گی اس قوم نے شکر کرنے کی بجائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں دوزخ سے بچا کے جنت دی ہے مگر ہم دوسروں کی جنت کو دیکھ دیکھ کے جلتے رہیں گے کہ اس کو بھی جنت مل گئی یہ کیسے ہو گیا۔ یہ قوم دوزخ کی آگ نہ سہی مگر اپنے اندر کے حسد کی آگ میں جلتی رہے گے۔ کیونکہ یہ پاکستانی قوم کی فطرت میں ہے جو بھوکے

ہیں وہ تو بھوکے ہیں ہی ۔ان کے پاس اربوں کروڑوں ہوتے ہوئے بھی بھوکے ہی نظر آتے ہیں بلکہ کسی طرح دھوکے سے کچھ اور بھی ہاتھ آجائے ۔ایک دن میں نے شیطان کو دیکھا کہ وہ بہت خوش نظر آیا تو میں نے اس سے خوش ہونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ جب کوئی انسان گناہ خود کرتا ہے اور بدنام کسی اور کو کرتا ہے ۔مگر پاکستانی قوم ایک ایسی ہے جو گناہ کر کے میرا نام نہیں لیتی اس لیے میں خوش ہوں ۔تو میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا ": وجہ صاف ظاہر ہے مجھے کیوں پوچھتے ہو؟"

شیطان یہ کہہ کر چلا گیا اور میں سوچتا ہی رہ گیا کہ ہم شیطان سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس حقیر دنیا کے لئے، پھر ہمارے پاس بچا کیا؟؟ یہ اکرم کے دل کی آواز یا اکرم کے اندر کی بھڑاس ہے ۔آپ نے بھی سنا ہوگا شہباز کا بیان اس نے طالبان کو کہا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ ہمارے پنجاب کو کچھ نہ کہیں اس وقت شہباز نے یہ نہ سوچا کہ فوج میں نوے فیصد نوجوان پنجاب کے ہیں جو اپنے ملک کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے دے رہے ہیں ۔اصل میں شہباز نے پنجاب کے بارے میں نہیں کہا تھا اس نے لاہور کے بارے میں کہا تھا کہ ہم لاہوری آپ کے ساتھ ہیں ہم کو کچھ نہ کہا جائے ۔ پنجاب کا نام اس نے دھوکا دینے کے لئے لیا تھا ۔اس کو اصل فکر لاہور کی تھی اس لیے اس نے ایسا بیان دیا تھا ورنہ طالبان سارا پنجاب اڑا دیں تو ان دونوں بھائیوں کو کچھ پڑی نہیں جو بھی ہو یہ دونوں نہ ہی پنجابی ہیں نہ ہی یہ پاکستانی ہیں ۔ جب بھی ان پر کوئی مشکل وقت آتا ہے یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے اپنے آقاؤں کے قدموں میں جا بیٹھتے ہیں یہ حال تو سبھی لیڈران کا ہوتا ہے ۔کئی تو اب بھی ان آقاؤں کے قدموں پر پڑے ہیں کہ کب یہ آقا میری مدد کریں تو میں جا کے پاکستان کا بادشاہ بنوں ۔ان لیڈران کو اتنا بھروسا اپنے ربّ رسول پر نہیں ہوتا جتنا یہ اپنے آقاؤں یہود وعیسائی پر بھروسا کرتے ہیں ان کے نام ہی مسلمانوں والے ہیں کام مسلمانوں والے نہیں ہوتے ۔ یہ لیڈر مردار ہی نہیں کھاتے کبھی مردار بھی کھانا جائز ہو جاتا ہے اپنی جان بچانے کے لئے یہ لیڈران تو سور کی کربت کھاتے ہیں جو کسی حال میں بھی جائز نہیں، مگر یہ کھا رہے ہیں جو غریبوں کا خون چوستے ہیں ۔ان لیڈروں کے کچھ درباری کالم نگار اور شاعر بھی ہوتے ہیں جو ان کے قصیدے لکھتے رہتے ہیں ۔ جو اپنے ضمیر کے چور ہوتے ہیں ۔

پہلے بااصول لوگ سیاست کرتے تھے اب تو ہر چور اچکا سیاستدان بن بیٹھتا ہے ۔ پاکستان کے سیاستدان جو ایوب خان کے بعد والے سیاستدان ہیں جرنیلوں کی اولاد ہیں ،ان سب کی پرورش جرنیلوں کے ہاتھوں سے ہوتی رہی ہے ۔آج یہی سیاستدان جرنیلوں کو برا بھلا بھی کہہ رہے ہیں ۔ جیسے کوئی بیٹا اپنے باپ کو برا بھلا کہتا پھرے ۔ یہی حال ان سیاستدانوں کا ہے یہ لیڈر نماز' روزہ' زکوٰۃ تو ادا کرتے نہیں مگر عمرے بہت کرتے ہیں، انگلینڈ اور امریکہ کے، نہ کہ حرم شریف کے ۔آج پاکستان میں ہر آدمی کسی نہ کسی طرح بت پرستی میں لگا ہوا ہے ۔خدا اور رسول کو چھوڑ کے سردار جی ست سری اکال، مہاراج جی نمستے قبول ہو آپ کو یہ خط میں نے اپنی نظم کے ساتھ کئی ٹیلی ویژنوں کو اور کئی ہی اخبارات کو اور ایک ریڈیو کو ارسال کیا ہے ۔اگلا کام ان کا ہے وہ ان کو چھاپیں یا نہ چھاپیں ۔

کوئی چور رات کو کسی کے گھر گھس گیا اور ان کا کچھ نقدی اور زیور چرا کے جب بھاگنے لگا تو گھر والے بیدار ہو گئے اور چور چور کہنا شروع کر دیا پھر گاؤں والے بھی چور کے پیچھے " چور چور " کہتے چور کے پیچھے بھاگے ۔جب لوگ چور کے قریب پہنچے تو آگے سے چور نے بھی ڈر کے مارے چور چور کہنا شروع کر دیا ۔ یہ جا رہا ہے ابھی میں اسے پکڑتا ہوں جانے نہیں دوں گا ۔جب گاؤں والوں نے

دیکھا کہ وہ آدمی چور کے قریب پہنچ گیا ہے تو سوچا کہ ہم کیوں پیچھا کریں اور رات بھی اندھیری ہے جب چور کافی دور چلا گیا تو گاؤں والوں سے کہتا ہے کہ آپ جا کے آرام کریں میں چور کو پکڑ کر صبح تک آپ کے پاس لے آؤں گا آپ فکر نہ کریں۔

یہ بات میں نے اس لیے لکھی ہے کہ جس ملک کا ہر آدمی چور ہو پھر چور کو کون پکڑے گا؟ میری بات کئی آدمیوں کو بری بھی لگے گی کہ ہم تو چور نہیں۔ چور وہی نہیں ہوتا جو کسی کا مال چرائے۔ چور کئی طرح کے ہوتے ہیں غاصب کو غاصب نہ کہنا' ظالم کو ظالم نہ کہنا' دھو کے باز کو دھوکے باز نہ کہنا' بلکہ ان کی اتنی صفت کرنا کہ خدا رسول کو بھی پیچھے چھوڑ جانا ،میرا قائد قوم کا چور میرا قائد قوم کا چور یہ قائد غریبوں کے ٹیکسوں سے حج اور عمرے بھی کرتے ہیں اور بیرون ملکوں میں جا کے اپنے زکام کا چیک اپ کراتے ہیں۔ایک آدمی کے ساتھ دوسرے سات آٹھ آدمی ہوتے ہیں غضب تو یہ ان میں سیاسی مولوی بھی ہوتے ہیں باقی کیا بچا قوم کے لئے جن پر حکومت کا لاکھوں کروڑوں کا خرچہ اٹھتا ہے۔ یہ لیڈر قوم کا کام کون سا کرتے ہیں ان کا لقمہ بھی جو یہ کھاتے ہیں سور کی check قریب کا ہوتا ہے آپ ہی بتائیں اس قوم میں چور کون اور صاعد کون ہے۔اس میں ہم سب شامل ہیں کیونکہ ہمارا قبلہ درست نہیں اسی لیے ہمارا یہ حال ہے۔

ایک دن شہباز نے بیان میں کہا تھا کہ ہم تمہیں چودہ سو سال پیچھے لے جائیں گے اس بات کے کیا معنی ہوئے جس طرح وزیر فوزیہ وہاب نے بھی اپنے دین پر کچھ فرمایا تھا اور پوری قوم وہ بات سن رہی تھی ان لٹیروں کے بیان بھی سن لیں اور ان کے نیک کام بھی دیکھ لیں، پھر قہر خدا کا کیوں نہ آئے ہم پر،

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو معاف کرے۔ اس قوم کو یہ بڑے بڑے بول ہی لے ڈوبیں گے۔ باتیں صحابہ کی اور کام شیطانوں والے۔ یہ جو پاکستان میں جعلی ڈگریوں کا شور مچا ہوا ہے کہ لوگ جعلی ڈگریوں پر الیکشن لڑ رہے ہیں یہ جعلی ڈگریوں والی بات تو کوئی آج کی نہیں اس ملک میں یہ جعلی ڈگریوں کی بات تو بہت ہی پرانی ہے۔ہمارے تو جرنیل بھی جعلی ڈگریوں پر جرنیل بنے ہیں ہمارے تو جج بھی جعلی ڈگریوں پر جج بنے ہیں۔اس لیے لوگ انصاف کو آج بھی تلاش کر رہے ہیں جو لوگوں کو نہیں مل رہا۔ ہمارے لوگ تو ڈاکٹر بھی آج بھی تلاش کر رہے ہیں جو لوگوں کو نہیں مل رہا۔ ہمارے تو ڈاکٹر بھی جعلی ڈگریوں پر ہسپتالوں میں ڈاکٹری کر رہے ہیں۔اسی لیے لوگ ہسپتالوں میں مر رہے ہیں۔ہمارے تو پولیس کے افسر بھی جعلی ڈگریاں دکھا کے بڑی بڑی پوسٹوں پر بیٹھے ہیں جن کو دیکھ کے انسان کو خوف آتا ہے جیسے یہ انسان نہیں کوئی اور مخلوق ہیں۔ پاکستان کے تو بڑے بڑے اداروں میں جو ڈکٹیٹر بنے بیٹھے ہیں ان کے پاس بھی جعلی ڈگریاں ہیں۔اس لیے یہ ادارے تباہ ہو رہے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ پتا نہیں چل سکا کہ یہ جعلی ڈگریاں بنتی کہاں ہیں جو ان نکمے لوگوں کو مل جاتی ہیں؟ جن بیچاروں کے پاس اصل ڈگریاں ہوتی ہیں ان کو تو عام سی بھی نوکری بڑی مشکل سے ملتی ہے اور جعلی ڈگریوں والے اس ملک کے بادشاہ بنے بیٹھے ہیں۔اس طرح کب تک چلے گا اس قوم کا خدا ہی حافظ ہے اسی لیے اس ملک پر کوئی نہ کوئی آفت آئی رہتی ہے مگر پھر بھی اس قوم کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ جیسے اٹھارہویں ترمیم کہا جاتا ہے اس سے عام آدمی کو کیا فائدہ؟ یہ تو سیاست دانوں کا شطرنج کا کھیل ہے کبھی گاٹی ادھر اور کبھی گاٹی ادھر کر دی۔ جو کہتے ہیں کہ پاکستان میں عدالتیں آزاد ہوگئی ہیں کیا لوگوں کو بغیر رشوت کے انصاف مل رہا ہے؟ جواب ''نہیں'' پھر آزادی کس بات کی؟ یہ قوم کو دھوکا دینے والی بات ہے پاکستان میں جو جمہوریت ہے یہ امریکہ کی دی ہوئی جمہوریت ہے جو پاکستانی قوم پر تھوپی گئی ہے جس پاکستانی قوم

کو کبھی روٹی کپڑے کی پڑی تھی آج اس قوم کو اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے۔ نکمے سیاستدانوں کو اپنی سیاست کی پڑی ہے اور لوٹ کھسوٹ کی، جو واقعہ داتا دربار ہوا اللہ معاف کرے اس قوم کو۔ پنجاب کے وزیروں کے کتوں کے ساتھ بھی پہرے دار ہوں مگر افسوس کہ ان ناپاک سیاستدانوں میں نہ خدا کا خوف نہ ان میں کوئی غیرت نام کی کوئی چیز۔ یہ جو لقمہ بھی کھاتے ہیں وہ بھی حرام کا ہوتا ہے جس سے غیرت ماری جاتی ہے مگر ان کو تو غیرت چاہیے ہی نہیں۔

میں نے ایک سمجھدار بزرگ سے کہا کہ حکومت میں ایماندار آدمیوں کو لانا چاہئے تو اس نے آگے سے مجھے کہا کہ بھائی پاکستان میں ایماندار آدمی لاؤ گے کہاں سے؟ کہنے سے تو سبھی ہی ایماندار ہوتے ہیں۔ تو میں اس بزرگ کا منہ دیکھتا رہ گیا کہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں ، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں پھر بھی پاکستان میں ایماندار آدمیوں کی کمی ہے؟ پھر یہ سب کچھ کیوں صرف دکھلاوے کے لئے کر رہے ہیں جو روز محشر ان بے ایمان لوگوں کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ یہ خط میں نے پاکستان کے بہت سے اخبارات اور ٹیلی ویژن چینلوں کو ارسال کیا اور ساتھ ہی میں نے اپنی پاکستان پر لکھی نظم جس کا نام '' میرا پاکستان '' ہے اس خط کے ساتھ ہی ارسال کیا تھا جب کہ میں نے اپنی ساری زندگی غیروں کے ملک میں گزار دی اور اسی آس میں رہا کہ کب ملک کے حالات ٹھیک ہوں تو اپنے ملک میں جا کے رہوں مگر میرے ملک کے حالات ٹھیک ہونے کی بجائے دن بدن ان بدنام سیاسی لٹیروں کی وجہ سے خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب تو لگتا ہے کہ اپنے باپ دادا کی قبریں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوں گی۔ یہ سب ان ناپاک اور بے ایمان لیڈروں کی وجہ سے ہوا ہے جنہوں نے بیرون ملک پاکستانیوں کو ناامیدی سے سوچنے پر مجبور کیا اور پاکستانیوں کی آرزو کو دل ہی میں رہنے دیا۔ جو لوگ بیرون ملک رہتے ہیں وہ ان دھوکے بازوں کے دھوکے میں نہ آئیں اپنی جھوٹی انا کے لئے ، خدارا! اپنے ایمان کا بھی خیال کریں۔

دوستو یہ جوتا بھی کمال کی چیز ہوتا ہے
کبھی لیڈر کے پاؤں میں اور کبھی لیڈر کے سر پہ ہوتا ہے

میں دوڑا اس لیے کے سب سے آگے نکل جاؤں گا
جب آنکھ کھول کے دیکھا تو اپنی لحد کے سامنے کھڑا تھا

☆ انسان خاک ہی سے پیدا ہوا ہے۔
☆ انسان خاک ہی کھاتا ہے۔
☆ انسان خاک ہی پہنتا ہے۔
☆ انسان خاک میں ہی رہتا ہے۔
☆ انسان نے خاک ہی میں جانا ہے
☆ یہ اصلیت ہے انسان کی۔

☆☆☆☆☆

مرد کو بھی ماہواری ہوتی ہے جیسے عورت کو

یہ بات اس طرح ہے کہ جس طرح عورت کو ہر ماہ ماہواری ہوتی ہے مرد کو بھی اسی طرح ہر ماہ ماہواری ہوتی ہے مگر مرد اور عورت کی ماہواری میں فرق ہوتا ہے ۔عورت کی ماہواری کا تو پتا نہیں کس عمر میں شروع ہوتی ہے اور کس عمر میں جا کے ختم ہوتی ہے لیکن مرد کی ماہواری سولہ سال سے لے کے تقریباً پچاس سال تک رہتی ہے جب مرد کی ماہواری کے دن ہوتے ہیں تو اس وقت مرد پر پاگل پن سوار ہو جاتا ہے ۔اگر مرد کے پاس اس وقت بیوی ہے تو پھر اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا اور جو مرد غیر شادی شدہ ہے یا بیوی پاس نہیں تو اس کے لئے وہ وقت بڑا مشکل ہوتا ہے جو مرد حضرات قوت والے ہوتے ہیں وہ تو صبر سے کام لیتے ہیں اور احتلام ہو جانے سے ان کی جان چھوٹ جاتی ہے اور جو کمزور ہوتے ہیں تو وہ اس وقت کسی غلط عورت کے پاس چلے جاتے ہیں وہ اس طرح اس کا حل کر لیتے ہیں ۔ جو ان سے بھی کمزور اور بے عقل ہوتے ہیں وہ کسی جانور سے اپنی حاجت پوری کر لیتے ہیں ۔ جو ان سے بھی پرلے درجے کے بیوقوف ہوتے ہیں وہ اپنی حاجت کسی معصوم بچے سے پوری کرتے ہیں پھر اپنا فعل چھپانے کے لئے ان معصوموں کا قتل کر ڈالتے ہیں ۔جن کی عمریں تقریباً پانچ سے آٹھ سال کی ہوتی ہیں جو آئے دن اخباروں میں بھی آتا رہتا ہے یہ ایک میڈیکل چیز ہے جس کو لوگ کم ہی جانتے ہیں اکثر تو اس چیز کو ڈاکٹر بھی کم ہی جانتے ہیں ۔ یہ دس دن مرد پر بہت بھاری ہوتے ہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں اس چیز کا پاکستانی ڈاکٹروں کو تو بالکل ہی پتا نہیں ہوگا کہ مرد کے ساتھ ایسا بھی ہوتا ہے ۔

انسان کی صحت کا راز

آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ انسان کا معدہ بیماریوں کا گھر ہوتا ہے یہ بیماریاں انسان اپنے منہ سے داخل کرتا ہے جو زبان کا چسکے دار ہو وہ اپنے معدے میں بیماریاں جلد داخل کر دیتا ہے جو چیز جتنی لذت دار ہو گی وہ اتنی ہی صحت کے لئے خراب ہو گی۔ اس لیے زبان کے چسکے پر نہیں جانا چاہئے اور جو غذا بے لذت ہو گی وہی صحت کے لئے اچھی ثابت ہو گی اور کم کھائی جاتی ہے۔ جتنی لذت صحت میں ہے اتنی لذت کسی اور چیز میں نہیں ہوتی۔ وہ اس طرح کہ اگر صحت ٹھیک ہو اور گھر میں کوئی پریشانی آ جائے تو انسان اس کو بڑے آرام سے قابو پا لیتا ہے۔ لیکن اگر انسان پہلے ہی بیمار ہو تو پھر اس کے لئے مشکل اور بڑھ جاتی اور کبھی بھی انسان کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھانا چاہئے اور جب بھی کھانا کھائے تو وقت پر ہی کھائے بے وقت نہ کھائے۔ اس سے معدے میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

جس نے کھانا کھانے کے بعد ڈکار مارا اس نے اپنے معدے پر ظلم کیا اور انسان اپنی نیند کا بھی خاص خیال رکھے اگر کوئی ان چیزوں پر عمل کرے گا تو اس کو ڈاکٹر کے پاس کم ہی جانا پڑے گا جو ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے۔ ان کے چہروں کی رونق بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور ان پر بڑھاپا بھی جلد طاری ہو جاتا ہے۔

میں نے اس بات پر ساری زندگی عمل کیا ہے اور اب بھی اس پر عمل کر رہا ہوں میں اس عمر تک پہنچ گیا ہوں اور مجھ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے اب تک کوئی بھی دکھ نہیں اور میں ڈاکٹروں کے پاس بھی کم ہی گیا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ڈاکٹروں کی دوائیوں سے آدھی بیماری تو ان دوائیوں میں ہوتی ہے جس نے خوبصورت اور جوان ہمیشہ رہنا ہو وہ ان چیزوں پر عمل کرے گا اس کے لئے مزے ہی مزے ہیں۔ ورنہ چسکا تو تھوڑی دیر کا اور تکلیف لمبی ہو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تب ہو گا جب انسان گھر کا ہی کھانا کھائے گا ورنہ نہیں۔

قبض اور الرجی

جن حضرات کو قبض کی شکایت رہتی ہو پہلی بات تو یہ کہ وہ ایسی چیزوں سے پرہیز کریں جن سے اسے قبض کی شکایت رہتی ہے وہ نہ ہی کھائے تو اچھا ہے اس کو پتا ہونا چاہئے کہ کون سی چیز سے اسے قبض ہوتی ہے۔ جن چیزوں سے قبض زیادہ ہوتی ہے وہ ہیں سافٹ ڈرنک یعنی کوکا کولا' سیون اپ' فانٹا یا دوسرے اسی طرح کے شربت ہاں اگر خالص جوس ہو تو وہ ٹھیک ہیں اور انڈہ نہ ابلا ہوا نہ فرائی یہ دونوں قبض کرتے ہیں اگر کچا انڈا گرم دودھ میں ملا کر پیئے تو وہ ٹھیک ہے۔ جن کو قبض زیادہ رہتی ہو وہ فروٹ اور سبزیوں کا استعمال زیادہ کریں اور کھانا کھاتے وقت نیم گرم پانی کا زیادہ استعمال کرے اور ٹھنڈے پانی سے پرہیز کریں کیونکہ ٹھنڈا پانی بھی قبض کرتا ہے۔ جن کو واش روم میں جا کے زیادہ دیر بیٹھنا پڑتا ہو ان کو چاہئے کہ وہ پہلے نیم گرم پانی سے استنجا کرلیں پھر اسے حاجت جلدی ہو جائے گی۔

جن حضرات کو الرجی رہتی ہو، ہر وقت چھینکیں آتی ہوں اور ناک سے پانی بہتا رہے اس کو بھی چاہئے کہ وہ سافٹ ڈرنک اور ٹھنڈے پانی سے پرہیز کرے اس کے لئے اچھا ہے اور کھانا کھاتے وقت وہ بھی نیم گرم پانی پیئے کم از کم اس سے کافی فرق پڑ جاتا ہے۔ الرجی میں دوسرا وہ بھنے ہوئے چنے اور بھنی ہوئی سونف تھوڑے تھوڑے کھائے جب اسے الرجی ہو ان سے اندر کا پانی سوس ہو جاتا ہے اس طرح کافی فرق پڑ جاتا ہے۔

اور جن حضرات کو بواسیر رہتی ہو انہیں چاہئے کہ وہ گرم چیزوں کا استعمال کم کریں یعنی گرم مصالحے' مرچ انڈہ وغیرہ ان چیزوں کا استعمال کم کریں یہ اس وقت ہو گا جب زبان کا چسکا نہ لگائیں۔ بہت سی بیماریاں تو انسان کو زبان کے چسکے سے لگ جاتی ہیں۔ چسکا تو تھوڑی دیر کے لئے اور تکلیف ساری زندگی کے لئے۔ پھر آدمی ڈاکٹروں کے پاس چکر لگانے شروع کر دیتا ہے صحت بھی گئی پیسہ بھی گیا جتنی لذت صحت میں ہے اتنی لذت کسی اور چیز میں نہیں۔ مگر کیا کریں یہ انسان چسکوں کے لئے تو پیدا ہوا ہے مگر چسکے بھی تھوڑی دیر کے لئے ،خدا حافظ ہم سب کا۔

☆☆☆☆☆

شادی کے بعد لڑکی لڑکے کے نئے رشتے

جب کسی لڑکی لڑکے کی شادی ہوتی ہے تو ساتھ نئے رشتے بھی شروع ہو جاتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔لڑکے کے لئے ساس، سسر ،سالی اور سالا جب کہ لڑکی کے لئے ساس، سسر ،دیور، جیٹھ اور نند۔ایسے نام پتا نہیں کسی نے کیوں رکھے ہیں یہ تو وہی جانتا ہو گا جس نے سب سے پہلے ایسے نام رکھے ہیں وہ بھی کتنے پیارے نام رکھے جن میں ادب نام کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔

جب لوگ اپنی بیٹی کو پال پوس کر دوسرے کے حوالے کر کے اسے اپنا بیٹا بناتے ہیں تو آگے سے انہی کو گالیاں بھی سننی پڑتی ہیں۔جب لڑکا اپنا منہ پھاڑ کر یہ کہتا ہے کہ یہ ہے میری ساس اور سسر اور یہ ہے میری سالی اور سالا اور وہ بے چارے دوسروں کی طرح سن کر خاموش ہو جاتے ہیں آخر وہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔جب انسان پھنس جاتے ہیں تو پھر کریں بھی کیا! اسی طرح لڑکی بھی کہہ دیتی ہے کہ یہ ہیں میرے ساس ،سسر، نند، جیٹھ، دیور۔دوسری طرف لڑکی کے ماں باپ لڑکے کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہے ہمارا داماد یا جماترا جو اچھے الفاظ نہیں۔دوسری طرف لڑکے کے ماں باپ بھی لڑکی کو بہو کہہ دیتے ہیں۔یہ بھی کوئی اچھے الفاظ نہیں۔

میرے خیال میں یہ رشتے اپنی جگہ ٹھیک ہی سہی مگر ان رشتوں کو اپنی زبان پر نہیں لانا چاہئے کیونکہ ان میں ادب والی کوئی بات نظر ہی نہیں آتی بعض تو اتنے بے ادب ہوتے ہیں کہ انہی کے منہ پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ میرا سسر، ساس ،سالی یا سالا ہے۔ ہم جب کسی کو گالی دیتی ہیں تو یہی الفاظ کہتے ہیں کہ تو میرا سسر، ساس، سالی یا سالا ہے تو یہ سن کر وہ آگ بگولا ہو جاتا ہے پھر ان الفاظ میں کون سا ادب ہوا جن کو آدمی سن کر پریشان ہو جاتا ہے۔ہونا تو یہ چاہیے کہ لڑکی کے ماں باپ لڑکے کا نام لیں یا بیٹا کہہ کر پکاریں اگر اس کی پہچان کرانا بھی ہو تو کہیں کہ یہ ہماری لڑکی کے گھر والا ہے یا بیٹی کا خاوند یا میاں ہے نہ کہ یہ کہیں کہ جماترا یا داماد ہے۔ جس طرح یہ پاکیزہ رشتے ہیں ان کو اسی طرح پکارا بھی جائے۔امی، ابو، بہن ،بھائی یا دوسرے رشتے پھوپھی، چاچا، ماموں، خالہ، یہی ان رشتوں کا حق ہے اور ادب ہے ہاں لڑکی کو بھابھی کہنے میں کوئی ہرج نہیں یعنی بہن۔ باقی قابل قبول نہیں ان کو دفن کر دینا چاہئے۔یہ اسی طرح ہے جب مرد عورت کپڑے پہن کر ایک دوسرے کو تو مل سکتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج والی بات نہیں ہوتی لیکن اگر کپڑے اتار دیں تو کون ایک دوسرے کو ملے گا۔اسی طرح یہ الفاظ بھی کہنے والے نہیں ان میں گالی کی بو آتی ہے۔میں نے آج تک کبھی بھی اپنی بیوی کے ماں باپ کو ساس یا سسر نہیں کہا۔نہ ہی اس کے بہن بھائیوں کو سالا یا سالی کہا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اسے الفاظ کو گالی سمجھتا ہوں پھر میں ایسے الفاظ اپنی زبان پر کیوں لاؤں۔میں ان کو پہلے رشتوں سے ہی پکارتا ہوں۔اگر مجھے کہیں ان کا تعارف کرانا بھی ہو تو میں کہتا ہوں ”:یہ ہیں میری بیوی کے ماں باپ یا بہن بھائی۔یہی ہے ان رشتوں کا ادب جو باشعور انسان کے لئے ہے۔اگر پھر بھی کوئی اسے نہیں مانتا تو بھئی نہ مانیں آپ کی اپنی مرضی آپ کو کون پوچھتا ہے۔

یہ رشتے ہیں بڑے ادب والے ان کا کر احترام انسان
پھر آگے چل کے تیرا بھی ہو گا احترام انسان

☆☆☆☆☆

ان شاء اللہ کہہ کر کام نہ کرنے والوں پر

جب آپ کسی کو کوئی کام کرنے کو بولیں تو وہ یہ کہہ دے کہ میں ان شاء اللہ آپ کا کام کروں گا تو سمجھ لو کہ وہ تمہارا کام نہیں کرنے والا کیونکہ اس نے ساتھ ان شاء اللہ جو لگا دیا ہے جس نے کام کرنا ہو وہ خالی یہ کہہ دے گا کہ میں تمہارا یہ کام کر دوں گا۔ پھر سمجھو کہ آپ کا کام ہو گیا کہنا تو یہ چاہئے کہ میں تمہارے یہ کام ان شاء اللہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر کام نہیں کرنا تو پھر صاف کہہ دے کہ براہ مہربانی میں تمہارا کام نہیں کر سکتا یا میرے پاس وقت نہیں۔لیکن کیا کریں لوگ تو خدا سے بھی نہیں ٹلتے تو ان کے سامنے انسان کی کیا حقیقت ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے ایسی باتوں سے بچائے۔آمین!

مبارک باد یا افسوس

جب آپ نے کسی بات پر کسی کو مبارکباد دینی ہو تو بے شک اس کو دیر سے جا کے مبارکباد دیں اور اگر آپ نے کسی بات پر کسی سے افسوس کرنا ہو تو اس میں آدمی کو چاہئے کہ وہ جلدی کرے لیکن اس طرح ہم کرتے نہیں جب کوئی خوشی کی بات ہوتی ہے تو اس میں ہم جلدی کرتے ہیں کہ اس طرح ہمیں کچھ ملنے کی امید ہوتی ہے اگر دیر سے گئے تو کیا ملے گا اور افسوس میں ہم دیر کر دیتے ہیں کہ خواہ مخواہ وقت برباد ہو گا بعد میں دیکھا جائے گا حالانکہ خوشی میں دیر اس لیے کرنی چاہئے کہ جب بھی مبارکباد دیں گے تو اس کی خوشی دوبالا ہو جائے گی اور افسوس اگر دیر سے کریں گے تو اگلے کے زخم پھر کھل جائیں گے جو دوسروں کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔کیا کریں ہماری کون سنتا ہے اتنی بڑی دنیا میں ہماری تو اپنے نہیں سنتے پھر دوسروں کو ہم کیا کہیں۔چھوڑو یار ایسی باتوں میں کیا رکھا ہے۔

میں کیوں ڈروں اللہ تعالیٰ سے

ہم تو آج تک یہی سنتے آئے ہیں علم والے اور دین دار لوگوں سے اور یہ قرآن پاک میں بھی ہے کہ تم اپنے ربّ تعالیٰ سے ڈرو حالانکہ ربّ تعالیٰ تو وہ ہے جو اپنے بندوں کو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ ربّ تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار کیوں نہ کرے کیونکہ ربّ تعالیٰ نے ہی تو اس بندے کو پیدا کیا ہے' ساتھ سب ان نعمتوں کے اور جو رازق مالک بھی ہے اور جس کے ہاتھ میں بندے کی موت زندگی بھی ہے۔ پھر بندہ اپنے ربّ رحیم سے ڈرے کیوں جو بندے کو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔

بندے کو تو اس سے ڈرنا چاہئے جو اس کا دشمن ہو اور اسے نقصان پہنچائے۔ خداوند تو وہ ہے جو بندے کو فائدہ ہی فائدہ پہنچاتا ہے اور بندے کا خیر خواہ ہے۔ چاہے بندہ خطا کار ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے بندے کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے ربّ رحیم سے پیار کرے جس طرح بچے کو اس کی ماں پیار کرتی ہے چاہے بچہ خطا کار ہی کیوں نہ ہو۔ جب بچہ ماں کے سامنے کوئی غلطی کرتا ہے تو بچے کو پتا ہوتا ہے کہ ماں اس پر مجھے ضرور مارے گی کیا بچہ اس وقت اپنا گھر چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں کرتا بچہ پھر بھی ماں کی گود میں ہی پناہ لے گا کہ اس طرح میری ماں کو مجھ پر رحم آ جائے گا اور ہوتا بھی ایسے ہی ہے کہ ماں کو بچے کی اس ادا پر رحم آ ہی جاتا ہے' چاہے ماں کو پہلے بچے پر کتنا ہی غصہ ہو بچے کی اس ادا پر ماں کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

پھر آپ ہی بتائیں جو ربّ تعالیٰ بندے کو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہو وہ بندے پر کتنا بڑا رحیم ہوگا۔ جس ربّ رحیم نے ماں کے دل میں بچے کے لئے پیار اور رحم ڈالا پھر اس ربّ رحیم کے اپنے پیار کی کیا حد ہوگی۔ اپنے بندے کے لئے پھر ایسے ربّ رحیم سے بندہ ڈرے کیوں!!!!!۔

اے بندے! اس ربّ رحیم سے نہ ڈر اگر تو نے ڈرنا ہے بندے تو ڈر اس سے جو تیرا اور تیرے اعمالوں کا دشمن ہے اور تجھے پتا ہے کہ تیرا دشمن کون ہے۔ تیرا اپنا نفس اور شیطان۔ جن کو تو نے اپنے ساتھ ہی رکھا ہوا ہے جو تیرے اعمالوں کو برباد کر رہے ہیں اور تیرا ان دشمنوں سے پیار بھی ہے۔ جو تجھے ربّ رحیم سے غافل بھی رکھے ہوئے ہیں اور ناراض بھی۔ اگر تو ان دشمنوں کو بندے پہچان جائے پھر تو تجھے ربّ رحیم سے ڈرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ مگر جن سے تو نے ڈرنا تھا ان سے تو پیار کرتا ہے اور جس ربّ رحیم سے تو نے پیار کرنا تھا اس سے ڈر رہا ہے۔ بندے کو تو چاہیے کہ وہ اپنے ربّ العالمین سے نہ ڈرے وہ تو پیار کرنے والی ہستی ہے جیسے بچہ اپنی ماں کو پیار کرتا ہے بچہ تو کبھی بھی ماں سے نہیں ڈرتا پھر بندہ اپنے ربّ رحیم سے کیوں ڈرے۔ جو اپنے بندے کو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار

کرتا ہے۔ بندہ تو اس وقت ربّ سے ڈرتا ہے جب بندہ اندر سے شیطان اور اپنے نفس پر چلتا ہے پھر ہر فعل شیطان اور نفس کو خوش کرنے کے لئے کر رہا ہوتا ہے پھر ایسے ڈر کا بندے کو کیا فائدہ۔ جس طرح چور چوری کرتے وقت ڈرتا ہے پھر آپ ہی بتائیں کہ اس کا ڈر اس کو کیا کام آئے گا۔ چور تو بے چارہ سزا سے ڈر رہا ہوتا ہے کہ پکڑا گیا تو سزا ملے گی پھر ایسے ڈر کا بندے کو کیا فائدہ۔ یہ شیطان اور نفس بندے کے اتنے بڑے دشمن ہیں جنہوں نے حضرت بابا آدمؑ اور حضرت مائی حواؑ کو جنت میں وہ پھل کھلا دیا جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام کو منع کیا تھا کہ اگر تم نے یہ پھل کھایا تو میں تم کو جنت سے نکال دوں گا مگر پھر بھی وہ دونوں شیطان کے دھوکے میں آ ہی گئے۔ اس نے ان کو وہ پھل کھلا ہی دیا جس کی وجہ سے بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام کو یہ سزا ملی کہ دونوں کو جنت سے نکلنا پڑا۔ یہ ہیں بندے کے دو بڑے دشمن جن سے بندے کو ڈرنا چاہئے نہ کہ ربّ رحیم سے بندہ ڈرے جو بندے کو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہتا ہے اور خالی منہ سے ڈر ڈر کی رٹ لگا تا رہتا ہے ماسوائے چند بندوں کے جن کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر ایسے نیک بندے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں شیطان اور نفس ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ یہ ہے اصل ڈر بندے کو تو چاہئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ سے حیا کرے جس ربّ العالمین نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نوازا ہے جو ہر چیز کا مالک ہے۔ اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو بجائے حیا کرنے کے پھر وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا کیا۔ اے بندے تو اپنے ربّ رحیم کی نافرمانی چھوڑ اور اپنے ربّ سے حیا کر اور اپنے نفس اور شیطان سے ڈر جو تیرے کھلے دشمن ہیں جن کا قرآن میں بھی حوالہ ہے کہ اپنے دشمنوں سے ڈرو۔ بندے یہ تو منہ کی ڈر ڈر والی رٹ کو چھوڑ دے کیونکہ اندر سے تو کچھ اور ہے اور منہ سے تو کچھ اور کہتا ہے۔ تیرا یہ دوغلا پن تیرے کس کام کا اس طرح تو اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسے دھوکے والے ڈر سے جس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو۔ آمین! ثم آمین

اے بندے نہ ڈر تو اپنے ربّ رحیم سے
وہ تو پیار کرتا ہے تجھ سے ستر ماؤں سے بڑھ کے

اگر تو نے ڈرنا ہے تو ڈر اپنے نفس اور شیطان سے
جو دشمن ہیں تیرے اعمالوں اور تیری آخرت کے

زندگی چار دن کا نام ہے

یہ جو محاورہ بنا ہوا ہے کہ زندگی چار دن کا نام ہے یہ کسی نے کیوں کہا ہے اس بات کو کسی نے سوچا ہے کہ اسے کیوں چار دن کا نام دیا گیا ہے اس نے زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے پھر اسے چار دن کا نام دیا ہے۔ اس طرح پہلا حصہ پہلا دن ہوا جو پیدائش سے لے کے بیس سال تک ہوتا ہے جس میں انسان کچھ نہ کچھ سیکھتا ہے۔ پھر دوسرا حصہ دوسرا دن شروع ہوتا ہے جو بیس سال سے لے کے چالیس سال تک ہوتا ہے اس حصہ میں انسان محنت مزدوری سے کما کر کچھ نہ کچھ بچاتا بھی ہے۔ پھر تیسرا حصہ تیسرا دن شروع ہوتا ہے جو چالیس سال سے لے کے ساٹھ سال تک ہوتا ہے جس میں انسان اپنی بچائی ہوئی کمائی اپنے کاموں میں لگاتا ہے۔ ساتھ کام بھی کرتا ہے۔ اپنے بچوں کی پرورش کرنا اپنی رہائش بنانا' ماں باپ بہن بھائیوں کی خدمت کرنا یا کاروبار کرنا یہ سب اس میں آتا ہے پھر چوتھا حصہ چوتھا دن شروع ہوتا ہے وہ ساٹھ سال کے بعد والا حصہ ہے جس میں انسان ہر ہیرا پھیری والے کام چھوڑ چھاڑ کر توبہ کر لیتا ہے۔ پھر اپنے اللہ کی یاد میں لگ جاتا ہے اگر کوئی اس کے سامنے غلط کام کرے تو وہ اسے منع کرتا ہے اور اپنے خویش قبیلہ میں لگ جاتا ہے کہنے والے نے اس طرح اس کو زندگی چار دن کا نام دیا ہے ایسی باتیں ہم کیوں سوچیں کوئی اور سوچے کہ یہ کسی نے کیوں کہا کہ زندگی چار دن کا نام ہے ہمارا کام تو ہے کھانا اور سونا بس حالانکہ ہر محاورے کے پیچھے کوئی نہ کوئی راز ضرور چھپا ہوتا ہے جسے انسان کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے یہ ہے اکرم کا کھوج آپ کی خدمت میں۔ میں بھی آج تک یہی سنتا آیا ہوں کہ زندگی چار دن کا نام ہے یا زندگی چار دن کا میلا ہے آخر اسے چار دن کا نام ہی کیوں دیا زیادہ یا کم کیوں نہ کہا اسی بات پر میں نے سوچا اور لکھا۔

ایک بزرگ کی بات

کسی غیر مسلم نے کسی بزرگ سے کہا اگر آپ میرے ان تین سوالوں کا جواب دے دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ سوال اس طرح ہیں:

جب خدا نظر نہیں آتا تو اسے کیوں مانتے ہو؟

دوسرا سوال یہ ہے اگر شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے تو اسے آگ کیسے جلائے گی؟

تیسرا سوال یہ ہے جب کہ سب کچھ خدا کی مرضی پر ہوتا ہے تو پھر انسان کا اس میں کیا دخل ہے؟

تو اس بزرگ نے اسے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا کے دے مارا اور کہا ''یہ ہے تیرے تینوں سوالوں کا جواب''

وہ غیر مسلم قاضی کے پاس جا کے کہنے لگا کہ فلاں بزرگ سے میں نے سوال پوچھے تو اس نے آگے سے مجھے مٹی کا ڈھیلا دے مارا جس سے مجھے درد ہوا تو قاضی نے اس بزرگ کو بلا کر کہا ''آپ نے اس آدمی کو ڈھیلا کیوں مارا؟''

بزرگ نے کہا کہ میں نے تو اس کے سوالوں کا جواب دیا ہے۔ پہلا سوال اس کا خدا نظر نہیں آتا تو اسے کیوں مانتے ہو تو جواب یہ ہے اگر اسے درد ہوا ہے ڈھیلے سے تو اپنا درد دکھائے مجھے۔ دوسرا سوال یہ تھا مجھ سے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے تو اسے آگ کیسے جلائے گی میں نے مٹی کا ڈھیلا مٹی کو مارا تو مٹی کو درد کیسے؟ تیسرا سوال اس کا یہ تھا کہ اگر ہر کام خدا کی مرضی پر ہوتا ہے تو پھر انسان کا اس میں کیا دخل؟ اگر ہر کام خدا کی مرضی پر ہوتا ہے تو پھر اس نے مجھے آپ کی عدالت میں کیوں بلایا ہے۔ اس طرح تو میں بے قصور ہوں جب یہ بات اس نے بزرگ کی سنی تو وہ غیر مسلم مسلمان ہو گیا اور قاضی بھی خوش ہو گیا بزرگ کی بات سن کر۔ یہ بات مجھے اچھی لگی اور میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آمین!

سیلاب زدگان اور ہمارا قومی ٹی وی

یہ بات میں اس وقت کی آپ کو سنا رہا ہوں جب پاکستان میں اگست 2010ء کو سیلاب آیا تھا اس وقت میں انگلینڈ کے شہر بلیک برن میں رہتا تھا۔ رمضان شروع ہو چکا تھا جب میں صبح سو کر اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اے آر وائی ٹی وی پر پاکستان میں سیلاب آیا ہوا ہے جس میں انسان، جانور، مکان سب کچھ بہہ رہا ہے تو اس وقت پیارے وطن کی یہ حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ کتنی بڑی آفت پاکستان پر آن پڑی ہے۔ یہ سب ہمارے اعمالوں کی ہی سزا ہے کہ دنیا میں کہیں سیلاب نہیں اور پاکستان سیلاب میں ڈوبا ہوا ہے اور پاکستان کا صدر اس وقت دنیا کی سیر کر رہا تھا۔ جب دوسرے دن میں نے پاکستان ٹی وی کو آن کیا کہ دیکھوں کہ ہمارا قومی ٹی وی سیلاب کی کیا خبریں دے رہا ہے جب کہ پاکستان کا ہر ٹی وی چینل سیلاب کی پل پل کی خبریں دے رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں اپنے قومی ٹی وی پر ایک میم اور صاحب بیٹھے ہیں اور لوگوں کو یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کسی کو نور جہاں کے پرانے گانے سننے ہوں تو ہمیں فون کر کے فرمائش کر سکتے ہیں جیسے پاکستان میں کوئی خوشی کا دن ہے اور کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ اس وقت پاکستان سیلاب میں آدھا ڈوب چکا تھا جب کہ قومی ٹی وی کو سیلاب کی پل پل خبریں دینی چاہئیں تھی تا کہ لوگ اس آفت سے باخبر ہوں جیسے دوسرے پاکستانی ٹی وی سیلاب کی خبریں دے رہے تھے۔ مگر افسوس کہ قومی ٹی وی پر ڈرامے اور فیشن دکھایا جا رہا تھا۔ جب کہ اس وقت پاکستان سیلاب میں آدھا ڈوب چکا تھا۔

جب میں نے تیسرے دن پھر پاکستانی ٹی وی کو دیکھا تو اس وقت بھی سیلاب کی کوئی خبر نہیں سنی جب کہ باقی ٹی وی سیلاب کی پل پل کی خبریں دے رہے تھے اور پاکستانی ٹی وی اس وقت بھی دوسرے پروگرام دکھا رہا تھا جیسے ملک میں کچھ ہوا ہی نہیں ، خالی خبروں میں سیلاب کی کچھ جھلکیاں دکھائی جا رہی تھی۔ منسٹر صاحب خالی کپڑوں میں سیلاب کا نظارہ لے رہے ہیں۔ میرا یہ کہنا ہے کہ یہ پاکستان کے ٹی وی پر قوم کا اتنا خرچ آتا ہے یہ خالی برائی کے لئے چل رہا ہے کیا اس پر قوم کو کوئی اچھا پروگرام دکھایا جاتا ہے جس سے قوم کو کوئی فائدہ ہو۔ اس پر تو ڈرامے اور گانے سننے کو ملتے ہیں یا فیشن زدہ عورتوں کو نیم عریاں دکھایا جا رہا ہوتا ہے جس کو ہر پاکستانی اپنے گھروں میں دیکھ سن رہا ہوتا ہے۔ جس پاکستان میں بڑے بڑے عالم فاضل رہتے ہیں اور پیر بزرگ بھی ہیں جن کے گھروں میں یہ فحش پروگرام دیکھے جا رہے ہوتے ہیں جن بزرگوں کے نام کے ساتھ دوسرے بھی کئی کئی نام ہوتے ہیں یعنی دین کو جاننے والے کیا یہ دیندار

لوگ جو دین کو جاننے والے ہیں ان کے سامنے پاکستان ٹی وی پر جوفحاشی پھیلائی جارہی ہے۔فیشن اورفحش گانوں کے روپ میں۔کیا یہ بزرگ ایسے پروگرام بندنہیں کراسکتے تاکہ مسلمانوں کے گھروں تک برائی نہ پہنچے۔ ہاں میں بات کررہا تھا سیلاب کی جس میں لوگ تباہ و برباد ہورہے تھے اور کچھ کی اس سیلاب کی وجہ سے چاندی بھی ہونی والی تھی جیسے پانچ سال پہلے زلزلے میں لوگوں کی چاندی ہوئی تھی جنہوں نے غریبوں کے پیسوں سے خوب ہاتھ رنگا کوٹھیاں، محل بنوائے اور بڑی بڑی گاڑیاں خریدی اور جن غریبوں کے لئے لوگوں نے چندہ جمع کر کے بھیجا تھا وہ تو آج بھی کیمپوں میں پڑے ہیں اور کوئی بھی ان کی سننے والا نہیں۔جتنا پیسہ یورپ سے گیا وہ سب منسٹر کھا گئے یا ان کی اولادیں عیاشی کر رہی ہیں حرام سور سے۔اب جب پاکستان میں سیلاب آیا تو یورپ کے لوگ خاص طور پر کے انگلینڈ کے لوگ یہ کہتے سنے گئے کہ اب کوئی بھی حکومت کو پیسے نہ دے کیونکہ حکومت والے پہلے کی طرح یہ چندہ بھی کھا جائیں گے اور سیلاب زدگان خالی ہاتھ رہ جائیں گے مگر پھر بھی لوگوں کو اپنے بھائیوں کی مدد ہر حال میں کرنا تھی اور لوگوں نے اپنے اپنے ذرائع سے سیلاب زدگان کی مدد شروع کر دی تھی پھر لوگوں نے دل کھول کر سیلاب زدگان کی مدد کی جن میں ہمارے کچھ پاکستان کے ٹی وی بھی پیش پیش تھے جنہوں نے پاکستانیوں کی مدد سے خوب سیلاب زدگان کی مدد کی اور ہر آدمی نے اس میں اپنا اپنا حصہ ڈالا۔اس میں ایک انڈین ٹی وی بھی تھا جس کا نام انہوں نے امہ ٹی وی رکھا تھا یعنی امت جو ہمارے بلیک برن میں ہی ہے۔یہ ٹی وی بھی سیلاب زدگان کے لئے چندے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔خدا انہیں خوش رکھے جو پاکستان میں جا کے مدد کر رہا تھا۔لوگوں کو کھانا پینا، لباس، دوائیاں، کیمپ ہر ضروریات پوری کر رہے تھے بعد میں عید پر قربانیاں بھی لوگوں میں تقسیم کیں۔پھر انہوں نے سیلاب زدگان کے لئے مکان اور مسجدیں بھی بنانا شروع کر دی ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اس خدمت کی جزادے۔آمین!

جو پاکستانی بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں اب میں اپنی بات کرتا ہوں کہ جب میں نے سیلاب زدگان کی یہ حالت دیکھی تو بہت دکھ ہوا۔لوگ بے سروسامانی کی حالت میں پڑے ہیں جن کو کوئی پوچھنے سننے والا نہیں۔پھر دل سے یہ دعا نکلی کہ اے میرے رب اتنی بڑی آفت اپنے کرم فضل سے ٹال دے اور اپنے ان بندوں پر اپنا کرم کر۔آخر میں بھی انسان تھا اور زلزلے والی بات کو بھول گیا کہ وہ پیسے میرے کہاں گئے جو میں نے زلزلے والوں کی مدد کی۔میرے جاننے والا پاکستان جا رہا تھا تو میں نے اپنے پیسے اس کو دے دیئے جس میں میری زکوٰۃ کے پیسے بھی تھے کچھ اور بھی دیئے کہ تو خود جا کے سیلاب زدگان کو دینا کیونکہ مجھے کسی پر بھروسہ نہیں رہا جو میں نے مدد کی تھی وہ میرے حساب سے بہت کم تھے میں اور بھی مدد کرنا چاہتا تھا مگر سوال یہ تھا کہ یہ مدد کروں کیسے؟ انہی دنوں میں اُمہ ٹی وی دیکھ رہا تھا اس میں ایک انڈین جس کا نام موسیٰ بھائی تھا بیٹھا جو سیلاب زدگان کے چندے کی باتیں کر رہا تھا جس کو میں اچھی طرح جانتا تھا جو ایسی باتوں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتا ہے وہ بوسنیا میں بھی مسلمانوں کی مد کے لئے گیا تھا اور جب پاکستان میں زلزلہ آیا تھا اس وقت بھی موسیٰ بھائی پاکستان میں لوگوں کی مدد کے لئے گیا تھا اور اس نے جا کے لوگوں کی مدد کی جس میں میں نے بھی حصہ ڈالا تھا کیونکہ مجھے اس شخص پر پورا پورا بھروسہ تھا۔پروگرام کے بعد میں نے موسیٰ بھائی کو فون کیا کہ بھائی میں بھی سیلاب زدگان کی مدد کرنا چاہتا ہوں اور تم آ کے مجھ پیسے لے جاؤ۔وہ اسی وقت میرے پاس آ گیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں سیلاب زدگان کے لئے دو مکان بنوانا چاہتا ہوں ایک مکان اپنی ماں کے نام پر دوسرا اپنے باپ کے نام پر اور ایک خدا کا گھر مسجد بنوانا چاہتا ہوں۔ان تینوں

پر کل کتنی رقم خرچ ہوگی تو موسیٰ بھائی نے کہا کہ ایک مکان پر دو ہزار پونڈ خرچ آئے گا اس طرح دو مکان پر چار ہزار پاؤنڈ ہوں گے اور مسجد چار ہزار پونڈ کی ہوگی کل رقم آٹھ ہزار ہوئی تو میں نے اسے آٹھ ہزار دے دیا۔ ساتھ میں اس کا شکریہ بھی ادا کیا کیونکہ میرے دل کی مراد اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری کی۔ ساتھ میں نے کسی غریب بچی کی شادی کرانے کے لئے اور رقم بھی دی جس کی حد کچھ سو پونڈ تھی پھر اور بھی کچھ نہ کچھ غریبوں کی مدد کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول کرے۔ اُمہ ٹی وی اور موسیٰ بھائی کی طرف سے جو پاکستان میں کام کر رہے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ عارف حسین شاہ دوسرے بشیر ملک اعوان پولیس انسپکٹر ڈی۔ ایس۔ پی تیسرے ہیں نصیر عولخی یہ تینوں صاحب جب سے سیلاب آیا ہے اس دن سے لے کر اب تک کام کر رہے ہیں بغیر کچھ لیے سب کام کاج کر رہے ہیں۔ اپنا کام چھوڑ کر لوگوں کی ہر طرح مدد کر رہے ہیں جن میں مکان بنوانے، مسجدیں بنوانی، بچوں کے درس بنوانے ساتھ بہت سی بچیوں کی شادیاں بھی کروائیں۔ یہ اللہ کے نیک بندے خلوص دل سے غریب لوگوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمت کو قبول کرے۔ اُمہ ٹی وی والا جس کا نام عارف ہے اور موسیٰ بھائی یہ دونوں ہیں تو انڈین لیکن انڈیا ہو، چاہے بنگلہ دیش ہو ، چاہے وہ پاکستان ہو یہ پہنچتے ہیں ہر حال میں۔ ان کے دل میں انسانیت کا درد ہے جن جگھوں میں میرے ماں باپ کے نام کے مکان اور مسجد اور ساتھ بچوں کا درس بھی بنوایا ہے۔ اُمہ ٹی وی اور موسیٰ بھائی نے پاکستان میں ان تین آدمیوں کی مدد سے ان تینوں جگھوں کے نام یہ ہیں۔ پہلا ضلع راجن پور تحصیل جام پور گاؤں ڈوڈہ جانا، دوسرا ضلع راجن پور گاؤں موجاہروں نزدیک گورنمنٹ پولٹری فارم۔ تیسرا ضلع راجن پور پیراں شاہ کوٹلہ مغلاں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس حقیری چیز کو قبول کرے اور اس کا ثواب میرے ماں باپ اور میرے وہ بزرگ جو اس دنیا سے جا چکے ہیں ان سب کو اس کا ثواب عطا فرمائے۔ آمین!

سیلاب زدگان کے لئے میں نے جہاں جہاں مکان بنوائے ہیں اپنے ماں باپ کے ثواب کے لئے وہ مکان ان ان جگھوں پر ہیں۔

ایک مکان ضلع راجن پور تحصیل جام پور گاؤں ڈوڈہ جانا یہ مکان ایک بیوہ جس کی چھ بچیاں اور ایک بچہ ہے میں نے ان کے لئے بنوایا ہے ماں باپ کے ثواب کے لئے۔

دوسرا مکان ضلع راجن پور تحصیل جام پور گاؤں پیراں شاہ کوٹلہ مغلاں یہ مکان بھی ایک بیوہ اور اس کے دو بچے جو معذور ہیں جن کو میں ہر ماہ پندرہ پونڈ دینے شروع کئے ہیں جو اپنے ماں باپ کے ثواب کے لئے بنوایا ہے اللہ تبارک قبول کرے۔

تیسری مسجد اور ساتھ بچوں کا درس بھی ہے جہاں بچے پڑھتے ہیں دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کرتے ہیں یہ ضلع راجن پور تحصیل جام پور گاؤں موجاہرول نزدیک گورنمنٹ پولٹری فارم۔ یہ مسجد اور درس بھی میں نے اپنے ماں باپ اور جو جو میرے بزرگ ہو گزرے ہیں ان سب کے ثواب کے لئے بنوائے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس حقیری چیز کو قبول پائے۔ آمین!

اور دو بچیوں کی شادی کے جہیز کی رقم بھی دی ہے اور کچھ غریبوں کی بھی مدد بھی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس ہر چیز کو قبول کرے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

بدمعاش یعنی بڑا حرامی

ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہوتی جارہی ہے بدمعاش بننے والی، اگر کسی کو بدمعاش کہو تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے کہ لوگ مجھے بدمعاش کے نام سے جانتے ہیں پھر وہ اکڑ اکڑ کے چلتا ہے تاکہ لوگوں پر میرا رعب رہے کہ بدمعاش صاحب جارہا ہے۔ اس نے اپنے جیسے اور کئی ساتھی ملا رکھے ہوتے ہیں دوسروں پر رعب ڈالنے کے لئے۔ جب کہ ہر برا کام کرنیوالے کو لوگ حرامی ہی کہتے ہیں تو جو بدمعاش ہوتے ہیں وہ کون سے نیک کام کرتے ہیں۔ جب ان کو بدمعاش کہو تو وہ خوش ہوتے ہیں اور جب ان کو کوئی حرامی کہے تو وہ جھگڑنے آتے ہیں۔ وہی بتائیں کہ حرامی اور بدمعاش میں فرق ہی کیا ہے جس سے وہ خوش بھی ہوتا ہے اور ساتھ ناراض بھی حالانکہ ہوتے دونوں برابر ہیں پھر فخر کس بات پر ہوا۔ حالانکہ بدمعاش تو بڑا حرامی ہوتا ہے جس سے مخلوق خدا کو تکلیف ہوتی ہے۔ ہر آدمی اسے گالیاں ہی دیتا ہے اور ساتھ اسے بدعائیں ہی ملتی ہیں۔

کاش اسے پتا ہو کہ بدمعاش کے معنی کیا ہوتے ہیں پھر تو وہ کبھی بھی اپنے آپ کو بدمعاش نہ کہلائے کہ یہ اتنی بڑی گالی ہے۔ حرامی کے معنی بغیر باپ کے تو بدمعاش بھی تو اسی میں آتے ہیں پھر فخر کس بات پر؟ یہ تو ان کے لئے بدنصیبی ہے جو لوگوں سے اپنے ماں باپ کو گالیاں دلا رہے ہوتے ہیں اور ان کو ثواب پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو تو بدمعاش کہلا رہا ہوتا ہے۔ اس کے بدلے لوگ اس کے ماں باپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان بے چاروں کو کیا پتا کہ ہمارا صاحب زادہ کیا کرتوت کر رہا ہے۔ یہ تو بدمعاش صاحب کو سوچنا چاہئے کہ قصور تو میرا ہے اور گالیاں میرے ماں باپ کو لوگ دے رہے ہیں ایسا کیوں؟ اب تو یہ بدمعاش حضرات اپنے آپ کو معزز بھی کہلاتے ہیں اور حکومتوں میں بھی نظر آرہے ہیں۔ نظر ہی نہیں آرہے بلکہ ان بدمعاش کا حکومتوں میں پورا پورا عمل دخل بھی ہوتا ہے جسے آپ ملک کو ہائی جیک کرنا کہہ سکتے ہیں۔

یہ ہے آج انسان کی سوچ جسے پہلے وقتوں میں برا بھلا کہا جاتا تھا اب وہی چیزیں یہ انسان بڑے فخر سے کر رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اب تو ترقی کا دور ہے اس لیے ہر چیز حلال پاک ہوگئی ہے۔ نہ ماں کی قدر نہ باپ کی ، نہ اپنوں کی قدر نہ پرائے کی قدر۔ آگے چل کے دیکھئے کیا ہوتا ہے دعا تو یہی ہے کہ رب العالمین اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کو جو چند گھڑیوں کا اس دنیا میں مہمان بن کر آیا ہے راہ راست پر ہی رکھے۔ آمین !

اے انسان اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے اپنی ساری مخلوق سے افضل اور باشعور پیدا کیا۔ یہاں تک کہ تجھے اپنے فرشتوں سے بھی عالی مقام دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے خاک سے پیدا کیا ہے اور تو وہ انسان ہے جس نے اپنے آپ کو خود ہی ذلت و

رُسوائی اور پستی میں گرالیا ہے کہ کوئی تمھیں بدمعاش کہے اور تم نے جانا کہ بدمعاش کے معنی کیا ہوتے ہیں۔ اگر تجھے اس کے معنی نہیں آتے تو میں تجھے بدمعاش کے معنی بتاتا ہوں بدمعاش کے معنی ہیں بڑا حرامی یعنی بغیر باپ کے۔ کیا تو افضل مخلوق ہوتے ہوئے ایسے ذلت رُسوائی والے الفاظ قبول کرے گا؟ وہ بھی اس حقیر دنیا کی خاطر؟ پھر تو تیری عقل پر ماتم کرنا چاہئے جو اپنے ساتھ اپنے ماں باپ کو بھی دوسروں سے خواہ مخواہ میں گالیاں دلا رہا ہوتا ہے۔ جن بے چاروں کا یہ قصور ہوتا ہے کہ انہوں نے تجھے جنم بھی دیا اور پالا پوسا بھی اور اس کے بدلے میں تو ان کو کیا دے رہا ہے؟ اس پر بدمعاش صاحب ذرا سوچ بچار بھی کر لیا کر کہ تجھے ماں باپ کو کیا دینا چاہئے تھا اور تو ان کو کیا دے رہا ہے۔ ذلت اور رسوائی وہ بھی افضل مخلوق ہوتے ہوئے پھر تو تیری قسمت پر ماتم ہی کرنا چاہئے۔

کاش کے بدمعاش بدمعاشی کا معنی جانتا ہوتا
پھر ایسی بدمعاشی سے دور ہی وہ رہتا

جہیز کی لعنت

ہمارے معاشرے میں جب شادی بیاہ ہوتا ہے تو نکاح کے علاوہ باقی جو بھی رسمیں ہوتی ہیں وہ سب کی سب ہندوانہ رسمیں ہوتی ہیں یوں لگتا ہے جیسے ہندوؤں کے گھر شادی ہو رہی ہے خاص طور پر جہیز کی رسم ،جس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس رسم کے ہاتھوں ہر مسلمان پریشان نظر آتا ہے۔ یہ کم ہونے کی بجائے دن بدن بڑھ رہی ہے جس مسلمان کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس بے چارے کے بال اسی وقت سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

لڑکی تو ہر مسلمان کے گھر پیدا ہوتی ہے پھر یہ جہیز کی لعنت بھی ساتھ ساتھ کیوں؟ جب کہ ہر مسلمان اسے لعنت ہی سمجھتا ہے پھر اس لعنت سے لوگ باز کیوں نہیں آتے۔ اصل میں ہم اس کو زبانی زبانی لعنت کہہ دیتے ہیں مگر کوئی بھی اس لعنت سے باز آنا نہیں چاہتا۔ جب ماں باپ اپنی بچی کو پال پوس اور سب کچھ سکھلا کر جوان کرتے ہیں تو جب اپنی خدمت کا وقت آتا ہے تو اسے بیاہ دیتے ہیں۔ کبھی تو ان کو پہلے اتا پتا بھی نہیں ہوتا کہ کیسے لوگ ہیں مگر نصیب سمجھ کر بیاہ دیا جاتا ہے۔ کبھی تو یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے بھی اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا یہ بات بعض دفعہ تو پڑھے لکھے لوگ بھی کہہ جاتے ہیں۔ جب کہ حضور پاک ﷺ نے اپنے پاس سے کوئی بھی چیز نہیں دی جو کچھ دیا وہ حضرت علیؓ کے پیسوں سے لے کر دیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ نبی پاک ﷺ اپنی امت میں کوئی غیر رسم چھوڑ کے جاتے یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ جب چاہتے ہیں ایک چیز کو حلال کر لیتے ہیں جب چاہتے ہیں اسی چیز کو حرام کر دیتے ہیں۔ جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کو کسی سے بیاہ کر دیتا ہے تو اس کے لئے بہت بڑی غنیمت ہونی چاہئے کہ مجھ کو پلی پوسی خدمت گار مل گئی ہے۔ اس پر اس کو شکر کرنا چاہئے کہ مجھے اور کیا چاہئے۔ کاش کہ ہم سب کی یہی سوچ ہوتی پھر کسی بیٹی کے باپ کے بال وقت سے پہلے سفید نہ ہوتے۔ مگر ہمارا معاشرہ اتنا ظالم ہے کہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتا۔ ہر کوئی اپنی بیٹی کو بیاہنے کی وجہ سے پریشان نظر آتا ہے کہ اس کا جہیز کس طرح پورا کروں۔ غریب تو غریب اس میں تو امیر بھی پریشان نظر آتے ہیں۔

کہتے ہیں جتنی لائیں اتنی ہی بلائیں بھی ہوتی ہیں پھر یہ کام قرض اٹھائے بغیر نہیں ہوتے پھر جس بے چارے کی ایک سے زیادہ بچیاں ہوں تو پھر وہ اپنی آمدنی کو ناجائز طریقے سے بڑھاتا ہے۔ اپنی سفید پوشی کا بھرم قائم رکھنے کے لئے پھر اس گھر کے دروازے کھل جاتے ہیں حرام کے لئے۔ اگر کوئی یہ کام نہیں کرتا تو اس بے چارے کی بچیاں گھر میں ہی بوڑھی ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ جہیز کی اس لعنت کی وجہ سے حالانکہ وہ نیک ماں باپ کی نیک بچیاں ہوتی ہیں۔ مگر کیا کریں ہمارے منہ کو حرام جو لگ گیا ہے اگر کوئی آدمی اپنی بچی کو تحفہ میں کچھ دے دے تو یہ اور بات ہے مگر ہمارے معاشرے میں تو لوگ لمبی چوڑی لسٹ بنا کے دیتے ہیں

لڑکی والوں کو کہ اس سے کم جہیز نہیں ہونا چاہئے ورنہ ہم بارات لے کے نہیں آئیں گے آپ کے گھر۔اسی چیز نے ہمارے معاشرے میں رشوت بڑھائی ہے اور آج لوگ رشوت کو حلال سمجھ بیٹھے ہیں۔پھر لڑکی کے ساتھ جب جہیز آتا ہے تو اس وقت اس کے سسرال والے لوگوں کو بلا کے لاتے ہیں دیکھو ہماری بہو کیا کیا ساتھ لائی ہے۔اس وقت دولہا میاں پھولے ہوئے نہیں سماتے ، دوستوں کو کہتا ہے دیکھو میرے سسرال والوں نے بیٹی کو کتنی چیزیں دی ہیں۔اس وقت اس کی غیرت ہوا میں اڑ جاتی ہے کہ یہ بات کہنے والی ہے یا چھپانے والی ہے۔حالانکہ اس کو اپنے سسرال سے سوئی تک نہیں لانی چاہئے کیونکہ وہ مرد ہے اور مردوں کا کام کیا ہونا چاہئے کہ اپنی بیوی کی ہر ضرورت پوری کرے یہی مردانگی ہے مگر آج مرد کم ہیجڑے زیادہ نظر آتے ہیں۔کبھی تو ان مردوں سے ہیجڑے بہتر نظر آتے ہیں۔

کبھی تو اس طرح بھی ہوتا ہے کہ لڑکی جہیز کم لاتی ہے تو سسرال والے اسے طعنے دیتے ہیں کہ تو نے ہماری ناک کاٹ ڈالی ہم تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے پھر اس بے چاری کی زندگی حرام کر دیتے ہیں۔یہ نہیں سوچتے کہ ہماری بہو کتنی نیک اور خدمت گار ہے۔جو زیادہ جہیز لاتی ہیں پھر وہ سسرال والوں کو خوب ستاتی بھی ہیں۔کاش کہ یہ جہیز والی لعنت ہمارے معاشرے سے نکل جائے تو پورا معاشرہ ہی ٹھیک ہو جائے اور ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو اگر ہر مسلمان اس پر سوچے کہ یہ دنیا فانی ہے پھر ہم کیوں اس دلدل میں پھنسے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق دے اس سے نکلنے کی آمین ثم آمین! اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

ہر کوئی کہتا ہے کہ بری رسم ہے جہیز کو
مگر ہر کوئی لگائے گلے جیسے لگاتی ہے ماں بچے کو

یہ جہیز والا واقعہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا واقعہ اس طرح کا ہے کہ کسی شریف آدمی نے اپنی اکلوتی بیٹی کا رشتہ کسی جان پہچان والے کو دینے کی حامی بھری اور وہ شخص کوئی اچھی ملازمت کر رہا تھا یعنی وہ خوش حال شخص تھا۔اور اس آدمی کی ایک ہی بیٹی تھی کوئی اور اولاد نہیں تھی اور اس شخص نے بیٹی کی شادی پر دل کھول کر خرچ کیا۔اس نے بیٹی کے ہر ارمان کو پورا کیا اور ساتھ اس آدمی نے اپنے ہونے والے داماد کے لیے سکوٹر دینے کا اعلان بھی کر دیا اس بات کا لڑکے والوں کو بھی پتا چل گیا کہ لڑکی والے ہمارے بیٹے کو شادی پر سکوٹر کا تحفہ بھی دے رہے ہیں۔

اس وقت تو لوگوں کے پاس سائیکل بھی بڑی مشکل سے ہوتا تھا جب بارات اس آدمی کے گھر آئی تو کسی طرح دولہے میاں کو پتا چلا کہ میرا تو سکوٹر ہی نہیں پہنچا تو دولہا میاں نے نکاح سے صاف انکار کر دیا کہ جب تک سکوٹر نہیں ہو گا تب تک میں نکاح نہیں کروں گا کیونکہ میں نے اپنے دوستوں کو بتا رکھا ہے کہ شادی پر میرے سسرال والے مجھے شادی میں سکوٹر کا تحفہ دے رہے ہیں۔اب میں ان کو اپنا کیا منہ دکھاؤں گا یہ تو میری عزت کا سوال ہے۔لڑکی کے باپ نے اس لڑکے کو کہا کہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں ، میں نے تو کمپنی والوں کو سکوٹر کی پوری رقم بھی دی ہوئی ہے جس کی میرے پاس رسید بھی موجود ہے اور کمپنی والوں نے تو مجھے یہ کہا تھا کہ آپ کا سکوٹر ہم شادی سے پہلے ہی پہنچا دیں گے اگر کسی وجہ سے سکوٹر نہیں بھی آیا تو انشاء اللہ کل تک سکوٹر ضرور پہنچ جائے گا۔پھر میں آپ کا

سکوٹر آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔مگر دولہا تو اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹا رہا کہ جب تک سکوٹر نہیں ہو گا میں نکاح نہیں کرنے والا، سب لوگوں نے اسے کہا کہ اس میں ان کا کیا قصور سکوٹر آج نہیں تو کل تک آ ہی جائے گا۔مگر اس ذلیل حقیر دولہے نے کسی کی ایک بھی نہ سنی اور نکاح سے صاف انکار کر دیا۔پھر ایسے بے غیرت انسان کو کون بے غیرت باپ اپنی بیٹی کو بیاہ کر دے گا جس کو اپنی عزت کا تو اتنا خیال ہو اور بیٹی والوں کی عزت خاک میں ملاتا پھرے تو ایسے انسانوں کا کیا فائدہ ہو گا۔

پھر لڑکی کے باپ نے لڑکے والوں کو کہا کہ تم اس وقت اپنی بارات کو واپس لے جاؤ جب سکوٹر آ جائے گا تو پھر اپنی بارات لے کر آ جانا۔اس نے بغیر کھانا کھلائے باراتیوں کو اپنے گھر سے نکل جانے کو کہا۔اس وقت جو اس کے اپنے مہمان شادی پر آئے ہوئے تھے ان کو کہا کہ میری بیٹی کی شادی آج ہی ہو گی اور آپ سب نے کھانا کھا کر جانا ہے پھر اس شخص نے بیوی سے مشورہ کیا کہ میرا خیال ہے کہ تمہاری بہن کا بیٹا جو شادی پر ماں کے ساتھ آیا ہوا ہے اس کی شادی اس سے کر دیتے ہیں۔

اس لڑکے کی ماں اس شخص کی بیوی کی چچا زاد بہن لگتی تھی اس طرح وہ لڑکا اس کا بھانجا لگتا تھا تو اس نے خاوند کو کہا کہ اب ہماری اسی میں عزت ہے کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی اس لڑکے کے ساتھ کر دیں۔پھر وہ شخص اپنی بیٹی کے پاس گیا جو اس وقت پریشان بیٹھی ہوئی تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہو گیا ہے میرے نصیبوں کو۔باپ نے بیٹی کو کہا کہ اچھا ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایسے ذلیل لوگوں سے بچا لیا ہے جن کو اپنی عزت تو پیاری ہوا اور دوسروں کی عزت کو خاک میں ملا دیں ایسے لوگوں کا کیا بھروسہ کہ شادی کے بعد تم کو اور کتنا پریشان کرتے۔ہماری تو دو ٹکے کی ہانڈی گئی اور کتے کی ذات پہچانی گئی۔اب میں تیری شادی تیرے خالہ زاد سے کر رہا ہوں۔تمھاری کیا مرضی ہے؟

لڑکی نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان پہلا فیصلہ بھی آپ ہی کا تھا اور یہ فیصلہ بھی آپ کا ہے۔آپ کا جو بھی فیصلہ ہو گا وہ مجھے دل وجان سے منظور ہے۔آپ جو چاہئیں فیصلہ کریں۔پھر اس آدمی نے بیٹی کا نکاح اپنی سالی کے بیٹے کے ساتھ کر دیا۔اسے کہتے ہیں اندھے کو اور کیا چاہئے دو آنکھیں۔نکاح کے بعد اس شخص نے اپنے آئے ہوئے مہمانوں کو کھانا کھلا کر رخصت کر دیا پھر دوسرے دن سکوٹر بھی آ گیا پھر اس آدمی نے اپنی بیٹی کو پورا ٹرک سامان کا دیا ساتھ سکوٹر بھی، جو شادی پر دوسرے شہر سے آئے ہوئے تھے۔

ایسے لالچی لوگوں کی نہ تو کوئی عزت رہتی ہے اور نہ ہی ان کو مال ہاتھ آتا ہے۔جو بھی لوگ جہیز کے لالچ میں اوروں کی بیٹیوں سے شادیاں کرتے ہیں ان پر خدا کی لعنت ہو۔ہاں اگر کوئی اپنی توفیق اور مرضی سے اپنی بیٹی کو کوئی تحفہ دینا چاہئے تو بھلے دے کیونکہ بیٹی نے بھی تو ماں باپ کی اور بہن بھائیوں کی کچھ نہ کچھ خدمت کی ہوتی ہے پھر اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر جا رہی ہوتی ہے جس کو خالی ہاتھ رخصت نہیں کرنا چاہئے یہ لڑکی کی عزت کا بھی سوال ہے مگر ان چیزوں کو جہیز کا نام دینا ہرگز مناسب نہیں۔کیونکہ اصل میں تو لڑکی کی ہر ضرورت کو اس کا خاوند پورا کرے نہ کہ سسرال والے۔یہ کسی مرد کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی بیوی کی چیزوں کو استعمال کرے۔اکرم تیری ان باتوں پر کون کان دھرے گا!!!!

ہر کوئی کہتا ہے کہ بری رسم ہے جہیز کو
مگر ہر کوئی لگائے گلے جیسے لگاتی ہے ماں بچے کو

شیر جنگل کا بادشاہ نہیں غنڈہ ہے

آج تک یہی سنتے آئے ہیں کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ شیر جنگل کا بادشاہ نہیں یہ تو جنگل کا غنڈہ ہے۔ آپ کو پتا ہو گا کہ بادشاہ کے کیا کیا کام ہوتے ہیں وہ تو اپنی عوام کی ہر طرح کی حفاظت کرتا ہے اور ہر انسانی ضرورت کو پوری کرتا ہے تب جا کے عوام اسے بادشاہ کہتے ہیں۔ کیا شیر بھی جنگل میں ایسے ہی کام کرتا ہے جس طرح بادشاہ کرتے ہیں نہیں۔ وہ تو جنگل میں معصوم جانوروں کو چیرتا پھاڑتا ہے اور اپنے سے طاقتور جانور سے ڈرتا ہے یعنی ہاتھی' گینڈا اور جنگلی بھینسے سے یہاں تک کہ جنگل کے کتوں سے بھی ڈرتا ہے۔ شیر جب کتوں کو آتا دیکھتا ہے تو اس وقت وہ اپنا شکار چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے پھر بادشاہ سلامت کا شکار جنگل کے کتے کھا رہے ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ بادشاہ سلامت دور بیٹھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اب ان کتوں کا کیا کروں جو میرا شکار کھا رہے ہیں۔ یہ حالت ہے جنگل کے بادشاہ سلامت کی اور شیر کا شکار بھی شیرنی کرتی ہے اور بادشاہ سلامت کھاتے ہیں اور بادشاہ سلامت دن رات میں اٹھارہ گھنٹے نیند بھی فرماتے ہیں جب بادشاہ سلامت بھوکا ہوتا ہے تو وہ اپنے بچوں تک کو کھا جاتا ہے۔ اگر میری ان باتوں میں کسی کو شک ہو تو وہ جنگل کی فلمیں دیکھ سکتا ہے اپنا شک دور کرنے کے لئے کہ بادشاہ کی کیا حالت جنگل میں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ شیر میں کون سی بات ہوئی بادشاہوں والی؟ میں یہ تو مانتا ہوں کہ شیر زور والا ہے، خوفناک ہے مگر جنگل کا بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ جنگل کا بادشاہ تو ہاتھی کو ہونا چاہئے جو کسی جانور سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کسی جانور کو کچھ کہتا ہے۔ ہاں ہاتھی جب چنگھاڑتا ہے تو شیر بھی اس سے دور بھاگتا ہے۔ پہلے وقتوں میں بادشاہ ہاتھیوں پر بیٹھ کر بڑے فخر سے جنگیں لڑا کرتے تھے۔ ہاتھی ہمیشہ انسان کا وفادار رہا ہے۔ لوگ آج بھی ہاتھیوں سے اپنی روزی کما رہے ہیں اور شیر تو ہمیشہ انسان کا دشمن رہا ہے میں تو شیر کو بالکل بادشاہ نہیں مانتا۔ اگر کوئی شیر کو بادشاہ مانتا ہے تو مانتا پھرے اس کی اپنی سوچ اور میری اپنی سوچ۔ شیر کو تو انسان نے ہی جنگل کا بادشاہ بنایا ہے نہ کہ جنگل کے جانوروں نے اسے بادشاہ بنایا تھا۔ شیر کے سر پر بادشاہت کا تاج انسان نے ہی رکھا ہے انسان بھی کمال کی چیز ہے جس سے یہ ڈرتا ہے اسی کی پوجا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ پہلے وقتوں میں یہی تو ہوتا آیا ہے اسی لیے تو شیر کو لوگوں نے جنگل کا بادشاہ کہنا شروع کر دیا تھا۔

کس طرح کہہ دیا انسان نے کہ شیر بادشاہ ہے جنگل کا
حالانکہ خاطر میں نہیں لاتا اسے بندر جنگل کا

☆☆☆☆☆

سوتن کس کو کہتے ہیں؟؟؟

جب کوئی مرد دوسری شادی کرتا ہے تو دوسری بیوی پہلی بیوی پر سوتن کہلاتی ہے جس کا اصل معنی بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں وہ سنی سنائی پر سوتن کہہ دیتے ہیں۔اس کا سوتن کیوں نام پڑا کسی نے اس کا نام کیوں سوتن رکھا ہے۔جو کوئلہ ریل گاڑیوں میں یا انگیٹھیوں میں جلایا جاتا ہے جلنے کے بعد اسے " تن " کہتے ہیں جو سوئی کی نوک کی طرح یا تلوار کی دار کی طرح ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے اگر کسی کی آنکھ میں ایک تنکا پڑھ جائے تو وہ کتنا پریشان ہو جاتا ہے جب تک وہ تنکا آنکھ سے نکل نہ جائے تو وہ آنکھ کو مل مل کر آنکھ کا برا حال کر دیتا ہے وہ کہتا ہے جس آنکھ میں جلا ہوا ایک سوتن پڑھ جائے پھر اس آنکھ کا کیا حال ہو گا۔پہلی عورت کو بھی اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے دوسری عورت کے آنے سے۔جیسے اس کی آنکھ میں ایک سوتن پڑ گیا ہے اس طرح اس کا نام سوتن پڑا جسے کوئی بھی عورت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں پھر وہ عورت یا تو گھر چھوڑنے یا خودکشی کا سوچتی ہے تو آگے اسے دوزخ نظر آتا ہے اور بچے بھی چھوٹتے ہیں جہاں وہ پہلے اس گھر کی مالک ہوتی ہے پھر اسے اسی گھر میں نوکرانی بن کر رہنا پڑتا ہے۔پھر کیا ہو سکتا ہے صبر کے بغیر۔جب دوسری بیگم صاحبہ پہلی عورت اور اس کے بچوں سے اچھا سلوک بھی نہیں کرتی۔پھر پہلی بیوی کے رشتے دار آنے بند ہو جاتے ہیں اور دوسری بیگم صاحبہ کے رشتہ دار آکے ڈیرا ڈال لیتے ہیں۔اوپر سے پھر میاں صاحب کی آمدنی بھی کم اور خرچہ بڑھ جاتا ہے۔یہ سب کچھ دیکھ کے پہلی بیوی اور بچوں کا حال پھر میاں صاحب اندر ہی اندر گرتا رہتا ہے کہ میں نے اچھی بھلی زندگی میں کیوں زہر گھول لیا ہے۔لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئی کھیت۔یہ رہا مرد کو دوسری بیوی کا شوق۔

میں آپ کو ایسی ہی ایک بات سناتا ہوں اس وقت میں چھوٹا تھا۔ایک آدمی جب دوسری بیوی لے آیا تو پہلی بیوی اسی وقت اپنا گھر چھوڑ کر چلی گئی جیسے اس کی آنکھ میں ایک سوتن پڑ گیا ہو۔اسے دوسری عورت کے آنے سے اتنی تکلیف ہوئی وہ اپنے بچے بھی چھوڑ کر چلی گئی پھر وہ واپس نہیں آئی نہ ہی بچوں کو ملی۔یہ مرد حضرات کو سوچنا چاہئے جو اپنے حق کے لئے کتنے دل توڑ ڈالتے ہیں۔ایسے واقعات ہمارے معاشرے میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔مرد حضرات کو تو خدا رسول کا حق یاد ہی نہیں کہ میرے اوپر کیا ہے مگر اپنا حق چار بیویوں کا اپنی بیوی کے سامنے جتاتا رہتا ہے کہ مرد کو اسلام نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے۔

جب مرد دوسری شادی کر لیتا ہے پھر آمدنی کم خرچ زیادہ۔پھر سارا دن کام کر کے شام کو دال روٹی بھی بڑی مشکل سے ملتی

ہے۔ پھر میاں صاحب کی گھر میں یہ حالت ہوتی ہے جیسے گھر کے ٹٹو کی۔ پھر تو چار کیا ایک سے بھی توبہ کرتا ہے پھر وہ اپنا زیادہ وقت باہر ہی گزارتا ہے کیونکہ گھر میں پھر جھگڑے ہی جھگڑے رہ جاتے ہیں اور کچھ نہیں ۔اس لیے مرد پہلے ہی ہوش سے کام لے تو اس کے لئے اچھا ہے نہ کہ دیر سے سوچے۔

میں آپ کو دو بیویوں والے کا لطیفہ سناتا ہوں کسی کی دو بیویاں تھیں جب وہ کام چھوڑتا تو وہ ایک چوراہے پر آ کے کھڑا ہو جاتا پھر کبھی دائیں کبھی بائیں چل پڑتا۔ یہ حالت ایک آدمی اس کی دیکھتا رہا۔ایک دن اس نے پوچھ ہی لیا کہ بھائی تم ہر روز ایسا کیوں کرتے ہو؟

وہ بولا '': دراصل میری دو بیویاں ہیں ایک اس طرف دوسری اس طرف رہتی ہے میں یہاں یہ سوچتا ہوں کہ آج مجھے کیا کھانا ہے حلوہ یا زردہ پھر جو جی میں آئے اسی طرف چل پڑتا ہوں۔میری بیویاں بڑی خدمت گار ہیں''

وہ بولا '': میری تو ایک ہی بیوی ہے مجھے تو ہر روز دال روٹی ہی ملتی ہے حلوے زردے کہاں دو بیویوں کا یہی تو فائدہ ہے جدھر جاؤ مزے ہی مزے''

تو اس آدمی نے بھی گھر آ کے کہنا شروع کر دیا کہ میں دوسری شادی کروں گا کیونکہ یہ میری کوئی خدمت نہیں کرتی تو اسے گھر والوں نے کہا کہ تیری یہ نیک بیوی ہے کم آمدنی میں گھر چلا رہی ہے ایسا نہ کر مگر وہ حلوے زردے کھانا چاہتا تھا نہ مانا۔ پھر اس نے دوسری شادی کر ہی لی۔تو گھر والوں نے اسے کہا کہ اس کو دوسری جگہ پر رکھو یہاں نہیں ۔ پھر ایک طرف بیوی بچے ماں باپ ، ایک طرف نئی نویلی دولہن ،آمدنی کم خرچہ زیادہ۔ پھر حلوے زردے کہاں دال روٹی سے بھی گیا۔ وہ بھی پہلے آدمی کی طرح کام کے بعد چوراہے پر آ کر کھڑا ہو جائے پھر کبھی بائیں کبھی دائیں چل پڑے ۔کسی تیسرے آدمی نے اسے پوچھا'': یار ایسا کیوں کرتے ہو؟''تو اس نے بھاری سی گالی دے کر کہا '': میں اس کے لئے یہاں آتا ہوں جس نے مجھے دو بیویوں کا کہہ کر میری اچھی بھلی زندگی برباد کر دی اب یہاں یہ سوچتا ہوں کہ کس طرف کام ہلکا ہو گا میرے چہرے پر آپ کو جو زخموں کے نشان نظر آتے ہیں یہ سب سینڈلوں اور سلیپروں کے ہیں جو ہر روز مجھے حلوے اور زردے کی جگہ کھانے پڑتے ہیں''

اللہ ایسے حلووں اور زردوں سے بچائے مرد حضرات کو تو کوئی باوقار کام ہی کرنا چاہئے جس سے ان کی عزت بڑھے نہ کہ ذلت بڑھے۔

بینک کی نوکری اس پر مولانا کیا فرماتے ہیں

میں نے یہ مسئلہ کئی بار اخبار جہاں اور ٹیلی ویژنوں پر بھی سنا ہے جولوگ بنکوں میں اور انشورنس کمپنیوں میں کام کرتے ہیں وہ لوگ اکثر مولانا سے یہ سوال کرتے ہیں کہ مولانا صاحب ہم جو بنک یا انشورنس کمپنی سے تنخواہ لیتے ہیں کیا یہ تنخواہ ہمارے لیے حلال ہے یا نہیں۔کیونکہ بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کا کاروبار سودی ہوتا ہے تو ان کو مولانا کی طرف سے یہی جواب ملتا ہے کیونکہ بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کا کاروبار سودی ہوتا ہے ان میں کام کرنے والا بھی سودی کاروبار میں آتا ہے۔اس لیے ان کی تنخواہ بھی حلال نہیں۔میرا یہ کہنا ہے کہ جولوگ بنکوں اور انشورنس کمپنیوں میں کام کرتے ہیں وہ لوگ تو اپنے کام کی تنخواہ لیتے ہیں حرام تو ان لوگوں کے لئے ہے جو ان پیسوں کا لین دین کرتے ہیں جولوگ ان کے نیچے کام کرتے ہیں ان کو تو پتا ہی نہیں ہوتا کہ یہ پیسے کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔جس میں حکومت کے بھی بنک ہیں جو پورے ملک کو چلا رہے ہوتے ہیں جن بنکوں سے پورے ملک کے اداروں کو تنخواہیں دی جاتی ہیں پھر تو ملک کے ہر ادارے کو جو تنخواہیں ملتی ہیں پھر تو وہ سب حرام ہوں گی کیونکہ بنک تو سودی کاروبار کرتا ہے پھر جولوگ بنکوں اور انشورنس کمپنیوں میں کام کرتے ہیں ان کی تنخواہ کس طرح حرام ہوگی۔اس سے بھی آگے چلیے ہماری حکومت پاکستان جب بیرون ملکوں سے قرض لیتی ہے تو وہ سب سود پر ہی لیتی ہے اس طرح جہاں جہاں بھی حکومت تنخواہ دیتی ہے وہ سودی پیسوں سے ہی دیتی ہے جس میں حکومت کا ہر ادارہ آجاتا ہے جس میں بہت سی سرکاری مسجدیں بھی آتی ہیں اکثر ان میں جامعہ مسجدیں بھی ہیں جن میں بڑے بڑے عالم امامت کراتے ہیں اور وہ بھی حکومت سے تنخواہ لیتے ہیں پھر وہ سودی پیسوں کی تنخواہ کس طرح حلال ہوئی؟ یہ تو اس طرح کی بات ہوئی کہ کسی آدمی کی ہل پر بچوں نے پیشاب کر دیا تو وہ آدمی یہ مسئلہ لے کے مولانا کے پاس گیا کہ مولانا صاحب بچوں نے میری ہل پر پیشاب کر کے اسے ناپاک کر دیا ہے اب ہل کو کیسے پاک کروں؟ تو مولانا نے اسے کہا کہ ہل کو کھڑی کر کے منڈوں میں دفن کر دو تو وہ پاک ہو جائے گی تو اس آدمی نے کہا کہ مولانا صاحب ان بچوں میں آپ کا بھی بچہ شامل تھا۔تو مولانا نے اسے کہا کہ پھر آپ ہل کو لٹا کے اس پر ایک ایک کر کے منڈا رکھ دو تو ہل پاک ہو جائے گی۔ہمارا حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے آدھا تیتر اور آدھا بٹیر ، پتا نہیں ہم کدھر جائیں حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے یہ آپ ہی بتائیں۔

اے اللہ اس بھنور سے نکال ہم مسلمانوں کو
جس سے کوئی راستہ نہیں مل رہا تیرے بندوں کو

☆☆☆☆☆☆

مکہ میں مسجد الحرام کا ہونا

بسم اللہ مکہ میں کعبہ کا ہونا یہ تو علم والے لوگ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کعبہ مکہ کی زمین میں کیوں مقصود ہوا میں تو ایک ادنیٰ سا جاہل انسان ہوں جس کے پاس کچھ علم نہیں مگر پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عقل اور سوچ دی ہے، علم والوں نے تو کعبہ پر بہت کچھ لکھا ہے کچھ میں نے بھی اس پر سوچا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے گھر کو پہاڑوں میں کیوں بنوایا۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا حکمت تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ معاف کرے میری سوچ یہ کہتی ہے کہ جب دنیا پانی ہی پانی تھی تو پانی سے جو زمین سب سے پہلے سامنے آئی وہ مکہ کی زمین ہی تھی جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پہلی تجلی ڈالی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مکہ کی زمین کا گھر اتنا سخت بنایا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی کو برداشت کرگئی یہ اس لیے ہوا کہ اس پتھریلی زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے پاک گھر بنوانا تھا۔ پھر اسی پاک سرزمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ آخرالزماں کو پیدا فرمانا تھا اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ اس پاک سرزمین پر اپنی تجلیات ڈالتا رہا ہے اور قیامت تک اس پاک سرزمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تجلیات ڈالتا رہے گا۔ مکہ کی پہاڑیاں خشک ہونے کے باوجود جہاں بہت کم ہراول ہوتی ہے اس کے باوجود مکہ کی سرزمین اور پہاڑیاں دنیا جہان سے خوبصورت اور حسین لگتی ہیں جیسے جنت کا ٹکڑا ہے جو مومن اس جگہ پہنچ جاتا ہے پھر اس کا وہاں سے واپس آنے کو جی نہیں چاہتا مکہ کی زمین ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات کو برداشت کرسکتی ہے دنیا کی کوئی اور سرزمین اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات کو برداشت نہیں کرسکتی۔

بسم اللہ اس کی مثال یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنے ربّ سے یہ فرمایا کہ میرے رب میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰؑ کو فرمایا ":اے موسیٰ اگر تو نے میرا دیدار کرنا ہے تو تو کوہ طور پہاڑ کے پاس آجا تا کہ میں آپ کو اپنا دیدار کراؤں" جب موسیٰؑ کوہ طور پہاڑ کے پاس پہنچے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ کو فرمایا" :اے موسیٰ! اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر تو نے اس پہاڑ کو دیکھتا رہا تو سمجھنا کہ تو نے میرا دیدار کرلیا ہے" جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تجلی کوہ طور پہاڑ پر ڈالی تو حضرت موسیٰؑ اس وقت بے ہوش ہو گئے اور کوہ طور پہاڑ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی سے خاکستر ہوگیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ دنیا کی کوئی اور سرزمین اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی کو برداشت نہیں کرسکتی ایک مکہ کی زمین اور پہاڑیاں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات کو برداشت کرسکتی ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص کرم وفضل ہے مکہ کی زمین پر جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنا گھر پاک ہے جہاں ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات رہتی ہیں۔ اس لیے یہ جگہ دنیا کی مبارک جگہ مانی جاتی ہے جہاں ہر وقت رحمتیں ہی رحمتیں اور برکتیں ہی برکتیں رہتی ہیں اور ہر جانے والا مومن وہاں جاکے پاک صاف ہوجاتا ہے جیسے وہ ابھی پیدا ہوا ہے۔ آگے واللہ اعلم۔

یہ پاک سرزمین ہے مومنوں مکہ کی
جس پر برستی ہیں رحمتیں اللہ کی

☆☆☆☆☆

امام کعبہ کیا فرماتے ہیں

ہمارے بلیک برن میں انڈیا والوں نے ایک بہت بڑی مسجد بنوائی سعودی شاہوں کی مدد سے جس کا انہوں نے نام مرکز رکھا ہے اور کئی سال تک اس مرکز کا کام جاری رہا۔ جب مرکز مکمل ہوگیا تو مرکز کی اوپننگ کی تقریب رکھی گئی تو اس اوپننگ میں ان لوگوں نے امام کعبہ کو بلایا تھا۔ اس وقت مرکز کو دیکھنے اور امام کعبہ کو سننے کے لئے لوگ دوسرے شہروں سے بھی آئے ہوئے تھے۔ میں تو اس وقت مرکز میں نہیں گیا تھا اس لیے کہ نہ تو میں انگلش جانتا تھا اور نہ میں عربی جانتا تھا۔ خالی جا کے بیٹھنا ہی تھا اس لیے نہیں گیا۔ میرا ایک انڈین دوست تھا دوسرے دن وہ مجھے ملا تو میں نے اس سے پوچھا کہ آپ بھی مرکز کی اوپننگ میں گئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ میں تو بہت پہلے مرکز میں چلا گیا تھا اس لیے کہ بہت سے لوگ آنے تھے جگہ کی کمی ہوسکتی تھی۔ میرا دوست تو انگلش جانتا تھا اس لیے اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا تو میں نے اس سے امام کعبہ کے بارے میں پوچھا کہ امام صاحب نے کیا کیا فرمایا تھا۔ تو اس نے کہا کہ امام صاحب نے دین کی بہت سی باتیں بتائی ہیں۔

خاص طور پر کے یہ بات تو اس نے بڑے فخر سے مجھے کہی کہ امام صاحب نے کہا ہے کہ ہم مسلمانوں کو کسی اسلحے کی کوئی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ہمارے تو ہاتھ ہی کافی ہیں جب یہ اٹھ جائیں تو ہر کام بن جاتا ہے۔ تو میں اس کی یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا کہ امام کعبہ یہ کیا کہتے رہے ہیں کہ ہمیں کسی ایٹم بم یا دوسرے اسلحے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر وہ خود امریکہ سے اسلحہ کیوں خریدتے ہیں جب کہ ان کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے؟

امام کی یہ بات سن کر سب لوگ کس طرح خاموش رہے کہ امام صاحب یہ کیا فرما رہے ہیں جب کہ نبیوں نے بھی جنگیں لڑیں اور اسلحے کے ساتھ لڑیں۔ تو آج کے مسلمان کے ہاتھ میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی؟ یہ بات کوئی مسلمان نہ بھولے کہ ہمارے نبی پاک ﷺ نے جتنی جنگیں لڑیں یا ان کے صحابہ نے جنگیں لڑی تھیں وہ سب اسلحے کے ساتھ ہی لڑی تھیں۔ حضور پاک ﷺ تو یمن سے تلواریں اور نیزے خریدا کرتے تھے جنگ کے لئے اور آج کا مسلمان یہ کہتا ہے کہ ہمارے ہاتھ ہی اٹھ جائیں تو کافی ہیں ، کام بن جاتا ہے۔ کیا ان کے ہاتھ نبی ﷺ کے ہاتھوں سے افضل ہو گئے ہیں؟

کیا کسی نے بھی اس بات کا نہ سوچا کہ امام یہ کیا فرما رہے ہیں تو پھر یہ اسرائیل سے اتنے سالوں سے کیوں مار کھا رہے ہیں؟

اپنے ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے تا کہ اسرائیل ختم ہو جائے ۔امریکہ کے قدموں میں بار بار جا کے کیوں گرتے ہیں کہ اسرائیل سے بچاؤ حالانکہ قرآن میں بھی لوہے کا ذکر آیا ہے مسلمانوں کے لئے کہ اس میں بڑی طاقت ہے اور خطرناک بھی ہے ۔مگر مسلمان اسے پڑھنے تک ہی رہے ہیں اور اس چیز کا فائدہ غیر قومیں لے گئیں ۔

ہم مسلمان ہی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اپنی جھوٹی باتوں سے اور ہم ایک دوسرے کے خود ہی دشمن بنے بیٹھے ہیں اسی لیے دوسری قومیں مسلمانوں پر سوار ہیں ۔ہم اپنے راز اور کمزوریاں غیروں کو بتاتے ہیں اور ان کو اپنا ہمدرد بھی جانتے ہیں اور اپنوں کو غیر اور دشمن سمجھتے ہیں ۔اسی لیے آج مسلمان دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں کیونکہ اصل بات کہنی جو نہیں اپنوں کو اور غیروں کی غلامی کو خوشی خوشی قبول کر لیتے ہیں ۔یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے جو ہم غیروں پر بھروسا کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں پر شک کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ ہی کام کر جائیں گے ہمیں اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ۔بعد میں پتا چلا کہ امام صاحب کا حادثہ ہو گیا تھا اور امام صاحب ہسپتال میں سولہ دن بے ہوش رہے پھر ان کی موت ہو گئی جس کو چھپایا بھی گیا آخر پتا چل گیا کہ امام صاحب فوت ہو گئے ہیں ۔

کیا ہی بری سوچ بن گئی ہے ہم مسلمانوں کی
کہ اپنوں کو دھوکہ اور غلامی کرتے ہیں غیروں کی

رشدی کی کتاب اور امام خمینی کا فتویٰ

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ہالینڈ میں رہتا تھا تو خبروں میں کیا دیکھتا ہوں کہ انگلینڈ میں لندن کی پارک میں بہت سے مسلمان جمع ہیں اور ایک دوسرے کے گلے پڑے ہیں اور ایک دوسرے کی پٹائی کر رہے ہیں اور ساتھ کسی کتاب کو بھی جلا رہے ہیں جس کی مجھے تو کوئی سمجھ نہ آئی کہ یہ کیا ماجرا ہے کیونکہ میں انگلش بہت کم جانتا ہوں۔ میرے پڑوس میں ایک افریقی رہتا تھا تو میں نے اس سے اس خبر کے بارے میں پوچھا کہ انگلینڈ میں یہ کیا شور مچا ہوا ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ کوئی رشدی نام کا آدمی ہے جس نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کے نبی ﷺ کی توہین کی ہے اس لیے انگلینڈ میں شور مچا ہوا ہے۔ اس پر ایران کے امام خمینی نے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ جو لوگ لندن پارک میں لڑ رہے تھے وہ تو اپنے اپنے فرقے کی چودھراہٹ کے لئے لڑ رہے تھے نہ کہ اپنے نبی ﷺ کی ناموس کی خاطر نہ ہی اپنے دین کی خاطر۔ پھر کیا ہوا کہ مسلمان ملکوں میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ایک امام خمینی کے فتویٰ پر پھر اس میں بہت سارے مسلمان مارے بھی گئے وہ بھی مسلمان ملکوں میں، جس میں پاکستان بھی شامل تھا۔ جب لوگوں نے انگلینڈ کی ایمبیسی پر بلہ بولا تو اس واقعے میں بارہ چودہ آدمی مارے گئے اسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی لوگ مارے گئے اور رشدی کو انگلینڈ والوں نے اپنی پناہ میں لے لیا اور رشدی کی کتاب کی جتنی کتاب پوری دنیا میں بکی تھی خود لے لی، جب اس کتاب کی آمدنی ختم ہو گئی تو انگلینڈ والوں نے رشدی کو امریکہ روانہ کر دیا۔ نہ تو رشدی کو اس کتاب سے کچھ حاصل ہوا نہ ہی امام خمینی کے فتویٰ کا کچھ نتیجہ نکلا۔ اس میں مفت میں پچاس ساٹھ مسلمان کی جانیں جاتی رہیں۔ ان بے چاروں کو ہم شہید کہہ کر آگے نکل جاتے ہیں اور کہنے والے کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ ہم خالی نعرے مارنے والے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اعمال تو ہمارے خاک بھی نہیں جو غیروں کے ہاتھوں بک بھی جاتے ہیں۔ اس وقت نہ ہمیں اسلام کی فکر نہ ایمان کی فکر، یہ حالت ہے ہم مسلمانوں کی۔ جناب خمینی صاحب یہاں تو ایک عالم دین کی ضرورت تھی نہ کہ پورے مسلمان ملکوں میں ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ وہ بھی اپنی ہی اور حاصل بھی کچھ نہ ہوا اور مسلمانوں کی دنیا میں جگ ہنسائی بھی ہوئی۔ بلے بلے مسلمانو! تمہاری اس حالت پر۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

☆☆☆☆☆

اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عطائیں

ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے دنیا جہاں کی چیزیں بھی پیدا کیں۔ یہ سب چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص عطائیں تو نہیں مگر پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے خاص خاص عطائیں رکھی ہیں جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو نبوت کے درجے سے نوازا، پھر اللہ تبارک نے نبیوں میں بھی درجے رکھے ہیں یہ بھی ایک خاص عطا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے ، پھر نبیوں کے ساتھیوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابیت کا درجہ عطا فرمایا پھر ان کے آگے بھی انسان کے درجے آتے ہیں یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عطا ہوتی ہے۔ جس طرح ہمارے نبی پاک ﷺ کے چار یاروں کو خاص صحابیت عطا ہوئی پھر اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو درجے عطا کئے۔ کسی کو غوث ،کسی کو قطب ،کسی کو ابدال، کسی کو ولی، کسی کو درویش بنایا یعنی پارسا لوگ۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عطائیں ہیں انسان کے لئے پھر اس سے آگے اور بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطائیں ہوتی ہیں عام انسان پر جس طرح کسی کو علم کی دولت عطا ہوگئی، کسی کو ہنر کی دولت عطا ہوگئی، کسی کو اولاد کی دولت عطا ہوگئی، اسی طرح کسی کو حسن کی دولت عطا ہوگئی۔ اسی طرح کسی کو شاعری کی دولت عطا ہوگئی۔ اسی طرح کسی کو خوبصورت آواز کی دولت عطا ہوگئی۔ جن میں انسان کا اپنا کوئی دخل عمل نہیں اسی طرح اور بھی بہت سی عطائیں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسان کو یعنی مال دولت کا کمانا، اسے جمع کرنا یا اپنی محنت سے کسی عہدے پر پہنچنا ایسی بہت سی چیزیں اور بھی ہیں جن کو انسان اپنی محنت کر کے حاصل کرتا ہے ہوتی وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا ہے لیکن نام بدل جاتا ہے' میں ان چار عطاؤں کا ذکر کروں گا۔ پہلے حسن کا ، پھر علم کی دولت کا، پھر خوبصورت آواز کا ، پھر شاعری کا۔

یہ چار عام انسان کے لئے خاص عطائیں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جس میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ۔ باقی چیزوں میں انسان کہہ سکتا ہے کہ میں نے یہ حاصل کیا وہ حاصل کیا۔ میں نے زندگی ایسی گزاری ویسی گزاری۔ پہلے میں بات حسن کی کروں گا جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد اور عورت کو عطا کیا ہے۔ جب ہم کسی خوب صورت مرد عورت کو دیکھتے ہیں تو اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا یاد آجاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں کتنا حسین بنایا ہے۔ آگے ان کی قسمت کہ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا شکر ادا کیا اور اپنے حسن کو کتنا سنبھال کے رکھا۔ وہ تو صدا بہار ہے جیسے ان پر بڑھاپا آیا ہی نہیں اور جس نے اس نعمت کی بے قدری کی وہ جیسے جوان ہو رہے ہیں تھوڑے ہی دنوں میں اس پر بڑھاپا آگیا۔ دوسری علم کی دولت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عطا ہے جیسے کسی

انسان کے چار یا پانچ بیٹے ہوں اور علم کی دولت ایک یا دو کو ہی حاصل ہوتی ہے باقی بے چارے ایسے ہی رہ جاتے ہیں یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عطا ہوتی ہے علم ہونا۔ دیکھنا یہ ہے کہ انسان اس علم کو استعمال کیسے کرتا ہے چاہے وہ علم دنیاوی ہو یا دینی ہو جس نے بھی اس عطا کا استعمال خیر کے لئے کیا اس کے تو دونوں جہان سنور گئے اور جس نے اس علم کو دنیا کھانے میں لگا دیا وہی انسان گھاٹے میں رہا۔

تیسری عطا انسان کو خوبصورت آواز ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو لوگوں کے دل موہ لیتی ہے اگر اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس عطا کا استعمال صحیح کیا یعنی قرآن پاک کی تلاوت اچھی آواز میں کی یا نبی پاک ﷺ کی نعت پاک پڑھی یا کوئی اچھا کلام اس نے پڑھا جس سے لوگوں کے ایمان تازہ ہوں پھر تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس عطا کا حق ادا کر دیا۔ اچھی آواز ہونے سے اگر اس نے گیت گانے شروع کر دیئے اور لوگوں کو غلط الفاظ سننے کو ملے پھر وہ اچھی آواز اس کے لئے اچھی نہیں بری ہو گی کیونکہ اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناشکری کی۔

چوتھی عطا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے شاعری ہے جس میں بڑے بڑے علم والے شاعر ہوتے ہیں۔ ان میں صوفی شاعر بھی ہوئے ہیں، شاعری بھی ایک خاص عطا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے۔ جس شاعر نے اس عطا کا استعمال صحیح کیا یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد وثنا کی یا نبی پاک ﷺ کی اس نے نعت لکھی یا کسی ولی بزرگ کی حیات پر شاعری کی یا معاشرے کو سنوارنے کے لئے شاعری کی پھر تو اس نے اس عطا کا حق ادا کر دیا اور جن شاعروں نے اس کا استعمال غلط کیا اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا یعنی گانے لکھنے شروع کر دیئے جس کے گانے گھر گھر سنے جائیں جن کو سن کر آدمی کا سر شرم سے جھک جائے تو اس شخص نے اس عطا کی ناشکری کی ۔جو چیز اسکی اپنی نہ تھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا تھی۔

مجھ ان پڑھ کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے شاعر بنا دیا کیا ہی عطا ہے میرے ربّ کی۔ جب مجھے پہلے پہل شعروں کی آمد شروع ہوئی تو وہ عام سے دنیاوی شعر تھے تو میں نے اپنے ربّ سے یہ دعا کی کہ اے ربّ میرے اگر تو نے یہ عطا کی ہے تو میں ان شعروں کو کیا کروں۔ اے ربّ میرے مجھے وہ شعر عطا فرما جن سے میں تیری حمد وثنا کروں اور تیرے حبیب کی نعت لکھوں جس سے میری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔ پھر میرے اللہ نے میری دعا قبول کر لی اور میں نے اپنے ربّ کی حمد وثناء لکھی اور اپنے نبی پاک ﷺ کی نعتیں بھی لکھیں اور بزرگوں کی منقبتیں بھی لکھیں میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ میں اس قابل ہی نہ تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر اتنی بڑی عطا کی جس کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

یہ شعر بنائے بنتے نہیں کوئی بنا کے تو دیکھ لے
یہ تو قدرت والے کی دین ہے جسے چاہے نواز دے

☆☆☆☆☆☆

مذہب ہمارا اسلام ،وطن ہمارا پاکستان

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں پیدا ہوتے ہی اسلام نصیب ہو جاتا ہے کیونکہ مولانا ہمارے کان میں اذان دے دیتا ہے ساتھ ہی ہمارا اسلامی نام رکھ دیا جاتا ہے جب ہم بولنے لگ جاتے ہیں تو ماں باپ ہمیں کلمہ بھی پڑھا دیتے ہیں، اس طرح پھر ہم پکے مسلمان ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم آگے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں دنیا کی فکر میں، نہ پھر ہم دین سیکھتے ہیں نہ ہی ہمیں کوئی دین کی فکر ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کیوں پیدا کیا اور ہم سے کیا چاہتا ہے۔ یہ ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں پھر ہم وہ کام کرنے شروع کر دیتے ہیں جن کا دین کے ساتھ کوئی تعلق تک نہیں ہوتا اور اپنی انا کی خاطر ہم اپنا دین بھی بھول جاتے ہیں اور اپنی جھوٹی انا پوری کر جاتے ہیں جس سے شیطان تو بہت خوش ہوتا ہے اور اپنے ربّ کو ناراض کر لیتے ہیں۔ اس وقت اللہ ہی نہیں اللہ کا حبیب ﷺ بھی ناراض ہو جاتا ہے کہ میرا امتی کیا کر رہا ہے مگر ہمیں اس کی فکر ہی کیا۔ پہلے لوگ حلال کی کمائی پر فخر کیا کرتے تھے کہ ہم حلال کی کمائی کھاتے ہیں حرام کے پاس سے بھی نہیں گزرتے۔ مگر اب تو لوگوں کو حلال اچھا ہی نہیں لگتا کہ حرام میں اتنا مزہ آ گیا ہے کہ حرام کو آج ہم نے کسی نہ کسی طرح حلال کر لیا ہے یعنی رشوت کو ہم تحفہ سمجھ کر حلال کر لیتے ہیں جس سے پھر معاشرے میں برائیاں ہی برائیاں پھیل جاتی ہیں۔ جسے پھر سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر ہمیں اس کی کیا فکر اب تو ہمارا حال نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح ہوتا جا رہا ہے جو لوٹ کھسوٹ، افراتفری کے عالم میں ہیں اور ساتھ ہم نمازیں روزے حج بھی کرتے جا رہے ہیں۔ کیا خوب کھچڑی بنا رکھی ہے اپنے دین کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو معاف کرے ہم تو یوں مگن ہیں جیسے پہلے کوئی مرا ہی نہیں نہ ہی ہم کو موت آنی ہے اور ہر روز ہم دوسروں کے جنازے بھی اٹھائے جا رہے ہیں۔ جب لوگ ہندوؤں میں رہتے تھے تو اپنے مذہب کا کچھ نہ کچھ خیال کرتے تھے، اب تو قائداعظم کی مہربانی سے ہمیں ایک آزاد وطن مل گیا ہے اب جو چاہے کریں۔ آزادی سے پہلے ہمارے بزرگوں کا لباس شیروانی' شلوار قمیض اور پگڑی ہوا کرتی تھی اب تو اس کی جگہ پینٹ کوٹ اور ٹائی آ گئی ہے وہ بھی لنڈا بازار سے۔

آزادی ملنے سے پہلے ہم میں کوئی ایک آدھ خراب ہوا کرتا تھا وہ بھی لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا۔ جب سے ہمیں آزاد وطن ملا ہے اب تو اچھوں کو چھپنا پڑتا ہے کیونکہ ہم آزاد جو ہو گئے۔ آزادی سے پہلے لوگ اگر کسی کو مرتا دیکھتے تو فوراً اس کے منہ میں پانی ڈالا کرتے تھے کہ شاید اس طرح اس کی جان بچ جائے اب تو آزادی کے بعد لوگ مرنے والے کی فلمیں بنا رہے ہوتے ہیں کہ دیکھیں کہ انسان مرتا کس طرح ہے۔ کیونکہ ہمیں آزادی جو مل گئی آزادی سے پہلے لوگ دوسروں کی ماں بہنوں کو اپنی ماں بہن سمجھتے تھے۔ آزادی کے بعد ہم اپنی ہی ماؤں بہنوں کی عزت کو تار تار کر رہے ہیں کیونکہ ہم آزاد جو ہو گئے۔ آزادی سے پہلے لوگ ہر بچے سے پیار

محبت کرتے تھے اور انہیں اپنا ہی بچہ سمجھتے تھے آزادی کے بعد ہم دوسروں کے بچوں کو اغوا کر کے قتل کر دیتے ہیں وہ بھی چند کوڑیوں کی خاطر اور کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ ہم آزاد جو ہو گئے۔ پھر ان بچوں کے ماں باپ کے ساتھ کیا گزرتی ہے نہ اس کی حکومت کو کوئی فکر نہ ہمیں کوئی فکر ، جو بے چارے پھر ساری زندگی سسک سسک کے رہ جاتے ہیں اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آزادی سے پہلے لوگ غلط کام کرتے شرماتے اور سو بار سوچتے تھے کہ اسے کریں یا نہ کریں۔آزادی کے بعد ہر برا کام کرنا ہمارا حق بن گیا ہے کیونکہ ہم آزاد جو ہو گئے۔

آزادی میں ہم نے ہر چیز کو جائز سمجھ لیا ہے اب تو ہم اتنے آزاد ہو گئے ہیں دن دھاڑے ایک دوسرے کا قتل کر رہے ہیں۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا سر عام مال لوٹ رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دھوکا دے رہا ہے۔ایسا شاید ہم ہندوؤں میں رہ کے نہ کرتے۔ ہم نے کیا آزادی حاصل کی کہ آج ہمارے اندر خدا کا خوف تک نہیں رہا۔ پھر ہم نے اس آزادی کی کیا قدر کی جس آزادی کی خاطر ہمارے قائد نے اپنی قوم کے لئے اپنا تن من لگا دیا تھا۔ پھر اس آزادی کی خاطر کتنے مسلمانوں کے گھر اجڑ گئے۔ کتنے مسلمان مارے گئے اس آزادی کی خاطر، کتنی عزتیں لوٹی گئی اور ماؤں کے سامنے ان کے معصوم بچوں کو قتل کر دیا گیا۔تب جا کے ہمیں یہ آزادی ملی، آج انہی کی نسل اس آزادی کا کیا حشر کر رہی ہے کیونکہ ہمارا پیارا وطن چند غنڈوں کے ہاتھوں تباہ ہو رہا ہے۔آزادی کی قدر جاننا ہو تو جا کے ہندوستان کے مسلمانوں سے پوچھو کہ آزادی کیا چیز ہوتی ہے اور اس کی کیا قدر ہے۔کاش کہ پاکستان کے لوگ اپنی آزادی کی قدر کریں کہیں دیر نہ ہو جائے پھر ہماری آنے والی نسلیں ہم کو نہ کوسیں۔

آل رسول ﷺ میں یہ دو چیزیں ہو نہیں سکتی ایک جھوٹ دوسرا حرام، اسی لیے حضور پاک ﷺ نے اپنی آل کو زکوٰۃ صدقہ خیرات لینے سے منع فرمایا چاہے بھوکا رہے۔ اگر کسی میں یہ دو چیزیں آ گئیں تو وہ پھر اپنی خیر منائے کیونکہ حضور پاک ﷺ اپنے امتیوں سے پہلے اپنی آل سے پوچھیں گے کہ بتاؤ اپنی زندگی کس طرح گزاری۔

ہمیں وطن تو مل گیا آزاد قائداعظم کے ہاتھوں سے
مگر ہم نے ہی اسے تباہ کر دیا اپنے ہی ہاتھوں سے

میرے پیارے پاکستان میرے پیارے پاکستان کیا ہی تیری شان ہے
تو ہی ہماری آن ہے اور تو ہی ہماری شان ہے

اے قائداعظم اے قائداعظم تیری بھی کیا شان ہے
تو ہی ہماری آن ہے اور تو ہی پاکستان کی جان ہے

☆☆☆☆☆

دوستی، بھائی چارہ، سہیلی

ہمارے معاشرے میں یہ تینوں چیزیں پائی جاتی ہیں کیونکہ اس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔ پہلے دوستی، دوستی کا معنی ہے ایک دوسرے پر قربان ہو جانا۔ دوستی ہندی زبان کا لفظ ہے۔ پہلے وقتوں میں دوستی کا رشتہ بڑا پکا ہوا کرتا تھا اگر کسی کا بچہ ماں باپ کی بات نہیں مانتا تھا تو اس کے ماں باپ اس کے دوست کو کہتے کہ تیرا دوست ہماری فلاں بات نہیں مان رہا تو اس کا دوست اسے اپنی دوستی کا واسطہ دے کر وہ بات منوا لیتا کیونکہ ان میں پکی دوستی ہوا کرتی تھی اور وہ ایک دوسرے پر مال جان قربان کر ڈالتے تھے اور اپنی دوستی کا حق ادا کرتے تھے۔ اگر ان کو اپنوں سے ہی ٹکر لینی پڑ جائے تو پڑ جائے مگر اپنی دوستی کا ہی پاس کرتے اور ایک دوسرے کی دشمنی مول لیتے۔ ایسی دوستیاں پہلے وقتوں میں ہی ہوا کرتی تھیں۔ اب تو دوستی لوگ اس لیے کرتے ہیں کہ اپنا مفاد پورا ہو جائے یا کسی طرح دوست کا مال ہاتھ آ جائے یا اس کی عزت کسی طرح خراب کروں۔ آج کسی کو دوست کہنا دوستی کی توہین ہے۔ دوستی کا تو معنی ہے کہ ایک دوسرے پر قربان ہونا لیکن آج لوگ دوستی کے روپ میں ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے ہیں۔

دوسرا ہے ہمارے ہاں بھائی چارہ جو خاص طور پر پنجاب میں پایا جاتا ہے۔ اس کا معنی ہے کہ دو آدمیوں میں پیار جس کو پنجابی زبان میں ''بھائی چارہ ''بولا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ ''بھائی ''یہ پیار'' چارے ''سے چلے گا۔ اگر اس میں کسی ایک نے بھی کوتاہی کی تو ہم دونوں کا پیار جاتا رہے گا۔ اس طرح اس کا نام بھائی چارہ بنا اس بھائی چارے کی وجہ سے پہلے لوگ ایک دوسرے سے پگڑیاں بھی بدلتے تھے یعنی ان کا مال اور عزت ایک ہو جاتے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر اتنا بھروسا کرتے تھے جتنا وہ اپنوں پر بھروسا نہیں کرتے تھے اور اپنے بھائی چارہ ہونے پر فخر کرتے تھے اور ان کا بھائی چارہ مثالی ہوا کرتا تھا۔ لوگ بھی ان کے بھائی چارہ ہونے پر فخر کرتے تھے۔ اب تو بھائی چارے کا نام ہی رہ گیا ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتا۔ خالی ایک دوسرے کو بھائی چارہ کہہ دیتے ہیں اور ہمارے اندر کیا کیا پلیدیاں ہوتی ہیں جسے کوئی بھی بھائی چارہ کہنے کو تیار نہیں۔

ہمارے معاشرے میں تیسری بات ہے ''سہیلی ''جو دو عورتوں میں ہوتی ہے دوستی کا معنی اور بھائی چارہ کا معنی تو اکثر لوگوں کو پتا ہوتا ہی ہے مگر سہیلی کا معنی کیا ہے یہ پتا نہیں چل سکا۔ شاید کسی کو سہیلی کا معنی پتا بھی ہو مگر مجھے پتا نہیں کہ اسے سہیلی کیوں کہا گیا ہے پھر میں اس کھوج میں لگ گیا آخر سہیلی کا بھی تو کوئی معنی ہو گا اسی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جس طرح دوستی کے دو الفاظ ہیں ایک ہے ''دو ''اور دوسرا ہے'' ستی ''اسی طرح بھائی چارہ کے بھی دو الفاظ ہیں ایک ہے بھائی دوسرا ہے چارہ۔ اسی طرح سہیلی کے بھی دو الفاظ ہیں ایک ہے'' سہہ ''دوسرا ہے ''لی''۔ ہمارے ہاں اگر کوئی دوسرے کو ناخوش گوار بات کہہ دے تو وہ

اسے سہہ لے یعنی برداشت کر لے تو یہ سہیلی بھی اسی سے نکلی ہے کہ عورتیں ایک دوسرے کی ناخوشگوار بات کو سہہ لیتی ہیں اگر وہی بات ایک مرد دوسرے مرد کو کہہ دے اگر وہ جھگڑا نہ بھی کرے تو کم ازکم وہ بات چیت اس سے کرنی چھوڑ دے گا۔ یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ دو عورتیں صبح لڑتی ہیں اور شام تک ان میں صلح ہو جاتی ہے۔ کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کے خاوند پر ڈورے ڈالتی ہے تو وہ عورت سب کے سامنے اسے برا بھلا کہتی پھرے گی کہ یہ عورت اچھے کردار کی نہیں اگر وہ عورت کسی موڑ پر اسے مل گئی تو وہ اس کو ایسے ملے گی جیسے اس کی سگی بہن ہے یعنی سہیلی ہے اس وقت وہ اپنے خاوند والی بات کو بھول ہی جائے گی کہ میں اس کے بارے میں کیا کیا کہتی رہی کہ یہ عورت میرے خاند پر ڈورے ڈالتی ہے۔ کیونکہ عورتیں ایسی باتیں سہہ لیتی ہیں اسی لیے انہیں '' سہیلی '' کہا گیا ہے جب کہ مرد ایسی بات برداشت نہیں کرتے وہ مرمٹنے پر آجاتے ہیں۔ اگر دو خاندانوں میں جھگڑا ہو جائے تو مرد حضرات تو ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بند کر دیتے ہیں مگر عورتوں کا آنا جانا رہتا ہے کیونکہ یہ بات بہت جلد سہہ لیتی ہیں اسی لیے ان کو سہیلی کہا گیا ہے میری یہ سوچ کہاں تک درست ہے یہ آپ ہی بتائیں!

☆☆☆☆

کام کی باتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا

سوال: **کون سی چیز سب سے زیادہ ناپاک ہے؟**

جواب: انسان کا اپنا شک جب کسی چیز پر پڑ جائے تو وہ چیز ناپاک ہو جاتی ہے۔

سوال: **کون سی چیز سب سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے؟**

جواب: انسان کی اپنی غرض جب اس نے دوسروں سے لینی ہو وہی سب سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے۔

سوال: **کون سی چیز سب سے زیادہ کڑوی ہوتی ہے؟**

جواب: انسان کا اپنا غصہ وہ بھی جب کسی کے انتظار میں ہو کڑوا ہوتا ہے۔

سوال: **انسان کے لئے کون سی قربانی افضل ہے اور کس کے لئے؟**

جواب: افضل قربانی وہ ہے جو بے لوث ہو اور دوسروں کے لئے ہو وہی افضل قربانی ہوتی ہے۔

سوال: **انسان کے لئے ایمان اور کفر کے بعد کون سی چیز اچھی ہے اور کون سی بری چیز ہے؟**

جواب: انسان کے لئے مظلوم اور یتیم کی دعا اچھی ہے اور ان کی بددعا بری چیز ہے بچو۔

سوال: **انسان کے لئے آزادی اچھی ہے یا غلامی اچھی ہے؟**

جواب: انسان کے لئے غلامی ہی اچھی ہے اگر انسان آزاد ہوتا تو یہ درندے سے بھی برتر ہوتا۔

☆☆☆☆

ڈائریکٹ حوالدار

پاکستان میں ایک ڈرامہ چلتا تھا جس کا نام تھا'' ڈائریکٹ حوالدار '' جس کا معنی ہے پہلی حدوں کو پیچھے چھوڑ جانا۔ ہندوستان میں ہمارے باپ دادا جو پہلے ہندو ہوا کرتے تھے اور ''ہری رام ہری کرشنا '' کی پوجا کرتے تھے یعنی بتوں کی کیونکہ ان بے چاروں کو پتا ہی نہیں تھا کہ اصل پوجا کا حق دار کون ہے یہ سب کچھ دینے والا کون ہے اور اصل مالک ہمارا کون ہے۔ کیونکہ ان کے آگے پیچھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا کہ کچھ سمجھ سکتے کہ جن مورتیوں کو ہم خود اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں پھر انہی کو اپنا خدا بھی مان لیتے ہیں۔ پھر اللہ نے اپنے بندوں پر مہربانی کی۔ نبی پاک ﷺ کو حق کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا جنہوں نے آ کر انسان کو سیدھی رہ دکھائی اور ایک مالک اللہ کی بندگی کرنا سکھایا۔ پھر کافی عرصہ کے بعد نبی پاک ﷺ کے اصحاب اور ان کی آل نے دین کی خاطر ہندوستان کا رخ کیا جہاں اللہ کے دین کی خاطر انہیں بڑی بڑی مشکلوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مگر ان بزرگان دین کے قدم حق کی طرف ہی اٹھتے رہے جن میں تاجدار لاہور حضرت داتا گنج بخش ہجویری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ' خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ' حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور بھی بہت سے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے ہندوستان میں اسلام کی اشاعت و خدمت کی ہے جنہوں نے ہمارے باپ دادا کو بتوں کی پوجا چھڑا کے ایک اللہ کی پوجا سکھائی جو سارے جہانوں کا مالک و رازق ہے۔ وہی اس پوجا یعنی بندگی کے لائق ہے۔ یہ سب کچھ ان بزرگان دین کی مہربانیوں سے ہوا کہ جنہوں نے آ کے ہمارے باپ دادا کو اللہ و رسول ﷺ کے دین کی روشنی عطا فرمائی۔ اندھیرے سے نکال کر سیدھی راہ پر ڈالا۔ یہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ فرید رحمتہ اللہ علیہ ہی تو ہیں جن کی مہربانی سے آج ہم بھی مسلمان کہلا رہے ہیں مگر آج انہی کی اولادیں جو دین کی چند کتابیں پڑھ گئے ہیں انہی داتا اور خواجہ فرید کی مہربانیوں کو بھولتے جا رہے ہیں کیونکہ ہم دین کی چند کتابیں پڑھ کر'' ڈائریکٹ حوالدار '' بن گئے ہیں اور ان بزرگان دین کی قربانیاں کو بھولتے جا رہے ہیں جنہوں نے ہمارے باپ دادا کو اسلام کی روشنی دکھائی تھی اور آج ہم سر عام کہتے پھرتے ہیں کہ اگر آپ نے کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو یہ داتا اور خواجہ فرید آپ کو کیا دیں گے؟ ان کے مزاروں پر جا کے مانگنے سے کیا حاصل ہو گا جب کہ وہ مر چکے ہیں۔ اب وہ آپ کو کیا دیں گے؟ مگر ان بزرگان دین کے درباروں سے لوگ آج بھی فیض حاصل کر رہے ہیں اور قیامت تک فیض حاصل کرتے رہیں گے کیونکہ ان کے پاس یہ فیض اللہ کا ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ پھر ان بزرگوں سے حسد کیسا جنہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین کی خاطر گزار دی اور اس کا پھل بھی تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو اس شکل میں دے رہا ہے۔ اب تو یہ'' ڈائریکٹ حوالدار'' بزرگوں کے مزاروں پر جانے ہی پر بدعت شرک کے فتوے نہیں دے رہے بلکہ اب تو یہ ڈائریکٹ حوالدار نبی پاک ﷺ

کے وسیلے سے کوئی چیز مانگنا بھی'' بدعت شرک '' کہہ رہے ہیں۔ یہ دیندار کہتے ہیں کہ اب اگر آپ نے کچھ مانگنا ہے اللہ سے مانگو اس میں دوسروں کو کیوں وسیلہ بناتے ہو خود ڈائریکٹ حوالدار کیوں نہیں بن جاتے۔ پھر تو جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی خوراک اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ماں کے سینے میں رکھ دیتا ہے جو بچہ پیتا ہے تو پھر اس میں ماں کا بچے پر کیا احسان اور ماں کا شکریہ کیا اور ماں کے قدم میں جنت کیسے جب کہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ میرے بندوں کا شکر نہیں کرتا اور اس کے سارے احسان بھول جاتا ہے وہ بندہ میرا احسان کیا جانے گا۔ جن بزرگوں کو یاد کرنا ہمارا حق بنتا ہے کہ ان کے ان احسانوں کو نہ بھولیں یعنی ان کا شکریہ ادا کریں۔ آج بھی جو بندہ ان بزرگوں کے مزار پر ان بزرگوں کا وسیلہ دے کر دعا کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ وہ دعا قبول کر لیتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ دعا میں نیت کیا تھی جو اس نے مانگا وہ اسے ملا۔

اگر درباروں پر جانے کا طریقہ ہم لوگوں نے خود غلط اپنایا ہے تو اس میں بزرگوں کا کیا قصور۔ نیک نیت لوگ تو آج بھی ان بزرگوں کی دعاؤں کا فیض حاصل کر رہے ہیں چاہے وہ ہزاروں میل دور ہی کیوں نہ بیٹھے ہوں۔ یہ تو سب کچھ اپنی نیت پر ہوتا ہے میرا وہ بزرگ جس نے سب سے پہلے داتا صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ان کے صدقے میں میں مسلمان بنا میں ہر سال اپنے اس بزرگ اور ان کی بیوی یعنی اپنی دادای کے نام پر قربانی دے رہا ہوں ساتھ داتا صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ کے نام کی بھی قربانی کرتا ہوں شکریے کے طور پر اور میں اپنے بزرگ کے اسلام لانے پر فخر کرتا ہوں اور داتا صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا پیر و مرشد مانتا ہوں اور داتا صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے بزرگ کو مسلمان بنایا اور آج میں مسلمان کہلا رہا ہوں یہ سب کچھ اللہ کے فضل سے داتا صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے نہ ہوتا تو میں کیا ہوتا۔

شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ و رسول ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہوں۔ اسی لیے میں ڈائریکٹ حوالدار نہیں بننا چاہتا۔ یہ بزرگ لوگ آپ کو کیا دیتے ہیں؟ میں آپ کو کیا بتاؤں مجھے تو میرے گاؤں کے بزرگ نے شاعر بنا دیا پھر شاعری میں میں نے حمدیہ نعتیہ شاعری کی اور اپنے ان بزرگوں پر میں نے ایک منقبت بھی لکھی اور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہؒ پر بھی میں نے دو منقبتیں لکھیں۔ ایک اردو میں ایک پنجابی میں، یہ سب کچھ ان بزرگوں کی دعاؤں کا ہی تو اثر ہے لیکن اس وقت تو کچھ '' پیرزادے ''ہیں اور کچھ '' صاجزادے'' ہیں اور کچھ ''لٹ زادے '' بھی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے۔ آمین!

مینوں تے پکا یقین ہے بابا تیریاں دعاواں دا
ورنہ کس طرح ہو جاندا اکرم شاعر کونتریلی دا

☆☆☆☆☆

وفا کیا چیز ہے

وفا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملا دیتی ہے اور انسان کو انسان بنا دیتی ہے ۔ یہ وفا حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے بعض دفعہ تو انسانوں سے بھی زیادہ پائی جاتی ہے اسی کی کئی مثالیں میں آپ کو دیتا ہوں یہ ایک شکاری نے اپنی کتاب میں واقعہ لکھا تھا۔

وہ لکھتا ہے کہ میں اپنے کتے کے ساتھ شکار کرنے کے لئے ایک جنگل میں گیا جہاں میں راستہ بھول گیا اور مجھے پیاس بے حد لگی اور میں پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ میرا کتا جس کا نام میں نے ٹامی رکھا ہوا تھا میری اس حالت سے بہت پریشان تھا جو میرا منہ اور میرے ہاتھ چومتا اور ساتھ بھونکنے کی آواز بھی نکالتا۔ کبھی وہ بھونکتا بھونکتا دور چلا جاتا پھر میرے پاس چلا آتا۔ پھر میرے ہاتھ منہ چومنے لگتا پھر بھونکتا بھونکتا دور چلا جاتا آخر وہ اپنی محنت میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ آدمی کہیں جا رہے تھے تو میرا کتا کبھی ان کی طرف جاتا کبھی میری طرف آتا تو وہ آدمی کتے کی اس حرکت کو سمجھ گئے کہ یہ کتا کیا چاہتا ہے۔ وہ آدمی کتے کے پیچھے پیچھے چل دیے آخر میرا کتا ان آدمیوں کو میرے پاس لے آیا جب انہوں نے دیکھا کہ میں پیاس سے بے ہوش ہوں تو وہ کہیں سے جا کے پانی تلاش کر لائے اور مجھے پانی پلایا اور میں ہوش میں آ گیا۔ یہ سب کچھ میرے وفادار کتے کی وجہ سے ہوا ورنہ موت مجھے سامنے نظر آ رہی تھی۔

میں آپ کو ایک دوسرے کتے کی وفا کا واقعہ سناتا ہوں جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہوا ہے یہ کہ ایک دوسرے گاؤں کا آدمی ہمارے گاؤں آیا اس کو میں گاؤں کے قریب ملا ابھی ہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اپنے کتے کے ساتھ جو مہمان آدمی تھا وہ اس کے ساتھ مذاق کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے کہا ": یار میرے پاس نہ آنا ورنہ کتا آپ کو کاٹ دے گا" کیونکہ کتا ابھی بچہ ہی تھا تو اس نے اس کا مذاق کیا کہ یہ ٹھیک سے چل نہیں سکتا ہے اور تو مجھے اس سے ڈراتا ہے جیسے ہی اس آدمی نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو کتے نے اس کا بازو پکڑ لیا پھر اس کا بازو چھوڑ نہیں رہا تھا۔ پھر کتے کے مالک نے کتے کو جوتا دے مارا۔ کتے نے اس آدمی کا بازو تو چھوڑ دیا مگر کتے کی وہ حس نہ رہی کتا بجھ سا گیا کہ میرے مالک نے میری توہین کر دی ہے جس کی خاطر میں نے اسے کاٹا۔ جیسے ہی اس نے آگے جا کے کتے کو چھوڑا کتا تھوڑی دیر گھوم پھر لے جیسے ہی کتے کو اس نے چھوڑا کتا سڑک پر جا کے دوڑنے لگا پھر اس نے پیچھے مڑ کہ نہ دیکھا تو اس کا مالک اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ وہ کتے کے پیچھے قریب دو میل

گیا مگر کتا اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا تو وہ آخر اپنا منہ لے کے واپس آ گیا کیونکہ وہ کتے کی وفا کو نہ سمجھ سکا۔ کتا اپنی سب چوریاں دودھ بھول کر چلا گیا کہ میرے مالک نے میری وفا کی قدر نہ جانی اور میری توہین کر دی ۔ یہ تھی کتے کی وفا۔

ہم لوگ جو گھروں میں مویشی پالتے ہیں ان میں بھی بڑی وفا پائی جاتی ہے اسی طرح کا ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں ہم نے بھینس کی کٹیا پال رکھی تھی ایک دفعہ میں ہالینڈ سے چھٹی پر گیا تو ک اس کٹیا کے ساتھ میرا بڑا پیار ہوگیا۔ میں اسے نہلاتا دھلاتا اور اپنے ہاتھوں سے چارہ ڈالتا۔ کبھی میں اسے چرانے بھی لے جاتا اسی لیے وہ مجھ سے پیار کرنے لگی۔ پھر میں چھٹی پوری کر کے واپس ہالینڈ چلا آیا پھر ایک سال کے بعد میں چھٹی پر گھر گیا تو کٹیا اس وقت کمرے کے اندر بندھی ہوئی تھی تو اس نے مجھے نہ دیکھا جب میں صبح سو یا اٹھا تو میں صحن میں آیا اس وقت کٹیا چارا کھا رہی تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ چارا چھوڑ کر میری طرف دیکھنے لگی جب میں اپنی جگہ سے نہ ہلا تو اس نے مجھے آواز دی اور ساتھ اپنا سر بھی ہلایا کہ تو میرے پاس کیوں نہیں آ رہا۔ میں تو آپ کو پہچان گئی ہوں جب میں کٹیا کے پاس گیا تو وہ میرے ساتھ مستی کرنے لگی۔ جیسے بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ کرتا ہے پیار سے۔ کافی دیر تک میں اس کے منہ اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا رہا وہ میرے ساتھ کھیلتی رہی۔

پھر میں نے اسے کہا کہ تو چارا کھالے اور میں تیرے پاس ہی ہوں۔ جیسے وہ میری بات کو سمجھ گئی اور اس نے چارا کھانا شروع کر دیا۔ یعنی میری کٹیا مجھے ایک سال تک نہ بھولی۔ یہ ہے جانوروں کی انسان کے ساتھ وفا۔

اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جانوروں کی دنیا میں کہ جانور انسان کے ساتھ کتنی وفا کرتا ہے۔ یہ وفا انسانوں کا بھی بہترین فخر ہے جس کے دل میں کسی کی وفا ہوتی ہے وہ دل بڑا نرم اور رحم والا ہوتا ہے اور جس کے دل میں کسی کی وفا نہیں ہوتی وہ دل بڑا سخت اور بے رحم ہوتا ہے اس کے ساتھ کوئی بھی وفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ پہلے وقتوں کی وفا سنی بھی ہے اور لکھی بھی ہے جو مثالی ہوا کرتی تھی لوگ ایک دوسرے سے اتنی وفا کرتے کہ پرائے لوگوں کو بھی اپنا بنا لیتے اپنوں سے تو وفا ہوتی ہی ہوتی تھی۔ کبھی کسی رشتے دار کو کوئی پریشانی ہوتی تو رشتے دار اس سے بھی زیادہ پریشان نظر آتے۔ پھر اسے ان کو تسلی دینا پڑتی کہ آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

وفا کی ایک مثال آپ کو اور دیتا ہوں یہ بات مجھے ایک جاننے والے نے سنائی تھی کہ ہمارے رشتہ داروں میں شادی تھی۔ باقی تو ہم گھر والے سب شادی پر گئے مگر والد صاحب اور والدہ صاحبہ شادی پر نہ گئے کیونکہ والد صاحب بیمار تھے اور والدہ صاحبہ ان کی وجہ سے نہ گئیں۔ جب ہم شام کو شادی والے گھر پہنچے تو انہوں نے ہم سے والد اور والدہ کے نہ آنے کا پوچھا کہ وہ دونوں کیوں نہیں آئے جن کا آنا بہت ضروری تھا کیونکہ وہ ان کے قریبی رشتے دار تھے۔ جب ہم نے بتایا کہ والد صاحب بیمار ہو گئے ہیں اسی وجہ سے والدہ بھی نہ آ سکی کیونکہ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ دوسرے دن صبح صبح ان کے بڑوں نے اپنے سے چھوٹوں کو ضروری کام سونپنا تھا کہ آپ نے آئے ہوئے مہمانوں کو اچھے طریقے سے کھانا کھلانا ہو گا اور ہم اللہ داد کا پتا کرنے جا رہے ہیں۔ بیمار آدمی کا نام اللہ داد تھا خدا نہ کرے اگر اللہ داد کو کچھ ہو گیا اور ہم شادی میں لگے رہیں۔ گھر کی چند عورتیں مرد اپنی شادی چھوڑ کر اللہ داد کی تیمارداری کو چلے آئے حالانکہ کے وہ صبح کی جگہ شام کو بھی آ سکتے تھے جب شادی کی رسم ختم ہوتی کیونکہ ان کا تو خالی ولیمہ ہی تھا۔ مگر ان کی وفا کہاں رہتی جو اتنی

دیر کرتے اصل بات وفا کی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اپنی شادی کی بھی پرواہ نہ کی اور وفا کی لاج رکھی۔

آج تو وفا کا نام ہی رہ گیا ہے وفا تو کہیں نظر نہیں آتی۔اب تو کوئی دوسروں سے کیا وفا کرے گا۔اب تو کوئی اپنے ماں باپ بہن بھائیوں سے بھی وفا کرنے کے لئے تیار نہیں وہ ایک دوسرے سے ایسے ملتے ہیں جیسے کوئی اجنبی ملتا ہے۔خاص طور پر یورپ کی تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ اولاد کو اپنے ماں باپ کی کوئی خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔اگر کسی کو پتا بھی ہو کہ ماں یا باپ فلاں جگہ پر رہ رہے ہیں مگر پھر بھی ان کی اولاد کئی کئی ماہ ان کی خبر نہیں لیتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔اسی لیے یورپ کے لوگوں نے کتے بلیاں پال رکھی ہیں کہ یہ اولاد سے بہتر وفادار ہیں وہ انہی سے اپنا دل بہلاتے ہیں ،انہی کو اپنا ساتھی سمجھتے ہیں۔ایک دفعہ بلی نے اپنی بیمار مالکہ کی جان بچائی ٹیلی فون کر کے۔یہ بات ٹی وی میں بھی دکھائی گئی کہ بلی نے کس طرح فون کیا اور مالکہ کی جان بچائی جو اس وقت بے ہوش پڑی تھی۔

او انسان نہ بھول اپنی اس وفا کے گہنے کو
کہیں لے نہ جائیں کتے بلیاں تیرے وفا کے گہنے کو

عورت کی شان

جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں مرد کو شان عطا فرمائی ہے وہیں عورت کو بھی ایک شان عطا فرمائی ہے۔ بے شک مرد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت پر فضیلت دی ہے مگر عورت بھی تو مرد سے پیچھے نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی مرد کو ہی ہے عورت کو نہیں مگر نبی کو جنم دینے والی بھی تو عورت ہے جو نبی کی ماں کہلاتی ہے۔ جب نبی اسے ماں کہہ کر پکارتا ہے تو اس عورت کی کتنی عظمت ہوتی ہے۔ نبی اپنی ماں پر فخر کرتا ہے اور ماں اپنے بیٹے کے نبی ہونے پر فخر کرتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے قدموں میں جنت رکھی ہے جو اتنی بڑی نعمت ہے انسان کے لئے خدا کی طرف سے جس کے لئے انسان کو کیا کیا کرنا پڑتا ہے مگر مرد کے قدموں میں نہیں رکھی۔ اسی لیے میں ایسی چند نامور خواتین کا ذکر کروں گا جنہیں ہر مسلمان قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان ہستیوں پر فخر کرتا ہے۔

1- عورت کی شان مائی حوا

پہلے میں حضرت مائی حوا علیہا السلام کی بات کروں گا جو ہم سب کی ماں ہے جب بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام نے جنت میں گندم کا پھل کھایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دونوں کو کہا کہ تم نے میری نافرمانی کی ہے اس لیے تم جنت سے نکل جاؤ اور زمین پر چلے جاؤ اس وقت بابا آدم کو علیہ السلام تو سری لنکا میں کہیں اترے اور مائی حوا علیہا السلام مکہ میں یا جدہ میں اتریں جہاں ہر طرف جنگل بیابان تھا۔ وہ اللہ کی بندی کئی سال تک اکیلی ہی اس جنگل میں ادھر اُدھر بھٹکتی رہی مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئی جیسے تیسے اکیلے ہی اپنی زندگی گزارتی رہی۔ یہ بھی ایک عورت کے لئے بہت بڑی آزمائش تھی جو مائی حوا علیہا السلام نے پوری کر دکھائی اپنے صبر شکر سے آخر اس نے اپنے رب کو راضی کر لیا اور اپنے میاں بابا آدم علیہ السلام سے جا ملی۔

2- عورت کی شان مائی مریم

حضرت بی بی مریم کو کون نہیں جانتا جو نیک ماں باپ کی بیٹی تھیں اور نبی کی ماں جو پاک دامن تھی۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری سنائی گئی کہ تو ایک لڑکے کی ماں بنے گی تو مائی مریم نے کہا کہ میں تو شادی شدہ ہی نہیں تو پھر لڑکا کیسے ہو گا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان آیا کہ ایسا کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تو نہ گھبرا۔ جب مائی مریم کا حمل واضح ہو گیا تو اپنی ہی قوم والوں نے مائی مریم پر بہتان باندھنے شروع کر دیئے کہ شادی سے پہلے کیسے ہو گیا مگر مائی مریم ایسی باتوں پر بالکل پریشان نہ ہوئی اور دل توڑ دینے والی باتیں سنتی رہی۔ جب حد سے کام بڑھ گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فرمان آیا کہ اے مریم یہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلی جا تو مائی مریم نے ایسے ہی کیا جب کچھ وقت کے بعد مائی مریم نے بچے کو جنم دیا یعنی حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو حکم ہوا کہ مریم اب تو اپنے قبیلے میں چلی جا تو پھر قبیلے والوں نے باتیں بنانی شروع کر دی کہ مریم یہ بچہ کیسے پیدا ہوا۔ تو مائی مریم نے

انہیں کہا کہ یہ بات آپ اس بچے سے پوچھیں کہ تیرا باپ کون ہے جو ابھی چند دن کے ہی ہوئے تھے۔ جب حضرت عیسیٰؑ سے لوگوں نے پوچھا بتا کہ تیرا باپ کون ہے تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں روح اللہ تبارک وتعالیٰ ہوں اور ربّ کے حکم سے پیدا ہوا ہوں تب جا کے مائی مریم کی جان چھوٹی یہ تھی ایک عورت کی جرأت اور صبر جہاں کبھی مرد بھی پورے نہیں اترتے۔

3- عورت کی شان مائی ہاجرہ

حضرت مائی ہاجرہ کو کون نہیں جانتا جو حضرت ابراہیمؑ کی بیوی اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت مائی ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو جب مکہ کی ویران وادی میں لا چھوڑا اپنے دیس سے ہزاروں میل دور تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ماں بیٹے کو چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت مائی ہاجرہ نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑے جا رہے ہو تو حضرت ابراہیمؑ نے انہیں کہا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کو یہاں چھوڑوں۔ حضرت ابراہیم یہ کہہ کر چلے گئے اور مائی ہاجرہ اور اسماعیل کو ان ویران پہاڑوں میں چھوڑا جہاں نہ کوئی پانی نہ کوئی خوراک نہ ہی کوئی مددگار۔ مگر مائی ہاجرہ نے خدا اور اپنے خاوند کی رضا پر صبر کر لیا جسے ساری دنیا جانتی ہے۔ جب حضرت اسماعیلؑ کو پیاس لگی تو مائی ہاجرہ بچے کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں دونوں پہاڑوں پر دوڑنے لگی جن پہاڑوں کا نام ہے صفا اور مروہ جہاں مائی ہاجرہ نے پانی تلاش کرنے میں سات چکر لگائے۔ یہ کتنی بڑی قربانی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر ایک عورت کی طرف سے ، یہ بھی کتنی بڑی سعادت ہے جس عورت کی سنت کو بعد میں ہمارے نبی پاک ﷺ آخرالزماں نے ان دونوں پہاڑوں پر سات چکر لگا کر پورا کیا۔ جسے آج ہم حضرت مائی ہاجرہ کی سنت کہتے ہیں اس سنت کو مسلمانوں نے قیامت تک پورا کرتے رہنا ہے ورنہ حج میں کمی رہ جائے گی یہ بھی ایک عورت کی جرأت بہادری اور صبر کی داستان ہے ایسی عورتوں پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

4- عورت کی شان حضرت مائی آسیہ

حضرت مائی آسیہ کو کون نہیں جانتا جو مصر کے بادشاہ فرعون کی بیوی تھی یہ خوش نصیب عورت ہے جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے جب مصر کے لوگ فرعون کو اپنا خدا مانتے تھے اور حضرت مائی آسیہ فرعون کو خدا ماننے سے انکار کرتی رہی کہ تو میرا خاوند تو ہے مگر میرا خدا نہیں میرا خدا کوئی اور ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ اس پر فرعون مائی آسیہ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتا کہ تو کیوں نہیں مانتی کہ میں خدا ہوں جب کہ مصر کے سب لوگ مجھے خدا مانتے ہیں مگر بی بی آسیہ اسے یہی کہتی رہیں کہ تو میرا خاوند تو ہے مگر خدا ہرگز نہیں مانوں گی ایک عورت کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنی بڑی جرأت ڈال دی۔ حضرت مائی آسیہ پر بہت کچھ کہا اور لکھا جا سکتا ہے قربان جائیں ایسی عورتوں پر جو نیک پاک دامن تھیں۔

5- عورت کی شان حضرت مائی خدیجہؓ

حضرت مائی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو کون مسلمان نہیں جانتا جو حضور پاک ﷺ کی بیوی اور ہم مسلمانوں کی ماں ہیں جب حضور پاک ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے حضرت مائی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا ہی حضور پاک ﷺ پر ایمان لائیں اس طرح وہ سب سے پہلی مسلمان اور امتی بنیں۔ یہ شرف بھی ایک عورت کے حصے میں آیا۔ یہی نہیں حضرت مائی خدیجہؓ جو خود بڑی مال

دارتھیں انھوں نے اپنی ساری دولت اشاعت اسلام کی خاطر اپنے شوہر نبی پاک ﷺ کے حوالے کردی اور ساتھ ساتھ حضور پاک ﷺ کا حوصلہ بھی بڑھاتی رہتیں کہ آپ حق پر ہیں اس لیے آپ کو کوئی زیر نہیں کرسکتا اور خود بھی طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتی رہیں اور ہر حال میں ثابت قدم رہیں قریش جیسے قبیلے کے سامنے جو بڑے سخت لوگ تھے مگر حضرت مائی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور حضور پاک ﷺ کا ہر جگہ ساتھ دیتی رہیں۔

6- عورت کی شان حضرت مائی ام ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت مائی ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اصل نام برکۃ تھا جو جنگ احد میں زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی اس جنگ میں مائی ام ایمن رضی اللہ عنہا کا خاوند بچے اور قریبی رشتے دار بھی تھے جنگ کے شروع ہونے سے پہلے حضور پاک ﷺ نے چند سواروں کو پہاڑی کے پچھلی طرف پہرہ دینے کو کہا کچھ بھی ہو جائے مگر میرے حکم سے پہلے یہاں سے نہ ہٹنا۔ جب کفار اور مسلمانوں کی جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں نے کفار پر فوراً فتح حاصل کرلی اور جو کفار بچ گئے وہ بھاگ نکلے تو مسلمان مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے اس وقت جو پہاڑی پر پہرہ دے رہے تھے وہ بھی آ کے مال غنیمت اٹھانے میں لگ گئے تو کفار نے پہاڑی کے پیچھے سے پھر حملہ کر دیا جہاں حضور پاک ﷺ کھڑے تھے۔ وہاں اس وقت چند عورتیں اور زخمی تھے۔ کفار نے کہا کہ حضور پاک ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو مسلمان یہ سن کر بھاگ نکلے۔ افراتفری میں اس وقت مائی ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور پاک ﷺ کی ڈھال بن گئیں جو بھی وار حضور پاک ﷺ پر آتا وہ اپنے اوپر لیتیں اور کفار پر وار بھی کرتی جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا اور مسلمانوں کو پکار پکار کے کہتی کہ آپ کیوں بھاگ رہے ہو جب کہ حضور پاک ﷺ ہمارے اندر موجود ہیں۔ یہ سن کر پھر مسلمان جمع ہونے شروع ہو گئے اور انہوں نے پھر سے کفار پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو کفار پر فتح حاصل ہوگئی اس خاتون اسلام کی جرأت کو سلام۔ مسلمان اس عورت کی جرأت اور بہادری کو قیامت تک بھول نہیں پائیں گے یہ بھی ایک عورت تھی جس نے مشکل وقت میں حضور پاک ﷺ کا ساتھ دیا ہر آنے والا وار اپنے اوپر لیتی رہیں اور ثابت قدم رہی اس جنگ احد میں حضور پاک ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ ایسی عورت پر مسلمان جتنا بھی فخر کریں تو کم ہے اس طرح مائی ام ایمن رضی اللہ عنہا غازی عورت کہلائیں قربان جائیں ایسی عورتوں پر۔

7- عورت کی شان حضرت مائی میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ بی بی زینب سے کہنے لگی آپ بی بی فاطمہ کی کیا لگتی ہیں جب میں مدینہ میں بی بی فاطمہ کے پاس ہوا کرتی تو اس کی گود میں ایک ننھی سی بچی ہوا کرتی جس کا نام زینب تھا میں اسے نہلایا کرتی اور اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا کرتی تھی بتا تو اس کی کیا لگتی ہے تیری شکل بھی میری آقا فاطمہ جیسی مجھے لگتی ہے بی بی زینب نے اسے کہا کہ تو نے ٹھیک کہا کہ میں ہی بدنصیب بی بی فاطمہ کی بیٹی ہوں جو تیرے سامنے قیدی بنی ہوں اور ہمارا قصور بھی کیا ہے جو اس حال میں ہیں تو بی بی میمونہ نے بی بی زینب کو کھانا پانی پیش کیا اور اپنی اوڑھنی سر سے اتار کر بی بی زینب کے سر پہ رکھ دی جو اس وقت سر سے ننگی تھیں۔ بی بی میمونہ یہ غم برداشت نہ کرسکی اور ایسی چیخ ماری کہ روح پرواز ہوگئی یہ تھا غم ایک عورت کو نبی ﷺ کے پیاروں کا قربان جائیں ایسی عورتوں پر۔

8- عورت کی شان حضرت مائی رابعہ بصری

حضرت مائی رابعہ بصریؒ کو کون نہیں جانتا جو ایک کاملہ ولیہ اور قلندر ہوئی ہیں حضرت مائی رابعہ بصری جو کسی طرح امیر کی کنیز بن گئیں تو مائی صاحبہ اپنے مالک کا سارا دن کام کرتیں اور رات کو وہ اپنے حقیقی مالک کی عبادت شروع کر دیتیں ، پھر دن چڑھے مالک کے کاموں میں لگ جاتی ۔ یہاں تک کہ مائی صاحبہ بیمار بھی ہوتیں پھر بھی مالک کے کام کرتی رہتیں اور رات کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں گزارتیں ۔ جب ان کے مالک نے مائی کی یہ حالت دیکھی کہ یہ عورت بیماری کی حالت میں بھی میرا کام کرتی رہتی ہے اور رات کو اللہ کی بندگی کرتی رہتی ہے تو اس نیک دل آدمی نے مائی صاحبہ کو آزاد کر دیا پھر تو مائی صاحبہ اپنے حقیقی مالک کی ہو کے رہ گئیں ۔ پھر جس کی زیارت کے لئے بڑے بڑے بزرگ لوگ آنے لگے جن میں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ جیسے بھی تھے لوگ آج بھی مائی رابعہ بصری کی قبر مبارک سے فیض حاصل کر رہے ہیں اور قیامت تک فیض جاری رہے گا۔ یہ تھی ایک نیک پاک عورت کی کہانی جن کا نام تھا حضرت مائی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ یعنی بصرہ کی رہنے والی جن کا روضہ مبارک بصرہ میں ہے پھر ایسی عورتوں پر مسلمان فخر کیوں نہ کریں ۔

9- عورت کی شان حضرت مائی طوفہ

یہ ہیں مائی طوفہ جو کبھی گانے بجانے والی ہوا کرتی تھیں بس اسی گانے بجانے سے انھیں عشق الٰہی ہو گیا تو انہوں نے اپنے سارے ساز وغیرہ توڑ ڈالے ان کی آواز بھی بہت اچھی تھی ان کا مالک جو مائی طوفہ کی کمائی پر پل رہا تھا تو اس نے سمجھا کہ اس عورت کا دماغ خراب ہو گیا ہے تو اس نے مائی طوفہ کو آ کے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ اتفاق سے وہاں حضرت احمد سبقطی آئے کیونکہ وہ تو نگاہ والے انسان تھے تو انہوں نے مائی طوفہ کو پہنچان لیا کہ یہ عورت تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ولیہ ہے پھر اسے ہسپتال میں کیوں داخل کرا رکھا ہے تو انہوں نے اس کے مالک سے کہا کہ یہ عورت آپ نے کیوں ہسپتال میں داخل کرا رکھی ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ عورت بہت اچھا گاتی ہے ۔ پتا نہیں اسے اچانک کیا ہوا کہ سارے ساز توڑ ڈالے ہیں تو میں سمجھا کہ یہ دماغی مریضہ ہو گئی ہے اس لیے میں نے اسے یہاں لا کے داخل کرا دیا ہے ۔ حضرت احمد سبقطی نے اسے کہا کہ تم اس عورت کو آزاد کر دو، تم کو جتنی رقم چاہئے میں کو دیتا ہوں کیونکہ یہ عورت اب تیرے کام کی نہیں رہی ۔ پھر حضرت احمد سبقطی نے جو خود بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کامل ولی تھے مائی طوفہ کو آزاد کرا لیا ان کی قبر مبارک پر لوگ اپنی اپنی حاجت کو جاتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں ایسی نیک عورتوں کے کارناموں سے تاریخ بھری پڑی ہے جس کو جمع کرنا وقت کی ضرورت ہے خاص طور پر ایسے وقت کے لئے جب کہ عورت بھٹک رہی ہے ۔

10- عورت کی شان ایک عورت کی کہانی

یہ بات مجھے ایک بچی نے بتائی تھی انگلینڈ میں جو فیصل آباد کی رہنے والی تھی ۔اس نے مجھے بتایا کہ چچا میں جب بارہ سال کی تھی تو میرے والد کی وفات ہو گئی اور ہم چھ بہن بھائی تھے اور میرے بہن بھائی سب میرے سے چھوٹے تھے ۔اس وقت میری امی کی عمر صرف چھتیس سال تھی یعنی جوان تھی جیسے ہی میرے والد کی وفات ہوئی تو ہمارے چچا تایا نے ہم سے منہ پھیر لیا اور ہمارا کوئی ماموں بھی نہیں تھا اس وقت نانا بھی ضعیف ہو چکے تھے ۔ ہمارے پاس ایک مکان تھا جس میں رہتے تھے اور اس کے نیچے ایک دکان

تھی جو ہمارے حصہ میں آئی جس کے کرائے سے ہماری گزربسر ہو رہی تھی اور میں اس وقت پڑھ رہی تھی۔ امی نے میری پڑھائی جاری رکھی اور دوسرے بہن بھائی بھی سکول جارہے تھے۔ پھر امی نے صبر شکر کے ساتھ ہمیں پالنا شروع کر دیا جو اُن کے لئے خاصا مشکل تھا۔ جب میں نے بارہ جماعتیں پاس کرلیں تو اس کے فوراً بعد میری شادی ہوگئی اور میں انگلینڈ میں چلی آئی اور میں نے آ کے کام شروع کر دیا پھر کچھ نہ کچھ امی کی مدد کرتی رہی۔ جہاں تک بہن بھائیوں نے پڑھنا تھا پڑھایا پھر امی نے ان کی اچھی جگہوں پر شادیاں کر دیں آج ہم سب بہن بھائی اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ یہ سب کچھ ایک بہادر عورت کی وجہ سے ہوا اگر یہ کام مرد کو کرنا پڑتا تو شاید اس طرح نہ کر پاتا جس طرح اس صابر عورت نے کر دکھایا۔ اپنی جوانی کو بھول بھال کر بچوں کی فکر میں لگی رہی۔ ایسی عورتوں پر فخر ہی کرنا چاہئے۔

11- عورت کی شان

افسوس کے اگر کسی عورت نے قلم اٹھائی بھی ہے تو اس نے عورت کا ہی بیڑا اغرق کیا ہے کہ ایسے فحش ناول لکھ ڈالے جن کو معصوم بچیاں پڑھ کر ان سے غلط مطلب لیتی ہیں اور پھر راہ راست سے بھٹک جاتی ہیں کیونکہ آج کے وقت میں بہت سی لڑکیاں پڑھ لکھ گئی ہیں اور کام کاج ہوتا نہیں بغیر ایسے فحش ناول پڑھنے کے جس سے پھر وہ بھٹک جاتی ہیں۔ پھر ساری عمر کا رونا پلے پڑ جاتا ہے۔ ناول لکھنے والوں کو تو اپنی آمدنی کی پڑی ہوتی ہے۔ انھیں کیا خبر کہ ایسے ناول لکھنے سے معاشرے میں کیا خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں ناول تو ایسے ہونے چاہئیں جن کو پڑھ کے انسان کو اچھا سبق ملے نہ کہ دماغ میں فتور آئے اور بچیوں کی زندگیاں برباد ہوں عشق معشوقی کے چکر میں۔

12- عورت کی شان

یہ جو آپ کو گانے بجانے والیاں عورتیں نظر آتی ہیں یہ سب اپنی مرضی سے یہ کام نہیں کرتیں۔ ان سے یہ کام کوئی دوسرے لوگ لیتے ہیں لیکن وہ مجبور ہیں کہ کہاں جائیں۔ کیونکہ ان کو تو پتا ہی نہیں کہ یہ لوگ ہمیں کہاں سے اٹھالائے ہیں۔ پھر وہ ان کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ جب کوئی مرد ایسی عورت کے پاس جاتا ہے پھر اس سے جو بچی پیدا ہوتی ہے اور جب وہ بچی جوان ہو جاتی ہے تو اسی صاحب کا بیٹا اسی لڑکی پر عاشق ہو جاتا ہے جو اس کے باپ کی پیدائش ہوتی ہے اور اسے کچھ خبر نہیں کہ یہ لڑکی میری کیا لگتی ہے۔ پھر معاشرے میں برائیاں کیوں نہ پیدا ہوں۔ جہاں انسان ہی انسان نہ رہے جانوروں کی طرح ہو جائے۔ ایسے لوگوں کی نہ تو کوئی ماں ہوتی ہے، نہ ہی کوئی بہن ، نہ ہی بیٹی وہ تو خالی خالی انسان ہی ہوتے ہیں۔

13- عورت کی شان

آج کل پاکستان میں یہ جو ہل چل مچی ہوئی ہے کہ عورت ظلم کی چکی میں پس رہی ہے مردوں کے ہاتھوں سے۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ عورت ظلم کی چکی میں پس رہی ہے یہ سب چند عورتوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں جو پورے معاشرے کو تباہ کر رہی ہیں ساتھ یہ کہتی ہیں کہ ہم تو مظلوم عورتوں کی مدد کر رہی ہیں۔ جب بھولی بھالی عورتیں اور بچیاں ان کے ہاتھ چڑھ جاتی ہیں تو پھر وہ بے چاریاں نہ گھر کی رہتی ہیں نہ ہی گھاٹ کی۔ پھر ایسی عورتیں ان کو ایسی جگہوں پر پہنچا دیتی ہیں جہاں سے پھر واپسی کی ہر امید ختم ہو جاتی ہے۔ پھر وہ بے چاریاں اصل ظلم کی چکی میں پستی جاتی ہیں اور زندگی تمام ہو جاتی ہے پستے پستے۔ خدارا! ایسی عورتوں سے بچیں جو عورتوں ہی کی

دشمن بن جاتی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ واقعی عورت پر ظلم ہو رہا ہے وہ پہلے اپنے گھر پھر آس پڑوس میں دیکھیں کہ کہاں عورت پر ظلم ہو رہا ہے۔ ہاں یہ میں مانتا ہوں کہ کبھی کبھار ایسا ہو ہی جاتا ہے مگر سب عورتوں کے ساتھ نہیں اگر مجھ سے کوئی پوچھے تو میں یہی کہوں گا کہ جتنا مردان عورتوں کے ہاتھوں پِستا ہے اتنی عورتیں نہیں پِستیں۔ مگر مرد اپنی عزت کی خاطر خاموش رہتا ہے اور عورت چھوٹی بات کو بڑھا چڑھا کر دوسروں سے بیان کرتی پھرتی ہے کہ میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ خدارا! ایسے پراپیگنڈہ سے بچیں جو معصوم عورتوں اور بچیوں کی زندگی تباہ کر رہی ہیں کہاں کسی کو ظلم ہوتا نظر آتا ہے اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو بھی جائے تو خدارا صبر سے کام لیں یہی آپ کے لئے اچھا ہے اور اس میں وقار بھی ہے نہ کے غلط ہاتھوں میں آئیں۔ صبر کرنے والے کے ساتھ خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ پھر انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کیوں ہوں۔

14- عورت بے نشان

ویسے تو ہمارے معاشرے میں ایسی عورتیں بھی ہو گزری ہیں جن کے کارناموں سے ان کے اپنے ہی خاندان کے سر جھکے ہیں پھر نسل در نسل جھکے ہی رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی عورتوں کو ہدایت ہی دے۔ نہ ہی ان کو اپنی عزت کا خیال نہ ہی انہیں اپنے قبیلے کا خیال جو پھر بعد میں پچھتاتی ہیں۔ اس سے پھر کیا فائدہ جب چڑیاں چگ جائیں کھیت۔ چلو چھوڑو ان کی بات کیا کرنی ہے۔

15- عورت کی شان

ویسے تو ایسی نیک پاک عورتوں کے ذکر سے کتب بھری پڑی ہیں پھر میں نے ان پاک ہستیوں کا ذکر کیوں کیا ہے جس طرح دوسرے لوگوں نے ان کا ذکر کیا ہے اسی طرح میں نے بھی ان کا ذکر کر کے اپنا حصہ ڈالا ہے کہ میں بھی ان پاک ہستیوں کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس کاوش کو قبول پائے اور میری غلطی کو اللہ پاک معاف کرے۔ آمین!

کیا ہی شان عطا کی اے عورت تجھے اللہ نے
جس کی کوکھ سے لیا ہے جنم نبیوں نے

☆☆☆☆☆

ایک ہندو سے روح پر سوال

میں نے اپنے ایک ہندو ساتھی سے روح پر سوال کیا جو میرے ساتھ مانچسٹر میں کام کرتا تھا۔ وہ ہندوؤں کا ہی ویئر ہاؤس تھا اس ہندو کا نام انیل تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے مذہب میں ہے کہ مرنے کے بعد روحیں پھر واپس آتی ہیں پھر وہ روحیں کہیں بھی آ جا سکتی ہیں یعنی وہ روحیں کوئی بھی روپ دھار سکتی ہیں یہاں تک کہ انسانوں کی روحیں جانوروں' کیڑے مکوڑوں میں جا سکتی ہیں اور جانوروں ، کیڑے مکوڑوں کی روحیں انسانوں میں جا سکتی ہیں اس میں کوئی قید نہیں ہے؟

تو اس ہندو نے کہا کہ ایسا ہی ہے ورنہ اتنی روحیں کہاں سے آ گئیں۔ اس کے خیال میں اس کا بھگوان محدود ہے مگر مسلمانوں کا بھگوان تو محدود نہیں وہ تو بے حساب کا مالک ہے۔ تو میں نے پھر اس سے دوسرا سوال یہ کیا کہ آپ یہ بتائیں کہ دو میاں بیوی ہیں تو اس آدمی کی بیوی حاملہ یعنی امید سے ہو جاتی ہے پھر اس کا خاوند فوت ہو جاتا ہے اس وقت اس کی بیوی ایک یا دو ماہ کی

حاملہ یعنی امید سے ہوتی ہے بچہ ابھی بنا نہیں بت ہی ہوتا ہے بت میں روح تین یا چار ماہ کے بعد داخل ہوتی ہے آپ کا بھائی ڈاکٹر ہے آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں تو کیا اس کے خاوند کی روح اس عورت کے پیٹ میں جو بت ہے اس میں داخل ہو جائے گی؟ اگر ایسا ہے تو جو بچہ پیدا ہو گا پہلے وہ اس عورت کا خاوند تھا پھر پیدا ہونے کے بعد اس کا وہ بیٹا بن گیا اور وہ عورت پہلے اس کی بیوی پھر اس کی ماں بن گئی کیا آپ اس کو مانتے ہیں؟ تو وہ ہندو کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے مجھے کہا کہ تیرے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ تو میں نے کہا کہ آپ اپنے کسی گرو یا پنڈت سے پوچھ کر بتائیں۔ پھر میرے ہوتے ہوئے وہاں گرو بھی آئے پنڈت بھی آئے مگر اس نے میرے اس سوال کا مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی کسی ہندو کے پاس میرے اس سوال کا جواب ہے جس ہندو پر میں نے یہ روح والا سوال کیا تھا وہ اچھا بھلا پڑھا لکھا تھا۔

☆☆☆☆☆

مسلمانوں کی چودہ سوسالہ تاریخ

ہمارا مسلمان ہونا حضور پاک ﷺ سے شروع ہوا جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ مسلمان کہلائے جب حضور پاک ﷺ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو حضور پاک ﷺ کے اپنوں نے ہی مخالفت کرنا شروع کر دی یعنی مکہ والوں نے اور اس پاک صاف دین کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بدلے حضور پاک ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ یہاں میاں صاحب نے اپنے شعر میں کیا خوب فرمایا ہے۔

جس دیئے نو توں آپ جلاویں تے کد کسے تیں او بجھدا
جیوں جیوں مارن کمینے پھوکاں توں توں ودھ کے او بلدا

جو جو اس دیئے کو بجھانا چاہتے تھے آخر وہ خود ہی بجھ گئے اور یہ دیا سارے جہانوں کو روشنی دے گیا۔ آج جس دیئے کی روشنی ہر جگہ نظر آ رہی ہے۔ سبحان اللہ! جب حضور پاک ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے پھر ان کے بعد اسلام کا بیڑا حضور پاک ﷺ کے صحابہ نے اٹھالیا۔ وہ صحابہ جن کے پاس نہ تو کوئی جنگی ساز و سامان تھا بلکہ کھانے پینے کا سامان بھی پورا نہ تھا لیکن ایمان کا جذبہ ایسا تھا کہ وہ جدھر جاتے قلعے ایسے گرتے جاتے جیسے پانی میں ریت بہہ جاتی ہے۔

جب وہ افریقہ کی طرف گئے تو آدھا افریقہ فتح کر لیا۔ اگر وہ ایشیا کی طرف گئے تو آدھا ایشیا فتح کر لیا، اگر وہ یورپ کی طرف گئے تو آدھا یورپ فتح کر لیا۔ یہ سب ان کے ایمان کی پختگی کا نتیجہ تھا اور ساتھ حضور پاک ﷺ کی پیشگوئی بھی تھی جس کو ہر حال میں پورا ہونا تھا۔ اسی لیے کسی صحابی نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اس میں حصہ تو سب صحابہ کا تھا مگر نام تو کسی بڑے لیڈر کا ہی ہوتا ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ ان کے بعد عمر بن عبدالعزیز بنو امیہ کے تھے یا اِکا دُکا عباسی خاندان میں سے بھی ہوئے ہیں پھر عبدالرحمن بنو امیہ کے جن کے جرنیل طارق بن زیاد تھے جنہوں نے سپین فتح کیا تھا۔ پھر عبدالرحمن کے خاندان نے چھ سو سال حکومت کی۔ جب یہ خاندان سپین میں کمزور پڑا اور ان سے سپین چھین لیا گیا یہ سب کچھ اپنے اعمال کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔

طارق بن زیاد کے بعد تاریخ میں صلاح الدین ایوبی کا نام آتا ہے جو عثمانی خلیفہ کا جرنیل تھا جس نے بیت المقدس کی خاطر یورپ کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ کی تھی۔ آخر اس نے بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ پھر ترک کے بادشاہ محمود زکی کا بھی بڑا نام ہوا ہے جس نے آدھے یورپ، آدھے افریقہ، اور پورے عرب پر حکومت کی ہے جس کو مسلمان اپنا خلیفہ مانتے تھے۔

محمد بن قاسم کا بھی بڑا نام ہوا ہے تاریخ میں جس نے سندھ کو فتح کیا تھا اور ملتان تک اپنی حکومت قائم کی۔ پھر مسلمانوں میں کئی سو سال خاموشی رہی کیونکہ پھر مسلمانوں میں آپس میں ہی لڑائیاں شروع ہوگئیں۔لڑائیاں تو مسلمانوں میں پہلے صحابہ کے دور میں بھی ہوتی رہیں مگر مسلمانوں کا ملک ایک ہی رہا۔

پھر محمود غزنوی ہندوستان میں آئے جن کے ساتھ حضرت داتا صاحب بھی آئے اور محمود غزنوی نے پنجاب اور کچھ دوسرے حصوں پر بھی اپنی حکومت قائم کی۔ داتا صاحب نے ہندوستان میں لوگوں کو اسلام کا درس دینا شروع کر دیا پھر لوگ جوق در جوق ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے لگے۔ لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔محمود غزنوی کے بعد جو بھی افغانستان سے حاکم آیا انہوں نے مسلمانوں پر ہی حملے کئے چاہے وہ غوری خاندان ہو یا وہ لودھی خاندان ہو یا وہ تغلق خاندان ہو یا وہ سوری خاندان ہو یا وہ مغل خاندان ہو یا وہ ایران کا نادرشاہ ہو جس نے دہلی کو خوب لوٹا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا۔جس کی وجہ سے ہندوستان میں مسلمان کمزور پڑ گئے پھر انگریزوں نے آکر ہندوستان پر بآسانی قبضہ کرلیا۔صرف ایک ہی مجاہد ٹیپو سلطان لڑا جو آخر اپنے ہی غداروں کے ہاتھوں شہید ہوگیا۔ میر جعفر ،میر صادق جنہوں نے غداری کی تھی۔

ایک نام عرب میں اور بھی تھا یوسف بن تاشفین کا جس کا تاریخ میں بہت بڑا نام ہوا ہے۔ بہت دیر کے بعد پھر مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قائداعظمؒ کی صورت میں عطا فرمایا جس نے مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں سے آزادی دلائی اور مسلمانوں کو ایک آزاد وطن پاکستان دلایا جن کا آج ہم سب پاکستانی قوم پر بہت بڑا احسان ہے۔جس احسان کو اس قوم نے فوراً ہی بھلا دیا ہے وہ اس طرح کہ قائداعظم کے بعد ہمیں ایک اور بھی لیڈر ملا جس کا نام ذوالفقار بھٹو تھا جس نے آتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ قائداعظم کے پاکستان کو دو ٹکڑے کر دیا جو اپنے آپ کو فخر ایشیا کہلاتا تھا۔اس کو کہتے ہیں اپنے منہ میاں مٹھو، جس نے خود حاکم بننے کے لئے ہزاروں انسانوں کو مروایا اور لاکھ کے قریب فوج کو ہندوؤں کے سامنے جھکایا اور ان کو قید بھی کروایا۔ پھر قائداعظم کے ملک کو توڑنے والے کا انجام کیا ہوا جس کو ایشیا کیا پوری دنیا جانتی ہے۔جب ترکی کی حکومت کمزور پڑی اور انگریزوں کے سامنے جنگ ہار گئے تو انگریزوں نے عربوں میں ترکوں کی حکومت ختم کر کے عرب میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا ڈالیں پھر ان پر اپنے پٹھو بٹھا دیئے جو بے چارے اگر بیت الخلا میں بھی جائیں تو بھی اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتے۔

جب بھی اسرائیل نے عربوں کے پچیس تیس آدمی بے گناہ مار دیئے تو عرب فوراً اسرائیل کے خلاف قرارداد پاس کر ڈالتے ہیں ایسے تو سینکڑوں دفعہ ہوا ہے پھر ان قراردادوں کا کیا بنا جن کا آج تک پتا نہیں چل سکا۔بس عرب بے چارے قرارداد پاس کر دیتے ہیں اور اسرائیل برابر عرب مارے جا رہا ہے۔ پھر ایسی قراردادوں کا نتیجہ خدا ہی جانے یا یہ عرب بے چارے جانیں۔ ہم کیا جانیں۔ جب عراق پر امریکہ اور انگلینڈ دونوں نے چڑھائی کی تو اس وقت صدام بہادر نے یہ فرمایا تھا کہ عرب دیکھیں گے کہ صدام کس طرح ان کے خلاف جنگ لڑتا ہے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو صدام صاحب دن بدن پسپائی کرتا گیا بالآخر صدام بہادر اپنا محل چھوڑ کر اپنی بنائی ہوئی قبر میں جا چھپا مگر اس کا وہاں بھی پیچھا نہ چھوٹا اور اسے وہاں سے بھی جا پکڑا تو اسے کہا گیا کہ جناب ذرا اپنا منہ کھولیے۔ ہم نے آپ کے منہ میں ایٹم بم دیکھنا ہے جس کو تو نے یہاں چھپا رکھا ہے تو صدام بے چارے نے سرکار کے سامنے فوراً اپنا

منہ کھول دیا شاید اس طرح جان چھوٹ جائے مگر اسے بھٹو کی طرح اپنا انجام دیکھنا پڑا۔
یہ ہو گزرے ہیں اب کے مسلمانوں کے لیڈر جو بغیر کچھ کیے اپنی تاریخ بنانا چاہتے تھے پھر فوراً ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے جب ہم چھوٹے تھے تو ہمیں امی اور دادی امی روٹی کی جگہ بھی دودھ گھی ہی کھلایا کرتیں تھیں جیسے ہم نے ہی کوئی ملک فتح کرنا ہے۔ جب ہم بڑے ہو گئے تو دودھ گھی کی جگہ لسی اور اچار نے لے لی جب ہم امی سے کہتے کہ آپ اب ہمیں دودھ گھی کیوں نہیں دیتے تو امی یہ کہتی کہ تم نے پہلے جو دودھ گھی بہت کھایا ہے اس لیے اب لسی اور اچار سے ہی گزارہ کرو۔ اس طرح آج ہم انہی چیدہ چیدہ نیک مسلمان لیڈروں کی تاریخ پڑھ پڑھ کر گزارہ کر رہے ہیں یا ان کے کارنامے سن رہے ہیں۔ یہ بھی پتا نہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں ان کے کارنامے پڑھ پڑھ اور سن سن کر روتی رہیں گی۔ جب کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ کو چودہ سو سال سے بھی اوپر ہو گئی ہے اور مسلمانوں کے وہی چیدہ چیدہ لیڈر ہو گزرے ہیں جن کو تاریخ یاد کرتی ہے اب تو مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ کوئی تو یہودی کا دوست بنا بیٹھا ہے اور کوئی عیسائیوں کا دوست بنا بیٹھا ہے اور کوئی ہندوؤں کا دوست بنا بیٹھا ہے۔
ان مسلمان حاکموں کے پیسے تو یہودیوں اور عیسائیوں کے بنکوں میں پڑے ہیں اور یہ حکومتیں مسلمانوں پر کرتے ہیں۔ صرف مسلمانوں کو لوٹنے کے لئے اور ساتھ اپنی نیک نامی کی تاریخ بھی بنانا چاہتے ہیں۔ چاہے وہ جوتیوں والی ہی تاریخ ہو جس طرح آج کل مسلمانوں کے لیڈروں کے سروں پر پڑ رہی ہیں۔ انہوں نے تو اپنی تاریخ ہی بنانی ہے چاہے کسی طرح کی تاریخ بن جائے۔ ان کو پھر بھی ایسی تاریخ قبول ہی قبول ہے کم از کم اس کی تاریخ تو بنی حالانکہ مسلمانوں میں لیڈر تو بہت ہو گزرے مگر بامقصد چیدہ چیدہ ہوئے ہیں وہ بھی سینکڑوں نہیں ہوئے۔ اگر آج کے وقت مسلمانوں میں اسامہ بن لادن اٹھا بھی ہے تو سب مسلمان اس بے چارے کے پیچھے پڑ گئے یہودیوں اور عیسائیوں کے کہنے پر ، میں تو پھر اسامہ بن لادن کو سلام پیش کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کے اندر جان ڈالی ہے اور وہ اس کا حق دار ہے۔ اسامہ بن لادن زندہ باد زندہ باد تو کبھی بھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ رہے گا ہمیشہ بے ضمیر ہی مردہ ہوتا ہے چاہے وہ زندہ بھی ہو۔

جس نے اٹھایا قدم اللہ کے بھروسے پر
تو اللہ نے چڑھایا اسی کا نام تاریخ پر
جس نے بھی کیا ناز اپنی قوت پر
تو تاریخ روتی ہے اس کے مقدر پر

جب محمود غزنوی کے ساتھ کچھ بزرگ ہستیاں ہندوستان میں تشریف لائیں جن میں حضرت داتا صاحب بھی تھے پھر کچھ بزرگ غوری خاندان کے ساتھ بھی تشریف لائے۔ کچھ لودھی خاندان کے ساتھ بزرگ تشریف لائے جن میں خواجہ غریب نواز جو بغداد سے تشریف لائے۔ تو ان بزرگوں نے آ کے ہندوستان میں دین اسلام کی تبلیغ کا کام لوگوں میں شروع کر دیا تو لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ حضرت داتا صاحب جو تقریباً سب سے پہلے پنجاب تشریف لائے انہوں نے لاکھوں بے دینوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا جن میں میرے بزرگ نے بھی حضرت داتا صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جن کے لئے آج میں ہر وقت دعا گو ہوں کہ آج میں بھی کلمہ

پڑھنے والوں میں ہوں ۔اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین نے بھی آ کر ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔اسی طرح دوسرے بزرگوں نے بھی اپنے اپنے ملکوں میں دین کا بڑھ چڑھ کر کام کیا اور لوگ جوق در جوق دین کی خاطر بزرگوں کے پاس آتے رہے اور دین اسلام قبول کرتے رہے ۔ان سب بزرگوں نے اللہ اور رسول ﷺ کے دین اسلام کی خاطر اپنا گھربار، رشتے دار چھوڑ چھاڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھروسے پر ہندوستان کا رخ کیا جہاں ان کو مشکلوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ پھر بھی ان بزرگوں نے لوگوں کو ایمان کی روشنی عطا فرمائی تو جو اس وقت کے مسلمان حکمران تھے انہوں ان بزرگوں کو کافی ساری زمینیں دے دیں تاکہ آپ کو کوئی معاشی مجبوری نہ رہے اور دین کا کام اچھی طرح کر سکیں کیونکہ ان بزرگوں کے پاس ہر وقت لوگ آتے جاتے رہتے تھے ۔جب یہ بزرگ آہستہ آہستہ اس دنیا سے پردہ فرما گئے پھر لوگ ان بزرگوں کے مزاروں پر فیض کی خاطر آنے لگے اور جو ان بزرگوں کے مزاروں کے بعد میں متولی بنے یعنی گدی نشین تو ان کو ان زمینوں سے جو آمدنی ہوئی وہ اس سے ان لوگوں کی خدمت کرتے رہے پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ گدی نشین غریبوں کی آمدن پر پلنے لگے ۔اب تو ان بزرگوں کے گدی نشینوں نے یہ حالت کر دی ہے کہ مزاروں پر ان کی مرضی سے جوا' نشہ تک سرعام ہوتا ہے یہاں تک کہ جس لڑکے لڑکی نے ایک دوسرے کو ملنا ہو تو وہ کسی بزرگ کے مزار پر جانے کا بہانہ بنا کر وہاں جا کے ایک دوسرے سے ملتے ہیں ۔

آپ ہی بتائیں کہ ہم کس نیت سے بزرگوں کے مزاروں پر جاتے ہیں اور جو گدی نشین ہیں ان کو تو اپنی آمدنی کی پڑی ہوتی ہے اپنی عیاشیوں کے لئے اور یہ سب کچھ ان کی نگرانی میں ہوتا ہے اور ان کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا۔جب یہ گدی نشین میلے میں چکر لگاتے ہیں تو ان کے ساتھ کئی کئی غنڈے ہوتے ہیں جو دوسروں پر اپنا روب ڈالنے کے لئے آتے ہیں ۔مجھے بھی ایک دفعہ میرے ساتھی ایک بزرگ کے مزار پر لے گئے جب ہم مزار پر پہنچے تو شام ہو چکی تھی وہاں لوگوں کا کافی رش تھا جن میں مرد حضرات اور عورتیں دونوں ایک ساتھ گھوم پھر رہے تھے تو میرے ساتھیوں نے مجھے کہا کہ ہم تو حاجت کو جا رہے ہیں اگر آپ کو بھی ہمارے ساتھ جانا ہو تو آ جائیں تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ آپ ہو آئیں میں یہیں ٹھہرتا ہوں ۔

جب وہ سب چلے گئے تو میرے پاس دو تین جوان آئے وہ مجھے آ کے کہتے ہیں کہ بھائی ہمیں سوٹا چاہیئے تو میں نے انہیں سگرٹوں کی ڈبی پیش کر دی تو وہ مجھے یہ کہتے ہیں کہ بھائی ہمیں یہ سوٹا نہیں چاہیئے ہمیں دوسرا سوٹا چاہیئے یعنی ہمیں چرس چاہیئے تو میں نے انہیں کہا کہ آپ لوگ ان بزرگوں کے مزاروں پر ایسے ہی کاموں کے لئے آتے ہو اگر تمہیں دوسرا سوٹا چاہیے تو کہیں اور تلاش کرو ۔

میرا یہ کہنا ہے کہ جب بزرگوں کے مزاروں پر اب ایسے کام بھی ہو رہے ہیں ۔گانے بجانے والے ٹولیوں کی شکل میں جگہ جگہ میلا لگائے بیٹھے ہوتے ہیں ۔میرا تو یہ کہنا ہے کہ آج لوگ بزرگوں کے مزاروں پر فیض کے لئے کم ہی آتے ہیں عیاشی کے لئے آتے ہیں ۔ اسی لیے تو آج بزرگوں کے مزاروں پر کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے جہاں پہلے ان جگہوں پر لوگوں کے لئے سکون ہی سکون ہوا کرتا تھا مگر آج بدفعلوں نے ان پاک جگہوں کو بھی بے سکون بنا دیا ہے اور ساتھ ہم یہ بھی کہتے پھرتے ہیں کہ بزرگوں کے مزاروں سے کچھ حاصل نہیں ۔پھر بھائی بزرگوں کے مزاروں پر جاتے ہی کیوں ہو۔ بھائی پہلے اپنی نیتوں کو تو دیکھو کہ ہم کس نیت سے مزاروں پر جاتے ہیں ۔ مزاروں سے تو وہی کچھ ملے گا جو ہماری نیت ہو گی ۔جب کبھی ہم کسی بزرگ کے مزار پر جائیں تو ان بزرگوں کا ادب بھی ضرور کریں ۔ادب

میں ہی سب کچھ ہے۔جب ہم بزرگوں کے مزاروں پر جاکے شیطانی کام کریں گےتو پھر ہمیں فیض کہاں سے نصیب ہوگا۔

ہماری اس حالت کو دیکھ کر وہابی لوگ ہمیں مزاروں پر جانے سے روکتے ہیں ۔آپ ہی بتائیں کہ اس میں بزرگوں کا کیا قصور ہے جب کہ غلطیاں ہم خود کرتے ہیں ۔گدی نشین کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنی آمدنی کی خاطر ایسے کام نہ ہونے دے جس سے آپ کے بزرگوں پر کوئی حرف آئے آج تو جعلی پیروں کی ہر طرف بھر مار ہوگئی ہے اس لیے آج اصل بزرگوں کا وقار ختم ہوتا جارہا ہے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسے جعلسازوں سے۔آمین!

تو جو دل میں لے کے آیا مزار پر بندے
وہی تجھے فیض ملے گا مزار پر بندے
جب تو بوئے گا کھیت میں ڈھیلا بندے
پھر تو کس طرح کاٹے گا کھیت سے گندم بندے

☆☆☆☆

آج کی دعائیں اور کس بات پر

ہمارے دین اسلام میں ہر طرح کی تماش بینی کو اچھا نہیں جانا جاتا اور وہ اس لیے کہ تماش بینی سے شیطان بے حد خوش ہوتا ہے کہ جو میں چاہتا ہوں انسان وہی کر رہا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی سے غافل ہے۔ پہلے وقتوں میں مسلمان ہر طرح کی تماش بینی یعنی کھیل کود کو اچھا نہیں جانتے تھے اور جو تھوڑی بہت دین کی سمجھ رکھتے تھے وہ تو تماش بینی کو شیطانی فعل سمجھتے تھے۔ وہ خود کیا وہ تو دوسروں کو بھی ایسی تماش بینی سے دور رہنے کو بولتے تھے کہ تم اس طرح اپنے رب سے غافل ہو جاؤ گے اور خدا کا خوف دل میں رکھو کہیں رب تم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اس وقت کچھ نہ کچھ بزرگوں کی باتوں پر عمل بھی ہوتا تھا یعنی کچھ نہ کچھ دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف رکھتے تھے۔ اس لیے لوگ بڑی بڑی آفتوں سے بچتے بھی رہے۔ اب تو یہ تماش بینی کھیل کود کو قومی عزت بنا لیا ہے۔ لوگ اس کے لئے اس کی جس طرح تیاری کرتے ہیں اس طرح تو حج پر جانے کی بھی تیاری نہیں کرتے۔ بعض دفعہ تو لوگ ٹی وی چھوڑ کر حاجت کو بھی نہیں جاتے کہ جانے پیچھے سے کیا ہو جائے اور میں نہ دیکھ پاؤں۔ مگر اس کو نماز کی کوئی فکر نہیں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرض ادا کرنے سے رہ گیا ہوں۔ نہ ہی اسے کوئی دوسرا بولتا ہے مگر وہ کھیل کو دیکھنے سے ایک پل بھی غافل نہیں ہو گا۔ بعض کو تو کھیل کے ہارنے کا اتنا دکھ ہوتا ہے جتنا انہیں اپنے ماں باپ کے مرنے کا بھی نہیں ہوتا کہ جنھوں نے انہیں جنا اور پالا پوسا ہوتا ہے۔ اتنی توفیق بھی نہیں ہوتی کہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہی مانگ لیں۔ بعض تو اس طرح کے لوگ بھی ہیں جب کھیل ہارتا دکھائی دیتا ہے تو ان کو دل کا دورہ پڑ جاتا ہے اور اسی میں کچھ مر بھی جاتے ہیں حالانکہ کھیلنے والوں کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی کہ وہ جیتیں یا ہاریں۔ کچھ تو وہ بھی ہیں جو دو دو دن کھانا بھی نہیں کھاتے صدمے سے، اس کی وجہ کھیل نہیں، اصل میں ان کو صدمہ اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ جوئے کے پیسے ہار جاتے ہیں اس لیے ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ یہی نہیں اب تو حکومت بھی اس شیطانی تماش بینی اور قمار بازی پر سب کو چھٹی دے دیتی ہے اور کروڑوں اربوں کا قومی نقصان بھی کرتی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اس تالاب میں سب مل کر عورتیں مرد دھمال مچاؤ اور ساتھ ہوائی فائرنگ کر کے دوسروں کو زخمی کرو اور ہارنے پر خوب توڑ پھوڑ بھی کرو اور کروڑوں اربوں کا قومی نقصان بھی کرو۔

جب کوئی مذہبی تہوار ہو تو حکمران چھٹی نہ دینے کے بہانے بناتے ہیں لیکن شیطانی کاموں پر فوراً چھٹی دے دیتے ہیں حالانکہ جو کھیلنے والے ہوتے ہیں ان کو ہار جیت کی کوئی پڑی نہیں ہوتی ان کا تو ہاتھی والا حساب ہوتا ہے جسے کہتے ہیں کہ ہاتھی زندہ لاکھ کا اور مرا ہوا سوا لاکھ کا ہو جاتا ہے۔ ہار ہی میں تو ان کے وارے نیارے ہوتے ہیں اور لوگ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا ہے اور ہم کیا سوچ رہے تھے۔

ہمارے مولانا تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے سامنے کھانا رکھ کر ماں باپ کے لئے دعا نہ کرو کہ یہ بہت بڑی بدعت ہے اور ایسی دعا قبول ہی نہیں ہوتی آج یہی مولانا کس بات پر دعائیں مانگ رہے ہیں تماش بینی پر یعنی کھیل کود پر یعنی شیطانی کاموں پر وہ بھی نبی پاک ﷺ کے منبر پر بیٹھ کر یا مصلے پر جن کے لئے دعائیں کی جارہی ہوتی ہیں وہ اس وقت کھیل نہیں بلکہ جوا کھیل رہے ہوتے ہیں پھر اور لوگ بھی اس کھیل پر کروڑوں کا جوا کرا رہے ہوتے ہیں اور جوا کھیل رہے ہوتے ہیں۔ ساتھ شراب بھی چلتی ہے اور ہمارے عالم فاضل اس تماش بینی پر دعائے خیر مانگ رہے ہوتے ہیں وہ بھی مسجدوں میں' منبروں پر بیٹھ کر جو مسلمانوں کو قرآن اور حدیث کی تعلیم بھی دیتے ہیں اور ان کو یہ خبر نہیں کہ ہم کس بات پر دعا مانگ رہے ہیں۔

آج تو جو چور اچکا لوٹ کھسوٹ کرنے والا مجرم ہے اس پر اس کے چیلے پھول برسا رہے ہوتے ہیں۔ ساتھ ان کا کہنا ہوتا ہے کہ اگر ہمارے'' لیڈر '' کو یا ہمارے ''لٹیرے پیر '' کو سزا ہوئی تو ہم آگ لگا دیں گے یعنی عدالت کو ڈرایا جارہا ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے ہم مسلمانوں کی۔ جب کہ پہلے مجرم عدالت میں اپنا منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ اب تو ہمارے قومی مجرم قوم کو لوٹنے والے عدالتوں میں بڑے فخر کے ساتھ آتے ہیں اور ان کے ساتھ سینکڑوں چیلے ہوتے ہیں جیسے یہ عدالت نہیں کوئی میلے ٹھیلے والی جگہ ہے۔

جب ہم بچے تھے تو گاؤں کی کسی گلی کے کونے پر کھڑے ہوتے تو کوئی بزرگ آجاتا تو ہم فوراً وہاں سے ہٹ جاتے تھے کیونکہ ہمیں پتا ہوتا تھا کہ بزرگ ہمیں کیا بولے گا کہ کوئی شیطانی کام نہ کرنا بھاگو یہاں سے۔ آج سب کچھ اس کے اُلٹ ہوگیا ہے جب کوئی بزرگ آرہا ہو تو جب وہ بچوں کو اپنے راستے میں دیکھے گا تو وہ راستہ بدل جائے گا کہ آگے شیطان کھڑے ہیں یہ نہ ہو کہ کوئی بدتمیزی کر بیٹھیں۔ پہلے جو کام شیطان کو بڑی مشکل سے کرنا پڑتا تھا اب یہ کام شیطان کا انسان بڑی آسانی سے کر رہا ہے۔ پہلے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دوسرے گاؤں کا کوئی آدمی کسی دوسرے گاؤں میں گیا ہوا گر وہ سر سے ننگا ہے تو لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے کہ تم ہمارے گاؤں ننگے سر کیوں آئے ہو تو اس کو وہاں سے بھاگنا پڑتا۔ آج تو عورتوں نے بھی اپنے سروں سے دوپٹے اتار کر گلوں میں ڈال لیے ہیں جیسے پھانسی کا پھندہ ہوتا ہے۔ آپ بتائیں اب شیطان کے پاس کوئی کام کرنے کو رہ گیا ہے؟؟ کیونکہ اس کے سارے کام تو حضرت انسان نے خود ہی سنبھال لیے ہیں اب تو شیطان انسان کے کاموں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہو گا کہ یہ حضرت انسان میرے سے بھی چار ہاتھ آگے نکل گیا ہے۔

اے اللہ بے شک ہماری بخشش کی دعا قبول نہ کر
مگر ہماری ٹیم کی فتح کی دعا ہر حال قبول کر

☆☆☆☆☆

اصل جاہل کون

جاہل کالفظ ہم نے اسلام سے لیا ہے کہ مکہ کے لوگ جاہل تھے حالانکہ مکہ کے لوگ بڑے دانشور اور شاعر ہوا کرتے تھے اور ہر طرح کی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ تھے۔ مکہ والوں میں جاہل پن کیا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک اصول بنا رکھا تھا جس میں خدائی مذہب کا کوئی دخل نہیں تھا وہ جسے چاہے حلال جانتے اور جسے چاہے حرام ٹھہرا لیتے۔ بس اسی بات پر مکہ والوں کو جاہل کہا گیا ہے۔ جب حضور پاک ﷺ پر نبوت ظاہر ہوئی تو حضور پاک ﷺ نے اپنے ربّ تعالیٰ کے دین کی مکہ والوں میں تبلیغ کرنا شروع کی اس وقت جو جو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے وہ تو جاہل پن سے نکل آئے اور جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے پھر انہی کو جاہل کہا گیا کیونکہ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکام کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ ان میں باقی ہر طرح کی سوجھ بوجھ تھی مکہ والے حق کو نہ مان کر جاہل کہلائے جب کہ ہم لوگ ان کو جاہل کہہ جاتے ہیں جو ان پڑھ ہوتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بھول ہے کہ یہ کہہ کر ان پڑھ لوگوں کی توہین کرتے ہیں۔ پہلے وقتوں میں دیکھا ہے کہ دیہاتوں میں لوگ بڑی مشکل سے دو چار جماعت ہی پڑھے ہوتے تھے وہ بھی چیدہ چیدہ، اکثر لوگ تو ان پڑھ ہی ہوا کرتے تھے مگر وہ لوگ بڑے عقل مند اور بڑی سوجھ بوجھ کے مالک ہوا کرتے تھے کیونکہ ان کے منہ پر ہر وقت حق اور سچ ہی رہتا تھا۔ کبھی بھی جھوٹ اور دھوکے کی بات نہیں کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ جو پڑھ گیا وہی عقل مند ہے اور جو ان پڑھ ہے وہی جاہل ہے۔ ایسا ہرگز نہیں اگر پڑھ لکھ کر حق پر نہیں تو وہ میرے نزدیک جاہل ہے۔ اگر ان پڑھ حق پر ہے تو وہ عقل مند ہے۔ بات اصل حق اور سمجھداری کی ہوتی ہے اگر یہ دونوں ہی چیزیں پڑھے لکھے کے پاس نہیں تو وہی جاہل ہے اگر یہ دونوں چیزیں ایک ان پڑھ کے پاس ہیں تو وہی عقل مند ہوا۔ میں نے دیہات کے اندر ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو ان پڑھ تو ہیں مگر ان کی عقل کی داد دوسرے لوگ بھی دیتے ہیں، ان سے لوگ جا کے مفید مشورے لیتے ہیں اور ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہ ہوا کرتی تھی۔ آج جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تعلیم کا دور ہے اور تعلیم کی وجہ سے لوگ باشعور ہو گئے ہیں کہ تعلیم انسان کو روشنی دکھاتی ہے جس چیز کو لوگ پہلے نہیں جانتے تھے آج لوگ تعلیم کی وجہ سے جان گئے ہیں۔ اب میں مذہب کی طرف آتا ہوں آج ہمیں اس تعلیم کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ بہت سے لوگ دین کی کتابیں تو پڑھ گئے ہیں جب کہ پہلے لوگ نہیں پڑھے تھے مگر ہوا کیا جہاں پہلے مسلمان ایک ہی فرقے پر ہوا کرتے تھے آج ان پڑھ پڑھے لکھوں نے ایک فرقے کے تہتر فرقے بنا ڈالے ہیں۔ یہی نہیں پھر ایک فرقے والے نے دوسرے فرقے والے کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ یہ ہوا اثر اس دینی تعلیم کا جہاں ہم پہلے سب مسلمان ہوا کرتے تھے اس دینی تعلیم کی وجہ سے کافر ہو گئے۔ یہ ہوا نہ تعلیم کا فائدہ ! اب آگے آئیں دنیاوی تعلیم کی کی طرف کہ اس نے انسان کے اندر کیا گیا گل کھلائے ہیں اس تعلیم کی وجہ سے انسان نے انسانیت کو ختم کرنے کے لئے ایٹم بم بنا ڈالا اور بھی اسی طرح کے خطرناک ہتھیار بنا ڈالے ہیں اور اس پر آج کا تعلیم یافتہ انسان بڑا فخر بھی کرتا ہے۔ یہ ہے اس تعلیم کا فائدہ کہ انسان، انسان ہی کو کھانے یا برباد کرنے کو آ رہا ہے۔ آج اسی تعلیمی دور میں انسان بے چین نظر آ رہا ہے جب کہ ان پڑھ دور میں ایسا نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہ ہے آج کا تعلیم یافتہ درندہ انسان جو اتنا

خود غرض ہوگیا ہے کہ اس کے پاس جتنا بھی آ جائے پھر بھی اس کی ہوس بڑھتی جاتی ہے وہ اتنی ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناشکری کرتا چلا جاتا ہے۔ جب کہ پہلے ان پڑھ لوگوں میں یہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ وہ ہر حال میں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شامل ہوا کرتے تھے جتنی ان کی توفیق ہوا کرتی۔ آج کا پڑھ لکھا انسان بہن بھائی کیا وہ تو اپنے ماں باپ کو بھی بوجھ سمجھنے لگا ہے اور بہن بھائیوں اور ماں باپ سے دور رہنے لگا ہے۔ اسے کہتے ہیں تعلیم کی روشنی۔ اب اس سے بھی آگے چلیں کہ ایسی تعلیم اور کیا کیا گل کھلا رہی ہے کہ عدالتوں میں تعلیم یافتہ وکیل صاحب ججوں کے گلے پڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کی پٹائی کر رہے ہیں اور پولیس والے عدالتوں میں وکیلوں کی پٹائی کر رہے ہیں اور ڈاکٹر ہسپتالوں میں مریضوں سے ہاتھا پائی کرتے نظر آتے ہیں جو ان سے مدد لینے آتے ہیں۔ کیا یہ سب لوگ ان پڑھ ہیں جب کہ جن کو ہم لوگ ان پڑھ کا نام دیتے ہیں وہ تو ہرگز ایسا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ ایسا کرنا اپنی توہین سمجھتے تھے جب کہ آج کا پڑھا لکھا طبقہ یہ سارے گل کھلا رہا ہے۔ یہی نہیں اب تو ان پڑھے لکھوں میں وہ ظالم بھی ہیں جو سیدھے سادھے لوگوں کو دھوکے دے کر لوٹ کھسوٹ رہے ہیں۔ چاہے وہ سیاسی ہوں یا وہ مذہبی ہوں یا ان کی پڑھی لکھی اولادیں ہوں یہ ہر طرح کا ظالمانہ فعل کر گزرتے ہیں ان کو پتا ہوتا ہے ہمیں کون پوچھنے والا ہے۔ یہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ لوگ اتنے بے خوف ہوتے ہیں۔ یہ ہوئی نہ تعلیم کی روشنی جس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے جس میں انسان انسان کا دشمن ہوتا جا رہا ہے۔ آج کا یہ تعلیم یافتہ انسان ایسے جرم کر جاتا ہے جسے ان پڑھ آدمی سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے کہ آج یہ پڑھا لکھا انسان اتنا وحشی ہوگیا ہے کہ اپنوں کو بھی نہیں بخشتا چاہے اس کا ان کے ساتھ خونی رشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ہے پڑھے لکھے کا اپنوں سے نفرت اور غیروں سے پیار آپ ہی بتائیں کہ اصل جاہل کون ہوا؟ جو ہر بات کو پہچانتے ہوئے بھی نہ دین پر پورا اترے نہ ہی ان میں کوئی اخلاقی بات ہوتی ہے۔ صرف اس بات پر کہ اگر تعلیم ہوئی تو اچھی نوکری مل جائے گی اگر انسان کے اندر کوئی اچھائی نہیں تو وہ کتنا ہی پڑھا لکھا ہو وہ جاہل ہے اسے تعلیم سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر انسان ان پڑھ ہو اور اس کے اندر اچھائی موجود ہے تو وہی عقل مند ہے اور جہالت سے دور۔

کچھ تو ایسے پڑھے لکھے لوگ بھی دیکھے جن کو بات کرنے کا ڈھنگ تک نہیں آتا۔ بات کرتے وقت ایسا لگتا ہے کہ بات نہیں کر رہے کلہاڑا مار رہے ہیں اور ان پڑھ کے منہ سے ایسے لگتا ہے کہ بات نہیں کر رہا منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ اصل جاہل کون ہوا پڑھا لکھا یا ان پڑھ؟ فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ انسان آج یہ جو کہتا ہے کہ آج ترقی کا دور ہے کیونکہ آج لوگوں کے پاس تعلیم آ گئی۔ ترقی تو بابا آدمؑ سے ہی شروع ہوگئی تھی جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند چیزیں بنائیں تو فرشتوں نے کہا'' : اے باری تعالیٰ ہم ان چیزوں کے ناموں سے بے خبر ہیں '' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بابا آدمؑ سے کہا کہ تم ان چیزوں کے نام بتا دو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اذن سے، تو آپ ہی بتائیں کہ فرشتے جاہل تھے؟ نہیں! ایسی کوئی بات نہیں تھی وہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقبول فرشتے تھے پھر وہ کس طرح جاہل ہو سکتے ہیں۔ یہ ترقی جو شروع ہوئی یہ بابا آدمؑ سے ہی شرع ہوگئی تھی۔ یہ انسان جو اپنے آپ کو آج ترقی یافتہ کہلاتا ہے اور چاند پر بھی پہنچ گیا ہے مگر اب بھی ایسی چیزوں کو سمجھنے سے قاصر ہے جو دیکھنے کو معمولی ہوتی ہیں مگر اس تعلیم یافتہ کی عقل میں پھر بھی نہیں آتی۔ یہ ترقی تو انسان اپنے اپنے وقتوں میں کرتے ہی آئے ہیں۔ یہ ترقی آج نہیں ہوئی یہ ترقی پہلے لوگوں کی محنت سے ہی ہوئی نہ کہ آج کے لوگوں نے کی ہے اور اس کا سہرا اپنے سر باندھ رہے ہیں۔

کچھ تو پڑھ لکھ کے بھی رہ گئے جاہل
ان سے تو بہتر ہیں وہ ان پڑھ جاہل

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت

سب سے بڑی شان تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے جو ہر عیب سے پاک ہے اور ہر طرح کی بندگی کے لائق ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے بعد اگر کسی کی شان ہے تو وہ ہے نبی پاک ﷺ کی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب ہیں اور پھر باقی نبیوں کی شان ہے۔نبیوں کے بعد اگر کسی کی شان ہے تو وہ اہل بیت کی شان ہے اور یہ بات ہر مسلمان دل و جان سے مانتا بھی ہے۔مسلمان ان کو کیوں نہ مانے نبی پاک کے اہل بیت جو ہوئے۔نبی پاک ﷺ نے اپنی اہل بیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس طرح میں پاک ہوں اسی طرح میرے اہل بیت بھی پاک ہیں اس لیے میرے اہل بیت کو زکوٰۃ، صدقہ، خیرات اور فطرانہ لینا حرام ہے کیونکہ ایسی رقم لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہوتی ہے اس لیے میرے اہل بیت کو ایسی کوئی بھی چیز لینا حرام ہوگا۔ چاہے کوئی سید غریب ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کسی نے کسی غریب سید کی خدمت کرنی بھی ہو تو ان کو ہدیہ دے سکتے ہیں۔جب کہ زکوٰۃ' صدقہ' خیرات' فطرانہ ہر غریب آدمی لے سکتا ہے اور اس سے وہ اپنی ہر طرح کی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔مگر اس طرح کی جو بھی رقم ہو وہ سید کو لینا حرام ہوگا چاہے سید بھوکا ہی کیوں نہ رہے۔حالانکہ زکوٰۃ' صدقہ' خیرات' فطرانہ یہ سب لوگ خوشی سے دیتے ہیں مگر پھر بھی سید کے لئے لینا حرام ہے مگر آج سید اس کے الٹ کر رہے ہیں کہ جن سیدوں پر یعنی اہل بیت پر زکوٰۃ' صدقہ' خیرات' فطرانہ تو حرام ہو مگر آج کے سید رشوت کھلے عام لے رہے ہیں، کرپشن کھلے عام کر رہے ہیں' چوریاں اور ڈکیتیاں کھلے عام کر رہے اور جعلی پیری مریدی کے بھیس میں اور تعویذوں کے چکروں میں سیدھے سادھے لوگوں کو خوب لوٹ رہے ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب جھوٹ کا ہی سہارا لیتا ہے تب وہ ایسے ہی فعل کرتا ہے پھر صدقہ' خیرات' فطرانہ لینا تو حرام ٹھہرایا ہو حالانکہ اس طرح کی رقم لوگ اپنی خوشی سے دیتے ہیں مگر پھر بھی سید پر حرام ہے پھر سید کو رشوت لینا، کرپشن کرنا، چوری ڈاکے ڈالنا اور جھوٹی پیری مریدی اور تعویذوں کی کمائی کھانا، یہ سب کچھ سید کو کہاں حلال ہے۔جو سید ہوگا اس کی زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آسکتا اور نہ ہی کسی سید کے پیٹ میں لقمہ حرام کا جاسکتا ہے اگر کوئی سید جھوٹا ہو اور وہ حرام کا لقمہ کھاتا ہو تو پھر آپ ہی بتائیں کہ وہ کیا ہوا۔ یہی نہیں آج تو یہ سیاسی سید اپنے پارٹی قائد کے لئے ٹی وی پر بیٹھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔ان کی کرپشن پر پردہ ڈال رہے ہوتے ہیں جس کو پوری قوم سن رہی ہوتی ہے کہ سید صاحب اپنے خدا رسول ﷺ کو بھول کر اپنے قائد کے گناہوں پر پردہ ڈال رہے ہیں۔اصل میں سید صاحب اس جھوٹ میں اپنے حرام پر پردہ ڈال رہا ہوتا ہے جو غریب عوام کا پیسہ ہوتا ہے۔اس طرح کے بیان سے قائد کی طرف سے اس کا حرام اور بھی بڑھایا جاتا ہے کہ سید صاحب نے میرے لیے کتنا صاف جھوٹ بولا ہے۔

کئی دفعہ ایسا بھی دیکھا ہے کہ دو سید آمنے سامنے ٹی وی پر بیٹھ کر اپنے اپنے قائد کے گناہوں اور ان کے جھوٹوں پر پردہ ڈال رہے ہوتے ہیں اور ان کی کرپشن پر بھی پردہ ڈال رہے ہوتے ہیں ایک سید صاحب دوسرے سید صاحب کو کہتا ہے کہ میرا قائد بڑا ایماندار ہے اور دوسرا سید صاحب یہ فرماتا کہ میرا قائد بھی بڑا ایماندار ہے۔اسی بات پر دونوں سید صاحب لڑ پڑتے ہیں حالانکہ دونوں سید صاحب جھوٹے ہوتے ہیں اور ان کی یہ باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔یہ بات پوری قوم جانتی ہے کہ ان دونوں سیدوں کے قائد کرپٹ اور بے

ایمان جھوٹے ہیں مگر ان سیدوں کو آدمی کیا کہے جو دوسروں کے لئے اپنے ہی ایمان کو ڈبو رہے ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس حقیر سی دنیا کے لئے۔اس وقت یہ سید خدا اور رسول ﷺ کو بھول کر دوسروں کے لئے جھوٹ بھول رہے ہوتے ہیں آج تو یہ سید ''دس نمبری'' بھی ہو گئے ہیں اور اس پر وہ بڑا فخر بھی کرتے ہیں کہ مجھے لوگ دس نمبری کہتے ہیں۔

کبھی تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ''سید صاحب'' آگے آگے ہوتا ہے اور پولیس سید صاحب کے پیچھے پیچھے ہوتی ہے۔کئی بار اخباروں میں یہ بھی پڑھنے سننے کو آیا ہے کہ فلاں سید صاحب پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔ایسے سیدوں کو نہ تو دن کو چین نہ ہی رات کو چین نصیب ہوتا۔ یہ وہ نبی پاک ﷺ کے اہل بیت ہیں جن پر مسلمان نمازوں میں درود وسلام بھیجتے ہیں۔کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کسی آدمی کی کسی سید سے معمولی سی بات پر تکرار ہوگئی ہو تو سید صاحب اس بے چارے کو گندی گالیاں دینا شروع کر دے گا حالانکہ وہی شخص نمازوں میں نبی پاک ﷺ پر اور نبی پاک ﷺ کی آل پر درود وسلام بھیجنے والا ہوتا ہے۔اگر کوئی جاہل آدمی اس گالی کا جواب دیدے تو اس گالی کا گناہ تو اس جاہل کو ہی ہو گا مگر اس سید کے پاس کیا بچا۔جس نے اس جاہل کو گالی دی ہے۔

ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ فرمایا کہ تم اپنے آپ کو گالیاں نہ دیا کرو تو صحابہ نے کہا کہ حضور ﷺ اپنے آپ کو کون گالیاں دیتا ہے؟ تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دوسروں کو گالیاں دو کے تو وہ بھی تمہیں گالیاں دے گا اس لیے تم پہلے گالیاں نہ دیا کرو تا کہ اس کے بدلے میں تم کو کوئی گالیاں نہ دے۔کچھ علم والوں کا یہ کہنا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مومن کو چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلمہ اور میری سنت کو مضبوطی سے تھام لے تو گمراہ نہیں ہو گا اور کچھ کا خیال یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے اس آج کے اہل بیت کے بارے میں کہا تھا یعنی ان سیدوں کے بارے میں حضور پاک ﷺ نے اپنی امت کو یہ ضرور فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے پیار کرنا اور ان کو کوئی ایذا نہ دینا ،نہ کے ان کے پیچھے چلنا کیونکہ اب تو بہت سے سید شیعہ ہو گئے ہیں اور ہم امتی ان سیدوں کے پیچھے کہاں کہاں چلیں گے جو خود اپنا راستہ بھول گئے ہیں پھر یہ سید دوسروں کو کیا راستہ بتائیں گے۔

جہاں دوسرے سوالوں کے ساتھ یہ سوال بھی کیا حضرت علی مرتضیٰ نے حضور پاک ﷺ سے کہا کہ حضور ﷺ میں اپنی نجات کے لئے کیا عمل کروں تو حضور پاک ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو فرمایا کہ حلال کی روزی کھانا اور ساتھ سچ بولنا۔ یہاں حضور پاک ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ نہیں فرمایا کہ تم جو چاہے کرتے پھرو تمہاری نجات تو میرے ہاتھ میں ہے۔اگر اس بات کی اجازت حضور پاک ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو نہیں دی تو پھر دوسرے سیدوں کو کہاں سے اجازت ہے کہ وہ جھوٹ بھی بولیں اور ساتھ حرام بھی کھائیں اور ساتھ یہ امید بھی رکھیں کہ کل روز محشر ہماری نجات بھی ہو جائے گی اس لیے کہ ہم اہل بیت سے ہیں۔مگر سید حضرات یہ بول نہ بھولیں جو بول حضور پاک ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے فرمائے تھے کہ اے علی تمہاری نجات اسی میں ہے کہ تم حلال کھانا اور سچ بولنا۔اللہ تبارک سب کو توفیق دے حلال روزی کمانے اور سچ بولنے کی۔آمین!

کیا ہی شان ہے نبی پاک ﷺ کے اہل بیت کی
جن پر پڑھتی ہے درود و سلام مخلوق خدا کی

☆☆☆☆☆

قیامت کب آئے گی

قیامت کب آئے گی؟ اس کا راز تو صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے کہ کب لائے۔ ہاں قیامت کے آنے کے آثار کچھ حضور پاک ﷺ نے بھی فرمائے ہیں کہ آخری وقت میں جب مسلمان کا ایمان کمزور تر ہوتا جائے گا تو اس وقت دجال آئے گا اور پوری دنیا میں وہ پھیل جائے گا اور خود کو خدا کہلائے گا اور لوگوں کو کافر بنانا شروع کر دے گا جو اسے خدا نہیں مانے گا وہ اسے قتل کر ڈالے گا۔ پھر دجال سے لوگوں کو بچانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور فرمائیں گے پھر امام مہدیؑ آ کے دجال سے جنگ لڑیں گے اور دجال کا خاتمہ کر ڈالیں گے اور پھر سے لوگوں کو مسلمان بنائیں گے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ دنیا میں تشریف لائیں گے جو آ کے امام مہدیؑ کی مدد کریں گے اور ساری مخلوق کو دنیائے اسلام میں داخل کریں گے اس وقت دنیا میں صرف اور صرف ایک ہی مذہب اسلام رہ جائے گا باقی تمام مذہب ختم ہو جائیں گے۔ پھر اس سے بھی آگے ایک وقت آئے گا کہ لوگ پھر سے کفر کی طرف چلے جائیں گے اور چیدہ چیدہ ہی لوگ مومن رہ جائیں گے پھر اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ایسی ہوا چلائے گا جس سے سب مر جائیں گے۔ پھر اس کے بعد ایک وقت آئے گا جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اسرافیلؑ صور پھونکے گا جو لوگ زندہ ہوں گے وہ سب مر جائیں گے اس طرح قیامت آئے گی۔

جو آثار حدیث شریف میں بتائے گئے ہیں اور قیامت کا دن جمعہ کا ہو گا جس پر ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ قیامت کس طرح آئے گی؟ جب دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے اور برف پگھل کر پانی بن جائے گی۔ پھر یہ دنیا پانی میں ڈوب جائے گی پھر اس طرح دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دنیا کے سائنسدانوں کا خیال یہ بھی ہے کہ انسان خود ہی قیامت کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جب کسی چیز میں طاقت ختم ہو جاتی ہے تو وہ چیز ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ جب انسان جوان ہوتا ہے تو وہ ہر طرح کا کام کر گزرتا ہے انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی طاقت ختم ہو جاتی ہے تو وہ کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اور یہی حال درخت کا ہوتا ہے جب وہ جوان ہوتا ہے تو وہ خوب پھول پھل دیتا ہے۔ وہی درخت جب پرانا ہو جاتا ہے تو پھل پھول دینا ختم کر جاتا ہے اور بھی بہت سی دنیا میں چیزیں ہیں جب ان کی طاقت ختم ہو جاتی ہے تو وہ چیزیں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔

یہی حال اس زمین کا ہے جب تک طاقت اس کے اندر رہے گی تو یہ زمین قائم دائم رہے گی۔ جب زمین کی طاقت ختم ہو جائے گی تو زمین بھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ زمین کی طاقت کیا ہے؟ زمین کے اندر جو چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھی ہیں وہ سب زمین کی طاقت ہیں جس کی وجہ سے زمین قائم دائم ہے۔ زمین کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں؟ تیل یعنی پٹرول' ڈیزل' مٹی کا تیل اور بھی ہر طرح کی گیس اور دھاتیں لوہا' تانبا' سلور' پیتل یا اس طرح کی اور بھی دھاتیں ہیں جو زمین کی طاقت ہیں۔ اسی طرح پتھر بھی جن میں سنگ مرمر، چونا، سیمنٹ کا پتھر' بجری کا پتھر' نمک کا پتھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے زمین کی طاقت بنائی ہے۔ جن کو آج انسان زمین سے دھڑا دھڑ نکال رہا ہے جب یہ ساری چیزیں باہر آ جائیں گی تو زمین کی طاقت کی

جگہ زمین پر بوجھ بن جائیں گی اور زمین کی طاقت ختم ہو جائے گی اس طرح زمین ٹوٹ پھوٹ جائے گی جو پھر قیامت کی شکل بن جائے گی۔ یہ ایک خیال ہی ہے آگے واللہ اعلم۔قیامت کی حقیقی خبر تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے جو سب رازوں کو جاننے والا ہے یا اس کا محبوب جانے اور کوئی کس طرح جانے۔

قیامت کا راز یہ ایک راز ہی ہے
جس راز کا مالک خود اللہ ہی ہے

ایک ڈاکٹر سے زکام پر سوال

میں نے ایک ڈاکٹر سے پوچھا'': جناب! زکام کیوں لگتا ہی ''ڈاکٹر کا کہنا یہ تھا کہ جب زکام لگتا ہے تو آدمی کے ناک اور منہ سے ریشہ یعنی بلغم شروع ہو جاتی ہے اور بخار وغیرہ ہو جاتا ہے۔ڈاکٹر میری بات کا کوئی صحیح جواب نہ دے پایا تو میں نے ڈاکٹر سے کہا یہ تو آپ نے مجھے زکام کی پہلی نہیں آخری حالت بتائی ہے۔پھر میں نے ڈاکٹر سے کہا '': جب آدمی کو زکام لگتا ہے تو اس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ بھوک زیادہ لگتی ہے بدن میں سستی آجاتی ہے نیند اور پیشاب زیادہ بڑھ جاتا ہے یہ حالت دو یا تین دن رہتی ہے زکام کی دوسری نشانی یہ ہے کہ بھوک کم ہو جاتی ہے اور نیند بھی کم ہو جاتی ہے اور پیشاب کم اور جلن کے ساتھ آتا ہے اور آدمی کی اندر کی پریشانی بڑھ جاتی ہے یہ حالت بھی دو یا تین دن رہتی ہے اور زکام کی تیسری نشانی یہ ہے کہ آدمی کو بخار اور کھانسی شروع ہو جاتی ہے اور ناک منہ سے ریشہ آنا شروع ہو جاتا ہے یہ حالت تقریباً تین دن رہتی ہے زکام کل تقریباً سات دن رہتا ہے ''نوٹ فرمائیں جس آدمی کو سال میں ایک یا دو بار زکام ہو جائے پھر اسے کوئی دوسری بیماری کم ہی لگتی ہے شرط یہ ہے کہ زکام کے دنوں میں آدمی خوب آرام کرے اور ہلکی پھلکی غذا کھائے دن کو سوپ پیئے اور رات کو لیموں کا جوس یا جوشاندہ گرم پانی میں ابال کر پیئے۔ڈاکٹروں کی دوائیوں سے پرہیز کرے۔یہ زکام انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بہترین تحفہ ہے۔کبھی تو بخار بھی صحت کے لئے اچھا ہوتا ہے۔بخار زکام انسان کے لئے کیوں ضروری ہے؟ انسان جو بھی غذا کھاتا ہے وہ مختلف زمینوں کی پیداوار ہوتی ہیں جو ہماری غذا بنتی ہیں اور انسان کے بدن میں داخل ہو جاتیں ہیں یہ بخار زکام سے باہر نہ آئیں تو انسان ہر وقت بیمار ہی رہے اس لیے قدرت والے نے اس کا انتظام کیا کہ کبھی بلغم کبھی زکام کبھی بخار کی حالت میں یہ انسان کے اندر سے نکلتی ہیں اس لیے یہ چیزیں انسان کے لئے بہت ضروری ہوتی ہیں ورنہ انسان جس طرح ہر چیز کھاتا رہتا ہے وہ بیمار ہی رہے لیکن قدرت والے نے انسان پر اپنا فضل کیا اور انسان کو بہت سی بیماریوں سے بچا لیا گیا انسان نے کبھی ایسی باتوں کو سوچا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان پر کتنا بڑا فضل کیا ہے۔

خدمت بزرگوں کی

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کو جو خوشی ہوتی ہے وہ تو ہوتی ہے۔اس خوشی کی بات ہی کیا، یہ خبر جب رشتے داروں میں پہنچتی ہے تو مبارک بادوں کا ایک تانتا بندھ جاتا ہے اور دیگر لوگ بھی مبارکیں دینے چلے آتے ہیں ماں باپ کو خوشی کیوں نہ ہو ان کا وارث اور خدمت گار جو پیدا ہو گیا۔ پھر ماں باپ اپنے بچہ کو بڑے پیار اور نازوں سے پالنا شروع کر دیتے ہیں اور بچے کی ہر خواہش پوری کرتے ہیں کبھی تو اپنی حیثیت سے بڑھ کے بھی ۔ماں باپ کیوں نہ بچے کی خواہش پوری کریں ان کا لخت جگر جو ہوا۔ماں باپ تو اپنے بچے کی خاطر جان بھی دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ بچہ کبھی بیمار ہو تو ماں باپ بچے کو اس حال میں دیکھ کر تڑپ جاتے ہیں کہ ہمارا پھول سا بچہ بیمار ہو گیا ہے یہاں تک کہ جب تک بچہ ٹھیک نہیں ہو جاتا ماں باپ کھانا نہیں کھاتے۔ جیسے ہی بچہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو ماں باپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے بچے کو صحت تندرستی عطا فرمائی ہے۔

پھر جب بچہ ماشاء اللہ بڑا ہونا شروع ہو جاتا ہے تو ماں باپ اپنے بچے کو تعلیم میں ڈال دیتے ہیں۔ جب بچہ اپنی تعلیم پوری کر لیتا ہے جہاں تک اس کے مقدر میں ہوتی ہے اور اس کے بعد بچہ اپنے دنیاوی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ پھر ماں باپ کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اب بچہ جوان ہو گیا ہے اس کی شادی کی جائے اور ایک اچھی سی بہو لائیں جو ساتھ ہماری بھی خدمت کرے اور ساتھ ہم اپنے ننھے منھے پوتیاں پوتے بھی دیکھیں۔ پھر ماں باپ ایک اچھی بہو کی تلاش میں لگ جاتے ہیں پھر پوچھتے پچھاتے لڑکی والوں کے ہاں جاتے ہیں لڑکی کے ماں باپ لڑکی کی اتنی صفتیں کرتے ہیں کہ ہماری لڑکی کے منہ میں جیسے زبان ہے ہی نہیں اور بڑی سلیقہ مند بیٹی ہے۔ماشاء اللہ یہ آپ کی بھی بہت خدمت گار رہے گی۔

پھر اللہ اللہ کر کے بچے کی منگنی ہو جاتی ہے۔ماں باپ بچے کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں پھر وہ وقت بھی آ جاتا ہے جب ماں باپ اپنے بچے کو خوشی خوشی دولہا بنا کر سسرال لے جاتے ہیں پھر دولہن کو بیاہ کر گھر لے آتے ہیں۔شروع شروع میں تو بہو بسم اللہ بسم اللہ کہہ کر سسرال پروار ی جاتی ہے پھر جب کچھ وقت گزرتا ہے تو بسم اللہ بہو کی زبان سے غائب ہو جاتا ہے پھر خالی امی ابا رہ جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اب بہو کے پاؤں جمنا شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اب بچوں کی ماں جو بن جاتی ہے خاوند جو پہلے ماں باپ کا طرف دار ہوتا ہے پھر وہ بھی آہستہ آہستہ بیوی کا غلام ہوتا جاتا ہے پھر وہ بیوی کی ہر بات کو مانتا جاتا ہے،

پہلے بہو کی زبان سے بسم اللہ جو وہ پل پل کہتی تھی آہستہ آہستہ اس کی زبان سے چلا جاتا ہے پھر "تو" ہی رہ جاتا ہے کیونکہ اب وہ پورے گھر کی مالکن بن جاتی ہے۔ پھر ساس سسر روٹی کے محتاج ہو جاتے ہیں اور گھر کی فالتو چیز ہو کے رہ جاتے ہیں۔ جب تک تو دونوں میاں بیوی جیتے ہیں تب تک تو دونوں کی بات بنی رہتی ہے اگر بیوی پہلے فوت ہو جائے پھر تو بابا کی زندگی اجیرن ہو کے رہ

جاتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں اگرکسی کے چار یااس سے زیادہ بچے ہوں تو ماں باپ کو چھوٹے بچے کے ساتھ ہی رہنا ہوتا ہے پھر دوسرے بچوں کو ماں باپ سے کوئی سروکارنہیں رہتا۔ جیسے ان کا ماں باپ ہی نہیں چاہے ماں باپ کس حال میں ہوں۔

اگر بیوی پہلے فوت ہوگئی تو میاں اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ بیٹا جس کو بڑے نازوں سے پالا ہوتا ہے وہ بیٹا صرف بیوی کا ہی ہو کے رہ جاتا ہے کیونکہ اس کی توجہ اب اپنی بیوی اور بچوں کی طرف ہو کے رہ جاتی ہے اور ماں ہو یا باپ اس کے لئے وہ فالتو ہوتے ہیں اور وہ بیوی کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ اگر باپ اکیلا رہ گیا ہو تو اس بے چارے کی چار پائی گھر کے صحن کی بجائے مویشیوں کے کوٹھے کے پاس رکھ دی جاتی ہے وہ بھی ٹوٹی پھوٹی ہوتی ہے جہاں سے پھر بابا کی آواز بھی سنائی نہ دے۔

چاہے باباجی سارادن پیاسا بھوکا ہی بیٹھارہے پھر بے چارے کو دووقت ایک ایک روٹی ساتھ دال اور پانی کا پیالہ دے دیا جاتا ہے۔ پھر مرتے تک اس کی خوراک یہی ہوتی ہے چاہے گھر میں حلوے پکیں ، پلاؤ پکیں یا مرغ پکیں مگر باباجی بے چارے کے نصیب میں تو وہی دال روٹی ہوتی ہے جو کبھی اس گھر کا مالک ہوا کرتا تھا اور ہر کام اس کے حکم پر ہوتا تھا اور کھانا بھی اس کی مرضی کا پکتا تھا اس لیے کہ اس کی بیوی جو وفادار تھی۔ اب تو زبان دراز بہو کے ہاتھوں کا پکایا ہوا جو بھی ہو بابا بے چارہ کھالیتا ہے۔کبھی بہو حلوہ یا چاول بنائے تو اس کی خوشبو دور دور تک چلی جاتی ہے جب پوتی یا پوتا بابا کو کھانا پیش کرتے ہیں وہی دال روٹی تو دادا ان سے پوچھتا ہے کہ آج اور کیا پکایا تھا بڑی خوشبو آرہی تھی تو بہو صاحبہ دور سے پکارتی ہے کہ اس گھر میں پہلے بھی کبھی کچھ پکا ہے جو آج پکتا۔ یہ حلوہ تو پڑوسی دے گئے ہیں بچوں کو تم کو تو خوابیں ہی آتی رہتی ہیں حلوے چاولوں کی۔گھر میں جو کچھ پکتا ہے وہی تم کو بھی دیتے ہیں۔

بابا پھر خاموش ہو جاتا ہے کہیں یہ نہ ہو کہ اس دال روٹی سے بھی رہوں کیونکہ بابا اب اٹھنے بیٹھنے کا بھی محتاج ہے۔سارا دن چار پائی پر بیٹھا کھانستا رہتا ہے جو بہو کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔وہ ہر وقت دعا کرتی رہتی ہے کہ کب یہ بڈھا مرے گا اور اس سے جان چھوٹے گی اور سکھ کا سانس لوں گی۔

باباجی کو خوراک برابر نہ ملنے سے وہ کمزورتر ہوتا جاتا ہے جو مویشیوں کے کوٹھے کے قریب ہر وقت پڑا رہتا ہے اور اپنی موت کی دعائیں کرتا رہتا ہے کہ یارب! اب مجھے اس دکھ سے نجات دے جو مجھے اپنے گھر والوں سے ہی مل رہا ہے۔آخر بابا بیمار پڑ ہی جاتا ہے اور بہو کو امید لگ جاتی ہے کہ اب بڈھا چند دن کا مہمان رہ گیا ہے۔ پھر سے بہو کی زبان پر بسم اللہ بسم اللہ بابا کے حق میں نکلنا شروع ہو جاتا ہے پھر بہو آس پڑوس والوں کو کہتی پھرتی ہے کہ ہمارے بابا جان اللہ خیر کرے بیمار ہو گئے ہیں آپ ان کے لئے دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائیں ابھی تو ہمیں ان کی بہت ضرورت ہے وہ پوتی پوتوں اور مجھے بہت چاہتے ہیں انہی کی وجہ سے گھر میں رونق رہتی ہے۔ اللہ خیر کرے ہمارے بابا جان پر۔

پھر تو بیماری کی حالت میں بہو ہر وقت بابا کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے رہتی ہے کہ لوگ دیکھیں کہ بہو باباجی کی کتنی خدمت کر رہی ہے حالانکہ وہ اندر سے یہی دعا کر رہی ہوتی ہے کہ اللہ کرے بڈھے کی بیماری آخری بیماری ہو اور میری اس بڈھے سے جان چھوٹے۔جب بابا بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی چار پائی بھی بدل دی جاتی ہے جو پہلی سے بہت اچھی ہوتی ہے اور بابا کو کپڑے بھی اچھے

پہنا دیئے جاتے ہیں جو بابا کو پہلے نصیب ہی نہیں ہوتے۔ یہ سب کچھ بہو لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتی ہے اور بابا سے پوچھتی پھرتی ہے کہ ابا جان آج آپ کیا کھائیں گے کیا آپ کے لئے یخنی نہ بنا دوں۔

اس وقت بابا کا دل اندر سے جلتا ہے کہ جب میں کھانے کے قابل تھا اس وقت تو میرے نصیب میں دال ہی تھی اب جو تو پکائے گی وہ تو تو خود کھائے گی اور پوچھتی تو مجھ سے ہے۔ آخر بابا کا آخری وقت آ ہی جاتا ہے اور بابا بے چارا فوت ہو جاتا ہے اس وقت بہو خوب روتی پیٹتی ہے اور بابا کی خوب صفتیں کر کر کے تھکتی نہیں کہ میرا ابا جان اس طرح کا تھا اس طرح کا تھا۔ اب وہ ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلے گیا ہے۔ اب بچے کس کو دادا جان بولیں گے۔ پھر بہو لمبے لمبے بین کر کر کے روتی ہے۔ بابا کے بیمار ہوتے ہی بہو پنجیری بنا کے رکھ لیتی ہے کیونکہ بابا کے مرنے پر اس نے لوگوں کو دکھانے کے لئے روٹی جو نہیں کھانی ہوتی تو جب اسے بھوک لگتی ہے تو اندر جا کے پنجیری کھا لیتی ہے۔ پھر منہ صاف کر کے باہر آ کے پھر بابا کو رونا شروع کر دیتی ہے۔ بہو ایسی اداکاری سے روتی ہے جیسے اس کا اپنا ابا فوت ہو گیا ہے۔

جب بابا کو رو دھو کر دفنا دیا جاتا ہے پھر جا کے بہو صاحبہ کو چین کا سانس ملتا ہے کہ اس بڈھے نے تو ناک میں دم کر رکھا تھا اب جینے کا مزا آئے گا۔ بابا کے مرنے کے بعد جب بابا کا ختم کا دن آتا ہے پھر تو بہو طرح طرح کے کھانے پکانے کی تیاریاں کرنا شروع کر دیتی ہے اور اپنوں کو دو دن پہلے ہی بلا لیتی ہے کہ بابا کا ختم آ گیا ہے پھر بابا کے نام پر بہو جو کھانے پکاتی ہے وہ تو بابا نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ کھانا تو دور کی بات ہے پھر جب فوتگی کے بعد پہلی جمعرات آتی ہے تو بہو بیٹے کو صبح صبح شہر روانہ کرتی ہے جب بیٹا سائیکل لے کے گلی میں جاتا ہے تو ماں چھت پر جا کے بیٹے کو کہتی ہے کہ بیٹا جلدی جلدی جانا تا کہ تم کو چھوٹا گوشت مل جائے۔ تم کو پتا ہے کہ بابا جان بڑا گوشت نہیں کھاتے تھے اور بیٹا اچھے سے چاول لانا ساتھ بادام، پستہ اور ساوگی اور چاروں مغز بھی۔ تم کو پتا ہے کہ بابا جان کیلے کو بہت پسند کرتے تھے کہیں بھول نہ جانا اور سیب بھی اور انگور بھی مالٹے بھی لانا۔ پھر بہو اپنوں کو پہلے ہی دو دن بلا لیتی ہے کہ بابا کا ختم ہے یعنی جمعرات ہے اور بابا کے اپنوں کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیتی ہے کہ کہیں یہ بھی نہ آ جائیں۔ یہ ہے بابا کی جمعرات اور مزے خود لوٹیں ، یہ ہوئی ناخدمت بزرگوں کی۔

پھر ایسی بہوؤں کا انجام بھی تو ایسا ہی ہوتا ہے جو وہ دوسرے کے ساتھ کرتی ہیں۔ ہاں بہت سی اچھی بہوئیں بھی ہوتی ہیں جو اپنے ساس سسر کی خدمت کر کے ان کا دل خوش رکھتی ہیں پھر ان کی دعائیں لیتی ہیں اور اسی گھر میں رہ کر خوشیاں پاتی ہیں یہ تو اپنے اپنے مقدر کی بات ہے۔

جس طرح تو نے کی اپنے سسرال کی خدمت بہو
اس طرح ہو گی تیرے ماں باپ کی خدمت بہو

☆☆☆☆☆

معرکہ چرار شریف کا ہیرو

قاضی صاحب مجھے دو کروڑ روپے واپس کریں
العمر مجاہدین کے آپریشنل کمانڈر میجر مست گل کی کڑوی کسیلی باتیں

العمر مجاہدین کے آپریشنل کمانڈر میجر مست گل نے معرکہ چرار شریف میں عظیم کارنامہ سرانجام دیا جس کے دوران انہوں نے دو ماہ دس دن تک اپنے 52 مجاہد ساتھیوں کے ساتھ مل کر چالیس ہزار بھارتی فوجیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس معرکہ کے دوران 28 بھارتی فوجی اعلیٰ افسروں سمیت مارے گئے۔ جب کہ 16 مجاہدین اس معرکہ کے دوران شہید ہو گئے جب کہ ایک مجاہد ابو جندل چرار شریف کے بھارتی فوج کے محاصرہ سے نکلنے کے بعد ایک گھر میں پناہ لیے ہوئے تھا کہ مخبری پر گرفتار ہو گیا جب کہ اس کے ساتھ کے 36 مجاہدین بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ محاصرے کے دوران بھارتی فوج کا جنرل ایس کے ڈلو' میجر مست گل اور ان کے ساتھیوں کو آفر بھی کرتا رہا کہ جتنا مال و اسباب چاہیے لے لو مگر چرار شریف سے نکل کر واپس آزاد کشمیر چلے جاؤ۔ بھارتی فوج مجاہدین کو کچھ نہیں کہے گی مگر میجر مست گل نے کہا کہ ہم شہادت کے متمنی ہیں ہمیں مال و متاع کا لالچ نہیں۔ مجاہدین ہتھیار ڈالنے کا سوچ بھی نہیں سکتے ہم جہاد کریں گے اور شہادت کو ترجیح دیں گے اور پھر چرار شریف کا وہ عظیم معرکہ ہوا جس کو اسلامی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا اور بھارتی فوج نے گولہ باری کر کے جس طرح چرار شریف اور اس سے ملحقہ مکانوں کو تباہ کیا وہ ہمیشہ بھارتی فوج کے سیاہ کارنامے کے طور پر پوری دنیا کو یاد رہے گا۔ چرار شریف کے ہیرو اور العمر مجاہدین کے آپریشنل کمانڈر میجر مست گل نے یہاں ایک مقامی روزنامے کو خصوصی انٹرویو دیا جو قارئین کی نذر ہے۔ میجر مست گل سے جب یہ پوچھا گیا کہ جہاد کشمیر اس وقت کس نہج پر ہے اور پاک بھارت مذاکرات سے آپ کو کیا توقع ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جہاد کشمیر 1995ء تک بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا مگر 1996ء میں تنظیم اخوان کی غداری اور دیگر وجوہ کے باعث جہاد کشمیر تھوڑا سا نرم پڑا مگر پھر اللہ کے فضل سے مجاہدین نے غداروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانا شروع کر دیا جس کے بعد 1998ء میں جہاد کشمیر ایک بار پھر مضبوط ہو گیا اور اب یہ اتنی تیزی کے ساتھ جاری ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں سات لاکھ بھارتی فوج بے بس ہو کر رہ گئی ہے اور ان کے حوصلے مکمل طور پر پست ہو چکے ہیں۔

بھارت نے جہاد کشمیر کی کامیابیوں سے بوکھلا کر ہی پاکستان کو مذاکرات کی دعوت دی ورنہ یہی وہ بھارت تھا جو کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا تھا اور اس کو اپنا داخلی مسئلہ قرار دے کر اس پر مذاکرات کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اب جہاد کی برکت سے ہی اس کے ہوش ٹھکانے آ رہے ہیں۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ مسلم کانفرنس کے صدر سردار عبدالقیوم آپ اور جماعت اسلامی پر بہت تنقید کر رہے ہیں تو میجر مست گل نے کہا کہ میرا جماعت اسلامی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ سردار عبدالقیوم کو غلط فہمی ہے مجھے تو ان کا دماغی توازن گڑبڑ لگ رہا ہے۔ میرا ان کو مشورہ ہے کہ وہ کسی حکیم یا دماغی سپیشلسٹ سے اپنا چیک اپ کرائیں اور اپنا علاج کرائیں وہ مجھے '' جاہل پٹھان '' کہتے ہیں مگر انہیں یہ پتا نہیں کہ پٹھانوں نے جہاد کشمیر میں جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ پٹھانوں کے بارے میں تو یہ مشہور ہے کہ '' پٹھان ہے تو مسلمان ہے ''۔ میں تو پھر بھی میٹرک پاس ہوں مگر سردار قیوم کا تو پتا نہیں کہ انہوں نے جعلی

میٹرک کی سند بنوالی یا اصل ہے۔تاہم میں سردار قیوم کا دلی احترام کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ وہ میرے مشورے کا برا نہیں منائیں گے اور اپنا دماغی علاج کرا کے جب ٹھیک ہوں گے تو مجھے گلے بھی لگا لیں گے۔

جماعت اسلامی پر شدید تنقید کرتے ہوئے میجر مست گل نے الزام لگایا کہ اس نے مجاہدین اور غازیوں کی فلاح و بہبود کیلئے کوئی پروگرام نہیں دیا حالانکہ جہاد فنڈ کے نام پر انہوں نے کروڑوں روپے اکٹھے کئے مگر اسے مجاہدین پر خرچ نہیں کیا گیا۔میں نے جہاد جماعت اسلامی آزاد کشمیر کے پلیٹ فارم سے شروع کیا تھا مگر مجھے جب ان کے اصل کردار کا علم ہوا تو میں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ انہوں نے بہت زور دیا کہ میں جماعت اسلامی کا رکن بن جاؤں مگر میں نے انکار کر دیا۔ان کا تو یہ حال ہے جو ان کا رکن نہیں اسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔معرکہ چرار شریف کے بعد جب میرا نام مشہور ہوا تو جماعت اسلامی نے اسے کیش کرایا اور قاضی حسین احمد نے جلسوں میں مجھے پیش کر کے میرے نام پر دو کروڑ روپے اکٹھے کئے۔وہ مجھے جلسوں میں تقریر کے یے کہتے تو میں کہہ دیتا کہ میں تو مجاہد ہوں میرا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔قاضی حسین احمد نے میرے ذریعے دو کروڑ اکٹھے کئے وہ مجاہدین کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں کئے۔میرا مطالبہ ہے کہ مجھے قاضی حسین احمد مہربانی فرما کر وہ 2 کروڑ روپے واپس کر دیں۔میں مجاہدین کے لئے فلاحی کمیٹی بنا کر یہ 2 کروڑ وپے اس کو دینا چاہتا ہوں۔میں جنرل پرویز مشرف سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ مجھے قاضی حسین احمد سے دو کروڑ روپے واپس دلائیں۔انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے جہاد کے نام پر فنڈ اکٹھے کر کے جائیدادیں اور پلازے بنا لئے۔امریکہ میں قاضی حسین احمد کے بیٹے لقمان نے فوڈ پراسینگ کی فیکٹری لگا لی۔میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ سب کو جہاد کے لئے کہتے ہیں مگر اپنے بیٹے لقمان کو جہاد کے لئے کیوں نہیں بھیجتے تو قاضی حسین احمد نے کہا کہ میرا ایک بیٹا میجر مست گل جو جہاد کر رہا ہے۔لوگوں کو بتا دو انہوں نے کہا کہ قاضی حسین احمد نے میری چرار شریف سے واپسی پر شہر شہر جلسوں میں مجھے پیش کر کے کیش کروایا اور جب ان کا کام نکل گیا تو مجھے کہا کہ کچھ پیسے لے لو اور کاروبار کرو، مگر میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں مجاہد ہوں اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور اس کو پاکستان میں شامل کرنے کا مقصد پورا کئے بغیر جہاد نہیں چھوڑ سکتا اس لیے میں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ان کا اندر سے کردار انتہائی افسوس ناک ہے۔جو فنڈز مجاہدین اور جہاد کے نام پر لیتے ہیں ان کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔اگر جماعت اسلامی والے ٹھیک ہوتے تو ان کی ایک جہادی تنظیم سے بخت زمین اور مسعود سرفراز علیحدگی اختیار نہ کرتے۔جماعت اسلامی نے تو کوٹلی میں مسعود سرفراز کے علیٰحدہ ہونے والے مجاہدین پر حملہ بھی کر دیا جس سے 9 مجاہد شہید ہو گئے ہم ان کا خون کس کے ہاتھ پر تلاش کریں؟انہوں نے کہا کہ العمر مجاہدین کے سپریم کمانڈر کے ساتھ میں نے اس لیے شمولیت اختیار کی کیونکہ وہ عملی جہاد کرتے ہیں اور خود بھارتی فوج کے خلاف لڑے رہے اور اب بھی معرکوں میں حصہ لیتے ہیں۔ان جیسا عظیم مجاہد کمانڈر میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔کشمیر اب بہت جلد آزاد ہونے والا ہے۔بے نظیر اور فاروق لغاری کے دور حکومت میں زکوٰۃ فنڈ سے 310 وزیروں نے حج کیا تھا جس کے اوپر 6 چھ کروڑ 10 دس لاکھ روپے خرچ آیا تھا یہ حالت ہے اس جماعت اسلامی کے عالموں کی یہ سٹوری میں نے اخبار وطن سے لی ہے۔

بے وقار آزادی ہم غریب ملکوں کی
تاج سر پہ رکھا ہے بیڑیاں ہیں پاؤں میں

نبی پاک ﷺ کے خادم کون! جبرائیل امینؑ

حضور پاک جب مکہ میں پیدا ہوئے تو اس وقت ایران کے شہنشاہ کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے اور کعبہ کے اندر جتنے بت تھے وہ بھی گر گئے خود کعبہ بھی جھک گیا اس وقت جب حضور پاک ﷺ کی پیدائش ہوئی تو حضرت مائی آمنہ نے مغرب ومشرق کو روشن ہوتے دیکھا اور حضور پاک ﷺ کی پیدائش عام بچوں سے ہٹ کے ہوئی۔ پہلے ہی ختنہ ہونا ،ناف کا فالتو ماس نہ ہونا، جس سال حضور پاک ﷺ پیدا ہوئے اس سال سب لڑکے پیدا ہوئے کوئی لڑکی پیدا نہ ہوئی یہ سب نشانیاں ایسی تھیں کہ حضور پاک ﷺ پیدائشی نبی تھے اور جب حضور پاک ﷺ پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد پہلے ہی وفات پا چکے تھے اس لیے حضور پاک ﷺ کا نام پاک آپ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے ہی رکھا تھا۔حضرت عبدالمطلب جانتے تھے کہ میرا یہ پوتا انشاء اللہ نبی ہو گا جب حضور پاک ﷺ بڑے ہوئے تو وہ بتوں سے نفرت کرتے۔ ہر طرح کے لہو ولہب سے بچتے اور دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود میں حصہ نہ لیتے تھے۔بچپن میں بکریاں چرائیں، پھر لڑکپن میں تجارت کو جانا یہ سب نبیوں کی سنت میں تھا جو حضور پاک ﷺ نے کیا۔اسی طرح پھر دوسرے معجزات بھی ہوتے رہے۔

حضرت مائی خدیجہؓ پہلے جان گئی تھی کہ حضور پاک ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی ہیں ایسی نشانیاں نبیوں کی ہوتی ہیں اس لیے انہوں نے حضور پاک ﷺ کی شادی کی دعوت خوشی خوشی قبول کر لی۔حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ نے اس لیے شادی کی تھی کہ ایسی ہستی کی میں خود خدمتگار بنوں پھر شادی کے بعد حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ نے اپنے خاوند حضور پاک ﷺ کی وہ خدمت کی جس کی مثال نہیں ملتی۔جب حضور پاک ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ نے اپنے خاوند حضور پاک ﷺ کو نبی مانا۔اس طرح حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ پہلی مومنہ بنیں۔ یہ سعادت حضور پاک ﷺ کی کسی اور بیوی کو نصیب نہ ہوئی۔ یہی نہیں حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ نے اپنا سارا مال و دولت اپنے خاوند حضور پاک ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا جو مکہ کی امیر ترین عورت تھیں پھر یہی نہیں اپنے خاوند حضور پاک ﷺ کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں بھی برداشت کرتی رہیں۔قربان جاؤں حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ آپ کی ان قربانیوں پر جو آپ نے نچھاور کیں اپنے خاوند نبی پاک ﷺ پر۔جب حضور پاک ﷺ عبادت کے لئے غار حرا میں جاتے تو حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ تازہ کھانا لے کے جاتیں۔ساتھ اپنے خاوند آقا کا حال احوال بھی پوچھتیں پھر واپس چلی آتیں۔جب کبھی بھی حضور پاک ﷺ کو مکہ والوں کی طرف سے پریشانی پیش آتی تو حضرت مائی خدیجہ کبریٰؓ حضور پاک ﷺ کا حوصلہ بڑھاتیں کہ آپ ﷺ حق پر ہیں آپ ﷺ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

قربان جائیں ایسی خدمت گار بیوی پر، حضور پاک ﷺ پر پہلی وحی غار حرا میں آئی یعنی جبرائیل امین اللہ تبارک وتعالیٰ کا

پہلا پیغام لے کے حضور پاک ﷺ کے سامنے باادب پیش ہوئے تو حضرت جبرائیل امین نے حضور پاک ﷺ سے فرمایا": آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان پڑھیے جو آپ کے پاس میں لایا ہوں " تو حضور پاک ﷺ نے جبرائیل امین سے کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا جبرائیل امین نے یہ بات تین بار دہرائی کہ جو میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے پیغام لایا ہوں آپ اسے پڑھیے تو آپ ﷺ نے تینوں بار یہی فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا یعنی دنیا میں میرا کوئی استاد نہیں ہوا۔ یہ نہیں کہا کہ میں ان پڑھ ہوں جس طرح میرے نام پر کوئی نکتے کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوجھ نہیں رکھا اسی طرح دنیا میں میرے پالنے کا بوجھ دوسروں پر نہیں رکھا۔ جب حضرت ابو طالب نے حضور پاک ﷺ کی بچپن میں دیکھ بھال کی تو حضور پاک ﷺ نے اس کے بدلے حضرت علیؓ کی پرورش کی جو حضرت ابو طالب کے بیٹے تھے اور جب علی مرتضیٰؓ جوان ہوئے تو ان کے ساتھ اپنی بیٹی حضرت مائی فاطمہؓ کا نکاح کر دیا یعنی حضور پاک ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کے ہر بوجھ سے پاک رکھا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے حضور پاک ﷺ کے لئے یہ کیا وہ کیا۔ تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ جبرائیل امین حضور پاک ﷺ کو کچھ پڑھنے یعنی شاگرد استاد کو کچھ پڑھنے کو کہے یہ تو ہو نہیں سکتا نہ ہی پہلے ہوا ہے۔ جب حضور پاک ﷺ کو جبرائیل امین نے اپنے سینے سے تین بار لگایا تو جو فرمان جبرائیل مین اللہ تبارک وتعالیٰ کا لائے وہ سب حضور پاک ﷺ کے سینے میں اتر گیا بلکہ یہ ہوا کہ جب جبرائیل امین نے حضور پاک ﷺ کے سینے پاک سے اپنا سینہ ملایا تو جبرائیل امین جو کچھ پہلے نہ جانتے تھے وہ بھی جان گئے۔ جب جبرائیل امین نے حضور پاک ﷺ سے فرمایا کہ آپ پڑھیے تو حضور پاک ﷺ نے جبرائیل امین سے یہ فرمایا تھا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ حضور پاک نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں ان پڑھ ہوں اس کی مثال اس طرح ہے کہ حضور پاک ﷺ غار حرا میں جا کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتے تھے وحی آنے سے پہلے تو آپ ہی بتائیں کہ ان پڑھ آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کس طرح کرسکتا ہے کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ جس طرح کوئی حافظ قرآن ہو یا قاری ہو یا عالم دین ہو قرآن کو پڑھتے پڑھتے کہیں نہ کہیں غلطی کر ہی جاتے ہیں حالانکہ انہوں نے قرآن اپنے استادوں سے سیکھا ہوتا ہے مگر پھر بھی غلطی کر ہی جاتے ہیں اگر حضور پاک ﷺ ان پڑھ تھے تو آپ غار حرا میں جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرتے تو غلطی کرتے، ہر گز نہیں، تو پھر حضور پاک ﷺ کو بندگی کا طریقہ کون بتاتا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ تو پھر حضور پاک ﷺ کے استاد کون ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ، تو آپ ہی بتائیں جن کے استاد خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہوں پھر وہ ان پڑھ کس طرح ہو سکتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے معاف فرمائے جہاں کہیں مجھ سے غلطی ہوئی ہو۔ آمین!

اے محبوب خدا ﷺ تجھے کون سکھاتا لکھائی پڑھائی
جن کے صدقے ملا ساری مخلوق کو فضل الٰہی

☆☆☆☆☆

اصل ڈر پوک کون گیدڑ یا انسان

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب میں تقریباً آٹھ یا نو سال کا ہوں گا ہمارے دیہاتوں میں بچوں کے تین ہی کام ہوا کرتے تھے ایک سکول جانا دوسرا اپنے مویشی چرانا، تیسرا کھیل کود میں وقت گزارنا، میں آپ کو جو واقعہ سنانے جا رہا ہوں یہ گیدڑوں کا ہے جن کو انسان سب سے زیادہ ڈرپوک کہتا ہے انسان جب بھی کسی ڈرپوک انسان کی مثال دیتا ہےتو کہتا ہے کہ کہ تو تو گیدڑ کی طرح ڈرپوک ہے۔

انسان یہ سمجھتا ہے کہ گیدڑ سب جانوروں سے زیادہ ڈرپوک ہے۔ ہمارے گاؤں کے نزدیک ایک برساتی نالہ بہتا ہے جس کے دونوں کناروں پر کافی ریت کے ٹیلے ، جھاڑیاں ، سرکنڈے ، کائی اوراس کے اندر گھاس بھی بہت ہوا کرتی تھی جہاں ہم اپنے مویشی چرایا کرتے تھے اس برساتی نالے کا پانی دریائے جہلم میں جا کے گرتا تھا۔ جو ہمارے گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ دریائے جہلم منگلا کے بعد دو حصوں میں ہو جاتا ہے ان دو حصوں میں جو جگہ ہے وہ ''بیلا'' کہلاتی ہے جو کئی میلوں پر ہے جس میں گیدڑ، لومڑ، خرگوش اکثر پائے جاتے ہیں یہاں پر شکاری شکار کھیلنے بھی آتے ہیں۔

ہمارے برساتی نالے پر جو ٹیلے، جھاڑیاں، سرکنڈے اور کائی ہے ان میں بھی اکثر گیدڑ، لومڑ، خرگوش پائے جاتے ہیں جو دیکھنے میں آتے ہیں انہوں نے ان ٹیلوں میں اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے۔ ایک دفعہ میں انگلینڈ سے پاکستان گیا تو میرے دوست نے کہا آج ہم شکار کو جا رہے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ چلو تو وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے، اور بھی بہت سارے لوگ تھے ان کے ساتھ شکاری کتے بھی تھے وہ سب لوگ شکار کرتے کرتے وہاں جا پہنچے جہاں ایک ایسا خرگوش تھا جو کتوں کا شکار کرتا تھا۔ جس کی دور دور تک دھوم پڑی تھی کہ یہ خرگوش کسی کتے کے قابو میں نہیں آتا یہاں تک کہ پنڈی گجرات کے شکاری کتے بھی آئے مگر اس نے کسی کا منہ زخمی کر دیا یا کسی کتے کی ٹانگ توڑ ڈالی مگر آج تک کسی کتے کے قابو میں نہیں آیا۔ یہ بات مجھے میرے دوست نے بتائی اسی لیے میں آپ کو ساتھ لایا ہوں کہ آپ بھی اس خرگوش کا تماشا دیکھ لیں۔ ابھی ہم خرگوش کے سوراخ سے کافی دور ہی تھے جہاں سبھی جمع ہو گئے۔ دریا کے دونوں طرف سے کافی لوگ تھے ساتھ ان کے شکاری کتے بھی تھے جب ہم خرگوش کے بل کے قریب پہنچے تو وہ بہادر خرگوش ہماری آواز سن کر سوراخ کی بجائے دوسری طرف دوڑا تو جب اس کے پیچھے کتے دوڑے تو وہ ان کتوں کو ایسی لچی دیتا کہ کتے منہ کے بل گرتے پھر کتوں کی چیخیں سنائی دیتیں ایک دو کتوں کی تو ٹانگیں بھی ٹوٹیں آخر سبھی کتے خرگوش کے پیچھے دوڑ دوڑ کے تھک گئے مگر خرگوش کسی کتے کے قابو میں نہ آیا۔

خرگوش کتوں کے منہ پر طمانچہ مار کر اپنے بل میں چلا گیا۔ یہ کھیل میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس کو میں آج تک

نہیں بھولا جس کے پیچھے تقریباًایک درجن کتے لگے ہوئے تھے ۔ہاں میں بات تو کر رہا تھا گیدڑوں کی کہ کیا ہوا ایک دن ہم سب بچے مویشی چرانے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ٹیلے پر گیدڑ اور گیدڑی اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھے ہیں اس وقت ہمارے ساتھ کچھ کتے بھی تھے جب انہوں نے گیدڑوں کو دیکھا تو بھونکنا شروع کر دیا۔گیدڑ گیدڑی تو دوسری طرف بھاگ نکلے اور ان کے بچے سوراخ میں چلے گئے تو ہم نے سوچا کہ کل اپنے ساتھ کوئی ہتھیار لائیں گے ۔دوسرے دن ہم ساتھ ہتھیار لے گئے اس سے ہم نے سوراخ کو کھودا تو ہم نے گیدڑوں کے بچوں کو نکال لیا اور ان کو ایک بوری میں بند کرکے خادم نامی ایک لڑکا انہیں اپنے گھر لے آیا۔ پھر کیا ہوا جب رات کا وقت ہوا تو گیدڑوں نے ہمارے محلے پر دھاوہ بول دیا ہمارے آٹھ دس گھر جن کے سامنے زمینیں لگتی تھی وہ سب زمینیں گیدڑوں سے بھر گئیں ہر طرف گیدڑ ہی گیدڑ نظر آتے تھے اگر گیدڑ ہزار نہیں تو سینکڑوں میں ضرور ہوں گے اور غصے سے ایسی خوف ناک آوازیں نکالتے کہ ہر کوئی خوف زدہ ہو گیا اور ہمارے آٹھ دس گھر گیدڑوں سے گھبرا گئے ۔اس وقت بجلی نہیں ہوا کرتی تھی اور لوگ گرمیوں میں رات کو چھتوں پر سویا کرتے تھے اس وقت ہم سب لوگ چھتوں پر ہی تھے ۔ پہلے تو گیدڑوں نے کتوں کو مار بھگایا پھر گیدڑ سیڑھیوں سے ہو کر لوگوں پر حملہ کرتے جن کو ہمارے بزرگ لاٹھیوں سے روکتے اور ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دیتیں ۔ چھوٹے بچے ڈر کے مارے رو رہے تھے جیسے گیدڑ کہ رہے ہوں چھوٹے بچوں کو باہر نکالو تاکہ گیدڑ اپنے بچے لے کر چلے جائیں پھر اس لڑکے کے والد نے اسے ٹانگوں سے پکڑا اور اسے دروازے کے سامنے لٹکایا تو اس نے ہاتھ سے کنڈی کھول دی اس وقت وہ بھی چھت پر تھے ۔کنڈی کھلتے ہی گیدڑوں کے بچے باہر آ گئے تو گیدڑ بچوں کو لے کر چلے گئے ۔اس طرح وہ بلا ہم سے ٹلی پھر کئی دنوں تک ہم بچوں کے دلوں میں خوف رہا۔سوتے میں ہم ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھتے یہاں تک کہ ہم اس طرف مویشی بھی چرانے نہیں جاتے تھے ۔ہم ایسے ڈر گئے گیدڑوں سے ۔ویسے تو انسان بڑا بہادر بنتا ہے اگر اس کے پیچھے شہد کی چند مکھیاں لگ جائیں تو یہ بے چارا ان کے آگے آگے بھاگتا پھرتا ہے ۔

اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو عقل ایسی دی ہے جس سے اس نے ہر چیز پر قابو پا رکھا ہے ورنہ تو یہ انسان اتنا ڈر پوک ہے کہ اگر رات اندھیری ہو تو اس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ کب کیا ہو جائے ۔اسی سوچ میں انسان کا بدن کانپ جاتا ہے ۔ پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ ''ککھ ہلیا تے چور چلیا ''چور کون ہوتا ہے انسان ہی تو ہوتا ہے یہ حالت ہے اس انسان کی مگر پھر بھی یہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان نہیں مانتا جس نے دنیا کی ہر چیز اس انسان کے قابو میں دے رکھی ہے ۔ یہ ناشکرا انسان اپنی ہی بڑائی بولتا رہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ایسی ناشکری سے بچائے ۔آمین!

جب انسان کرے قتل کسی کا تو اس پر بڑا فخر کرے
جب شہد کی مکھیاں کریں پیچھا اس کا تو وہ بھاگتا پھرے

☆☆☆☆☆

یہ ذات پات کیا چیز ہے

یہ ذات پات کیا چیز ہے؟ یہ ذات پات ہندوؤں کی بنائی ہوئی چیز ہے جنہوں نے انسان کو کئی دھڑوں میں بانٹ دیا تھا یہ ہوشیار لوگوں کی چال تھی ورنہ تو سبھی انسان بابا آدم اور مائی حوا کی اولاد ہیں پھر انسانوں میں تقسیم کیسی؟ جب کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ نہ گورے کو کالے پر نہ ہی امیر کو غریب پر، نہ ہی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہر انسان ایک بابا آدم اور ایک مائی حوا کی اولاد ہیں۔ اصل فضیلت اسی کو ہے جو تقویٰ والا ہوگا۔

اصل میں یہ ذاتیں نہیں اپنے اپنے پیشوں کے نام ہوتے ہیں ان کی پہچان کے لئے، ہاں اپنے اپنے قبیلوں کے نام ضرور ہوتے ہیں مگر ذات نہیں۔ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ میں نے انسانوں کے قبیلے اس لیے بنائے ہیں تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں ذات کا لفظ نہیں استعمال کیا کہ میں نے انسانوں کی ذاتیں بنائی ہیں ذات کا لفظ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو ہی زیب دیتا ہے جو ایک ذات کا مالک ہے۔ ہم اکثر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی واحد ذات ہے پھر دوسری کوئی اور ذات کس طرح ہو سکتی ہے۔

آج بھی ہندوستان کی ریاست گجرات میں مسلمانوں کے اندر کوئی ذات پات نہیں ہے نہ نائی، نہ موچی، نہ ہی کوئی اور دوسری ذاتیں ہیں۔ حالانکہ وہاں ہندوؤں میں اب بھی ذاتیں ہیں ہاں مسلمانوں میں اپنے اپنے قبیلوں کے نام ضرور رکھے ہوئے ہیں باقی وہ ذات پات سے پاک ہیں۔ کیا ان کے کام رک گئے ہیں؟ نہیں! اصل میں یہ انسانی پیشے ہیں جنہیں ہم نے ذاتیں بنالیا ہے۔ ہندوؤں میں مذہبی لوگوں کو برہمن کہا جاتا ہے ملک کی حفاظت کرنے والوں کو راجہ کہا جاتا ہے' کھیتی باڑی کرنے والوں کو جٹ کہا جاتا ہے اسی طرح دوسرے پیشے والوں کو نائی' موچی' لوہار' ترکھان' کاسبی یا کوئی اور دوسرے پیشے والے لوگ ہیں۔ ان کے پیشے سے ذاتیں بنا ڈالیں جب کہ آج کے وقت میں ہر قبیلے کے لوگ یہ پیشے کر رہے ہیں ان میں گجر' جٹ' راجے' ملک یا اور دوسرے قبیلے بھی ہیں کیونکہ ان پیشوں میں پیسے زیادہ آگئے ہیں۔

کیا ان کاموں سے ان کی ذاتیں بن گئی ہیں؟ نہیں! یہ تو پیشے ہیں ذاتیں نہیں پیشہ تو کوئی بھی اختیار کر سکتا ہے انسان حلال روزی کمانے کے لئے اس میں کوئی کمی یا بڑائی والی بات نہیں ہے۔ جس طرح آج ہر آدمی ہر پیشہ کر رہا ہے اپنی حلال روزی کمانے کے لئے۔ اس پر تو ہر ایک کو فخر ہونا چاہئے کہ اللہ کے فضل سے میں حلال رزی کمار ہا ہوں کوئی چوری چکاری تو نہیں کر رہا ہوں۔ اصل بات تو یہ ہے جب یہ لوگ دوسروں کے گھروں میں چھوٹے موٹے کام کرتے تھے تو ان کی حفاظت بھی یہ لوگ اپنی اولاد کی طرح کرتے تھے ان کی ہر خوشی' غمی میں برابر کے شریک ہوتے جو بھی خرچہ ہوتا اپنے اوپر لیتے تھے اور یہ لوگ اس پر فخر کرتے کہ ہم فلاں کے کام

کرنے والے ہیں ان کا گھروں میں ایسے ہی آنا جانا ہوتا جیسے یہ اس گھر کے فرد ہیں۔ یہ جو بات بنی ہوئی ہے کہ کمینہ ہے یہ بات چھوٹے موٹے پیشے والوں کے نام جڑ دی جاتی ہیں حالانکہ کمینہ تو کوئی بھی ہوسکتا ہے چاہے کوئی بھی ہو، حالانکہ ان چھوٹے موٹے پیشے والوں میں بڑے باعزت لوگ ہیں اگر وہ اپنے سے بڑوں کی عزت کرتے ہیں تو اس سے ان کی اپنی بھی عزت بڑتی ہے۔

اصل افسوس کی بات تو یہ ہے کہ یہ چھوٹے موٹے قبیلے والے لوگ ایک دوسرے قبیلے والوں سے شادی بیاہ نہیں کرتے چاہے ان کو پچاس ساٹھ میل دور ہی جانا پڑے مگر وہ اپنے پیشے والوں میں ہی شادی بیاہ کریں گے کسی دوسرے پیشے والوں میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔کیا یہ چھوٹے قبیلے والے ایک دوسرے کو انسان نہیں سمجھتے۔اگر ایک گاؤں میں چند چھوٹے چھوٹے قبیلے رہتے بھی ہیں تو وہ ایک دوسرے سے شادی بیاہ نہیں کریں گے۔مگر اپنے ہی قبیلے میں شادی بیاہ کریں گے چاہے ان کو کتنا دور جانا پڑے یعنی کوئی نائی کسی موچی سے رشتہ نہیں کرے گا۔اس طرح دوسرے چھوٹے قبیلے والے ایک دوسرے قبیلے والوں سے رشتہ نہیں جوڑیں گے۔اس میں قصور کس کا ہے؟ بڑے قبیلے والوں کا، جب کہ بڑے قبیلے والے اس لیے ایک دوسرے قبیلوں میں شادی بیاہ نہیں کرتے کہ ان کے اپنے ہی بڑے بڑے قبیلے ہوتے ہیں کہ ان کو دوسروں قبیلوں میں شادی بیاہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ دوسرے قبیلوں میں جاکے بچوں کی شادی بیاہ کریں۔مگر اب یہ رسم بھی ختم ہوتی جارہی ہے ایک دوسرے قبیلوں میں شادیاں ہو رہیں ہیں اب تو چھوٹے قبیلے والوں کو چاہئے کہ آپس میں شادیاں بیاہ کرکے اس ذات پات کا خاتمہ کرڈالیں مگر افسوس کہ یہ خود ہی اس بلا سے چھٹکارا نہیں چاہتے۔پھر قصور دوسرے قبیلوں کا گنا جاتا ہے کہ یہ ہمیں نیچ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خود ایک دوسرے کو نیچ سمجھتے ہیں۔نائی بولے گا یہ موچی ہے میں کیوں اسے رشتہ دوں، موچی بولے گا ''یہ مسلی ہے میں اسے کیوں رشتہ دوں' ' کاسبی لوہار کو رشتہ دے گا نہ لے گا' کمہار تیلی کو نہ رشتہ دے گا نہ ہی لے گا' مراثی ترکھان کو نہ رشتہ دے گا نہ ہی اس سے لے گا۔

یہی حال ہے دوسرے چھوٹے قبیلوں کا ہے جب تک یہ چھوٹے قبیلے ایک دوسرے سے شادیاں بیاہ نہیں کریں گے پھر یہ ذاتیں کس طرح ختم ہوں گی۔جب کہ ہم سب انسان اور مسلمان ہیں ویسے تو کئی گجر گجروں میں شادی نہیں کرتے، جٹ جٹوں میں شادی نہیں کرتے، ملک ملکوں میں شادی نہیں کرتے' راجے راجوں میں شادی نہیں کرتے۔اسی طرح دوسرے بڑے قبیلوں کا حال ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ ان میں کسی طرح نہیں بنتی مگر وہ اپنے ہی قبیلے میں کسی دوسری جگہ پر جاکے بچوں کی شادیاں کرلیتے ہیں چھوٹے قبیلے والوں کا ایک یہ بھی گلہ ہوتا ہے کہ جب بھی الیکشن آتے ہیں تو کوئی بڑے قبیلے والا ہی جیتتا ہے ہمارے نصیب میں کہاں۔

میرے تایا صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر اللہ نے کوئی ذلیل کام بنایا ہے تو یہ الیکشن ہے جس میں غیرت نام کی کوئی بات نہیں الیکشن جیتنے والا ہو یا ہارنے والا ہو دونوں ہی بے غیرت ہو جاتے ہیں بات سمجھنے کی ہوتی ہے مگر آج کے وقت میں اس کام کو لوگ عزت والا کام سمجھتے ہیں غیرت بے غیرتی کی پہچان مٹ گئی ہے۔

اس لیے چھوٹے چھوٹے قبیلے والے آپس میں شادیاں ضرور کریں تاکہ ذات پات سے چھٹکارا ہو سکے ورنہ اس میں بڑے قبیلے والوں کا کوئی قصور نہیں ہوگا جب تک یہ چھوٹے قبیلے والے آپس میں شادیاں نہیں کرتے۔یہ قبیلوں کی پہچان ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے کہ ہم انسان ایک دوسرے کی پہچان کرسکیں جس کو آج ہم نے ذات پات کا نام دے دیا ہے ویسے تو

ہم انسان قبیلوں کی یا ذات پات کی باتیں کرتے ہیں کہ فلاں قبیلہ یا فلاں ذات والے، حالانکہ انسان نے اپنے اندر بھی ذاتیں بنا رکھی ہیں کبھی اس پر بھی انسان نے غور کیا ہے کہ انسان خود اپنے اندر ذاتوں میں بٹا ہوا ہے انسان کس طرح اپنے اندر ذاتیں رکھتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو دو آنکھیں دی ہیں۔ انسان ایک آنکھ کو دائیں دوسری کو بائیں کہتا ہے اسی طرح انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو ٹانگیں دی ہیں۔ ایک ٹانگ کو دائیں کہتا ہے اور دوسری کو بائیں ٹانگ کہتا ہے۔ اسی طرح انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو ہاتھ دیئے ہیں ایک کو انسان دایاں ہاتھ اور دوسرے کو بایاں ہاتھ کہتا ہے۔ جب انسان کھانا کھاتا ہے تو دائیں ہاتھ سے کھاتا ہے بائیں ہاتھ سے نہیں کھاتا کیونکہ اس طرح جب انسان جوتا پہنتا ہے تو وہ پہلے بائیں پاؤں میں پہنتا ہے۔ اسی طرح انسان اپنی دائیں آنکھ' دائیں ٹانگ' دایاں ہاتھ' دائیں پاؤں ان سب دائیں والی چیزوں کو انسان برکت والی سمجھتا ہے آپ ہی بتائیں کہ انسان خود ذاتوں میں بٹا ہوا ہے یا نہیں۔

وہ بھی کیا انسان ہے جو کرے فخر اپنی ذات پر
اگر تو نے کرنا ہے فخر تو کر ربّ کی ذات پر

دنیا میں لمبی جنگ کس نے لڑی

دنیا میں لمبی جنگ کس نے لڑی؟ دنیا میں لمبی جنگ ساس بہو نے لڑی جب سے یہ رشتہ ساس بہو کا بنا ہے تب سے ہی ان دونوں کے اندر جنگ کی شروعات ہو گئی تھی۔اس جنگ کا خاتمہ کب ہو گا۔ان دونوں کی جنگ کا خاتمہ تو قیامت ہی کرے گی ورنہ یہ جنگ ختم ہونے والی نہیں۔اس جنگ کو بڑے بڑے عقل مندوں نے بھی ختم کرانا چاہا مگر وہ بھی اس جنگ کے آگے بے بس نظر آئے۔ کبھی تو دو مما لک بھی لڑ لڑ کے تھک ہار کر جنگ ختم کر دیتے ہیں۔اکثر ایسا ہوتا ہے ایک ساس بہو کی جنگ ایسی ہے جس کی کوئی بھی حد نہیں ہوتی کیونکہ ہر روز ایک نیا محاذ کھل جاتا ہے۔گھر والے بھی حیران ہوتے ہیں کہ کل ان کی لڑائی کسی اور بات پر تھی اور آج یہ نئی بات کہاں سے آ گئی ہے۔جب کوئی عورت جوان بیٹے کو بیاہنے جاتی ہے تو خوشی کے ساتھ اس کے دل میں یہ بات بھی ہوتی ہے کہ بہو میں اپنی ساس کا بدلہ تم سے لوں گی جس طرح بغیر کسی وجہ سے میری ساس میرے ساتھ لڑائی لڑتی رہی، میں اس سے بھی چار ہاتھ آگے جاؤں گی اور بہو کی ماں بیٹی کو سکھاتی آتی ہے اور ماں نے یہ اپنی ساس سے سیکھا ہوتا ہے جیسے ہی ساس بہو کو بیاہ کر لاتی ہے پہلے کچھ ماہ تو بہو کو بیٹی کی طرح سمجھتی ہے اور بہو بھی "امی جی امی جی" کہہ کر ساس کو پکارتی ہے۔پھر ساس آہستہ آہستہ اپنے پر پرزے نکالنا شروع کر دیتی ہے۔بہو نے بھی اپنی دادی اور ماں کی جنگ بچپن میں دیکھی ہوتی ہے جب دادی سے تنگ آ کر ماں کمرے کے اندر جا کے رویا کرتی تھی اس لیے بہو تو پہلے ہی اس جنگ کے لئے تیار ہوتی ہے۔

یہ جنگ بہو ساس کی غلط جنگ ہوتی ہے جس نے کئی ہنستے بستے گھر اجاڑے ہیں۔کہیں تو بے چاری بہو بچوں کی ماں ہو کے بھی اس گھر سے بھاگنا چاہتی ہے اور وہاں سے چلی جاتی ہے پھر بچے دادی جان کو دعائیں دیتے ہیں جن کو پھر سوتیلی ماں سے واسطہ پڑتا ہے اور دادی جان بھی پھر پچھتاتی ہے کہ اس سے تو پہلی بہو اچھی تھی جو میری ہر بات سن کر بھی خاموش رہتی تھی۔اس کی تو اتنی لمبی زبان ہے کہ ایک کا جواب دو سے دیتی ہے۔

کہیں ماؤں کا تو ایک ہی بیٹا ہوتا ہے مگر اس کی تین چار شادیاں ہو کے بھی بے چارے کا گھر نہیں بستا، یہ بہو ساس کی جنگ اس لیے ہوتی ہے کہ پہلے اس گھر کی مالک ساس ہوتی ہے پھر جب بہو آتی ہے تو وہ بھی اس گھر پر اپنا حق جتانا شروع کر دیتی ہے پھر اسی بات پر دونوں میں جنگ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جب بہو نئی نئی آتی ہے تو ساس اسے سمجھاتی ہے جیسے اس کو کسی جنگل سے پکڑ کر لائی ہے جس کو دنیا کی کوئی خبر نہیں۔اصل میں ساس اس طرح اپنی بھڑاس نکالتی ہے جو اس کی آ کے جگہ لیتی ہے یہ کس طرح پہلی عورت کو گوارا ہوتا ہے کہ پہلے اس گھر کی میں ہر طرح کی مالک تھی اور ہر کام میری مرضی پر ہوتا تھا۔اولاد میری' خاوند میرا' گھر میرا۔بڑی مشکل سے ساس سے جان چھڑائی ہے اب یہ نئی مالکن کہاں سے آ گئی۔پھر دونوں ساس بہو کا محاذ کھل جاتا ہے۔ساس بہو کو کہتی ہے کہ گھر میرا'

بیٹا میرا' خاوند میرا' تیرا یہاں ہے ہی کیا؟ بہو ساس کو کہتی ہے جس طرح تیرا پہلے اس گھر میں کچھ نہیں تھا پھر آہستہ آہستہ سب کچھ تیرا ہو گیا ہے اسی طرح یہ سب آہستہ آہستہ میرا ہو جائے گا۔ جب یہ بات ساس سنتی ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتی ہے کہ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی کہ تو میرے گھر کی مالکن بنے، پھر ساس بہو میں ''ٹوک مٹوکا'' شروع ہو جاتا ہے۔ پھر میاں صاحب، بیٹا صاحب جو بے چارے خاموش بیٹھے رہتے ہیں یا پھر باہر نکل جاتے ہیں اور یہ ساس بہو کی جنگ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی کیونکہ ہر روز ایک نئی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

کبھی تو محلے والے بھی اس جنگ سے تنگ آ جاتے ہیں کہ یہ روز روز کا تماشا صبح شام سننا پڑتا ہے مگر ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ کبھی تو ساس بہو میں اس بات پر جنگ شروع ہو جاتی ہے جب ساس بہو سے کہتی ہے کہ ''تم آٹا گوندھتے وقت ہلتی کیوں ہو'' تو اس پر بہو جل کر کہتی ہے'' کیا میں لیٹ کر آٹا گوندھوں'' چاہے اسی بات پر سارا دن دونوں میں جنگ ہوتی رہے۔ پنجابی میں یہ کہاوت ہے کہ کسی عورت کا بیٹا فوت ہو گیا تو اس عورت سے کسی نے کہا کہ بہن بڑا افسوس ہے کہ آپ کا بیٹا فوت ہو گیا ہے تو وہ کہتی ہے کہ '' میرا بیٹا تو فوت ہوا مگر بہو کا مان تو ٹوٹا ''یعنی بہو ساس کی جنگ کتنی خطرناک ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو ایک وقت میں دو محاذ کھل جاتے ہیں۔ ساس کی اپنی ساس بھی زندہ ہوتی ہے اور ساتھ بہو بھی آ جاتی ہے۔ اس طرح مرد بے چارے ہمیشہ حالت جنگ میں رہتے ہیں۔ پہلے ماں اور بیوی کی جنگ، پھر بیوی اور بہو کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ ایسی جنگ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی اور کئی گھر اُجاڑ دیتی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے لمبی جنگ کہلاتی ہے۔ اتنی لمبی جنگ تو کوئی مرد بھی نہیں لڑ سکتا جتنی لمبی جنگ یہ بہادر عورت لڑ سکتی ہے۔ زندہ باد عورت، آخر وہی مرد جیتتا ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار ہوتا ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھی اور نبی پاک ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے کہ ماں باپ کی فرمانبرداری کرو۔ اسی میں آپ کی بہتری ہے نہ کہ بیوی کی فرمانبرداری کرو۔ اس پر پھر مرد حضرات کیا فرماتے ہیں۔

اچھا تھا کنوارے ہی آئے تھے کنوارے ہی چلے جاتے
پھر اگلے جہان جا کے اپنے دکھڑے سناتے

یہ ساس بہو کی بھی کمال کی جنگ ہے
جس کو دیکھ کر ہر انسان ہی تنگ ہے

☆☆☆☆☆

شیعوں کا عالم کون !مراثی!!

شیعہ حضرات کیا فرماتے ہیں بقول ان شیعوں کے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ اصل قرآن تو میرے پاس ہے جو قرآن آپ کے پاس ہے وہ اصل نہیں۔ پھر جو قرآن حضرت علی مرتضیٰؓ کے پاس تھا تو وہ قرآن آج شیعوں کے پاس ہونا چاہئے۔اگر وہ قرآن شیعوں کے پاس نہیں تو شیعہ حضرات حضرت علی مرتضیٰؓ کو چور سمجھتے ہیں کہ اصل قرآن حضرت علیؓ نے چھپا لیا ہے۔بقول ان شیعوں کے جہاں تک میں نے سنا ہے اگر یہ قرآن اصلی نہیں تو شیعہ حضرات اس موجودہ قرآن کو پھر پڑھتے کیوں ہیں؟ بقول ان شیعوں کے کہ اصل قرآن حضرت علی مرتضیٰؓ کے پاس تھا جو اُمت کے سامنے نہیں آیا وہ قرآن جو اصل ہے وہ آخری وقت قیامت کے نزدیک امام مہدی ساتھ لائیں گے۔نعوذ باللہ۔

تو پھر اس میں امت کا کیا قصور ہوا؟ یہ شیعوں کا کتنا بڑا بہتان ہے اہل بیت اور حضرت علیؓ پر۔شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ قرآنی آیات حضرت مائی عائشہ صدیقہؓ کے گھر تھیں جن کو بکری کھا گئی۔بقول ان شیعوں کے کہ خدا ایک بکری کے سامنے عاجز نظر آیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا کلام بکری سے بھی نہ بچا سکا کہ اپنے قرآن کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔یہ شیعہ تو خدا کو بھی کچھ نہیں سمجھتے باقی ان کے سامنے کیا رہ گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ معاف کرے ایسے کفر سے ،میرے گاؤں کونتریلی کے شاہ صاحب جو ہمیں امامت کراتے تھے بڑے علم والے تھے اور بڑے کٹر سنی تھے آج انہی کے پوتے ان پڑھ بے علم شیعہ بن گئے ہیں۔اسی طرح اور بھی بہت سے سیدوں کا یہی حال ہے جن کے باپ دادا کبھی کٹر سنی ہوا کرتے تھے آج انہی کی اولادیں شیعہ بن گئی ہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے اوران سیدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ دس دن محرم کے خوب رو پیٹ لو پھر تمہارے دین کا حق ادا ہو جائے گا۔ باقی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، پھر سارا سال موجاں ہی موجاں ،جو مرضی ہے کرتے پھرو، نہیں آج بھی جن سیدوں کے پاس ان کے نانا جان کا دیا ہوا علم ہے وہ سید آج بھی خالص سنی ہیں کیوں نہ ہوں کیونکہ نانا جان کا دین انہوں نے ہی چلانا ہے اور روز محشر نانا جان کا سامنا بھی کرنا ہے۔وہ سید اس بات کو کیسے بھول جائیں۔ان شیعوں میں بہت سے نقلی سید بھی آ گئے ہیں جن کا کچھ مجھے بھی علم ہے۔جب شیعہ حضرات پیٹتے ہیں اس وقت اگر شیعہ سو ہو تو ان کے دائیں بائیں پانچ سو سنی ہوتے ہیں جو ان شیعوں کا تماشہ دیکھنے جاتے ہیں۔ان سنیوں کو بھی اس بات سے منع کرنا چاہئے اگر ان کو سنی دیکھنے نہ جائیں تو یہ شیعہ حضرات پیٹنا چھوڑ دیں۔

شیعہ سنیوں کو دیکھ دیکھ کر زیادہ پیٹتے ہیں ۔ بہتر ہوگا اگر یہ سنی حضرات انہیں دیکھنے نہ جائیں جو خواہ مخواہ گناہگار ہو رہے ہیں پھر یہ ان پڑھ لوگ آہستہ آہستہ ان کا لنگر کھا کر ان میں داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ایسے لوگوں کو کچھ پتا نہیں ہوتا کہ شیعہ مذہب ہے

کیا۔ پھر وہ بھی پیٹنے پٹانے پر رہ جاتے ہیں، بے علمی میں پھر وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ان بے چاروں کو کچھ علم نہیں ہوتا کہ ان شیعوں کی کتابوں میں کیا لکھا ہوا ہے وہ تھوڑا ہی پڑھتے ہیں۔

یہ بات جو میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں یہ بات مجھے ایک شیعہ نے بتائی تھی جو چکوال کا رہنے والا تھا جس کی ملاقات مجھ سے ہالینڈ میں ہوئی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں محرم کے دنوں میں مجلس رکھی تو ہم نے ذاکروں کو بلایا جو مراثی ہوتے ہیں۔ گانے بجانے والے یعنی شیعوں کے عالم ہوتے ہیں۔ یہ جب مجلس پڑھتے ہیں تو شیعہ حضرات اس وقت روتے ہیں جنہوں نے کبھی نماز روزہ نہیں کیا۔ وہ بتاتا ہے کہ جب مجلس ختم ہوئی تو ہم نے مراثیوں کو پیسے دینے چاہے تو انہوں نے کہا کہ اب ہمارا ریٹ بڑھ گیا ہے اتنے پیسے نہیں لیں گے۔ تو ہم نے ان کو کہا کہ یہ پیسے ہم نے پورے گاؤں سے جمع کیے ہیں اب اور پیسے کہاں سے لائیں۔ تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔ مگر وہ نہ مانے پھر ہم نے ایک ایسے آدمی کو بلایا جو بات کرنے میں بہت ہوشیار تھا۔ بھائی تم ہی ان مراثیوں سے مک مکا کرو ورنہ یہ ہمیں گاؤں گاؤں بدنام کریں گے تو اس آدمی نے آتے ہی ان سے کہا:

''مراثیو! پیسے کیوں نہیں لیتے؟''

تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ریٹ بڑھ گیا ہے تو اس نے کہا کہ تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا کہ ہم اس کا بندوبست کر لیتے۔ اب کیا ہو سکتا ہے یہاں کوئی بنک بھی نہیں جہاں سے تمہارے لیے پیسے لے آتے۔ تم امام حسینؓ کو دعائیں دو جو تمہاری روٹیاں بنا گئے ورنہ ہم تم سے حقے کی ٹوپیاں بھرواتے اور تمہیں نیچے بٹھاتے۔ آخر بے چارے مراثی ہی تھے انہوں نے فوراً پیسے پکڑ لیے۔

یہ حال ہے ان شیعوں کا جن کے عالم مراثی ہوتے ہیں اگر کسی کی ماں فوت ہو جائے تو وہ یہ دیکھتے ہیں کہ پہلے کوئی اور روئے پھر میں روؤں تو پھر رونا کس کام کا۔ یہ گانے بجانے والے مراثی ان شیعوں کو رلاتے ہیں کمال کی اداکاری کر کے، ورنہ تو شیعوں کو امام حسینؓ کی تکلیف پر رونا بھی نہ آئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ مراثی خود شیعہ بھی نہیں ہوتے۔ خالی شیعوں کو رلاتے ہیں اداکاری کر کے۔

جتنا سنی اہل بیت کو مانتے ہیں اتنا شیعہ نہیں مانتے۔ آج بھی دنیا میں اہل بیت یعنی سید سنیوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں وہ بھی بڑے بڑے عالم فاضل اور شیعوں میں سید کم ہی پائے جاتے ہیں پھر اس طرح تو سیدوں نے کہا کہ شیعہ فرقے کا کردار کیا ہے یعنی اسے نہیں مانا۔ ایک شیعہ صاحب ٹی وی پر بیٹھ کر یہ فرمار ہے تھے کہ امام خمینی نے فرمایا ہے کہ جب ہم شیعہ حضرات اپنا منہ پیٹتے ہیں تو وہ تھپڑ یزید کے منہ پر جا کے لگتے ہیں۔ یہ تو مجھے پتا نہیں جو اپنا منہ پیٹتے ہیں اور وہ تھپڑ یزید کے منہ پر لگتے ہیں یا نہیں، مگر اس طرح کرنے سے یزید کی روح بہت خوش ہوتی ہو گی کہ میرے بعد میرے بھائی پیدا ہو گئے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے یزید کے گھر والے ہی امام حسینؓ کی شہادت پر روتے پیٹتے تھے اور شیعہ حضرات اس یزیدی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے پیٹتے ہیں ورنہ ان پاک ہستیوں اور شہیدوں کو کون پیٹتا ہے جس پیٹنے کو حضور پاک ﷺ اور ان پاک ہستیوں کے نانا جان نے منع فرمایا ہے پیٹنے پٹانے سے، ہاں آنسوؤں سے رونا جائز فرمایا ہے اگر ان پاک ہستیوں کے لئے کچھ کرنا ہے تو ان پر درود وسلام پڑھا جائے اور ان کے نام کا صدقہ خیرات کرنا چاہئے جس سے ان پاک ہستیوں کی روحیں خوش ہوں نہ کہ ان کی روحوں کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی

بدعت سے بچائے جس سے کوئی نفع نہیں۔

ایک شیعہ حضرت ٹی وی پر بیٹھے یہ فرما رہے تھے کہ ہم شیعہ بنو امیہ سے چلے آ رہے ہیں۔ بھائی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ہندو تو کئی ہزار سالوں سے چلے آ رہے ہیں اور آ گ کو پوجنے والے بھی کئی ہزار سالوں سے چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح عیسائی یہودی بھی کئی ہزار سالوں سے چلے آ رہے ہیں۔ اس سے آ گے اب تو خدا کو نہ ماننے والے بھی ہیں اس سے آ گے چلو شیطان بابا آ دمؑ سے لے کر اب تک ہے اور قیامت تک رہے گا تو کیا ان سب کو ہم حق مان لیں۔ یہ تو کوئی کہنے والی بات نہیں کہ ہم شیعہ بنو امیہ سے چلے آ رہے ہیں۔ میں ایک ایسے سید کو جانتا ہوں جو شیعہ کہلاتا ہے اور دوسروں کی بہو بیٹیوں کو اپنے اور دوسروں کے سامنے نچاتا ہے اور ان سے فلمی گانے سنتا ہے اور جو ان کو آمدنی ہوتی ہے ان سے حصہ بھی لیتا ہے اور ساتھ اپنے آپ کو اولاد علی بھی کہتا ہے۔ کیا حضرت علیؓ نے اپنی اولاد کو ایسا ہی کرنے کو کہا تھا۔ ہرگز نہیں! پھر یہ جو کہتے ہیں کہ ہم اولاد علیؓ ہیں پھر یہ ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو شرع کے خلاف ہے۔

جن کوفیوں نے کوفہ بلا کے ساتھ چھوڑا امام حسینؓ کا
جب دیکھا سر نیزے پر لگے سینہ کوبی کرنے نام لے کے حسینؓ کا

علیؓ کے لال فاطمہ بی بیؓ کے پھولوں سے سجا ہے گھر اکرمؔ
جب پڑے مشکل تو مانگے مدد فاطمہ بی بیؓ کے پھولوں سے اکرمؔ

جس کو اپنا غم ستائے بھلانے سے نہ بھلایا جائے
وہ اپنا غم حسینؓ کے غم کے سامنے رکھ دے تو وہ سارے غم بھول جائے

پاکستان میں پارٹیوں کی چوں چوں

ہمارے وطن پاکستان میں اتنے انسان نہیں بستے جتنی اس ملک میں سیاسی پارٹیاں نظر آتی ہیں۔ ہر طرف پارٹیوں کی ''چوں چوں'' کا شور ہے انہیں سیٹ ملے نہ ملے مگر پارٹی ضرور بنا رکھی ہے۔ پاکستان کے ہر شخص کا اب یہی خیال ہو گیا ہے کہ میں بھی پاکستان کا کسی نہ کسی طرح وزیراعظم یا صدر بنوں اگر یہاں کا ''گاما ،ماجا'' وزیر اور صدر ہو سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں ہو سکتا۔

اب تو پاکستان میں ماؤں نے بچوں کے نام بھی وزیراعظم یا صدر رکھنے شروع کر دیئے ہیں ہمارے کچھ حضرات تو وہ بھی ہیں جو چند ماہ کے لئے وزیر بنے ہیں۔ اس لیے آج ہر آدمی نے اپنی اپنی پارٹیاں بنا رکھی ہیں شاید اسی طرح چانس مل جائے وزیراعظم یا صدر بننے کا۔ چند ''چوں چوں'' کی پارٹیوں کو ملا کر یہ چوں چوں کے وہ لوگ ہیں جن کو پاکستان کے عوام سے کوئی سروکار نہیں ہوتا یہ تو خالی اپنے مفاد کی خاطر سب کچھ کرتے ہیں۔ جب یہ چوں چوں والے کسی دوسری پارٹی سے مل کر حکومت بناتے ہیں پھر یہ چوں چوں والے اس حکومت میں رہ کر خوب فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ انہیں پتا ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے جو چاہیں کریں بدنام تو کوئی بڑی پارٹی ہوگی ہمارا کیا جائے گا۔

یہ چوں چوں والے ہر جگہ فٹ ہو جاتے ہیں ان میں زیادہ تر وہ پارٹیاں ہوتی ہیں جو اپنے ہی حلقے کی چند سیٹیں حاصل کرتی ہیں پھر یہ چوں چوں کی پارٹیاں حکومت کے خلاف بھی ہو جاتی ہیں۔ خدارا ان چوں چوں والوں سے اپنے پاک وطن پاکستان کو بچائیں ایسے لوگ نہ تو قوم کے ہمدرد ہوتے ہیں نہ ہی یہ ملک کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ تو اپنی نسلوں کو بھی یہی سبق سکھاتے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح دھوکہ دہی سے کام چلانا پھر ان کے بچے اپنے بڑوں سے بھی چار ہاتھ آگے نکل جاتے ہیں کہ یہ پاکستان کے لوگ تو ہمارے پیدائشی غلام ہوتے ہیں ان پر حکومت کرنا ہمارا حق بنتا ہے۔

یہ چوں چوں والی پارٹیاں کسی نہ کسی طرح حکومت میں آ ہی جاتی ہیں چاہے ان کے پاس چند ہی سیٹیں ہوں وہ بھی اپنے ہی حلقے کی اور حکومت یہ سارے پاکستان پر کرتے ہیں۔ ان چوں چوں کو ''پارٹیاں'' کہنا ہی ملک دشمنی ہے ایسی پارٹیوں کو آپ گروپ تو کہہ سکتے ہیں یا آزاد ممبر مگر پارٹیاں نہیں۔ پارٹیاں تو وہی کہلا سکتی ہیں جن کی سیٹیں چاروں صوبوں میں ہوں ان میں سے کوئی پارٹی کسی دوسری پارٹی کو ساتھ ملا کے حکومت بنائے نہ کہ ایسی چوں چوں والی پارٹیوں کو ساتھ ملا کر حکومت بنائی جائے۔ اس طرح کا ملک میں قانون بھی ہونا چاہئے تا کہ یہ چوں چوں والے مخالف تو بیٹھیں نہ کہ حکومت کرتے پھریں وہ بھی چند سیٹوں کے ساتھ۔ ایک قانون یہ بھی ہونا چاہئے کہ جو آدمی کسی پارٹی کو چھوڑتا ہے اسے کوئی اور پارٹی پانچ سال تک نہ لے کیونکہ ایسے لوگ مفاد پرست ہوتے ہیں۔ وہ ملک دوست اور نہ وہ عوام دوست ہوتے ہیں۔

کچھ تو چوں چوں پارٹیاں وہ بھی ہیں چاہے فوجی حکومت ہو یا عوامی حکومت ہو، یہ پارٹیاں ہر جگہ فٹ ہو جاتی ہیں اگر یہ پارٹیاں حکومت میں نہ ہوں تو ان کو ہر چیز ہی بری نظر آتی ہے۔ جب یہ حکومت میں ہوتی ہیں اس وقت انہیں ہر طرف اچھا ہی اچھا نظر آتا ہے چاہے لوگ بھوکے ہی کیوں نہ مریں۔ ان کو کیا پڑی کوئی مرتا ہے تو مرتا پھرے۔ یہ بھی تو ایک منسٹر کی بات ہے جس نے ٹی وی پر یہ فرمایا تھا کہ ڈگری ڈگری ہی ہوتی ہے چاہے وہ جعلی ہو یا اصلی ہو۔ بچہ بچہ ہی ہوتا ہے چاہے وہ حرامی ہو یا چاہے وہ حلالی ہو۔ روزی روزی ہی ہوتی ہے چاہے وہ حلال کی ہو یا حرام کی ہو۔ منسٹر منسٹر ہی ہوتا ہے چاہے وہ لوگوں کے کام آئے چاہے وہ لوگوں کا خون چوسے۔ یہ ہیں پاکستانی منسٹروں کی سوچیں ان سے پاکستانی عوام اور کیا توقع رکھے گی جن کے خیالات اس طرح کے ہوں۔

یہ بات اس وقت کی ہے جب جنرل مشرف نے نئی نئی حکومت سنبھالی تھی ایک آدمی جو پاکستان سے انگلینڈ آیا جسے بیٹے نے بلایا تھا وہ آدمی مجھے بلیک برن لائبریری میں ملا اس وقت میں جنگ اخبار پڑھ رہا تھا تو وہ آدمی میرے پاس آکے بیٹھ گیا اور مجھے اس نے سلام کیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کو پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھا۔ تو اس نے کہا کہ میں ابھی پاکستان سے آیا ہوں مجھے یہاں میرے بچے نے بلایا ہے تو میں نے انہیں کہا کہ آپ پاکستان میں کیا کرتے تھے؟ تو اس نے کہا کہ میں ایک سرکاری ملازم تھا اس کی باتوں سے بھی لگتا تھا کہ پڑھا لکھا آدمی ہے اور یہ کسی اچھی پوسٹ پر رہا ہوگا تو میری اس سے پاکستانی سیاست پر بات چل نکلی تو میں نے اس آدمی سے کہا کہ اب مشرف کو چاہئے کہ کوئی اچھے اور ایمان دار لوگوں کو ساتھ ملا کر حکومت چلائے۔ ان چورا چکوں سے ملک کی جان چھڑائے تو وہ آدمی میرے منہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا آپ نے پاکستان میں کافی وقت گزارا ہے اسی لیے آپ نے ایمان دار لوگوں کی بات کی۔ پھر وہ آدمی مجھے کہتا ہے کہ بھائی پاکستان میں ایماندار لوگ لاؤ گے کہاں سے؟ تو یہ سن کر میں اس کے منہ کی طرف دیکھنے لگا کہ یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے کہ پاکستان میں اٹھارہ کروڑ انسان بستے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ ایماندار لوگ کہاں سے لائیں، کیونکہ وہ آمی ساری زندگی پاکستان میں رہا ہے۔ یہ مجھ سے بہتر جانتا ہے پاکستان کے لوگوں کو ، کیونکہ میں تو ساری زندگی انگلینڈ میں رہا ہوں پھر میں کیا جانوں پاکستان کے حالات۔

اس آدمی نے یہ بات بڑے دکھ سے کہی تو مجھے اس وقت جنرل ضیاء کا دور یاد آ گیا جب وہ بھٹو کو پھانسی دے کر خود حاکم بن بیٹھا۔ پھر ضیاء نے اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے اور پیپلز پارٹی کو کمزور کرنے کے لئے وہ پاکستان میں دس نمبری اور ڈاکو ،بدمعاش اور کئی کئی قتل کرنے والوں کو اپنے ساتھ ملا کر ان پر جتنے مقدمے تھے سب کو معاف کر کے ان کو الیکشن جتا کے پارلیمنٹ میں لے آیا جو کل کے دس نمبری ڈاکو بدمعاش تھے وہ آج کے حاکم بن بیٹھے۔ جن کے کبھی پولیس پیچھے پیچھے رہتی تھی اور وہ ضلع بدر ہی رہتے تھے کہ کہیں پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جائیں اور آج پولیس ان بدمعاشوں کے ہاتھوں میں ہے جن کو ضیاء نے وزارتیں دے دیں تھیں۔ جن کو میں خود ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں کہ پہلے وہ کس کردار کے لوگ تھے۔

ضیاء نے کچھ سرمایہ دار بھی اپنے ساتھ ملا لیے تھے جن میں نواز برادران بھی ہیں اور بھی پھر ضیاء نے ایسے ایمانداروں کے ساتھ مل کر اپنے دس سال گزارے تھے ضیاء تو بعد میں چلا گیا مگر بدنصیبی اس ملک کی کہ یہ ''ایماندار ڈاکو ،چو،ردس نمبری قاتل ''ابھی تک اس ملک کے حاکم بنے ہوئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں'' دودھ کی رکھوالی پر بلا'' جن کے پیچھے ہر وقت پولیس پڑی رہتی تھی اور یہ

دس نمبری پولیس سے چھپتے پھرتے تھے اب ان دس نمبریوں کے ڈیروں پر پولیس پڑی رہتی ہے ان سے پوچھے بغیر اب پولیس کوئی مقدمہ درج ہی نہیں کرتی چاہے کسی غریب کا قتل ہی کیوں نہ ہوگیا ہو، یا کسی کے گھر میں ڈاکہ ہی کیوں نہ پڑ گیا ہو یا کسی کی عزت ہی کیوں نہ لٹ گئی ہو۔مگر پولیس والوں کو ان دس نمبریوں سے پوچھنا ہی پڑتا ہے ورنہ پولیس والوں کی نوکری جاتی رہتی ہے۔کیونکہ اب یہ دس نمبر وزیر جو بن گئے ہیں اور سیاہ وسفید کے مالک بن گئے ہیں جو کبھی راتوں کو ڈاکے ڈالا کرتے تھے اب وہ دن کو ڈاکے ڈال رہے ہیں اور ساتھ اب ان کی عزت بھی ہو رہی ہے۔

ضیاء کے بعد پیپلز پارٹی والوں نے بھی یہی کیا جو ضیا نے کیا تھا کہ اپنے ساتھ پاکستان کے سب غنڈے ملا لیے ہیں پھر آپ بتائیں ایماندار پاکستان میں آئیں گے کہاں سے؟ جن کو اب عوام ووٹ دیتے ہیں وہی ایماندار پھر آئیں گے اس طرح عوام بھی ان میں برابر شریک ہیں۔

جب ضیا نے امریکہ کے کہنے پر روس سے جنگ شروع کی تو اس وقت ہمارے مذہبی رہنماؤں نے جہاد کے نام پر ان یتیم غریبوں کے بچوں کو مروایا جو ان کے مدرسوں میں پڑھتے تھے۔ بارہ بارہ سال کے معصوم بچے، ان بچوں کے بدلے یہ مذہبی رہنما امریکی آقا سے خوب ڈالر وصول کرتے رہے جن مذہبی رہنماؤں کو پوری قوم جانتی ہے۔ان کی اپنی اولادیں امریکہ میں یا تو پڑھ رہی ہیں یا کوئی کاروبار کر رہی ہیں اور یہ مذہبی رہنما خود امریکہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکا کر ووٹ حاصل کرتے ہیں۔ یہ ان مذہبی رہنماؤں کی کھلی منافقت ہے جو کہتے ہیں اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ایک طرف یہ امریکہ کو خوش بھی رکھتے ہیں اور ساتھ اپنی پاکستانی قوم کو دھوکا بھی دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسے مذہبی رہنماؤں سے جنہوں نے آج دنیا کی خاطر دین کو پیچھے اور دنیا کو آگے کر لیا ہے۔جب پاکستان اور امریکہ روس کے خلاف افغانستان میں لڑ رہے تھے اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دینا شروع کر دی۔ پھر اس جہاد میں دور دور سے مجاہد دین اسلام کی جنگ لڑنے آ گئے جن میں عرب کے مجاہدین بھی آئے تھے۔ان میں اسامہ بن لادن بھی مجاہدین کے ساتھ آیا تھا جو عرب کا امیر ترین آدمی تھا وہ بھی اسلام کی جنگ لڑنے آ گیا تھا اپنی دولت کے ساتھ۔ پھر ان مجاہدین کو لڑنے کی ٹریننگ امریکہ نے دی۔ جب روس یہ جنگ ہار گیا اور امریکہ کا مطلب پورا ہو گیا تو امریکہ ان مجاہدین کو کوڑا کرکٹ سمجھ کر انہیں چھوڑ کر چلا گیا کیونکہ اب ان مجاہدین کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی اور سعودی شاہوں نے بھی عرب مجاہدین سے بھی نظریں پھیر لیں تھیں جس کی وجہ سے عرب مجاہدین کو سعودی اور امریکہ سے نفرت ہوگئی جو پہلے اسلام کے مجاہد تھے پھر یہی مجاہد امریکہ اور سعودیوں کے نزدیک دہشت گرد بن گئے ہیں اور پاکستان کے حاکموں نے امریکی ڈالروں کی خاطر اس جنگ کو اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ پھر اس جنگ میں ہزاروں معصوم بچے اور فوجی مروا دیئے اور اب بھی یہ حاکم امریکہ آقا کے کہنے پر اپنے ہی ہزاروں فوجی اور شہری مروا رہے ہیں۔

آج ان مجاہدین کو امریکہ سعودی و پاکستانی دہشت گرد کا نام دے رہے ہیں جنہیں یہ کبھی اسلام کے مجاہد کہتے تھے۔اسامہ بن لادن تو زندہ باد تو مر کے بھی زندہ ہے کوئی بھی مجاہد اسلام شہید ہو کر مرتا نہیں کیونکہ وہ اپنا پودا لگا کے جاتا ہے جو عربوں میں اب ظاہر ہو رہا ہے۔کسی بے ضمیر کے کہنے پر کوئی دہشت گرد نہیں ہو سکتا۔بے ضمیر زندہ بھی ہو تو بھی مردہ ہوتا ہے ایسے مسلمانوں کو یہودی عیسائیوں کے

غلام کہا جائے جن کا اپنا کوئی ضمیر نہیں ہوتا۔ کچھ بے ضمیر وہ بھی ہیں جو ان آقا کے قدموں میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ آقا کب ہمیں پاکستان کا حاکم بنائیں گے اس کو کہتے ہیں بے ضمیر حاکم۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسے بے ضمیر حاکموں سے۔ آمین!

اے خدایا اب بچا ایسی چوں چوں سے
جنہوں نے لوٹا پاکستان دونوں ہاتھوں سے

اب پاکستان میں ایماندار لائیں کہاں سے
جسے بنایا قائداعظم نے بڑی مشکلوں سے

ویسے تو پاکستان میں بڑی دھوم دھام ہے اسلام کی
فرقے بھی بہت ہیں پاکستان میں مگر کمی ایمان کی

☆☆☆☆☆

بہترین دھندہ ہے پیری مریدی کا

آج سب سے بہترین دھندہ پیری مریدی کا ہے جس میں بھیس ہی بدلنا ہوتا ہے اور چرب زبانی کرنا آتی ہوتو وہ پیر بن جاتا ہے۔ یہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ یار ہمیں اس ملک میں پچاس سال ہو گئے ہیں مزدوری کرتے اور ہم نے جو کمایا وہ پاکستان روانہ کرتے رہے کہ کبھی اپنے ملک جا کے آرام کریں گے۔ پھر آہستہ آہستہ ملک کے حالات خراب ہوتے گئے اور ہم نے جو ملک میں بنایا وہ تو وہیں رہ گیا اور ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

ہمارے ساتھ اور بھی بہت سارے لوگ آئے تھے جب فیکٹریوں کے کام ختم ہو گئے تو ان میں کچھ " پیر "بن گئے پھر دیکھتے دیکھتے ان کی خوب دوکان چلی پھر مریدوں سے مٹھیاں بھی بھرواتے ہیں اور ساتھ ان سے " شرنیاں " بھی وصول کرتے ہیں یعنی جو انہوں نے چالیس سال میں نہیں کمایا وہ انہوں نے چند سال میں کمالیا ہے اور میں نے اپنے دوست سے کہا کہ:

یار ہم "پیر" نہیں بن سکتے؟ جب کہ وہ بھی ہمارے ساتھ مزدوری کرنے آئے تھے اب پیر بن گئے ہیں۔ کچھ پیروں کے مریدوں نے مزار بھی بنا دیئے ہیں پیر کے زندہ ہوتے ہی جب کہ یہ کام پہلے بادشاہ کیا کرتے تھے اپنے مقبرے بنوایا کرتے تھے اپنے زندہ ہوتے ہی، پیری مریدی میں اب کرنا ہی کیا ہے مریدوں کے لئے تسبیاں اور ساتھ ٹوپیاں بنوائی ہو گی تا کہ لوگ یہ جان جائیں کہ یہ مرید فلاں پیر کا مرید ہے۔ اور کرنا بھی کیا ہے پیری مریدی میں جہاں ٹوپیوں کے کئی کئی رنگ آ گئے ہیں۔ بھائی ہم نے تو تسبیاں اور ٹوپیاں ہی تو بنوانی ہیں اس پر تو کوئی اتنا بڑا اخرچہ نہیں ہوگا اور آمدن اس سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ نے میرے لیے کیا کرنا ہے۔ آپ جہاں بھی بیٹھو دوستوں میں یار شتے داروں میں میری بڑائی بولتے جاؤ کہ میرا پیر اس طرح کا ہے، اس طرح کا ہے۔ اسے " الہام " بھی ہوتا ہے کبھی کبھی میری " کرامت " بھی لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرو اور یہ بھی کہہ دیا کرو کہ میرا پیر ساری رات عبادت میں گزارتا ہے اور ہمیشہ باوضو رہتے ہیں اور کبھی بھی ان کے منہ سے فضول بات نہیں نکلتی۔ کیونکہ پیر صاحب ہر وقت اللہ کی یاد میں جو رہتے ہیں پھر فضول بات پیر صاحب کے منہ سے کیسے نکلے کیونکہ وہ ہر وقت مراقبے میں رہتے ہیں مجھے تو پیر صاحب سے بڑا فیض حاصل ہوا ہے۔ میرے کتنے بگڑے کام پیر صاحب نے بنا دیئے ہیں میں تو ہر وقت پیر صاحب کی خدمت میں رہتا ہوں۔ تمہاری ان باتوں سے مرید کھینچے چلے آئیں گے پھر ان کو قابو کرنا میرا کام ہے ان سے جو مجھے آمدنی ہو گی اس سے آپ کو پورا پورا حصہ ملے گا۔ پھر تجھے نوکری کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی یہاں تک کہ تو بھی "آدھا پیر" بن جائے گا جب میری دوکان چل جائے گی تو پھر میں تجھے بھی دستار باندھ دوں گا۔ پھر تو اپنا سلسلہ شروع کر دینا تم اپنے مریدوں کو کہنا کہ یہ سب فیض میرے پیر صاحب کا ہے ورنہ میں کسی کام کا تھا۔ میرے پیر

صاحب نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے میرے پیر مرشد بڑی پہنچ والے ہیں۔ پیری مریدی میں کرنا ہی کیا ہوتا ہے کہ کاغذوں کے چند ٹکڑے بنا کے رکھ لو ان پر چند لکیریں ڈال لو تو وہ تعویذ بن جائیں گے کچھ تعویذ تو پچاس پونڈ کے اور کچھ تعویذ سو پونڈ کے، جیسا جیسا آدمی ہو گا ویسا ویسا ہی تعویذوں کا ریٹ ہو گا۔ پھر دیکھنا دن دگنی رات چگنی ترقی، پھر جیسے جیسے ہماری مشہوری ہوتی جائے پھر ہمارے دنیا کے دورے کرنا شروع ہو جائیں گے۔ مریدوں کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی پھر دولت ہم سے سنبھالی نہ جائے گی۔ پھر ہمارے پاس بڑی بڑی کاریں کوٹھیاں ہوں گی پھر تو ہماری نسلوں کو بھی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ پیری کے گز جو لگ جائیں گے۔

اب تو پاکستان سے بھی بڑے بڑے پیر آ گئے ہیں انگلینڈ میں اپنی گدیاں چھوڑ کر مریدوں کے ہاں ڈیرے جمائے ہیں پیروں نے، کیونکہ انہیں یہاں امیر مرید مل گئے کیونکہ مریدوں کو بھی کھلی سوشل سیکورٹی کے پیسے مل رہے ہیں مرید بھی کون سا پیروں کو کما کے دے رہے ہیں۔ کبھی ہم کو پاکستان چار پانچ سال کے بعد جانا نصیب ہوتا تھا۔ کیونکہ ہم نے گھر اور اپنا خرچہ بھی چلانا ہوتا تھا حالانکہ ہم رات دن مزدوری کرتے تھے پھر بھی کرایہ نہ بنتا تھا اور آج پیر ہیں کہ دنیا کے سال میں کئی چکر لگاتے ہیں مریدوں کے سر پر، یہ پیری مریدی کتنا نفع کا سودا ہے اور کرنا کرانا بھی کچھ نہیں اور ہم ہیں کہ مزدوری کر کے ہڈیوں میں درد آ گیا ہے۔ ہر وقت ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ جب ہم انگلینڈ میں آئے تو اس وقت یہاں کوئی جن بھوت نہیں ہوا کرتے تھے جیسے ہی ہم نے ان مولویوں اور پیروں کو یہاں بلایا کہ ہمیں دین کی تعلیم دیں تو وہ ساتھ جن بھوت بھی لے کے آ گئے۔ جو پہلے یہاں نہیں ہوا کرتے تھے پھر ان مولویوں اور پیروں نے تعویذ گنڈا کا کام شروع کر دیا پھر ان کی بہاریں ہو گئیں۔ یہ کیوں نہ جائیں سال میں پانچ یا چھ دفعہ پاکستان اور وہاں خوب جائیدادیں بنا رہے ہیں لوٹ کے مال سے۔

اور جو ہم مزدور تھے اب بھی وہی کے وہی ہیں۔ یہ کتنا بہترین دندھا ہے پیری مریدی کا، دن دگنی رات چگنی آمدن، کچھ کرنا بھی نہیں تو میں نے اپنے دوست سے کہا اب دیکھ لو ان پیروں نے کئی کئی دن منانے شروع کر دیئے ہیں آمدن کے لئے نہ کہ عقیدت کے لئے تو کیا ہم یہ کام نہیں کر سکتے؟ بس تھوڑی سی ہمت کرنا ہو گی پھر کام بن جائے گا۔ اگر دنیا کمانی ہے تو پہلی بات تو یہ کہ اگر ہمیں کوئی دیوانہ مرید مل گیا پھر ہمارا زندہ ہوتے ہوئے ہی مزار بن جائے گا جس طرح دوسرے پیروں کے مزار ان کے زندہ ہوتے ہوئے بن گئے ہیں۔ اگر ایسا نہ بھی ہوا تو ہماری اولادیں جب ہمارے عرس منائیں گے ساتھ ہماری کرامتیں بیانکر کے جنہوں نے زندگی میں ہمیں کوئی سکھ تو نہ دیا مگر مرنے کے بعد ہمارے عرس بڑی دھوم دھام سے منائیں گے اور پہلے ہی عرس سے ہمارے مزار بنا دیں گے دوست یہ بڑا نفع کا کام ہے ساتھ نسلیں بھی سنور جائیں گی اس میں کرنا کیا ہے جب مرید جمع ہوں تو میں ان کی طرف گھور گھور کر دیکھوں گا اور تم نے یہ کہنا ہے کہ جناب عالیٰ اس وقت پیر صاحب جلالی میں ہیں یا کہنا مراصبے میں ہیں اور تم خاموشی سے بیٹھے رہو پھر میں ایک زور دار نعرہ لگاؤں گا اور تم سے یہ کہوں گا کہ میں اس وقت کسی دوسری دنیا میں چلا گیا تھا اس طرح مریدوں پر میرا خوب روب جمع جائے گا پھر دیکھنا کہ دنیا ہمارے آگے پیچھے پھرے گی دوست ہمت کرو اگر زندگی آسان کرنی ہے تو جب ہماری جاہل اولادیں ہمارے عرس منائیں گی اس وقت وہ بڑے بڑے گدیوں پر بیٹھے ہوں گے اور مرید ان کو مٹھیاں بھرتے ہوں گے پھر ان کے منہ سے ہمارے لیے

دعائیں نکلتی ہوں گی جب ان پرنوٹوں کے چھٹے پڑتے ہوں گے تو کہیں گے کہ باباجی نے تو ہماری زندگی سنوار دی پھر ہماری اولادیں آگے کیا گل کھلائیں گی پھر وہ ان پڑھ ہو کے بھی الیکشن لڑیں گی اور ان کے دائیں بائیں سو دو سو مرید اسلحہ لیے ہوں گے پھر کس کی مجال کہ کوئی ان کے سامنے آئے۔ ان کے سامنے تو حکومت بھی کچھ نہیں کر سکے گی کیونکہ حکومتیں بھی تو پیروں کی مدد سے بنتی ہیں پھر دوسروں کی کیا مجال اگر کوئی الیکشن میں سامنے آ بھی گیا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ پہلے تو اس کے گھر ڈاکہ ڈلوائیں گے کیونکہ دور دراز تک کے غنڈے ان کے ساتھ ہوں گے اگر وہ آدمی پھر بھی باز نہ آیا الیکشن لڑنے سے تو پھر اس کی عزت اٹھوالی جائے گی اگر وہ پھر بھی باز نہ آیا تو اسے مروا کر کسی دریا میں پھینک دیا جائے گا اور راستے صاف ہو جائیں گے۔ پولیس کی کیا مجال کہ پیر صاحب کی اولاد کو پوچھے بھی۔ وہ قتل پیر کے کہنے پر کسی غریب کے پلے ڈال دیا جائے گا۔ بے شک گھر والے کہتے رہیں کہ یہ قتل پیر کے لڑکے نے کروایا ہے مگر پیر کو تو اب حکومت بھی نہیں پوچھے گی کیونکہ پیر مریدوں سے ہنگامے کروا دے گا۔

جب پیر کا لڑکا الیکشن جیت جائے گا پھر تو پہلے مرید ہوائی فائر کرتے خوشیاں مناتے پیر کے ڈیرے پر آئیں گے پھر وہاں شراب کباب کے دور چلیں گے اور رات کو لڑکیوں کا مجرا بھی ہوگا پھر دن چڑھے تک نہ پیر کو اور نہ مریدوں کو ہوش ہوتی ہے کہ ہم کہاں پڑے ہیں۔

پھر دوسرے دن کیا ہوتا ہے کہ مرید ڈھول ڈھمکوں کے ساتھ نعرے مارتے آئیں گے ساتھ آٹے کی بوریاں ، بکرے گھی کے ٹین ساتھ ہار اور منوں من مٹھائیاں بھی ، پھر پیر کے گلے میں نوٹوں کے ہار ڈالیں تو پیر نوٹوں کے ہاروں میں چھپ جائے۔ پیر کے چیلوں کو پیر کے جیتنے کی اتنی خوشی نہ ہوگی جتنی خوشی انہیں اس بات کی ہوگی کہ اب کھلے کھاؤ اور من مانی کرو۔ پہلے پولیس ہاتھ میں تھی اب تو حکومت بھی اپنی ہوگئی ہے۔ پہلے ہمیں رات کو ڈاکے ڈالنے پڑتے تھے اب تو دن دہاڑے ڈاکے ڈالیں گے اور رات پیروں کے ساتھ شراب کباب اڑائیں گے۔

پھر پیر کی اولاد کی دوہری آمدنی شروع ہو جائے گی ایک مزار کی دوسری مریدوں سے ڈاکے ڈلوانے کی ، پہلے ان کے پاؤں گھی شکر میں تھے اب تو سر تک گھی شکر میں ہو جائیں گے۔ اگر ہماری اولاد سے کوئی پوچھے کہ تمہارے بزرگوں نے پیری کا فیض کہاں سے پایا تو وہ کہیں گے اوپر پہاڑ میں " کھوکھڑی سرکار " رہتے ہیں ہمارے بزرگوں کو ان سے فیض حاصل ہوا ہے وہ بڑے پائے کے بزرگ ہوئے ہیں تو ان سے لوگ جب پوچھیں گے کہ کیا آپ کے بزرگ ان کے پاس گئے تھے تو وہ کہیں گے کہ نہیں ہمارے بزرگوں کی ان سے خواب میں زیارت ہوئی تھی تو انہوں نے ہمارے بزرگوں کو پیری مریدی کا اذن دیا تھا کیونکہ ہمارے بزرگ اس وقت انگلینڈ میں رہتے تھے اب تو یہ کام خواب میں ہی ہو جاتے ہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

آخر ان نیک کاموں کی وجہ سے پیروں کی اولاد کو جیل کی ہوا بھی کھانا پڑتی ہے مگر اس سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اب وہ پیر کم سیاسی لیڈر زیادہ ہوں گے۔ جیل جانے سے ان کی تو اور مشہوری ہو جائے گی۔

آخر ہوا کیا کہ اس پیری مریدی میں میرے دوست نے میرا ساتھ نہ دیا اور میں پیر بنتے بنتے رہ گیا جس کا مجھے بے حد افسوس رہے گا ساتھ میری نافرمان اولاد بھی مجھے ساری زندگی کوستی رہے گی کہ اتنا اچھا چانس ہاتھ سے نکال دیا۔ مگر میں کیا کرتا میرا کسی نے ساتھ

جو نہ دیا۔ اپنے پرائیوں نے منہ جو پھیر لیا ورنہ آج میں بہت بڑا پیر ہوتا۔ اچھا اللہ کی مرضی، بس صبر سے ہی کام لینا۔

جب ہم اس ملک انگلینڈ میں آئے تو اس وقت اس ملک میں کوئی جن بھوت نہیں ہوا کرتے تھے جیسے ہی ہم نے ان پیروں اور مولویوں کو یہاں اس لیے بلایا کہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو دین کی تعلیم دیں جب یہ مولوی پیر یہاں پہنچے تو ساتھ یہ جن بھوت بھی لے آئے جس طرح اس ملک میں ہماری نسلیں بگڑی ہیں اسی طرح ان جنوں اور بھوتوں کی نسلیں بھی بگڑ گئی ہیں جو خاص طور پر کے ہمارے مسلمانوں کے گھرانوں میں داخل ہو جاتے ہیں حالانکہ پڑوس میں گوروں کا گھر ہو تو جن بھوت وہاں نہیں جاتے کیونکہ جن بھوت پاکستان سے آئے ہیں اس لیے وہ انگلش نہیں جانتے اس لیے ان کے گھروں میں نہیں جاتے۔ حالانکہ ہمارے مولوی پیر ان کا پیچھا تو بہت کرتے ہیں گنڈا اور تعویذوں سے مگر یہ پھر بھی قابو میں نہیں آ رہے کیونکہ اب جنوں اور بھوتوں کی بھی نسل بڑھ گئی ہے اب مولوی پیر کس کس کو پکڑیں گے۔ حالانکہ یہ بے چارے گنڈا تعویذ تو بہت کرتے ہیں پھر یہ کس کس کو سنواریں گے خاص طور پر ان جن بھوتوں نے ہماری بے چاری ان پڑھ عورتوں کو تو بہت پریشان کر رکھا ہے۔ جنوں بھوتوں کو پتا ہے کہ پونڈ ان عورتوں کے پاس ہی ہوتے ہیں اس لیے جن بھوت ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

خدا بچائے ایسے جن بھوتوں سے جو پاکستان سے آ کے ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں اب تو ان کی نسلیں بھی بڑھ گئی ہیں جن سے ہماری نسلوں کو بچانا بڑا مشکل ہو گا۔

اب تو پیری فقیری بھی رہ گئی تعویذوں کی
کرنا کرانا کچھ بھی نہیں اور آمدن مفت کی

پہلے تو ان پیروں اور مولویوں نے مسجدوں سے نکل کر انگلینڈ میں دین کے نام پر ٹیلی ویژن کھول لیے تھے۔ لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لئے، طرح طرح کے طریقوں سے، اب تو ان پیروں مولویوں نے اپنے اپنے استخاروں کے اسٹور کھول لیے ہیں جہاں سے عام و عام استخارے دست یاب ہو جاتے ہیں جن استخاروں کی مشہوری ٹیلی ویژنوں پر اکثر آتی رہتی ہیں کہ ہمارے اسٹور کے استخارے بالکل اصلی ہوتے ہیں جن استخاروں کے دام کم از کم ایک استخارے کی قیمت ایک سو پونڈ تک ہوتی ہے۔

اگر ایک آدمی ایک سے زیادہ استخارے خریدے گا تو اس کی قیمت کم بھی ہو سکتی ہے آگے چل کے دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارے پیر مولوی اپنی آمدن کے لئے اور کیا کیا طریقے ایجاد کرتے ہیں ان سادہ لوح انسان کو لوٹنے کے لئے!! اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ان انسانی جن بھوتوں سے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

کتنا بابرکت ہے یہ عدد چار کا

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام میں چار حرف ہیں یعنی چار کا عدد ہے پھر قرآن پاک کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا پھر محمد کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا پھر نبی کے نام اکرم کے بھی چار حرف ہوئے یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی چار بڑی کتابیں ہیں تورات حضرت موسیٰؑ، زبور حضرت داؤدؑ پر اتری، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اتری قرآن پاک حضور پاک ﷺ پر اترا یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی چار بڑی عبادت گاہیں ہیں پہلی فرشتوں کی آسمان پر بیت المعمور، دوسری خانہ کعبہ تیسری مدینہ منورہ مسجد نبوی چوتھی مسجد اقصیٰ یہ بھی چار کا عدد ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے چار بڑے نبی حضرت بابا آدمؑ جن سے نسل انسانی چلی، حضرت نوحؑ جن سے پھر دوبارہ نسل انسانی چلی، حضرت ابراہیمؑ جن سے بہت سے نبی پیدا ہوئے اور آخری نبی حضور پاک ﷺ جو سب نبیوں کے سردار ہوئے، یہ بھی چار کا عدد ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے چار بڑے فرشتے ہیں۔ پہلے حضرت جبرائیلؑ، دوسرے حضرت میکائیلؑ، تیسرے حضرت عزرائیلؑ چوتھے حضرت اسرافیلؑ یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ حضور پاک ﷺ کے بھی چار یار تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ ، حضرت علی مرتضیٰؓ ، یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ اذان کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ جن پرندوں کو حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا وہ یہ چار پرندے ہیں ،مور، مرغ، کبوتر، کوا، یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ الٰہی کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ طیبہ کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ کعبہ کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ مسجد کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ کعبہ کے چار کونے ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ مسجد کے بھی چار کونے ہوتے ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پاک کلام میں فرماتا ہے کہ میں دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہوں تو یہ بھی چار کا عدد ہوا تو ان کے چار کونے بھی ہوئے تو یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ مسلمانوں کے چار بڑے امام ہوئے ہیں حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ مسلمانوں کے چار بڑے سلسلے ہیں سلسلہ چشتیہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ قادریہ، سلسلہ نقشبندیہ یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ صحیفے چار پیغمبروں پر اترے ہیں حضرت آدمؑ پر، حضرت شیثؑ پر، حضرت ادریسؑ پر، حضرت ابراہیمؑ پر یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ حضور پاک ﷺ کے چار فرزند ہوئے ہیں حضرت قاسمؓ، حضرت طاہرؓ ، حضرت طیبؓ، حضرت ابراہیمؓ۔ حضور پاک کی چار ہی بیٹیاں تھیں حضرت بی بی زینبؓ، حضرت بی بی رقیہؓ، حضرت بی بی کلثومؓ اور حضرت بی بی فاطمہؓ یہ بھی چار کے عدد ہوئے۔ مسلمان ایک وقت میں چار بیویاں نکاح میں رکھ سکتا ہے یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ دنیا میں چار بڑے براعظم ایشیا، براعظم افریقہ براعظم یورپ، براعظم لاطینی امریکہ یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ دنیا میں چار بڑے پہاڑ ہیں پہلا کوہ طور، دوسرا پہاڑ جودی، تیسرا پہاڑ کوہ

ہمالیہ ' چوتھا پہاڑ کے ٹو یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ دنیا میں چار بڑے موسم ہیں پہلا موسم گرما' دوسرا موسم سرما' تیسرا موسم بہار کا چوتھا موسم خزاں کا یہ بھی چار کا عدد ہوا۔

مشرق، مغرب، جنوب، شمال یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ شب قدر' شب برات' شب معراج' شب لیلۃ القدر یہ بھی چار کا عدد ہوا زکوٰۃ، ہدیہ' خیرات' صدقہ' فطرانہ یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ بابا آدم کے بھی چار حرف ہوئے یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ پہاڑی غار حرا' پہاڑی غار ثور' پہاڑی صفا ' پہاڑی مروہ یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ ایمان کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ ثواب کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا ۔زکوٰۃ کے چار حرف یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ عمرہ کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا جمعہ کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا، عرفہ کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ حدیث کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ حلال کے چار عدد ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ برکت کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ درود اور شریف کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ اللہ اکبر دونوں کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ نجات کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ سورت کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ زبور کے چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ وضو کے بھی چار حرف ہیں یہ بھی چار کا عدد ہوا۔

کتنا بابرکت ہے یہ عدد چار کا
جس عدد میں آیا عدد اللہ محمد کا

حرم کے چار ماہ ہیں ذوالقعد' ذوالحجہ' محرم' رجب یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو یہ چار چیزیں عطا فرمائیں ۔مال غنیمت ،ساری زمین پاک، دشمن پر ایک کی مسافت پر رعب اور روز آخرت شفاعت یہ بھی چار کا عدد ہوا۔ نبی پاک ﷺ کے چار بڑے معجزے پہلا معجزہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے نور سے سب جہان بنا ڈالے، دوسرا معجزہ نبی پاک ﷺ کا اس دنیا میں آنا' تیسرا معجزہ نبی پاک ﷺ پر قرآن پاک کا آنا، چوتھا معجزہ نبی پاک ﷺ کا معراج پر جانا یہ بھی چار کا عدد ہوا۔

پاکستان میں قبیلوں کی ترقی

آج جو ہندوستان اور پاکستان ہے اس کا نام پہلے بھارت ہوا کرتا تھا۔اس بھارت میں بھی کئی ریاستیں ہوا کرتی تھی کبھی وہ آزاد ،کبھی وہ غلام ،کبھی وہ پھر ایک ملک بھارت ہو جاتا تھا یہ اس وقت کے بادشاہوں پر ہوتا تھا۔اس میں بہت سے قبیلے رہتے تھے یہ چار یا پانچ سو سالوں کی بات ہے ان میں کچھ قبیلے تو مذہبی ہوا کرتے تھے جو خالی مذہب کا کام کرتے تھے اور کچھ قبیلے کھیتی باڑی کیا کرتے اور کچھ قبیلے مویشیوں کا کاروبار کیا کرتے تھے اور کچھ دوسرے قبیلے جو چھوٹے موٹے کام کرتے تھے ۔ان میں ایک قبیلہ گجروں کا بھی تھا ویسے تو گجروں نے بھارت کی بہت سی ریاستوں پر حکومت بھی کی ہے جس میں ایک گجرات ہے جو ہندوستان میں ہے اس ریاست پر گجروں نے کئی سو سال حکومت کی ہے اس کا بادشاہ کا نام احمد تھا جس نے احمد آباد شہر آباد کیا تھا۔

اب بھی پاکستان میں پہاڑی علاقوں میں خالص گوجری زبان بولی جاتی ہے جہاں گجروں نے حکومت بھی کی ہے ۔یہ گجر قبیلے اکثر مویشیوں کا کاروبار کرتے تھے جن میں بھیڑ' بکریاں' گائیں' بھینس ہوا کرتی تھیں ۔یہ گجر قبیلہ کبھی سردیوں میں میدانی علاقوں میں مویشی لے کے آجاتا جب گرمیاں آتیں یہ پھر پہاڑ میں چلا جاتا۔اس وقت یہ گجر قبیلہ امیر ترین قبیلہ ہوا کرتا تھا۔آج بھی یہ گجر قبیلہ کشمیر کی وادیوں میں اور سرحد میں اکثر مویشیوں کا کام کرتا ہے اور اپنی ضرورت ان سے ہی پوری کرتا ہے۔

سوات کے اخوند صاحب اور پشاور کے پنجو شاہ گجر قوم کے مشہور ولی ہوئے ہیں اور گجرات کے شیر شاہ غازی اور گجرات کے مہران فاضل صاحب گجروں کے مشہور ولی ہو گزرے ہیں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور انسانی آبادی بڑھتی گئی ساتھ قبیلوں کے حالات بھی بدلتے گئے ۔اسی طرح کچھ گجر قبیلوں نے میدانی علاقوں میں آ کے کھیتی باڑی کرنی شروع کر دی اور ساتھ بھینس اور بیل رکھ لئے جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے اس طرح وہ اپنی گزر بسر کرتے کیونکہ اس وقت نوکری چاکری نہیں ہوا کرتی تھی ۔لوگ اپنے ہی کام کاج کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ تعلیم کا دور آ گیا اور لوگ نوکری چاکری میں بھی جانے لگے خاص طور پر فوج میں اور پولیس میں ۔

پھر آہستہ آہستہ فیکٹریوں اور دفتروں کے کام بھی شروع ہو گئے اس لیے لوگ چاہے غریب بھی ہوں سب بچوں کو تعلیم دلاتے گئے ۔ باقی قبیلوں کے بچے تو خوب دل لگا کے پڑھتے مگر گجروں کے بچوں کا سکول میں بھی دھیان بھینسوں اور بیلوں ہی کی طرف ہوتا ہے پھر انہوں نے خاک پڑھنا ہوتا ہے ۔جب بچے چھٹی کر کے آتے ہیں، دوسرے قبیلوں کے بچے تو سکول کا کام کرتے اور گجروں کے بچے یا تو مویشی چراتے یا کھیل کود میں وقت برباد کرتے ہیں ۔اگر گجروں میں کوئی بچہ پڑھ بھی گیا اور اس کو کوئی اچھی نوکری مل بھی گئی تو وہ قبیلے کے کام کا نہ رہا نہ اس سے قبیلے کو کوئی فائدہ پہنچا۔یہ اس گجر قبیلے کو مار ہے کہ اپنوں کو کوئی فائدہ نہ ہی پہنچے اور دوسروں کو خوب فائدہ پہنچے اور اگر کوئی اپنے قبیلے کی طرف دھیان کرے بھی تو وہ بھی بیل بن کر رہ جائے گا۔اس طرح بھی اس کی تعلیم کا دوسروں کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔اسی لیے یہ گجر قبیلہ سب قبیلوں سے پیچھے رہ گیا ہے اب تو لوگ کہیں کے کہیں پہنچ گئے ہیں مگر ان گجروں کے دماغوں میں اب بھی بیل، بھینس ہیں ۔سبھی قبیلوں کے لوگ پچاس ساٹھ سال پہلے انگلینڈ میں آ کے آباد ہو گئے تھے ۔اس میں گجر قبیلے

کے لوگ بھی آئے تھے جب کہ اب ہماری تیسری نسل بھی جوان ہوگئی ہے مگر گجروں کے دماغوں میں اب بھی بیل ہی بیل ہیں ۔ ہر وقت یہاں بھی بیلوں کی ہی باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ چاہے باپ کی فوتگی ہی کیوں نہ ہو فاتحہ کی جگہ بھی بیلوں ہی کی باتیں ہوں گی ۔ جب کہ دوسرے قبیلے والوں نے وقت سے خوب فائدہ اٹھایا ہے اور اپنی اولادوں کو خوب پڑھایا لکھایا ہے جو آج اچھی پوسٹوں پر کام کر رہے ہیں اور گجروں کے لڑکوں کو تعلیم نہ ہونے سے کوئی اچھی نوکری بھی نہیں ملتی کیونکہ گجروں کے گھروں میں بچوں کو بیلوں کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں ۔ جو والدین پاکستان سے بنوا کر لاتے ہیں ان بیلوں نے ہمارا انگلینڈ میں بھی پیچھا نہ چھوڑا ۔ یہ ہے ہم گجروں کی بدنصیبی !

جو لوگ پہلے بیل رکھتے تھے کھیتی باڑی کے لئے وہ تو کب کے فوت ہو گئے ہیں ۔ اب یہاں کے لوگوں کا کیا واسطہ ان بیلوں سے مگر ہم نے یہاں رہ کر بھی پاکستان میں پانچ پانچ چھ چھ بیل باندھ رکھے ہیں اور ان کی خوب خاطر داری ہو رہی ہوتی ہے بیلوں کی خاطر کئی کئی نوکر بھی رکھے ہوتے ہیں مگر باپ کی خاطر کچھ بھی نہیں اور بیلوں سے کام ایک دھیلے کا بھی نہیں لیتے اور بیلوں کو دودھ مکھن ساتھ مربّی اور مالشیں اور ان کے اوپر پنکھے لگے ہوتے ہیں اور صبح شام بیلوں کی خوب خدمت ہو رہی ہوتی ہے ۔ چاہے گجر کی اولاد ان پڑھ ہی رہے ۔ اب تو گجروں کو چاہئے کہ وہ اپنے بیل انگلینڈ میں لے آئیں اور ان کو یہاں دوڑائیں جن کو ان کی اپنی اولادیں بھی دیکھیں اور ساتھ گورے بھی دیکھیں اور ساتھ پاکستان جانے کا لاکھوں کا خرچہ بھی بچ جائے گا ۔ ان بیلوں کے معاملے میں جٹ بھی گجروں سے کوئی کم نہیں مگر گجروں سے کچھ نہ کچھ بہتر ہیں کیونکہ جٹ پھر بھی اپنی اولادوں کی پڑھائی کی طرف دھیان دیتے ہیں ۔ ان بیلوں سے گجر کام کیا لیتے ہیں؟ سال میں دو یا تین بار کنویں میں دوڑا لیا یہ ہے کام ان بیلوں کا ۔ جس کی خاطر یہ گجر لاکھوں کا خرچہ کرتے ہیں اور ساتھ اپنے کام کاج کا بھی ہرج کرتے ہیں ۔ ان کا بیل جب دوڑتا دوڑتا کھڑا ہو جائے تو ان کے اس وقت بچے مر جاتے ہیں ۔ کیونکہ انہوں نے بیلوں پر لاکھوں روپے لگائے ہوتے ہیں ۔ پھر مبارکوں کی جگہ لوگ افسوس کرنے چلے آتے ہیں جو بیل پہلے لاکھوں کا خریدا ہوتا ہے پھر اسے کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کرنا پڑتا ہے ۔ یہ ہے ہم گجروں کو ان بیلوں سے نفع اگر کوئی بیل اچھا دوڑ گیا تو اس کی فلم بنا کے انگلینڈ میں لائی جاتی ہے اور یہ گجر صاحب وہ فلم اپنی اولاد کو بڑے فخر سے دکھاتے ہیں کہ دیکھو بچو ہم تمہارے لیے کیا چیز لائے ہیں تم بھی ہمارے بعد بیلوں کی دوڑ کی رسم جاری رکھنا اور اس کا ثواب ہمیں بھی پہنچاتے رہنا جو ہم آپ کے لئے چھوڑ کے جا رہے ہیں ۔ جس طرح ان بیلوں کا گوبر' پیشاب ہم پر پڑتا ہے اللہ کرے آپ کے نصیبوں میں بھی یہ گوبر پیشاب رہے تا کہ یہ ثواب جاری و ساری رہے ۔ کیا یہ گجر اپنی اولادوں کو یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا بھی یہی کچھ بیلوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں جس طرح ہم نے ان بیلوں کو اپنا باپ بنا رکھا ہے؟ نہیں ! ہمارے باپ دادا ان بیلوں سے اتنا کام لیتے تھے کہ شام کو ان کو اپنے چارے کی بھی ہوش نہ رہتی ۔ صبح سے دوپہر تک ہل جوتتے ، دوپہر سے شام تک کنویں کا کام لیتے ۔ یہی حال ان کا پورا سال رہتا کوئی دس بارہ فصلیں ان سے لیا کرتے اپنا اور ان کا بھی خرچہ انہی سے پورا کرتے تب جا کے سال میں ایک آدھ بار کوئی شغل میلہ کر لیتے ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے ان گجروں کو کن جھوٹے کاموں میں پڑے ہیں ۔

ہر قبیلے نے کی ترقی اپنی جدوجہد سے
گجر کیا کرتے ترقی جنہیں فرصت نہ ملی بیلوں سے

آج اللہ کا فضل و کرم مبارک کس بات پر

پہلی بات تو یہ جب بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لیا جائے یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے باقی اسموں کو پکارنے سے پہلے ہر مسلمان کو چاہے کہ وہ باوضو ہو تب جا کے زبان پر لائے یہی حق ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسموں کا۔ اگر مسلمانوں سے یہ نہ ہو سکے تو کم از کم زبان پاک صاف ہو اگر مسلمان کے بس میں یہ بھی نہ ہو کہ زبان تو ہر وقت پاک صاف رکھنا ناممکن ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسموں کا وہاں استعمال کرے جہاں ان کا حق بنتا ہو یعنی کسی اچھی بات پر مبارک باد دی جائے جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کو آپ کی بات پسند آئے اور اس پر اور برکت بڑھے گی۔

جب کوئی اچھی بات دیکھے تو کہے ماشاء اللہ جب کوئی مسلمان کسی بات پر دوسروں سے وعدہ کرے تو وہ خلوص دل سے وعدہ کرے ساتھ یہ بھی کہے کہ میں انشاء اللہ یہ آپ کا کام کروں گا۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کے باقی اسموں کا استعمال بھی اچھے کاموں پر ہونا چاہیے اسی پر انسان کی بہتری ہے جب کسی مسلمان کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچے جو ہو حلال طریقے سے تو یہ کہے کہ یہ تو میرے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا ہے جس نے مجھے اس نعمت سے نوازا ہے ورنہ میں کہاں تھا اس قابل، یہ تو سب اس کا کرم ہے۔ مگر آج یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم کہاں کہاں پر استعمال ہو رہے ہیں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کی بجائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کو بڑھاتے ہیں۔ جس طرح کچھ نادان پڑھے لکھے مسلمان بھی کرتے ہیں جیسے کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے وعدہ کرتا ہے اور دل میں کھوٹ رکھتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ انشاء اللہ میں یہ وعدہ پورا کروں گا۔ ایسی ہی باتوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے جس کو مسلمان سمجھ نہیں پاتا اور اس طرح اپنے رب کو ناراض کر لیتا ہے۔

کبھی ہم مسلمان ایسی باتوں پر مبارک باد دیتے ہیں جہاں مبارک باد دینا بنتا نہیں۔ جب کسی کا کتا کسی کے کتے سے جیت گیا تو ہم مسلمان کتے والے کو مبارکباد دینے چل پڑتے ہیں جہاں مبارک دینا بنتا نہیں یا کوئی جواری جوا جیت گیا تو دوست مسلمان اسے مبارک باد دیتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سی فضولیات پر ہم مسلمان مبارکباد دے ڈالتے ہیں جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کی بجائے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضی مول لیتے ہیں۔ اس سے بھی آگے چلیں ایک دن پاکستانی ٹی وی پر ایک عورت یہ کہہ رہی تھی جو فیشن کا کام کرتی تھی اپنی دوسری سہیلی کے ساتھ، آپ ہی بتائیں کہ فیشن ہوتا کیا ہے یعنی عورتوں پر نگاہ کرنا یعنی معاشرے میں بے حیائی پھیلانا تو وہ بڑے فخر سے یہ کہہ رہی تھی کہ اللہ کے فضل سے ہمارا فیشن کا کاروبار بہت اچھا چل رہا ہے۔

آپ مسلمان ہی بتائیں کہ اللہ کا فضل ایسے ناپاک کاموں میں آ گیا ہے میرے ایک جاننے والے نے مجھے بتایا کہ میں ایک جوئے خانے میں جوا کھیل رہا تھا کہ میں نے اللہ سے کہا کہ اے اللہ میرا نمبر نکلے تو اللہ کی قدرت فوراً میرا نمبر نکل آیا۔ یہ حال ہے

ہم مسلمانوں کا کہ کن جگہوں پر بیٹھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کو پکارتے ہیں جنہوں نے کبھی مسجد بھی نہ دیکھی ہوگی۔ایک صاحب نے ریڈیو پر گانا سننے کی فرمائش کی تو دوسرے صاحب نے کہا انشاء اللہ جس گانے کی آپ نے فرمائش کی ہے سنایا جائے گا۔ پھر گانا سننے کے بعد اس صاحب نے شکریے کے طور پر فون کر کے کہا آپ کا شکریہ ماشاء اللہ گانا سن کر بہت مزا آیا ہم مسلمان کن ناپاک چیزوں کے نام اسلامی نام پر رکھ دیتے ہیں ۔

یہ فیشن کیا چیز ہے عورتوں کو سر سے لے کر پاؤں تک ننگا کرنا اور اس ناپاک کام کا نام کیسا ،آگے چلیں ہوٹل کا نام مکہ ہے اور اندر بے غیرتی اور بے حیائی اسی طرح کیفے کا نام مدینہ اور اندر اس کے جوا ہو رہا ہوتا ہے اگر ہم مسلمان اللہ تبارک کی دی ہوئی کسی نعمت پر شکر بھی ادا کرتے ہیں تو ڈھول ،دھماکوں اور ناچ گانوں کے ساتھ کرتے ہیں ۔جس سے ہم مسلمانوں کو نفع کیا نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے مگر ہمیں اس کی کیا پرواہ ! ہونے دو جو ہوتا ہے ہم تو اپنی ڈگر پر چلتے رہیں گے ۔

ایک دفعہ میں نے انگلینڈ میں دیکھا کہ ایک لڑکے کی میت جو قتل ہوا تھا جب اسے چرچ میں لایا گیا تو وہاں جتنے لوگ تھے سب کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگے آپ ہی بتائیں یہ تالیاں بجانے والی کون سی بات تھی؟ یہ انسان کی اپنی بنائی ہوئی رسمیں ہیں ۔آج ہمارے مسلمانوں کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہو گیا ہے کہ ہم کچھ ایسی ناجائز چیزوں پر منتیں مانتے ہیں جو ہم مسلمانوں کے لئے ہر حال میں جائز نہیں ۔ یہاں کسی آدمی نے جوا خانہ بنایا اور ساتھ شراب بھی رکھ لی تو اس کے دوست اسے مبارک باد دینے گئے تو انہوں نے اسے کہا کہ آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے تو اس نے کہا کہ شکر ہے اللہ کا بڑا اچھا کاروبار چل رہا ہے ۔

اب تو پاکستان کے مسلمانوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ چند کوڑیوں کی خاطر مرزئی بن کر یورپ میں داخل ہو رہے ہیں اس دنیا کی خاطر جو چند دن کی ہے اپنا دین ایمان چھوڑ بیٹھے ہیں ۔اس سے آگے پاکستان کے مسلمانوں کا اور برا حال کیا ہوگا یہ انتہائی درجے کی بدنصیبی ہے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے حالات سے ہم مسلمانوں کو بچائے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ہدایت میں رکھے ۔اب تو ہم مسلمانوں میں اتنی روشن خیالی آ گئی ہے کہ ہم اپنی جوان بیٹیوں کو غیر مردوں کے ساتھ سیر و تفریح پر جانے کی اجازت دے دیتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ تو ترقی کا دور ہے ۔ہم مسلمانوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی غیرت کا جنازہ نکال دیا ہے ۔

ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کیا میں آپ کو قیامت کی چند نشانیاں نہ دکھاؤں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کیوں نہیں حضور ضرور دکھائیں تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ کل آپ فجر کی نماز کے بعد فلاں طرف جانا اور جو آدمی آپ کو سب سے پہلے ملے اسے قتل کر دینا۔ پھر اس کے بعد آپ کو تین کنوئیں ملیں گے ان کا حال آ کے مجھے بتانا۔ پھر ان سے آگے جانا آپ کو ایک بڑا تالاب ملے گا اس کا حال دیکھنا پھر آ کے مجھے ان سب چیزوں کے حالات بتانا کہ آپ نے کیا کیا دیکھا ہے تو حضرت علی مرتضیٰؓ حضور پاک ﷺ کے فرمان کے مطابق صبح کی نماز پڑھ کر اس طرف چل دیے جس طرف آپ کو حضور پاک ﷺ نے فرمایا۔ جب حضرت علیؓ تھوڑی دور گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک معزز شخص جس نے بڑی خوبصورت داڑھی رکھی ہوئی ہے ہل جوتا ہوا ہے تو وہ آدمی بیلوں کو ہر کونے پر روک کر دو نفل ادا کر کے پھر بیلوں کو چلاتا ہے ۔ یہ دیکھ کر حضرت علی مرتضیٰؓ بہت پریشان ہوئے کہ اتنا نیک انسان

میں اس کو کس طرح قتل کروں مگر ایسا کرنے پر حکم کس کا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو حضرت علی مرتضیٰؓ کیسے پورا نہ کرتے۔ اسے قتل کیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ کیا دیکھتے ہیں کہ اس آدمی کے خون سے جتنے قطرے زمین پر گرے ان سے سور بن کر بھاگنے لگے تو حضرت علی مرتضیٰ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔

پھر حضرت علی مرتضیٰؓ اس جگہ سے آگے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تین کنویں ہیں اور تینوں سے پانی تو نکل رہا ہے مگر پانی ایک دوسرے کی طرف جانے کی بجائے دوسری طرف جا رہا ہے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰؓ وہاں سے آگے چل پڑے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا تالاب ہے جس کا پانی سخت بدبودار ہے یہ دیکھ کے حضرت علی مرتضیٰؓ واپس چلے آئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے پوچھا کہ علی بتاؤ کہ آپ نے آج کیا دیکھا ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا ": حضور میں نے پہلے ایک ایسا انسان دیکھا جو بڑا معزز اور بڑی خوبصورت داڑھی رکھی ہوئی ہے تو اس نے ہل جوتا تھا اور کرتا یہ تھا کہ ہر کونے پر اپنے بیلوں کو روک کر نفل پڑھتا تھا تو میں یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ یہ آدمی کتنا بڑا عبادت گزار ہے اور میں اسے قتل کس طرح کروں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم آپ کا تھا اس لیے میں نے جرأت کر کے اس آدمی کو قتل کر دیا تو کیا دیکھتا ہوں اس آمی کے خون کے قطروں سے سور بن بن کر دوڑنے لگے یہ دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا۔ پھر میں آپ کے حکم پر آگے چل پڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تین کنوئیں ہیں ان سے پانی تو نکل رہا ہے مگر وہ ایک دوسرے کی طرف نہیں جار ہا ، دائیں پانی پھینک رہے ہیں یہ بھی دیکھ کے مجھے بڑا تعجب ہوا پھر یہ دیکھ کر میں آگے چل پڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے فرمان کے مطابق تالاب پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تالاب کے پانی سے ایسی بدبو آ رہی تھی کہ میرا وہاں ٹھہرنا بڑا مشکل ہو گیا تو میں وہاں سے واپس چلا آیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے بتائیے یہ سب کچھ میں نے کیا دیکھا ہے؟

تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی! جس آدمی کو تو نے قتل کیا ہے وہ شخص چودھویں صدی کے بعد کا شخص تھا جو عبادت گزار تو بہت ہو گا مگر ہو گا بے حد درجے کا بے غیرت جو اپنے گھر کی عورتوں کی کمائی کھاتا تھا اور وہ کمائی کس طرح کی گھر لا رہی ہیں حلال یا حرام طریقے سے اس کو کوئی پروا نہ ہو گی۔ چودھویں صدی کے بعد کے لوگ نماز، روزہ اور حج یہ سب کچھ تو کریں گے لیکن ہوں گے بے غیرت جو اپنی بچیوں کی کمائی کھائیں گے۔ دوسرا جو آپ نے کنوئیں دیکھے ہیں ان کی مثال اس طرح ہے کہ چودھویں صدی کے بعد کے جو سگے بھائی ہوں گے وہ تو ایک دوسرے کو نقصان ہی پہنچائیں گے اور غیروں کو خوب فائدہ پہنچائیں گے اور جو آپ نے تالاب دیکھا ہے کہ اس کا پانی بدبودار تھا تو وہ اس طرح ہو گا کہ چودھویں صدی کے بعد کے لوگ دین پر شک کریں گے پتا نہیں دین ہے بھی یا نہیں، خدا ہے بھی یا نہیں، یہ حالت ہو گی چودھویں صدی کے لوگوں کی۔ اللہ بچائے ایسے وقت سے۔ آمین!

کہاں کھینچ لائے ہیں اب ہم نام اللہ کا
کھیلنا جوا اور کہنا ہم پر بڑا فضل ہے اللہ کا

☆☆☆☆☆☆

انسان کس کس کی امانت ہے

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہوتا ہے کیونکہ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کو ماننا بھی ہوگا اور انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر پورا بھی اترنا ہوگا ورنہ یہ بددیانتی ہوگی کیونکہ انسان نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت کا حق جو ادا نہ کیا۔ یہ کتنی بدنصیبی ہے انسان کی۔اس طرح جب انسان اپنے نبی پر ایمان لاتا ہے تو جو نبی پاک ﷺ کی شریعت ہوتی ہے وہ انسان کے پاس امانت ہوتی ہے جس شریعت کو ماننے کے ساتھ ساتھ اس شریعت پر عمل نہیں کرتا تو وہ انسان نبی پاک ﷺ سے بددیانتی کر رہا ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کی شریعت کا حق جو ادا نہیں کر رہا۔اس طرح نبی پاک ﷺ کی امانت میں انسان نے بددیانتی جو کی۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔اس کے بعد انسان اپنے ماں باپ کی امانت کہلاتا ہے کیونکہ ماں باپ نے اسے جنم دیا ہوتا ہے جب اولاد جوان ہو کر اگر اچھے کام کرتی ہے تو باپ کا نام روشن ہو جاتا ہے جنہیں پہلے لوگ کم ہی جانتے ہوتے ہیں اور ماں باپ دونوں ہی کہتے ہیں ہماری اولاد نے ہماری امانت کا حق ادا کر دیا ہے۔اگر کسی کا ماں باپ فوت بھی ہو گیا ہو تو نیک اولاد کے نیک کاموں سے ماں باپ کی قبر بھی ٹھنڈی رہتی ہے اور نیک اولاد کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ماں باپ کے گناہ بھی معاف کر دیتا ہے اور ماں باپ کی نیکیاں بھی بڑھ جاتی ہیں یعنی اولاد نے اپنے ماں باپ کی امانت کا حق جو ادا کر دیا۔

اگر کسی ماں باپ کی اولاد اچھی نہ نکلے تو اس ماں باپ کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے جس اولاد کی وجہ سے ماں باپ کو دوسروں سے منہ چھپانا پڑے۔اگر ایسی اولاد کے ماں باپ فوت ہو جائیں تو ایسی اولاد ماں باپ کے لئے عذاب بن جاتی ہے بجائے اس کے کہ اولاد کو چاہئے کہ وہ ایسے کام کرے جس سے ماں باپ کے اللہ تبارک وتعالیٰ سے گناہ معاف کرائے اولاد اس لیے ماں باپ کی امانت ہوتی ہے کیونکہ اولاد ماں باپ کے خون سے پیدا ہوئی ہے اور اسی لیے اولاد کو ماں باپ کی امانت میں بددیانتی نہیں کرنی چاہئے۔اسی طرح ماں باپ بھی اولاد کے لئے امانت دار ہوتے ہیں پہلی بات تو یہ کہ ماں باپ کو چاہئے کہ اولاد کو حلال روزی کھلائیں۔ دوسرا ماں باپ کو اولاد کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے ہمیشہ سچ بات کہنی چاہئے اور ماں باپ کو چاہئے کہ اولاد کی اچھے طریقے سے پرورش کرے۔اس طرح ماں باپ کا اولاد کے حق میں امانت کا حق ادا ہوگا۔اس طرح بالآخر ماں باپ کو ہی فائدہ ہوتا ہے جب اولاد نیک کام کرتی ہے۔اس طرح انسان اپنی قوم کا بھی امانتدار ہوتا ہے جب کوئی انسان اپنی قوم میں رہ کر اچھے کام کرتا ہے تو اس کے کاموں سے پوری قوم کو فائدہ ہوتا ہے۔مثلاً کوئی ٹیچر بچوں کو پڑھاتا ہے تو اس سے پوری قوم کو فائدہ ہوتا ہے اگر کوئی ڈاکٹر ہوتا ہے اس سے بھی قوم کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی ہسپتال بناتا ہے یا سڑک بناتا ہے یا کوئی سکول بناتا ہے یا انسان کوئی اور چیز ایجاد کرتا ہے تو وہ انسان پوری قوم کا امانتدار ہوا جس انسان پر پھر پوری قوم فخر کرتی ہے۔اسی طرح اگر کوئی انسان قوم کا نقصان کرتا ہے یا اپنی قوم کے لوگوں کو طرح طرح سے پریشان کرتا رہتا ہے تو اس انسان نے پوری قوم سے بددیانتی کی جو امانت کا حق تھا وہ ادا نہ کیا۔ پھر ایسے انسان پر پوری قوم لعنت ہی کرتی ہے۔

اس طرح بیوی ہو یا خاوند دونوں ایک دوسرے کی امانت ہوتے ہیں یہاں تک کہ شادی سے پہلے ہی ایک دوسرے کی

امانت کا خاص خیال رکھنا چاہئے تاکہ شادی کے بعد ایک دوسرے کو کوئی شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ بجائے خوشی کے ایک دوسرے سے شرمندہ ہونا پڑے ۔ چاہے ایک دوسرے کی بددیانتی کا پتا ہو یا نہ ہو کیونکہ انسان کا اپنا ضمیر ہی اسے ملامت کرتا رہتا ہے ۔ بیوی یہ کہتی ہے کہ میرا اتنا اچھا میاں ہے اس کے حق میں بددیانتی کیوں کی ۔ اس طرح خاوند بھی اپنی بیوی سے شرمندہ رہتا ہے کہ میں نے اپنی اتنی اچھی بیوی کے حق میں بددیانتی کی ہے چاہے ایک دوسرے کو پتا ہو یا نہ ہو مگر ضمیر انہیں ہر وقت ملامت کرتا رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ جب عورت کے بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں اس وقت عورت بچوں کو پیار کرتے ڈرتی ہے اس کے اندر ایک خوف سا ہوتا ہے کہ میں اپنے ان بچوں کی بددیانت ہوں ۔ میں میاں اور بچوں کی دونوں کی بددیانت ہوں جو مجھ سے پہلے غلطی ہوئی وہ نہیں کرنی چاہئے تھی ۔ میرا اتنا پیار کرنے والا خاوند اور میرے اتنے پیارے بچے جن کی امانت میں میں نے بددیانتی کی ہے ۔ پھر یہی سوچ سوچ کر عورت بیمار ہو جاتی ہے پھر یہی حال مرد کا بھی ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ انسان جب فوت ہوتا ہے تو وہ انسان قبر کی امانت ہوتا ہے اگر انسان امانتدار ہو تو قبر اس اانسان پر بے حد خوش ہوتی ہے کہ میرے اندر کتنا ایماندار انسان آ رہا ہے اس طرح اگر کوئی بددیانت انسان فوت ہونے کے بعد قبر میں جاتا ہے تو اس کی قبر اس انسان پر لعنت ہی بھیجتی ہے کہ بدنصیب تو نے میرے اندر ہی آنا تھا ۔ اسی طرح جب ایماندار انسان جنت میں جائے گا تو جنت اس انسان پر خوش ہوگی کہ یہ انسان تو میرے ہی لائق تھا میں تجھے خوش آمدید کہتی ہوں اور جب بددیانت انسان دوزخ میں جائے گا تو دوزخ، اس انسان پر لاکھ لاکھ لعنت کرے گی کہ تو بدنصیب میرے ہی لائق تھا کہ تو میرے اندر آیا ۔

میرا ایک جاننے والا تھا جو اپنی بیوی کو بھگا کے لایا تھا یعنی اس کی بیوی اس کے ساتھ رات کو گھر سے بھاگ آئی تھی یعنی وہ عورت اپنے ماں باپ بہن بھائی اور پورے خاندان کی عزت خاک میں ملا کے اس مرد کے ساتھ بھاگ کر آ گئی پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ آدمی کسی دوسری عورت کے چکر میں پڑ گیا ۔ تو میں نے اس آدمی سے پوچھا کہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تو نے تو اپنی بیوی سے پیار کی شادی کی ہے اور اس کا گھر بار، ماں باپ، بہن بھائی سب کچھ چھڑوایا ہے اور اب تم دوسری عورت کے چکر میں پڑے ہو تو اس نے مجھے یہ جواب دیا کہ یار حرام میں مزا ہی بہت ہے میں کیا کروں ۔ یعنی بددیانتی میں مزا ہے ۔ آپ دیکھ لیں کہ انسان بڑی بڑی تنخواہیں لیتا ہے مگر پھر بھی وہ رشوت لینے سے باز نہیں آتا، کرپشن کرنے سے باز نہیں آتا کسی کا مال ناحق کھانے سے باز نہیں آتا ، جب تک وہ حلال میں حرام نہیں ملا لیتا ۔ اسے حلال میں نہیں حرام میں ہی مزا آتا ہے ۔ پتا نہیں کیوں جیسے کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت کے پاس جاتا ہے تو یہ سب امانت میں بددیانتی کرنے والی بات ہوئی نا جس کا انجام بالآخر خراب ہی ہوتا ہے ۔ اے انسان تو اس چھوٹی سی دنیا کے لئے کیا کما رہا ہے؟ ذرا ہوش سے کام لے ورنہ تیرے لیے پچھتاوا ہی پچھتاوا ہے کیونکہ انسان خود اپنی ذات کے لئے بھی امانت دار ہوتا ہے اس لیے انسان نیک کام کرتا ہے تاکہ میری امانت کا حق ادا ہو جائے اگر کوئی انسان اپنی ذات سے بددیانتی کرتا ہے تو وہ اس کا انجام بھی پالیتا ہے پھر کاہے کا پچھتاوا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ۔ ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں توبہ کا دروازہ پھر بھی کھلا ہے اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرلے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے ۔ آمین!

اے انسان تو تو امانت ہے کسی اور کی
پھر تو کیوں کرتا ہے بدیانتی اس کی

کہتے ہیں کہ لوگ فضول خرچ ہیں نہیں

کہتے ہیں کہ لوگ فضول خرچیاں کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ جب کوئی حلال کی کمائی کر کے گھر لاتا ہے تو وہ حلال کی کمائی اس کو اپنی جان سے بھی پیاری ہوتی ہے کیونکہ حلال کی کمائی کی خاطر اسے صبح سویرے گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی اپنا ذاتی کام بھی کرتا ہے تو بھی صبح سے شام تک کام کرتا ہے۔ جب وہ شام کو تھکا ہارا گھر آتا ہے تو اس کو اپنی کمائی کا بے حد خیال ہوتا ہے کہ میں نے حلال کی کمائی کو کہاں کہاں خرچ کرنا ہے۔ وہ اس کو اپنے گھر کے حالات کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ میری محنت کا کمایا ہوا ایک پیسہ بھی فضول خرچ ہو جو اس نے دن رات ایک کر کے کمایا ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے گھر والوں پر بھی سوچ سوچ کر خرچ کرتا ہے پھر ایسا آدمی کس طرح فضول خرچ ہو سکتا ہے؟

کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو دوسروں کے نیچے رہ کر کام کرتے ہیں اور پورا دن بھوکے پیاسے گھر سے باہر رہ کر محنت مزدوری کرتے ہیں کچھ تو کئی کئی دن، ماہ اور کئی کئی سال اس حلال کی کمائی کی خاطر اپنے بیوی' بچوں اور ماں باپ اور بہن بھائیوں سے دور رہتے ہیں اور اس دوران طرح طرح کی مشکلوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور انھیں ہر وقت اپنے اور اپنے گھر والوں کے خرچ کی فکر رہتی ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ وہ شخص کس طرح فضول خرچ ہو سکتا ہے ایسا شخص تو اپنی ذات پر خرچ کرنے پر بھی کئی بار سوچتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اس طرح کا خرچہ کرتا ہے کہ سال بعد اگر عید میں آ گئی تو اس میں گھر والوں پر خرچہ کرنا یہ تو فضول خرچی نہ ہوئی یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا عین شکر ادا کرنے والی بات ہوئی کہ تو نے ہمیں یہ دن خوشی کا دیا اور ہم خوشی منا رہے ہیں جو تیری دی ہوئی توفیق سے ہے اور ایسی خوشی منانا انسان کا بنیادی حق بھی رکھا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے۔ جس میں نئے کپڑے بنوانا ، اچھا کھانا بنانا ، ساتھ اپنے رشتے داروں کی دعوت کرنا یہ تو عین شکر باری تعالیٰ ہے۔ اس خوشی سے تو رب تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے کہ میرا بندہ میری دی ہوئی توفیق سے خوشی منا رہا ہے یا کسی نے اپنے بہن بھائی کی شادی میں اپنی حیثیت کے مطابق اگر خرچ کر لیا تو ایسی خوشی میں، تو یہ کوئی فضول خرچی نہ ہوئی یا اگر کوئی شخص اپنے بچوں کی شادی پر اپنی حیثیت میں رہ کر خرچ کرتا ہے تو وہ ایسی خوشی میں خرچ کرنے کا حق بجا لاتا ہے۔

خوشی بھی تو زندگی ہی ہے جس کو منانے سے رب العالمین نے ہمیں منع نہیں کیا بلکہ ایسی خوشی پر تو رب العالمین بھی خوش ہوتا ہے کہ میرے بندے میرے دیئے ہوئے رزق سے خوشی منا رہے ہیں۔ اگر انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی خوشی عطا فرماتا ہے تو وہ انسان اس خوشی کا حق ادا نہیں کرتا تو وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناشکری ہو گی۔

ہاں میں مانتا ہوں کہ کچھ لوگ بہت فضول خرچ ہیں پہلے تو وہ لوگ فضول خرچ ہیں جن کو پیدا ہوتے ہی ورثے میں ماں باپ دادا کی جائیداد یعنی دولت ہاتھ آ جاتی ہے جو انہوں نے پتا نہیں کس طرح کمائی ہوتی ہے اور وہ اپنی نالائق اولاد کے لئے چھوڑ

جاتے ہیں ۔ پھر ان کی اولاد ایسی دولت کو فضول خرچ نہ کریں تو اس دولت کو کہاں خرچ کریں؟ کیونکہ کون سا انھوں نے محنت کر کے وہ دولت کمائی ہوتی ہے پھر ایسی دولت کا انجام بھی ایسا ہی ہوتا ہے جس سے پھر بزرگوں کی قبریں ہی جلتی ہیں ۔ اولاد کے ایسے کارناموں سے جو ساری زندگی اس دولت کے لئے لگا جاتے ہیں نہ انہیں حقوق خدا یاد ہوتا ہے اور نہ ہی انہیں حقوق العباد یاد ہوتا ہے اور نہ ہی پھر وہ اس دولت کے مالک رہ جاتے ہیں جس دولت کو پھر ان کی اولاد بے دردی سے فضول خرچ کرتی ہے یا وہ لوگ فضول خرچی کرتے ہیں جو کھلے عام رشوت لیتے ہیں ۔ جو حلال میں حرام ملاتے ہیں پھر وہ ایسی دولت کو وہ فضول خرچ ہی کرے گا اور کیا کرے گا جس سے پھر معاشرے میں برائیاں ہی پھیلیں گی ۔ پھر وہ لوگ جو کرپشن کرتے ہیں ، اپنی نوکری کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ ایسے لوگ پھر فضول خرچ ہی ہوں گے وہ بے چارے حرام کی آمدن کو کہاں خرچ کریں گے؟

یا وہ لوگ فضول خرچ ہوتے ہیں جن کے پاس دھوکہ دہی یا جوئے کے پیسے ہوں گے کیونکہ ان کے پاس کون سی حلال کی کمائی ہوتی ہے جو وہ اس دولت کو کسی نیک کام میں لائیں گے ۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے انسان کو توفیق نہیں دیتا کہ وہ اس دولت کو نیک کام میں لگائے پھر ایسے لوگ دکھاوے کے کام کرتے ہیں ۔ اپنی مشہوری کرتے ہیں ۔ بچوں کی شادیوں پر بڑے بڑے کھانے بنواتے' ساتھ رنڈیوں کے مجرے کرواتے اور ان پر پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں یا بیٹیوں کی شادیوں پر قیمتی قیمتی جہیز دینا تا کہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں شخص نے بیٹیوں کو بڑا جہیز دیا ہے چاہے بیٹیاں کچھ ہی عرصے کے بعد جہیز کے ساتھ والد صاحب کے گھر پہنچ جائیں ۔ کیونکہ ایسی دولت کا انجام بھی تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے جیسی دولت ویسا ہی اس کا انجام!

میں تو کہتا ہوں کہ فضول خرچی کرتے ہی وہ لوگ ہیں جن کے پاس ناجائز حرام کی دولت ہوتی ہے جو لوگ حلال کی کمائی کرتے ہیں وہ تو فضول خرچ ہو ہی نہیں سکتے ۔ ہاں کچھ نادان لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کی نقل کر کے فضول خرچی کر جاتے ہیں ۔ مگر پھر وہ بھی بعد میں پچھتاتے ہیں جب قرض ان کے سر پر چڑھ جاتا ہے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے اس حرام کی دولت سے اور فضول خرچی سے ۔ آمین!

کون کرتا ہے اپنی حلال کی کمائی سے فضول خرچی
جب آتا ہے مال حرام کا ہاتھ تو ہو جاتی ہے فضول خرچی

مولانا میں کسر نماز کس طرح پڑھوں

ایک دن میں ٹی وی پر دیکھ رہا تھا کہ ایک پولیس انسپکٹر صاحب مولانا سے یہ مسئلہ پوچھ رہے تھے کہ مجھے نوکری کی وجہ سے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے جو کافی فاصلے پر ہوتے ہیں آپ بتائیں کہ میں کسر نماز کس طرح پڑھوں؟ اس وقت وہ انسپکٹر لائیو ٹی وی پر ملتان سے کسر نماز کا مسئلہ مولانا سے پوچھ رہا تھا اور مولانا صاحب کراچی میں ٹی وی پر بیٹھے اس انسپکٹر کا مسئلہ لائیو سن رہے تھے تو میں یہ سب کچھ انگلینڈ میں بیٹھا ٹی وی پر دیکھ اور سن رہا تھا۔ جب انسپکٹر صاحب کسر نماز کا مسئلہ مولانا سے پوچھ رہے تھے اس وقت مولانا کے چیلے سبز پگڑیاں باندھے اس انسپکٹر کے دائیں بائیں گھیرا ڈالے نعرے لگا رہے تھے جیسے انسپکٹر صاحب ابھی ابھی اسلام لائے ہیں اور مولانا یہ مسئلہ سن کر ہنس رہے تھے کہ کہاں ایک پولیس کا انسپکٹر اور کہاں یہ دین کا مسئلہ پوچھ رہا ہے۔ یہ بھی تو تعجب والی بات ہوئی نہ انسپکٹر صاحب یہ جو آپ نے کسر نماز کا مسئلہ ٹی وی پر مولانا سے پوچھا ہے یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہ تھا جو آپ اتنی دور سے پوچھتے اپنے دیندار ہونے کی نمائش کرتے۔ یہ مسئلہ تو آپ اپنی کسی قریبی مسجد کے مولانا سے بھی پوچھ سکتے تھے۔ جناب انسپکٹر صاحب آپ تو کسر نماز کے بارے میں مولانا سے مسئلہ پوچھ رہے تھے۔ جناب انسپکٹر صاحب کچھ میں بھی آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سب حقوق چھوڑ کے باقی حقوق پورے کریں پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو ایک سچے دل سے توبہ کر لینے سے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے اور ہم سب کے وہ حقوق معاف نہیں کرے گا جو حقوق ہم نے انسانوں کے مارے ہوئے ہیں۔ کچھ تو ان حقوق کی سزا ہم اس دنیا ہی میں بھگتیں گے پہلے یا پچھلے پہر باقی جو کسر رہ جائے گی وہ آگے جا کے پوری ہو جائے گی۔

انسپکٹر صاحب ہم سب کو ایسے حقوق سے اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے جو مخلوق خدا کے ہمارے سر پر ہو گئے اور وہ ہمیں معاف نہیں کر رہا ہو گا جب کہ اس وقت ربّ بھی خاموش ہو گا اور ربّ کا رسول بھی خاموش ہو گا تو اس وقت اس انسان کا کون سا در ہو گا جہاں انسان یہ حقوق معاف کرائے گا؟ وہ انسان کے حقوق کون سے ہیں یہ ہم سب جانتے ہیں جب کوئی چور چوری کرتا ہے تو چور کے بدلے پولیس کسی غریب کو پکڑ لیتی ہے پھر اس بے چارے کو پولیس اتنا مارتی ہے وہ ادھ موا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ بے چارہ جان چھڑانے کے لئے چوری مان جاتا ہے حالانکہ پولیس جانتی ہے کہ یہ آدمی چور نہیں۔ چور کوئی اور ہے ، اصل چور کو پولیس رشوت لے کے چھوڑ دیتی ہے اور جو بے قصور ہوتا ہے اسے پولیس پکڑ کر جیل میں ڈال دیتی ہے۔ پھر وہ بے چارہ جیل میں گلتا سڑتا رہتا ہے۔ پھر وہ پولیس والوں کو بد دعائیں ہی دیتا رہتا ہے۔ اس طرح جو ڈاکے ڈالتے ہیں یا قاتل ہوتے ہیں یا جن کے جوئے کے اڈے ہوتے ہیں جو بڑے بڑے مجرم ہوتے ہیں پولیس ان سے حصہ لیتی ہے اس لیے پولیس ان کو ہاتھ تک نہیں لگاتی کیونکہ وہ لوگ اتنی پہنچ والے ہوتے ہیں کہ پولیس والا سوچتا ہے کہ ان کو پکڑا تو کل میری ترقی کیسے ہو گی۔ اس لیے پولیس اصل مجرموں کو چھوڑ دیتی ہے تو ان کی جگہ بے گناہ

غریبوں کو پکڑ لیتی ہے پھر پولیس دونوں طرف سے مال بناتی ہے۔

جب ایک پولیس والا اس حرام کو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے جس میں اس کے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے ہوتے ہیں۔نماز' روزہ' تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق ہے وہ تو غفور رحیم ہے وہ تو اپنا حق انسان کو معاف کر دے گا جناب انسپکٹر صاحب جن لوگوں پر پولیس جھوٹے مقدمے بناتی ہے یا بے گناہ کو ستاتی ہے یا لوگوں سے رشوت لیتی ہے یا اصل مجرموں کو کسی کے کہنے پر چھوڑ دیتی ہے تو یہ انسانی حقوق کا حق کون ادا کرے گا؟؟

کوئی دوسرا نہیں وہی ادا کرے گا جس نے ظلم کیا ہو گا یا پھر رشوت لی ہو گی لوگوں سے ، یہ پولیس والے ہوں یا کوئی دوسرا ہو وہی ادا کرے گا۔انسپکٹر صاحب اگر آپ نے مولانا سے مسئلہ پوچھنا ہی تھا تو یہ پوچھتے کہ ہم پولیس والے اصل مجرم کو رشوت لے کے چھوڑ دیتے ہیں اور بے گناہوں پر ظلم بھی کرتے ہیں کل اللہ کے ہاں اس کا انجام کیا ہو گا؟ انسپکٹر صاحب آپ نے اصل مسئلہ تو مولانا سے پوچھا ہی نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حقوق تو اپنے فضل سے شاید معاف بھی کر دے گا جو بندے کے اوپر بندے کے حقوق ہوں گے وہ تو خدا معاف نہیں کرے گا کہ جس بندے نے حق دوسرے کا مارا ہو گا اس کو اپنی نیکیاں دے کر ہی اپنی جان چھڑانا ہو گی۔ پھر اس کے پاس کیا بچا؟

یہ انگلینڈ کی بات ہے ایک دن میں بس کے انتظار میں بس سٹاپ پر کھڑا تھا کہ ایک پولیس والا بارش سے بچنے کے لئے میرے پاس آ کے کھڑا ہو گیا اس وقت میں سگریٹ پی رہا تھا تو میں نے اس پولیس والے کو بھی سگریٹ پیش کیا تو اس نے سگریٹ نہ لینا چاہا۔تو میں نے اسے کہا کہ کیا آپ سگریٹ نہیں پیتے تو اس نے کہا'': میں سگریٹ تو پیتا ہوں مگر اب ڈیوٹی پر ہوں اس لیے نہیں پی سکتا ''تو اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میں یہ سگریٹ کسی پاکستانی پولیس والے کو پیش کرتا تو وہ مجھ سے پوری ڈبیہ ہی چھین لیتا اور ساتھ وہ مجھے دو سنا بھی دیتا۔مگر اس پولیس والے کو اپنی ڈیوٹی کا کتنا پاس تھا پاکستانی پولیس دوسروں کی کیا حفاظت کرے گی یہ تو خود دوسروں کی چوریاں کرتی پھرتی ہے وہ بھی باوردی، یا کوئی بے چارہ اکیلا مل گیا اس کو لوٹ لیتے ہیں جیسے یہ سب کچھ ان کا حق بنتا ہے اس وقت ان کو کوئی خدا کا خوف نہیں ہوتا کہ ہم نے خدا کے آگے جان بھی دینی ہے۔

اگر کسی بے چارے کا مال چوری ہو جائے اور چور اور چوری کیا ہوا مال مل بھی جائے مگر پھر بھی مالکوں کو اپنا مال پولیس کو پیسے دے کر ہی لینا ہو گا ورنہ وہ مال پولیس ہی ہضم کر جاتی ہے یہ تو اکثر ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔انسپکٹر صاحب میں آپ کو اپنے اوپر بیتی ہوئی بات سناتا ہوں جب میں چودہ سال کا ہو گیا تو مجھ بے گناہ پر آپ جیسے پولیس انسپکٹر نے قتل کا مقدمہ بنا ڈالا اور اس قتل کیس میں مجھے جیل بھیج دیا گیا۔اس وقت میرے ماں باپ کا کیا حشر ہوا جن کا معصوم بچہ قتل کے کیس میں جیل میں بھیج دیا گیا۔جس کیس کی وجہ سے میرے گھر کی ساری جمع پونجی خرچ ہو گئی اور میرے ماں باپ میرے دکھ میں ایک سال تک چار پائی پر نہیں سوئے کیونکہ ان کا لخت جگر بے گناہ جیل میں پڑا ہوا تھا اور وہ انسپکٹر خوب جانتا تھا کہ میں بے گناہ ہوں۔مگر اس نے اپنا کیس مضبوط کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔کیا میں اس پولیس انسپکٹر کو روز محشر چھوڑ دوں گا جس نے مجھے اور میرے ماں باپ کو ناحق ستایا تھا؟ میں اس پولیس انسپکٹر سے اپنا حق لے کے چھوڑوں گا جو میرا حق ہے۔ یہ ایک ہی کیس نہیں ایسے کیس تو پاکستان میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ناحق پولیس والے

غریبوں پر بناتے ہیں۔ جن کا انہوں نے روزِ محشر جواب دینا ہوگا انشاء اللہ۔ اب تو سنا ہے کہ پاکستان میں عدالتیں بھی آزاد ہوگئی ہیں۔

کیا پاکستان میں پہلے عدالتیں غلام تھیں جو اب آزاد ہوگئی ہیں۔ ہاں پہلے رشوت چوری چھپے لی جاتی تھی اب تو آزادی ہوگئی ہے کھلے عام رشوت لی جارہی ہے یہاں تک کہ عدالتوں کے باہر رشوت کے بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ فلاں کیس کی اتنی رشوت اور فلاں کیس کی اتنی رشوت، ساتھ انہوں نے رشوت لینے کے لئے اپنے خاص آدمی بھی چھوڑے ہوئے ہیں ساتھ لکھا ہوتا ہے اگر کوئی کیش رشوت دے تو رشوت کم بھی ہوسکتی ہے کیونکہ چیک کی صورت میں خطرہ ہوسکتا ہے۔ پہلے لوگوں کے پاس بے شک دینی و دنیاوی علم تو کم ہی ہوتا تھا کیونکہ اکثر لوگ ان پڑھ ہوا کرتے تھے مگر جتنا بھی وہ لوگ علم جانتے ہوتے اس پر پورا پورا عمل بھی کرتے۔ یعنی ان لوگوں کے باہر نہیں اندر اسلام ہوتا تھا وہ لوگ کوئی غلط کام کرتے ہوئے خدا کے خوف سے ڈرتے تھے اب لوگوں کے پاس دینی و دنیاوی علم تو آ گیا ہے کیونکہ لوگ پڑھ لکھ گئے ہیں اب لوگ دین کو سمجھتے تو ہیں مگر اس پر عمل بہت کم رہ گیا ہے یعنی لوگوں کے باہر تو اسلام ہے مگر اندر نہیں۔ یعنی لوگ خدا سے بے خوف ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بچائے اس جھوٹی نمائش سے جس کا فائدہ شیطان کو تو ہوسکتا ہے مگر اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ بے شک ہم روزے، نمازیں، حج اور زکوٰۃ یہ تو سب کچھ کریں مگر کھائیں حرام کی روزی۔ پھر انسپکٹر صاحب یہ کسر نماز ہمیں کہاں کام آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ہمیں ایسی دھوکہ دہی سے۔ آمین!

اگر تو نے پوچھنا تھا مسئلہ تو تو پوچھ اپنے عیبوں کا
کہ میں کس طرح کروں گا سامنا اپنے ربّ العالمین کا

عورت کی بیجا خواہشات

آج کی اکثر عورتیں دینی احکام کیا پورے کریں گی جو دنیا کی دلدل میں پھنس گئی ہیں وہ اس طرح کہ خاوندوں کی تنخواہیں تو کم ہوتی ہیں مگر ان کی بیگمات کے خرچے ان کی تنخواہوں سے کئی گناہ زیادہ ہوتے ہیں یعنی خاوندوں کے آگے نئی نئی فرمائشیں رکھتی ہیں کہ فلاں کی بیگم کے گھر میں یہ چیزیں ہیں ۔ہمارے گھروں میں کیوں نہیں ہیں یا یہ کہیں گی کہ فلاں کی بیگم نے گلے کا ہار اتنا قیمتی لیا ہے کیا میں آپ کی بیگم نہیں ہوں اور اس کے ہار کا ڈیزائن بھی بہت خوبصورت ہے کیا آپ میرے لیے ایسا ہار نہیں لاسکتے ؟ تو خاوند بے چارے بڑی معصومیت سے اپنی بیگمات سے کہتے ہیں کہ بیگم صاحبہ میری تنخواہ تو اتنی نہیں ہے جس سے تمہارے لیے اتنا قیمتی ہار لاؤں ۔ آپ کو پتا ہے کہ ہمارے گھر کا خرچہ ہی بڑی مشکل سے چل رہا ہے جو آپ فرمائش کر رہی ہیں یہ سب کچھ میں کہاں سے کروں ۔اس وقت بیگم صاحبہ اپنے خاوند کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہتی ہے کہ فلاں بیگم کے خاوند کی تنخواہ تو آپ سے بھی تھوڑی ہے پھر اس کے گھر میں یہ سب کچھ کہاں سے آ گیا ہے؟

پھر خاوند صاحب اپنی بیگم صاحبہ کو کہتا ہے بیگم صاحبہ اس کا خاوند تو رشوت لیتا ہے جو حلال میں حرام ملاتا ہے اس لیے ان کے گھر میں یہ سب کچھ ہے ۔بیگم صاحبہ خاوند کو بڑی ناراضگی سے کہتی ہے کہ وہ تو کہہ رہی تھی کہ میرے خاوند کو لوگ رشوت نہیں تحفے دیتے ہیں اور آپ اسے رشوت کہتے ہیں حالانکہ فلاں کی بیگم بھی یہی کہتی ہیں کہ ہمارے خاوندوں کو لوگ تحفے تحائف دیتے ہیں ۔کمال کی بات ہے آپ اس کو رشوت سمجھتے ہیں اس سے لگتا ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی پیار نہیں ۔ایسے لگتا ہے کہ میں آپ کی بیوی نہیں ہوں بلکہ نوکرانی ہوں، پھر میرا اس گھر میں رہنا کس کام کا جب کہ آپ میری کوئی فرمائش پوری نہیں کرتے ۔

پھر کیا ہوتا ہے کہ ایک ایماندار خاوند اپنی محبوبہ بیگم صاحبہ کے آگے اپنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے پھر وہ بھی دوسری بیگمات کے خاوندوں کی طرح رشوت کے روپ میں لوگوں سے تحفے تحائف لینے شروع کر دیتا ہے پھر حرام کا دروازہ اس گھر کے لئے کھل جاتا ہے جو کبھی حلال کی روزی کھا کر چین کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں پھر جس گھر میں حرام آنا شروع ہو جاتا ہے تو اس کی اپنی ہی پہچان ہوتی ہے ۔مگر خاوند بے چارہ کیا کرے بیگم صاحبہ جو اس کی زندگی کی ساتھی ہوتی ہے وہی اسے جہنم میں دھکیل رہی ہوتی ہے اور ساتھ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی ۔بیگم صاحبہ جانتی ہوتی ہے کہ تنخواہ کے اوپر والے پیسے جو خاوند گھر میں لاتا ہے یہ حرام کے پیسے ہیں یعنی رشوت کے ہیں جس کو نام دیا ہوتا ہے ''تحفے تحائف '' کا۔پھر کیا ہوتا ہے.جس گھر میں پہلے کچھ نہ کچھ دین پر عمل ہوتا ہے پھر وہ حرام کی وجہ سے آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے پھر اس گھر میں شیطان ڈیرہ ڈال لیتا ہے پھر اس گھر سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اٹھ جاتی ہے ۔ پھر بیگم صاحبہ دوسری بیگمات کو کہتی پھرتی ہے کہ آ کے دیکھو میں گھر میں کیا کیا چیزیں خرید کر لائی ہوں ۔ پھر آہستہ آہستہ بیگم صاحبہ اتنی شاہ خرچ ہو جاتی

ہے پھر تو وہ رشوت بھی اس کے لئے کم پڑتی جاتی ہے پھر جس راستے سے گھر میں رشوت یعنی حرام آنا شروع ہوتا ہے پھر اس راستے سے مصیبتیں تکلیفیں بھی آنا شروع ہو جاتی ہیں مگر پھر بیگم صاحبہ کی خواہشات ختم ہونے کو نہیں آتیں کیونکہ اب بیگم صاحبہ کے دماغ میں دولت ہی سب سے بڑی چیز رہ جاتی ہے پھر تو خاوند صاحب بھی بیگم صاحبہ کی ہاں میں ہاں ملا کر چلتا ہے اور اپنی آمدن کو بڑھانے کے چکر میں رہتا ہے کہ کس طرح حرام کو زیادہ سے زیادہ سمیٹوں اور بیگم صاحبہ کی فرمائش پوری کروں۔ اپنا اور اپنی بیگم صاحبہ اور بچوں کا جہنم میں ٹھکانہ بناؤں۔

پھر ایسی دولت گھر میں کیا کیا گل کھلاتی ہے یا تو اس حرام کی آمدنی سے اولاد نافرمان ہو جاتی ہے اور ساتھ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ پھر دونوں ہی میاں بیوی پچھتاتے ہیں یا کسی سے دشمنی ہو جاتی ہے پھر ایسی حرام کی دولت پانی کی طرح عدالتوں، تھانوں میں بہائی جاتی ہے یا گھر میں طرح طرح کی بیماریاں، تکلیفیں آنا شروع ہو جاتی ہیں جس سے پورے گھر کا سکون ختم ہو جاتا ہے۔ پھر بیگم صاحبہ جعلی پیروں فقیروں کے گنڈے تعویذوں پر حرام کی دولت لٹاتی پھرتی ہے۔ کیا کریں پھر ایسی بیگمات خود بھی برباد اور پورے گھر کا سکون بھی برباد کر ڈالتی ہیں مگر اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی بیگمات کو ایک حد تک رہ کر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ خود بھی دوزخ کی آگ سے بچے اور اپنے گھر والوں کو بھی دوزخ کی آگ سے بچائے اور ایسے کام کرے جس سے اس کی نیک نامی ہو اور اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہو۔ جس پر خاوند بھی فخر کرے اور اولاد بھی فخر کرے۔ یہ تب ہی ہو گا جب اس عورت کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ادب احترام ہو اور ساتھ خوف بھی ہو گا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی جائز خواہشات پوری کرتا رہے گا۔ اپنے ہاتھ پاؤں مارنے سے پہلے ذرا خدا سے مانگ کر تو دیکھ وہ تجھے کیا کیا دیتا ہے کیونکہ رب العالمین کے خزانوں میں کون سی کمی ہے جو سب کا پالن ہار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسی حرام دولت سے جس سے انسان کے دونوں جہاں برباد ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے آج کی عورت کو۔ آمین!

اے عورت تو بیٹی، تو بہو اور تو ماں بھی
تیرے کاندھوں پر ہے بڑی ذمہ داری اسے نباہنا بھی

☆☆☆☆☆

نماز فرض جمعہ حج باجماعت کیوں

شروع نبوت میں جب حضور پاک ﷺ دین اسلام کو مکہ کے لوگوں کے سامنے لائے تو بہت سے لوگوں نے دین اسلام کو ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ مکہ کے لوگ مدتوں سے بت پرستی کرتے آ رہے تھے اور اپنی ہر حاجت بتوں سے ہی مانگتے تھے جب حضور پاک ﷺ نے مکہ والوں کو کہا کہ تم ان پتھروں سے کیا مانگتے ہو یہ تو خود تمہارے بنائے ہوئے ہیں اور تمہارے محتاج ہیں پھر ان کی پوجا کیوں کرتے ہو اور یہ پتھر تمہیں کیا دیں گے اس لیے ان پتھروں کو چھوڑ کر ایک حقیقی ربّ کی پوجا کرو جو سارے جہانوں کو پیدا کرنے والا ہے اور پالنے والا ہے۔ تو مکہ والوں نے اس پر بڑا تعجب کیا کہ ایک اللہ اتنے سارے کام کس طرح پورے کر سکتا ہے جب کہ انہوں نے ہر کام کے لئے چودہ چودہ بت بنا رکھے تھے۔

اس وقت کچھ لوگ نبی پاک ﷺ کے کہنے پر مسلمان ہو گئے تھے تو انہوں نے بتوں کو چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرنا شروع کر دی یعنی چھپ چھپا کے نماز پڑھنا شروع کر دیا تا کہ مکہ والے ہمیں نماز پڑھتے تنگ نہ کریں۔ پھر آہستہ آہستہ اور بھی لوگ اسلام دین میں داخل ہونے شروع ہو گئے تو لوگ حضور پاک ﷺ کے کہنے پر کسی نہ کسی صحابی کے گھر باجماعت نماز پڑھنا شروع کر دیا یعنی باجماعت نماز کی وجہ سے مسلمان جمع ہونے شروع ہو گئے اس وجہ سے ہر کوئی اپنے اپنے حالات ایک دوسرے کو بتا تا کہ کس کو کیا کیا تکلیف ہے اور کس کو کس طرح کی مدد چاہئے پھر نبی پاک ﷺ کے صحابی ایک دوسرے کی مدد کرتے۔

یہ تھا فائدہ اس وقت کی باجماعت نماز پڑھنے کا کہ ہر کوئی ایک دوسرے کے حالات سے واقف رہتا۔ جہاں جس کو جس طرح کی مدد چاہئے صحابہ اس کی مدد کرتے۔ پھر اس طرح مسلمانوں پر باجماعت نماز واجب ہوئی۔ پھر باجماعت نماز کے کئی فائدے ہوئے اور ساتھ باجماعت نماز پڑھنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی حاصل ہونے لگا۔ اس کے بعد جب حضور پاک ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے لوگ بھی اور اطراف کے بعض لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ تب حضور پاک ﷺ نماز جمعہ بھی باجماعت مسلمانوں پر واجب کر دی تا کہ جو لوگ دور دراز رہتے ہیں وہ جمعہ والے دن نماز جمعہ باجماعت پڑھیں اور ساتھ ساتھ اپنے مسائل بھی ایک دوسرے کو بتا سکیں۔ اس طرح نماز جمعہ باجماعت پڑھنے سے مسلمانوں کے بہت سے مسئلے حل ہونا شروع ہو گئے اور ساتھ نماز جمعہ باجماعت پڑھنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی حاصل ہونا شروع ہو گیا۔ اس کے بعد جب مسلمانوں پر سال میں ایک دفعہ حج فرض کر دیا گیا تا کہ دور دراز کے مسلمان سال میں ایک دفعہ جمع ہو کر حج کا ثواب بھی حاصل کریں اور ساتھ اپنے اپنے ملکوں کے حالات بھی ایک دوسرے کو بتا سکیں جب کہ اس وقت ایک دوسرے کے حالات جاننے کے لئے دنیا میں اور کوئی نظام نہیں تھا جس وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ایک خوبصورت نظام

عطا فرمایا تاکہ مسلمان ایک دوسرے کے حالات کو جانتے ۔ پھر غیر مسلموں نے مسلمانوں کے اس نظام کے بدلے اپنا حل تلاش کرنا شروع کر دیا پھر جو جس کی جدوجہد کرتا ہے ایک دن اس کو پا بھی لیتا ہے ۔ پہلے غیر مسلموں نے مسلمانوں کی باجماعت نماز کے بدلے اخبار کا سہارہ لیا پھر غیر مسلموں نے باجماعت جمعہ کے بدلے ریڈیو ایجاد کرلیا۔ پھر مسلمانوں کے حج کے بدلے غیر مسلموں نے ٹیلی ویژن ایجاد کرلیا۔ پھر آہستہ آہستہ کیا ہوا۔ اس طرح جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مسلمانوں کو جو تحفہ ملا اس کے رسول کی طرف سے پھر اس تحفہ کی مسلمانوں میں ہی بے قدری ہونے لگی اور مسلمان باجماعت نماز فرض، باجماعت جمعہ اور حج خالی ثواب کے لئے کرنے لگے جو ان چیزوں کا مقصد تھا وہ بھول گئے ۔ پھر مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی نعمت کو بھول گئے اور غیر مسلموں کی ایجاد کو اپنانا شروع کر دیا۔

آج تو مسلمانوں نے اللہ رسول ﷺ کی دی ہوئی اس نعمت کا یہ حال کر دیا ہے یعنی باجماعت کا ، پہلی بات تو یہ ہے کہ اکثر مسلمان نماز پڑھتے ہی نہیں پھر ان کے نزدیک باجماعت کا کیا معنی رہ گیا۔ جو مسلمان نماز پڑھتے بھی ہیں وہ بھی اکثر اپنی اپنی پڑھ لیتے ہیں اور مسجدوں میں کم ہی جاتے ہیں ۔ جو مسلمان مسجدوں میں نماز پڑھتے بھی ہیں ان کی بھی اپنی اپنی مسجدیں ہیں جن میں وہ جاکے نماز پڑھتے ہیں چاہے نزدیک والی مسجد چھوڑ کر دور ہی جانا پڑے ۔ یہ تو حال ہوگیا ہے ہم مسلمانوں کی باجماعتوں نمازوں کا۔ یہاں تک ہو گیا ہے کہ ایک مسلمان نماز تو پڑھنے جارہا ہے اگر اسے دوسرا کوئی مسلمان راستے میں مل گیا تو اسے سلام تک نہیں کرے گا۔ یہ بیماری تو اب مسلمانوں میں عام ہوتی جارہی ہے چاہے وہ دین کو سمجھتے ہیں یا نہیں دونوں ہی برابر ہیں ۔ کچھ تو ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی نمازی سے بات پکڑ لیتے ہیں ۔ پھر اس بات کو دوسروں کے آگے خوب مرچ مصالحہ لگا کر پھیلاتے ہیں ۔ یہ ہوا نہ آج کی باجماعت نمازوں کا فائدہ ۔اس سے آگے آ گئی جمعہ کی باجماعت نماز جس میں ہم دو فرض تو امام کے پیچھے پڑھ لیتے ہیں مگر اکثر نمازی نوافل اور واجب سنتیں چھوڑ کر مسجد کے باہر آ کے گھنٹوں ایک دوسرے سے گپ شپ لگاتے رہتے ہیں یا اگر کسی نے کسی سے قرض لینا ہو تو وہ جمعہ پڑھنے چلا جاتا ہے کہ وہ آدمی مجھے جمعہ والے دن ملے گا تو میں اس سے اپنا قرض مانگوں گا۔ پھر ایسی باتوں پر مسجدوں کے باہر لڑائی جھگڑے دیکھنے کو ملتے ہیں ۔ یہ رہا آج کی جمعہ کی باجماعت نمازوں کا فائدہ ۔ اس سے آگے آ گیا ہمارا سال میں ایک دفعہ فرض حج، فرض حج کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے مسلمانوں کے حالات بھی جانیں تاکہ مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرسکیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم کس طرح کی کمائی سے حج کرتے ہیں یہ بات بھی ہے کہ اکثر مسلمان اپنی حلال کی آمدنی سے ہی حج کرتے ہیں ہم مسلمان حج میں آئے ہوئے مسلمانوں کا حال کیا جانیں گے ۔

جب کہ ہمارے آس پڑوس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جن کے پاس دو وقت کا کھانا تک نہیں ہوتا مگر کوئی حج پر آنے جانے والا امیر آدمی اس غریب کو دس روپے دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ پھر وہ حج پر جاکے دوسروں کی کیا مدد کرے گا وہ تو ہم حج کو فرض سمجھ کر رہے ہوتے ہیں نہ کہ دوسروں کی مدد کے لئے حج کرتے ہیں ۔ ہم تو حج اس لیے کرتے ہیں کہ فرض بھی ادا ہو جائے اور ساتھ لوگ ہمیں حاجی بھی کہنا شروع کر دیں اور ہم اپنے نام کے ساتھ '' حاجی '' بھی لکھنا شروع کر دیتے ہیں ۔

ایک حج کے ساتھ کتنے فائدے ہوئے ثواب بھی اور نام بھی کچھ حضرات تو ایک سے زیادہ حج بھی کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے

نام کے ساتھ ''الحاج '' لکھ سکیں یعنی چوبارے والا حاجی ۔اب تو حج کے دوران جیبیں تک کاٹی جاتی ہیں اور ساتھ حاجیوں کا مال بھی چوری ہو جاتا ہے وہ بھی حرم شریف کے اندر۔ یہ ہیں جیب تراش حاجی، چور حاجی پہلے وقتوں میں سنتے آئے ہیں کہ مکہ کے باہر ڈاکو حاجیوں کے قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اب تو یہ حاجی حضرات اپنے نام کے ساتھ ایسے حاجی یا الحاج لکھتے ہیں جیسے ان کو سو فیصد پتا ہوتا ہے کہ ہمارے حج اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول کر لیے ہیں یہ عام لوگ ہی نہیں اچھے خاصے علم رکھنے والے حضرات بھی اپنے نام کے ساتھ حاجی یا الحاج لکھتے ہیں ۔یہ حال ہو گیا ہے ہم مسلمانوں کے حجوں کا، جو فرض عبادت کی آج ہم نمائش کر رہے ہیں۔ پھر ایسی عبادت کا ثواب کہاں رہا۔ پھر ایک ہی چیز ہو سکتی ہے یا نام یا ثواب ۔اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے ایسی نمائش والی عبادت سے۔آمین!

نہ اٹھایا ہم نے فائدہ اللہ رسول ﷺ کی عطا کا
اسی لیے آج بھولے ہیں ہم رستہ دین کا

☆☆☆☆☆

کتنا شان والا ہے یہ عدد پانچ کا

دین اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں ۔پہلی کلمہ طیبہ ،دوسری فرض نماز ،تیسری بنیاد ماہ رمضان کے روزے ،چوتھی زکوٰۃ اور پانچویں حج، یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔پنجتن پاک حضرت محمد اکرم ﷺ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت مائی فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں پہلی فجر، دوسری ظہر ،تیسری عصر، چوتھی مغرب، پانچویں عشا ۔یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔مسلمانوں کا ان پانچ چیزوں پر ایمان ہے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ پر، پھر فرشتوں پر ،پھر آسمانی کتابوں پر، پھر رسولوں پر ،پھر روز آخرت پر یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔اس جہان میں پانچ سیارے ہیں پہلی زمین ،دوسرا آسمان، تیسرا سورج، چوتھا چاند اور پانچواں ستارے، یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔آسمانی ستارے خمسہ متحیرہ' پہلا زحل' دوسرا مشتری' تیسرا مریخ' چوتھا زہرہ پانچواں عطارد یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔ پنجاب پانچ دریاؤں کی زمین دریائے جہلم' دریائے راوی' دریائے چناب' دریائے ستلج' دریائے سندھ یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔ ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔ایمان کے پانچ حرف ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔فردوس کے بھی پانچ حرف ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔اسلام کے بھی پانچ حرف ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔انجیل کے بھی پانچ حرف ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔تورات کے بھی پانچ حرف ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔توحید کے بھی پانچ حرف ہیں یہ بھی پانچ کا عدد ہوا۔حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے پانچ نام ہیں پہلا احمد' دوسرا محمد' تیسرا حاشر' چوتھا ماحی' پانچواں عاقب۔

کتنا شان والا ہے یہ عدد پانچ کا
جس عدد میں آیا ہے عدد پنج تن پاک کا

☆☆☆☆☆

اصل حُسن کیا ہے

میں اس ذات سے شروع کرتا ہوں جو سب سے حسین ہے وہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات جس نے سارے جہانوں کی ہر چیز کو حسین بنایا ہے یہ تو انسان کی اپنی آنکھوں کا قصور ہے کہ انسان کسی چیز کو حسین سمجھ لیتا ہے اور کسی چیز کو وہ حسین نہیں سمجھتا۔ کیونکہ یہ انسانی نظر کا قصور ہے کہ کسی چیز کو حسین سمجھ لینا اور کسی چیز کو وہ حسین نہ سمجھے۔ باقی چیزوں کو تو آپ چھوڑ یئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو پتھر ہی اتنے حسین بنائے ہیں جو اکثر دریاؤں، پہاڑوں، صحراؤں اور جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔ بعض انسانوں کو ایسے پتھروں کو خریدنا تو خریدنا دیکھنا تک نصیب نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایسے پتھر ہوتے کہاں ہیں۔ عام سی جگہوں پر کہ اللہ تبارک نے انہیں کتنا حسین بنایا ہے ان کو ہر انسانی آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے۔ پھر آپ ہی بتائیں وہ چیزیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جاندار بنایا ہے ان میں جنگلی جانور بھی کتنے حسین بنائے ہیں کہ انسان ان جانوروں کو دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔ ان میں اللہ بارک وتعالیٰ کی قدرت نظر آتی ہے۔ ان میں چاہے درندے ہوں یا پرندے ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب ہی حسین بنائے ہیں اور جو جاندار اور جانور انسانوں کے دائیں اور بائیں ہر وقت رہتے ہیں جن میں گھوڑیاں، گھوڑے، بیل، بھینس یا بھیڑ بکریاں یہاں تک کہ کتے بلیاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب کو کتنا حسین بنایا ہے جو ہر انسانی آنکھ کو بھاتے ہیں کہ انسان ان کو دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔

پھر آپ ہی بتائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سب چیزیں انسان کے لئے ہی تو حسین بنائیں ہیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو تو سب سے حسین بنایا ہے۔ جس کو حسین صورت دی، حسین سوچ دی، حسین ہاتھ پاؤں دیئے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی دوسری مخلوق سے بہتر ہیں۔ انسان جتنا بھی ان نعمتوں کا اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرے کم ہے کہ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے افضل مخلوق بنایا ہے۔ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو یہ بھی فرمایا ہے کہ اے میرے بندے تو میری کون کون سی نعمت کو جھٹلائے گا۔ مگر یہ انسان ہے کہ پھر بھی ایک دوسرے انسانوں میں خامیاں ہی نکالتے رہتے ہیں کہ اپنی نظر کے دھوکے میں آ کے حسین سے حسین کی تلاش میں رہتے ہیں کہ اس انسان کی نظر کہیں ٹھہرتی ہی نہیں۔ جب ایک حسین چہرہ دیکھتا ہے تو اس پر لٹو ہو جاتا ہے کہ یہی سب کچھ ہے جب پھر اس سے بھی آگے بڑھتا ہے تو کوئی اور حسین چہرہ دیکھتا ہے تو پھر اس پر بھی لٹو ہو جاتا ہے کہ یہی سب کچھ ہے۔

اصل میں یہ سب انسان کی اپنی نظر کا قصور ہوتا ہے کہ کس چہرے کو وہ حسین سمجھ لیتا ہے اور کسی کو وہ عام سا چہرہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو ہر چہرہ ہی حسین بنایا ہے جو انسان اس کھوج میں لگ جاتے ہیں کہ حسین چہرہ ہی سب کچھ ہے وہی انسان بالآخر دھوکا کھاتا ہے۔ اصل میں انسان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو حسن رکھا ہے وہ اس کی چیز ہوتی ہے۔ کچھ انسانی حسن تو ایسا بھی ہوتا ہے جو صبح کو تو ہوتا ہے مگر شام ہوتے ہی رفو چکر ہو جاتا ہے۔ وہ حسن یہ ہے جو انسان اپنے بناؤ سنگار سے حسین بنتا ہے جسے عارضی حسن کہا جاتا ہے پھر اسے حسن پر فخر کرنا کس کام کا ہوا۔ مثال کے طور پر ایک مرد کسی عورت میں کیا دیکھتا ہے کہ فلاں عورت کی آنکھ کتنی حسین ہے اور اس کا قد کتنا حسین ہے۔ یہ سب کچھ مرد کو اس کی نظر ہی بتاتی ہے کہ یہ عورت حسین ہے۔ اس سے آگے مرد کو کچھ پتا نہیں ہوتا

کہ اس عورت کا کردار کیسا ہے؟ اس کا اخلاق کیسا ہے یا اس کی زبان کیسی ہے؟

یہی حال عورت کا بھی ہوتا ہے کہ وہ مرد کے حسین چہرے کو دیکھ کر اس پر لٹو ہو جاتی ہے کہ اس مرد کی آنکھ ناک کتنے حسین ہیں اور اس کا رنگ قد کتنے حسین ہیں کیونکہ عورت کو بھی اس کی نظر دھوکا دیتی ہے۔ نہ تو وہ اس مرد کے کردار کو جانتی ہے نہ ہی وہ اس کے اخلاق کو جانتی ہے نہ ہی وہ اس کی زبان کے بارے میں جانتی ہے کہ کس طرح کی ہے۔ حالانکہ مرد ہو یا عورت ہو دونوں کو ہی چاہئے کہ وہ ظاہری حسن سے پہلے ایک دوسرے کے کردار ، اخلاق اور زبان کے بارے میں خوب جان لیں جو حسن کی اصل بنیاد ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ حسن کی کل بنیاد ہے ہی کتنی۔ ایک عورت کا حسن اس عمر سے شروع ہوتا ہے یعنی سولہ یا اٹھارہ سال سے شروع ہو کر پینتیس سال یا چالیس سال تک ہوتا ہے۔ اگر عورت کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہو گئے اور اسے خوراک برابر نہ ملی تو عورت کا حسن چالیس سال سے پہلے بھی ختم ہو سکتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو عورت کو کوئی بیماری لگی تو بھی اس کا حسن ماند پڑ جاتا ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو عورت کی پریشانی اس کا حسن چھین لیتی ہے پھر وقت سے پہلے ہی عورت بڑی عمر کی نظر آنے لگتی ہے۔ یہ ہوئی نہ حسین چہرے کی کل بنیاد۔ اور یہی حال مرد کا بھی ہوتا ہے مرد کے حسن کی بھی بنیاد کیا ہے جو اٹھارہ سال سے شروع ہو کر چالیس پینتالیس سال تک رہتی ہے۔ اگر اس دوران مرد کو کوئی مالی پریشانی ہو گئی یا کوئی بیماری لگ گئی تو بھی اس مرد کا حسن وقت سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے اور ایسا اکثر دیکھنے میں بھی آیا ہے۔ یہ ہوئی نہ ظاہری حسین چہرے کی کل بنیاد جس پر عورت اور مرد دونوں ہی بڑا فخر کرتے ہیں کہ ہم حسین ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ جو چیز انسان کا ساتھ نہ دے پھر ایسی نا قابل اعتبار چیز کا فخر کس کام کا ہوا۔

انسان کو فخر تو اس چیز پر کرنا چاہے جو اس کا ساتھ بھی دے اور اس حسن کی وجہ سے کبھی کبھی انسان کو شرمندگی بھی اٹھانا پڑتی ہے کیونکہ اس حسن کو سنبھالنا ہر مرد اور عورت کے بس کا روگ نہیں ہوتا جو اسے سنبھالے۔ کیونکہ وہ کہیں نہ کہیں اس حسن کی وجہ سے غلطی کر ہی بیٹھتے ہیں کیونکہ شیطان ان کے ہر وقت قریب رہتا ہے جو ان سے غلطی کروا ہی دیتا ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناشکری ہی ہوتی ہے۔ پھر اصل حسن ہے کیا؟ میں نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو ہر انسان کو ہی حسین بنایا ہے۔ یہ تو سب انسان کی اپنی نظروں کا ہی دھوکا ہوتا ہے جو وہ کسی کو حسین سمجھتا ہے اور کسی کو نہیں اور جو انسان کے اندر اصل حسن ہے اس تک تو وہ پہنچتا ہی نہیں۔ اور وہ پہلے ہی دھوکا کھا جاتا ہے انسان کے اندر اصل حسن ہے کیا؟

اصل حسن انسان کا یہ ہے کہ اس میں عورت ہو یا مرد ہو دونوں کا کردار اچھا ہو، اخلاق اچھا ہو، سوچ اچھی ہو اور زبان شیریں ہو۔ ان سب چیزوں میں ہی انسانی حسن کا راز چھپا ہے جو کبھی بھی ماند نہیں پڑ سکتا۔ ظاہری حسن تو انسان کا کبھی بھی ساتھ نہیں دیتا پھر ایسے حسن پر فخر کس بات کا؟ کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں برابر کے حسین ہوتے ہیں تو ان میں کسی حد تک بات بنی رہتی ہے اور ان کا کام بنا رہتا ہے اور کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر عورت حسین ہے تو وہ مرد کے لئے وبال جان بن جاتی ہے کیونکہ مرد کو اس کے حسن کی وجہ سے اس پر شک رہنے لگتا ہے وہ اپنی بیوی کو بات بات پر ایسے ٹوکتا رہتا ہے کہ تو فلاں جگہ کیوں گئی فلاں کے پاس کیوں گئی۔ یا تو گھر میں دیر سے کیوں آئی۔ یہ سب عورت کے حسن کی وجہ سے ہوتا ہے حالانکہ اس عورت بے چاری میں کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہوتی مگر مرد صاحب کی اپنی سوچ سے۔ اس بے چاری کو طعنے دیتا رہتا ہے پھر عورت کا جینا حرام کر دیتا ہے یہ ہوا نہ اس

ظاہری حسن کا انسان کو فائدہ۔

اور اگر مرد حسین ہو تو عورت مرد کے ساتھ بھی وہی کچھ کرتی ہے کہ تو فلاں جگہ کیوں گیا تھا۔تو فلاں عورت سے کیوں باتیں کر رہا تھا۔جب کہ وہ بے چارہ سب کے سامنے باتیں کر رہا ہے مگر عورت کا شک مرد پر برابر رہتا ہے۔ چاہے وہ اپنی بیوی کو لاکھ تسلیاں دیتا رہے مگر عورت کا شک پھر بھی نہیں جائے گا۔اس لیے کہ مرد عورت سے حسین جو ہوا ،یہ ہوا نہ مرد عورت کو فائدہ حسن کا۔ پھر ایسے حسن کو کیا کرنا ہے جس حسن نے پورے گھر کا سکون خراب کر ڈالا ہے تو ایسے حسن کا اثر بچوں پر بھی جا پڑتا ہے کہ ماں باپ کس فضول بات پر لڑ رہے ہوتے ہیں۔ویسے بھی عورت نے اگر اپنے حسن کو سنبھال کر نہیں رکھا تو اس کے حسن کا اثر بچوں پر جا پڑتا ہے کہ جیسی ماں تھی ویسے ہی بچے ہیں چاہے عورت اس وقت تک زندہ ہو یا فوت ہوگئی ہو۔اگر کوئی عورت حسین نہ بھی ہو مگر اس کا کردار اچھا ہو' اخلاق اچھا ہو' سوچ اچھی ہو اور زبان شیریں ہو تو یہی سب چیزیں اس کی اولاد میں بھی نظر آئیں گی چاہے وہ عورت زندہ ہو یا وہ فوت ہوگئی ہو۔

یہی حال مردوں کا بھی ہے کہ وہ حسین تو ہے مگر کردار، اخلاق، سوچ اور زبان اچھی نہیں تو پھر ایسے حسن کو کسی نے کیا کرنا ہے کہ جو ماں باپ میں ہوتا ہے وہی اولاد کے حصہ میں آتا ہے پنجابی کی ایک مثال ہے کہ ''بلے دا بلہ نہ سہی پر متھے تے پھلی ضرور ہوسی'' یعنی جیسے ماں باپ ویسے ہی اولاد ہوتی ہے پھر آپ ہی بتائیں کہ انسان کا اصل حسن کس چیز میں ہے اچھی صورت میں ہے یا اچھے اخلاق کردار میں ہے؟ اے انسان! تو انسان کے ظاہری حسن پر نہ جا اگر تو نے جانا ہے تو جا انسان کے اندر کے چھپے ہوئے حسن پر جا۔ چاہے وہ عورت ہو یا وہ مرد ہو۔ پھر تو دیکھنا کہ اس حسن میں تجھے ملتا ہے کیا۔زندگی میں سکون ہی سکون ،اس بے وفا ظاہری حسن پر تو اپنا وقت برباد نہ کر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صحیح سوچ عطا فرمائے۔آمین!

میں آپ کو اسی طرح کا حسن کا ایک واقعہ سناتا ہوں کسی بزرگ کی لڑکی بڑی حسین تھی تو اسی گاؤں کا ایک آوارہ لڑکا اس لڑکی پر عاشق ہو گیا جو دن میں کئی بار اس لڑکی کی خاطر اسے دیکھنے کے لئے اس کے گھر کے سامنے سے گزرتا۔اس لڑکے کی یہ حرکت اس بزرگ کو ہرگز اچھی نہ لگتی مگر عزت کی خاطر بزرگ خاموش رہتا کہ اگر اس آوارہ لڑکے کو کچھ بول دیا تو یہ آگے سے میری بے عزتی نہ کر ڈالے۔تنگ آکر ایک دن اس بزرگ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ کیا تو میری لڑکی کو پسند کرتا ہے تو اس آوارہ لڑکے نے فوراً کہا'': ہاں! میں آپ کی لڑکی کو پسند کرتا ہوں ''تو اس بزرگ نے اس لڑکے کو کہا کہ تو جا کے اپنے ماں باپ کو ساتھ لا جو تیری منگنی کے بعد اسے بیاہ کر لے جائیں تیرا اس طرح ہر وقت یہاں سے گزرنا کوئی اچھی بات نہیں۔تو اس آوارہ لڑکے کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا کہ کہاں میں اور کہاں اس عزت دار بزرگ کی حسین لڑکی۔ پھر وہ آوارہ لڑکا دوڑا دوڑا اپنے گھر جا کے اپنے ماں باپ کو کہتا ہے کہ فلاں بزرگ نے مجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دینے کا کہا ہے تو آپ میرے ساتھ چلو تا کہ منگنی کر آئیں یہ سن کر ماں باپ دونوں کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا کہ کہاں ہم لوگ اور کہاں وہ بزرگ پھر انہوں نے محلے والوں کو جمع کیا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ چلو ہم نے فلاں بزرگ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کی منگنی کرنے جانا ہے تو ان لوگوں کو بھی بڑا تعجب ہوا کہ کہاں یہ لوگ اور کہاں وہ بزرگ، جو ان کو اپنی لڑکی کا رشتہ دے رہا ہے۔

جب وہ لوگ اس بزرگ کے گھر آئے تو لوگوں نے اس بزرگ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس لڑکے کو اپنی لڑکی کا رشتہ دینا پسند کیا ہے؟ تو اس بزرگ نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ لڑکا میری لڑکی کی خاطر میرے گھر کے سامنے سے دن میں کئی بار گزرتا تھا تو میں

نے اس لڑکے سے پوچھا کیا تو میری لڑکی کو پسند کرتا ہے اگر تو پسند کرتا ہے تو اپنے ماں باپ کو ساتھ لے کے آ تا کہ وہ تیری عزت سے شادی کریں تیرا یہاں سے ہر وقت گزرنا اچھی بات نہیں۔ اب اس کے ماں باپ آ گئے ہیں یہ میری لڑکی کے ساتھ منگنی کر سکتے ہیں تو ماں باپ نے لڑکے کی منگنی کرادی اس بزرگ کی لڑکی سے۔ تو اس بزرگ نے ان سے ایک ماہ کی مہلت مانگ لی کہ آپ ایک ماہ کے بعد لڑکے کی بارات لے کے آ جانا۔ یہ سن کر وہ خوشی خوشی اپنے گھر چلے گئے پھر اس بزرگ نے یہ کیا کہ لڑکی کو کھانے کے بعد کوئی ایسی دوا پلا دیتا جس سے اس لڑکی کو پیچش ہو جاتے اور وہ ہر روز کے پیچش ایک برتن میں جمع کرتا رہا پھر وہ وقت بھی آ گیا جب اس آوارہ لڑکے کی بارات بڑی دھوم دھام سے اس بزرگ کے گھر آ گئی۔ ہمارے ہاں رواج ہے کہ پہلے نکاح ہوتا ہے پھر دوسرے کام نپٹائے جاتے ہیں۔ جب نکاح کا وقت آیا تو لڑکی کو باہر لایا گیا جو اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہی تھی۔ جیسے ہی اس لڑکی پر لڑکے اور اس کے والدین کی نظر پڑی تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ وہ لڑکی نہیں جس سے ہم نے لڑکے کی منگنی کی تھی۔

"یہ کوئی اور لڑکی ہے اور آپ نے ہم سے دھوکا کیا ہے"

تو اس بزرگ نے کہا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس سے تم نے لڑکے کی منگنی کی تھی۔ آپ دائیں بائیں والوں سے پوچھ سکتے ہیں بس ہوا یہ کہ منگنی کے بعد بیمار رہنے لگی اس لیے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ پھر لڑکے کے ماں باپ نے کہا کہ ہم تو اس بیمار لڑکی کے ساتھ اپنے لڑکے کی شادی نہیں کریں گے اپنی لڑکی اپنے پاس ہی رکھو۔ پھر اس بزرگ نے اس لڑکے سے پوچھا اب تم بتاؤں کہ میری لڑکی کے ساتھ شادی کرو گے یا نہیں؟ تو اس لڑکے نے بھی یہی کہہ دیا کہ میں اس مردے کے ساتھ کس طرح شادی کروں۔ اس بزرگ نے اس آوارہ لڑکے کو کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ آپ کی لڑکی بڑی حسین و جمیل ہے میں اس سے شادی ضرور کروں گا تو اب تو کیوں انکار کر رہا ہے تو اس آوارہ لڑکے نے کہا کہ میں اس لڑکی سے ہرگز شادی نہیں کروں گا اس لیے میں جا رہا ہوں اسے اپنے پاس ہی رکھو۔ تو اس بزرگ نے اس آوارہ لڑکے کو کہا:

"ذرا ٹھہر جاؤ"

پھر بزرگ کمرے کے اندر گیا اور اندر سے وہ گندگی والا برتن لے آیا اور وہ برتن بزرگ نے اس لڑکے کے سر پر رکھ دیا اور کہا کہ اصل میں تیرا اس گندگی کے ساتھ پیار تھا اور یہی چیز تجھے اس کی حسین لگی تھی۔ اس لیے اس گندگی کو اپنے ساتھ لیتا جا۔

اب تو ہی بتا اے انسان! تو کس چیز کو حسین سمجھتا ہے جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔ جس کی خاطر تو اپنے اندر کیا کیا توقعات رکھتا ہے اور پھر بعد میں تو پچھتاتا بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم انسانوں کو اچھی سوچ عطا فرمائے۔ آمین!

کتنے نادان ہیں یہ پروانے کس شمع پر یہ مرتے ہیں
جو بجھ جاتی ہے ہوا کے ایک جھونکے سے اس شمع پر یہ مرتے ہیں
انسان بھی اتنا ہی نادان ہے جتنے یہ پروانے ہیں
یہ بھی تو ظاہری حسن پر ہی مرتے ہیں
میں تو اب بھی حسین ہوں
کیا ہوا کہ میں ستر سال کا ہوں

انسان کی مثال کتے کے ساتھ

آج تک یہی سنتے آئے ہیں کہ کتا کتنا صاف ستھرا ہے کہ جہاں وہ بیٹھتا ہے اس جگہ کو وہ پہلے صاف کر لیتا ہے۔ یہ کتے کی مثال اس لیے دی جاتی ہے کہ انسان افضل مخلوق ہو کر بھی صفائی کا خیال نہیں رکھتا۔ اس سے تو بہتر ہے صفائی میں کتا۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو افضل مخلوق بنایا ہے اور انسان کو چاہئے کہ اپنے افضل مخلوق ہونے کا حق ادا کرے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے کہ انسان کی صفائی اس کا آدھا ایمان ہوتی ہے کیونکہ صفائی اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی بے حد پسند ہے۔

جہاں تک یہ کہا جاتا ہے کہ کتا جہاں بھی بیٹھتا ہے وہ پہلے اس جگہ کو صاف کر لیتا ہے پھر اس جگہ پر بیٹھتا ہے۔ میری عمر اس وقت تک ستر سال ہوگئی ہے اور میں یہی بات لوگوں سے سنتا آیا ہوں اور ابھی تک یہی سن رہا ہوں کہ کتا کتنا صفائی پسند ہے کہ جہاں وہ بیٹھتا ہے اس جگہ کو وہ پہلے صاف کر لیتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات آج تک نہیں آئی اور نہ ہی میں نے کسی کتے کو ایسے کرتے دیکھا ہے کہ جہاں وہ بیٹھتا ہے اس جگہ کو اس نے پہلے صاف کیا ہو پھر اس جگہ وہ بیٹھا ہو۔

پتا نہیں وہ کون سا کتا ہے جو بیٹھنے سے پہلے اس جگہ کو صاف کرتا ہے پھر اس جگہ بیٹھتا ہے اور کتے کی مثال ایک انسان جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی افضل مخلوق ہے اس سے جا جوڑتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ میں اپنی توہین خود ہی کر رہا ہوں ایک نجس کتے کی مثال دے کر جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجس بنایا ہے اور اس کتے کی مثال افضل مخلوقات سے بہتر بنا کر دے رہا ہے۔ کمال کی سوچ ہے اے انسان تیری۔ اور یہ بات ہر پڑھا لکھا انسان کہہ جاتا ہے کہ کتا انسان سے بہتر صاف ستھرا ہے اور انسان کتے سے بھی گندہ ہے اسی لیے لوگ کتے کی مثال دیتے ہیں۔ مگر کسی انسان نے اس بات پر کبھی غور بھی کیا ہے کہ جہاں کتا خود بیٹھتا ہے وہ تو گندی جگہ پر بیٹھتا ہے کسی نے کتے کو بیٹھنے سے پہلے صفائی کرتے دیکھا ہے؟ میں نے تو اپنی ساری زندگی میں کتے کو بیٹھنے سے پہلے صفائی کرتے نہیں دیکھا حالانکہ ہمارے گھروں میں حفاظت کے لئے کتے ہر وقت رہتے تھے۔ پھر وہ کون سے کتے ہیں جو بیٹھنے سے پہلے صفائی کرتے ہیں حالانکہ کتا خود تو گندی جگہ پر بیٹھتا ہے پھر وہ اپنی دم زمین پر پھیرتا ہے اور وہ دائیں بائیں والی گندگی بھی اپنے اوپر گرا لیتا ہے جس کو انسان یہ کہتا ہے کہ کتا بھی جہاں بیٹھتا ہے وہ پہلے صفائی کر لیتا ہے اور انسان کتے سے بھی گندہ ہے۔

اس پر کسی نے غور کیا ہے کہ کتا کس وقت اپنی دم ہلاتا ہے جب کتے کا مالک کھانا کھا رہا ہوتا ہے تو وہ مالک کی طرف گھور گھور کر دیکھ رہا ہوتا ہے ساتھ اپنی دم کو بھی زور زور سے ہلا رہا ہوتا ہے کہ مالک سارا کھانا خود ہی نہ کھا جانا کچھ میرے لیے بھی چھوڑنا۔ جب کتے کا مالک کتے کو کھانا ڈالتا ہے تو اس وقت کتا کھانا کھاتے وقت دم نہیں ہلاتا یا کبھی کتے کا مالک کتے کو اپنے پاس بلاتا ہے تو

پھر کتا مالک کے پاس آ کر اپنی دم کو ہلانے لگتا ہے نہ کہ وہ اپنے لیے صفائی کر رہا ہوتا ہے ۔ یہ ہے کتے کے دم ہلانے کی اصل وجہ، جس کو اس دانشور انسان نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اور اس مثال سے اپنی ہی توہین کر بیٹھا ہے ۔ یہ ہے اس انسان کی سوچ اور عقل ۔

ویسے تو یہ انسان کسی کو کبھی کبھی خاطر میں نہیں لاتا کہ مجھ سے بڑھ کر کون عقل مند اور ہوشیار ہوسکتا ہے اور کبھی ایسی بات بھی کہہ جاتا ہے کہ اس کی عقل پر رونا بھی آتا ہے ۔ جب کہ کتا بے چارہ بھوک کی وجہ سے اپنی دم ہلا رہا ہوتا ہے کہ مالک مجھے بھی کچھ کھانے کو دینا سارا کھانا خود ہی نہ کھا جانا کیونکہ میں نے تیرے گھر کی رات کو رکھوالی بھی کرنی ہے ۔ جس دم ہلانے کو انسان صفائی سمجھ بیٹھتا ہے ہاں یہ بات ماننے والی ہے کہ کتا مالک کا وفادار ہوتا ہے جو اپنے مالک کے گھر کی رکھوالی کر رہا ہوتا ہے، چاہے گرمی ہو یا سردی ہو یہ جو صفائی والا سہرا انسان نے کتے کے سر پر رکھ دیا ہے یہ مثال درست نہیں ۔ مگر کیا کہا جائے لوگ فوراً لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں بغیر سوچے سمجھے ۔ یہ بات درست نہیں کہ کوئی انہونی بات لوگوں میں مشہور کر دے جس بات کا کوئی سر پیر ہی نہ ہو اور انسان ایسی باتوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دے ۔ قربان جائیں اے انسان تیری سوچ پر ! اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اچھی سوچ سے نوازے ۔

اے انسان کہاں کتا اور کہاں کتے کی صفائی
تو نے ذرا نہ سوچا جب کتے کی مثال بنائی

میں کیوں اللہ اللہ کروں

جب دو آدمی لڑتے جھگڑتے ہیں تو وہ اپنے ہاتھوں اور منہ سے کیا سے کیا کر گزرتے ہیں ۔ یہ لڑائی جھگڑا نام ہی ایسا ہے جس کو سن کر ہر آدمی کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ جب کہ ایک اچھا بھلا عقل مند انسان غصے میں پاگلوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے اس وقت اسے کچھ پتا نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہا ہوں ۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ لڑائی جھگڑا کوئی اچھی چیز نہیں ہوتا کہ ایک اچھا بھلا انسان پاگل لگتا ہے ۔ پھر اس کے بعد اس کو پچھتاوا ہی پچھتاوا ہوتا ہے کہ میں اتنی سی بات میں کیا کیا کر گزرا ہوں ۔ جب جھگڑا ختم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ایک صاحب دوسرے صاحب کو یہ کہتا ہے اب تم یہاں سے چلے جاؤ یہاں سے، تو وہ خاموش کھڑا رہتا ہے ۔ پھر وہ غصے سے کہتا ہے ''سنا نہیں میں کتنی بار تمہیں بولوں کہ جاؤ یہاں سے'' وہ پھر بھی کھڑا رہتا ہے کچھ نہیں بولتا وہ پھر اسے کہتا ہے ''کیوں کھڑے ہو بھاگو یہاں سے ''وہ پھر بھی خاموش رہتا ہے جب وہ اسے یہ کہتا ہے '': جاؤ یہاں سے اللہ اللہ کرو '' تو وہ یہ سن کر سیخ پا ہو جاتا ہے کہ تو کون ہوتا ہے مجھے اللہ اللہ کرانے والا تم کرو اللہ اللہ میں کیوں اللہ اللہ کروں ۔ بڑا آیا ہے مجھے اللہ اللہ کرانے والا ،تو میرے سامنے آ میں دیکھوں کہ کون اللہ اللہ کراتا ہے ،تجھے پتا چل جائے کہ اللہ اللہ کس طرح ہوتی ہے ۔ پھر وہ کہتا ہے '': چل یار اللہ اللہ نہ کر مگر یہاں سے تو چلا جا '' تو وہ پھر خاموشی سے وہاں سے چلا جاتا ہے ۔

وہ ٹھیک ہی تو کہتا تھا کہ کسی کو کیا حق کہ وہ دوسروں کو کہے کہ تم اللہ اللہ کرو ۔ کسی کی مرضی ہو تو اللہ اللہ کرے ۔ کسی کی مرضی نہ ہو تو وہ اللہ اللہ نہ کرے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو معاف کرے ایسے الفاظ کہنے پر ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کرے کہ ہمارے منہ سے ایسے الفاظ نہ ہی نکلیں تو اچھا ہے ۔ مگر انسان ہے کہ غلطی کا پتلا ہے اس لیے اسے چاہئے کہ لڑائی جھگڑے پر اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگے اور توبہ کرے ۔ کیا جانے اسوقت انسان کے منہ سے کون سے الفاظ نکل گئے ہوں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توبہ بندے کی قبول کرنے والا ہے ۔ میری بھی لاکھ بار توبہ جو مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو مجھ ناچیز بندے کو اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے ۔ آمین!

جب تو انسان کسی سے جھگڑتا ہے تو ہوش اپنے کھو بیٹھتا ہے
تو اس وقت شیطان ظالم اعمال تیرے پر حملہ کرتا ہے

☆☆☆☆☆

مرد کی گرج ہی تو اصل پیار ہے عورت کے لئے

اکثر ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ جب مرد کام کاج کے بعد گھر آتا ہے تو اس کی بیوی فوراً اپنے میاں کی خدمت میں لگ جاتی ہے۔ بیوی اس لیے اپنے میاں کی خدمت نہیں کرتی کہ وہ اپنے میاں سے کچھ ڈرتی ہے بلکہ بیوی میاں کی اس لیے خدمت کرتی ہے کہ میرا میاں سارا دن کام کاج سے تھکا ہوا گھر آیا ہے اب میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں اپنے خاوند کی خدمت کروں۔ اگر خدمت میں کوتاہی ہو جاتی ہے تو خاوند اس وجہ سے بیوی پر گرجنے لگتا ہے کہ تو نے یہ کیوں نہیں کیا تو نے وہ کیوں نہیں کیا۔ تو اس وقت بیوی اپنے میاں کی وہ ڈانٹ ڈپٹ کو بڑے تحمل سے سنتی رہتی ہے۔ پھر اپنے میاں کو بڑے پیار سے کہتی ہے کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں یہ کام تو میرا ہی ہے میں نے ہی اسے کرنا ہے میں ابھی اسے کرتی ہوں۔ آپ خواہ مخواہ غصہ نہ کریں۔ بیوی اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے میاں کو راضی کر لیتی ہے کیونکہ بیوی کو پتا ہوتا ہے کہ میرا میاں گرجتا تو ہے مگر برستا نہیں۔ جب میاں کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو مرد بیوی سے کہتا کہ تو ایسے کام کیوں کرتی ہے جس سے مجھ کو غصہ آئے اور آپ پر اور مجھے گرجنا پڑے۔ آگے سے بیوی ہنس کر کہتی ہے کہ کبھی کبھی آپ کا گرجنا بھی مجھے اچھا لگتا ہے۔

اس طرح مرد تازہ رہتا ہے باسی نہیں ہوتا کیونکہ عورت کو مرد کی گرج میں ہی شجاعت نظر آتی ہے۔ اگر مرد گرجے گا نہیں تو اس میں شجاعت کہاں سے آئے گی۔ اس سے تو پھر گیدڑ ہی بہتر ہے۔ آپ نے بھی اکثر دیکھا ہوگا اپنے آس پڑوس میں کہ وہاں سے دونوں میاں بیوی کی کوئی آواز تک نہیں آتی تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ان میاں بیوی میں تو بڑا پیار محبت ہے اسی لیے تو یہاں سے کبھی گرجنے کی آواز نہیں آتی۔ کبھی تو پڑوسیوں کو جا کر دیکھنا پڑتا ہے کہ پڑوسی گھر پر ہی ہیں یا کہیں چلے تو نہیں گئے۔ جو یہ بات پوچھنے جاتا ہے تو اس سے دونوں میاں بیوی اس طرح باتیں کرتے ہیں جیسے کسی نے ان دونوں میاں بیوی کے پہلے منہ باندھے ہوئے تھے۔ پھر دونوں میاں بیوی خوب باتیں کرتے ہیں جیسے ہی وہ آدمی وہاں سے چلا آتا ہے تو پھر سے دونوں میاں بیوی میں خاموشی ہو جاتی ہے۔ میاں صاحب پھر سے بجھے ہوئے حقے کو سوٹے مارنے شروع کر دیتا ہے تاکہ بیوی سے بات نہ کرنی پڑ جائے اور بیوی بے چاری کوئی دوسرا کام شروع کر دیتی ہے اور یہی سوچتی ہے کہ کاش اس گھر میں کوئی درخت ہوتا تو میں اس سے شادی کر لیتی۔ کم از کم میں اس درخت کی چھاؤں تلے تو بیٹھتی اور دھوپ سے بچتی اس خاوند سے تو وہ درخت ہی بہتر ہوتا، میرے لیے وہ کچھ نہ کچھ تو سکھ دیتا۔

پہلی بات تو یہ ایسے میاں بیوی کے ہاں بچے مشکل سے پیدا ہوتے ہیں اگر بھولے سے ایک آدھ بچہ پیدا ہو بھی جائے تو وہ بھی ماں باپ کی خاموشی کی وجہ سے سارا دن باہر ہی گزارتا ہے پھر وہ شام ہی کو گھر آتا ہے۔ جس کو آس پڑوس والے ان کا یہ پیار محبت سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ان میں بڑا پیار ہے کہ کبھی آواز تک ہی نہیں آئی۔ ایسی بے چاری بیویوں کو تو گھر اور بچے ہی نہیں سنبھالنے پڑتے۔ ان

کو تو ساتھ ایسے خاموش خاوندوں کو بھی سنبھالنا پڑتا ہے جن کے منہ میں زبان تو ہوتی ہے مگر وہ بیوی سے بات بڑی مشکل سے کرتے ہیں اور دوسری طرف آس پڑوس میں دیکھتے ہوئے کہ جہاں سے آپ کو ہر وقت گرج چمک کی اکثر آوازیں آتی ہوں گی اور پڑوسی یہی سمجھتے ہیں کہ ان میاں بیوی میں کوئی پیار محبت والی بات ہی نہیں جو اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔

کبھی کسی نے اس بات پر بھی غور کیا ہے جو میاں اپنی بیوی پر اکثر گرجتا رہتا ہے انہی کے ہاں بچے بھی انگنت ہوتے ہیں۔ان میاں بیوی کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ بچے گھر میں کتنے ہیں اور گھر سے باہر کتنے ہیں۔اکثر میاں بیوی اپنے بچوں کے نام تک بھول جاتے ہیں آواز کسی اور بچے کو دینی ہوتی ہے اور دے کسی اور بچے کو دیتے ہیں۔ بیوی چاہے میکے روٹھ کر ہی جائے تو وہ آدھے بچے میاں کے پاس چھوڑ جاتی ہے کہ سب بچے مجھ سے نہیں سنبھالے جائیں گے کچھ تم بھی سنبھالو۔پھر آپ ہی بتائیں کہ میاں اگر اپنی بیوی پر گرجتا رہتا ہے اور دیکھنے میں ان میں کوئی پیار محبت بھی نظر نہیں آتا تو پھر یہ انگنت بچے کہاں سے آ گئے؟

میرے جاننے والے ہیں دو بھائی تو کسی نے ایک بھائی سے پوچھا کہ تم دونوں بھائیوں کے کتنے بچے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ''پچھتر کم سو ہیں '' بھائیو یہ مرد کی گرج ہی تو اصل پیار ہے عورت کے لئے ۔کبھی تو میاں بیوی کے پیار محبت کو عورت کی ماں یا بہنیں برباد کر دیتی ہیں۔جب دیکھتی ہیں کہ اس کا خاوند ہماری بیٹی یا بہن پر گرجتا رہتا ہے تو پھر وہ اسے کہتی ہیں کہ تو بھی اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا کر تو کیوں اس کی باتیں برداشت کرتی ہے۔اگر یہاں عورت کم عقل ہے تو پھر وہ بعد میں پچھتاتی بھی ہے پھر یہی کہتی ہے کہ میرے لیے تو میاں کی گرج ہی اچھی تھی جس گرج میں پیار محبت تھا۔میں نے تو خواہ مخواہ ماں بہنوں کی باتوں کو مان کر اپنے گھر کا سکون تباہ کر لیا۔میرا میاں مجھ پر گرجتا تو تھا مگر وہ برستا نہیں تھا یعنی میری ہر طرح کی دیکھ بھال بھی تو کرتا تھا اور مجھ سے پیار محبت بھی کرتا تھا۔اب تو لگتا ہے کہ میں اس گھر کی مالکن نہیں نوکرانی بن کے رہ گئی ہوں کاش کہ میں اپنی ماں بہنوں کی باتوں پر نہ جاتی اور آج مجھے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے اور میں اپنے میاں کے پیار محبت کو نہ کھوتی۔مگر اب پچھتاتے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔کیونکہ ماں بہنوں کی تو خالی زبان ہی ہلی تھی اور گھر بیٹی بے چاری کا تباہ کر دیا۔

جب ہم بچے ہوتے تھے تو والد صاحب باہر سے گھر آتے تو کسی بات پر وہ گرجنا شروع کر دیتے تھے تو ہم اس وقت والد صاحب کا غصہ دیکھ کر ادھر اُدھر چھپ جاتے تھے کہ والد صاحب کہیں غصہ میں ہم پر ہی نہ برس پڑیں تو والدہ صاحبہ انہیں کہتی کہ یہ کون سی بات ہے پریشان ہونے والی۔آپ نے تو اتنی سی بات پر بچوں کو ڈرا دیا ہے یہ کام میں ابھی کرتی ہوں۔تو والد صاحب غصے سے کہتے کہ یہ کام تم نے پہلے کیوں نہ کیا تو والدہ صاحبہ یہ کہتی ہیں ''میرے تو گھر میں اور بھی بہت سے کام ہوتے ہیں کیا میرا یہ ایک ہی کام تھا جو میں نے نہیں کیا''

پھر والد صاحب کا وہ گرجنا اور غصہ تھوڑی دیر کے بعد ٹھنڈا پڑ جاتا تھا۔جب عورت مرد کی گرج کو سمجھ جاتی ہے پھر تو وہ پریشان نہیں ہوتی۔کبھی مرد اپنی بیوی پر گرجتا ہے، کبھی باپ اپنے بچوں پر گرجتا ہے ،کبھی بڑا بھائی یا بہن اپنے چھوٹے بہن بھائیوں پر گرجتے ہیں، ان سب کا گرجنا پیار محبت کا گرجنا ہی تو ہوتا ہے نہ کہ دشمنی کے لئے گرجتے ہیں۔کبھی میں کسی بات پر خاموشی اختیار کر لیتا تھا تو میری بیوی کوئی ایسا اُلٹا کام کر دیتی جس سے میں گرجنے لگتا تو میری بیوی مجھ سے کہتی کہ آپ تو خواہ مخواہ گرجنے لگتے ہو میں

ابھی یہ کام ٹھیک کر دیتی ہوں ۔تو میں اسے کہتا کہ تم ایسا کام کیوں کرتی ہو جس سے مجھے غصہ آئے تو وہ یہ کہتی کہ تمہاری خاموشی مجھے اچھی نہیں لگتی اسی لیے مجھے کبھی کبھی ایسا کرنا پڑتا ہے آپ کی خاموشی سے بہتر ہے آپ کا گرجنا۔

ایک دفعہ میری بیوی کسی بات پر روٹھ کر اپنے میکے چلی گئی تو وہاں سے میری بیوی کی رشتہ دار عورت اور اس کی سہیلی ہمارے گھر آئیں تو میں نے بیوی کی سہیلی کو کہا کہ اب اسے میں یہاں بالکل آنے نہ دوں گا اگر وہ یہاں آئی تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ جب اس کی سہیلی اس کے پاس گئی تو اس نے میری بیوی کو بولا کہ اپنے گھر نہ جانا بھائی صاحب بہت غصہ میں تھے اس لیے تم گھر نہ جانا ورنہ وہ نہیں چھوڑیں گے تمہیں ۔تو میری بیوی نے اسے کہا کہ تیرا بھائی گرجتا تو ہے مگر وہ برستا نہیں میں اسے جانتی ہوں ،نہ تو اس نے آج دن تک میرے اوپر ہاتھ اٹھایا ہے اور نہ ہی اس نے آج دن تک میرے بارے میں منہ سے کوئی برا لفظ نکالا ہے ۔میں اس کے گرجنے کو سمجھتی ہوں ۔مگر اس کے باوجود اس کے ساتھ کیا ہوا جو میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ عورت کی بربادی یا تو اس کی ماں کرتی ہے یا اس کی بہنیں کرتی ہیں ۔میری بیوی کی ماں تو کب کی فوت ہو چکی تھی میری بیوی کی تباہی کرنے والے اس کے بھائی اور بہن تھے شاید اس کی ماں زندہ ہوتی تو وہ اپنی بیٹی کو تباہی سے بچا لیتی لیکن اصل قصور تو اس کا اپنا ہی تھا جس نے عقل سے کام نہ لیا اور دوسروں کی باتوں میں آ کر اپنی بھی اور ساتھ اپنی اولاد کی بھی تباہی کر ڈالی ۔اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی عورتوں کو صحیح عقل عطا فرمائے جو ہر چیز کو لے ڈوبتی ہیں ۔آمین!

یہ مرد حضرات گرجتے تو رہتے ہی ہیں
مگر یہ مرد حضرات برستے کم ہی ہوتے ہیں

☆☆☆☆☆

قوم کے خیر خواہ کون اور غدار کون!!!

اس پاکستانی قوم کے اصل خیر خوہ اور ایماندار کون لوگ ہیں؟ یہ میرا اپنا خیال ہے شاید آپ اس سے اتفاق نہ بھی کریں اس پاکستانی قوم کے وہ لوگ جن کو ہم کسان کہتے ہیں وہی اس پاکستانی قوم کے خیر خواہ ہیں۔جب صبح سویرے مرغ اذان دیتا ہے تو یہ کسان اپنی چار پائی کو چھوڑ دیتا ہے پھر اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کر کے کھیتی باڑی میں لگ جاتا ہے۔اس وقت اس مجاہد کسان کے دل میں صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ میں اپنی محنت سے حلال کی روزی کما کر کھاؤں اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں۔پھر یہ کسان اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی ملا کر صبح سے شام تک سارا دن اپنے کھیتوں میں کام کرتا رہتا ہے جس میں اس کسان کا ساتھ دھوپ، پیاس اور بھوک بھی دیتی ہے۔

یہ کسان اس وقت اپنے لیے ہی نہیں کھیتوں میں محنت مزدوری کرتا بلکہ یہ کسان تو اپنی پوری قوم کے لئے اپنے کھیتوں میں محنت مزدوری کرتا ہے جس سے یہ کسان اپنا ہی نہیں پیٹ پالتا بلکہ کسان تو پوری پاکستانی قوم کا پیٹ پالتا ہے۔چونکہ میں خود ایک کسان کا بیٹا ہوں اور میں خود بھی کھیتی باڑی کرتا رہا ہوں جس میں کسان کا ایک ایک دانا حلال کا ہوتا ہے اور یہ کسان سال میں کئی کئی فصلیں اُگاتا ہے جس سے وہ اپنی بھی اور ساتھ پاکستانی قوم کی ضرورت بھی پوری کرتا ہے جس میں نہ تو جھوٹ اور نہ ہی کوئی بے ایمانی نہ ہی کوئی دھوکا اور نہ ہی کوئی فریب ہوتا ہے۔

یہ ہے پاکستانی قوم کا خیر خواہ مجاہد کسان جو بڑی مشکل سے کھیتوں میں مزدوری کر کے روزی تلاش کرتا ہے۔

اے پاکستانی قوم کے مجاہد کسان ! تجھے پوری پاکستانی قوم کا سلام۔

دوسرے نمبر پر آتے ہیں پاکستانی قوم کے خیر خواہ مزدور جو صبح سویرے اپنی مزدوری کو نکل پڑتے ہیں۔کچھ کے پاؤں میں تو جوتا تک نہیں ہوتا اور کچھ کے گلے میں قمیص تک نہیں ہوتی اور ساتھ وہ رات کی پکی ہوئی روٹی پلے باندھ لیتا ہے۔پھر حلال کی روزی کمانے چل پڑتا ہے کبھی تو اس کو کئی کئی میل پیدل چل کر مزدوری کو جانا پڑتا ہے۔مگر وہ بڑے فخر سے مزدوری کو جا رہا ہے کہ میں حلال روزی کمانے جا رہا ہوں نہ تو میں چوری کرنے جا رہا ہوں اور نہ ہی میں کسی کا حق مارنے جا رہا ہوں اور نہ ہی میں اس طرح خدا رسول ﷺ کا نافرمان ہوں۔میں تو وہی کرنے جا رہا ہوں جس میں خدا رسول ﷺ کی رضا بھی ہے اور اس میں برکت بھی ہے۔

اگر کوئی مزدور ایک سو کماتا ہے تو وہ دوسروں کو پانچ سو کا فائدہ پہنچاتا ہے جس سے پوری قوم کو فائدہ ہوتا ہے اور ملک ترقی کرتا ہے اور جب مزدور شام کو تھکا ہوا گھر آتا ہے تو جو کچھ اسے کھانے کو ملتا ہے وہ کھا کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔نہ تو وہ اس وقت کسی سیاست دان کی طرح یہ سوچتا ہے کہ کل میں نے فلاں کو دھوکا دینا ہے اپنی مکاری سے یا کل فلاں سے دشمنی چکانی ہے۔ یا کل

میں نے کسی کو پولیس کے حوالے کرنا ہے وہ تو کھانا کھا کر بڑے آرام سے چار پائی پر جا کر لیٹ جاتا ہے کہ کل پھر میں نے مزدوری کو جانا ہے۔

چونکہ میں خود بھی مزدور ہوں اور میں مزدور کی حالت کو خوب جانتا ہوں کہ ایک مزدور کو روزی کے لئے کتنی محنت کرنا پڑتی ہے تب جا کہ دو وقت کی روٹی حاصل ہوتی ہے یہ ہے اس پاکستان کا خیر خواہ اور ایماندار مزدور، جس کی آج پاکستان میں کوئی قدر نہیں رہی کیونکہ کے وہ سیاست دانوں کی طرح گھر میں حرام نہیں لاتا ":اے قوم کے مزدور تجھے ساری قوم کا سلام۔ "

تیسرے نمبر پر آتے ہیں اس پاکستانی قوم کے خیر خواہ فوج کے مجاہد سپاہی، جب ایک ماں کا بیٹا فوج میں بھرتی ہوتا ہے تو وہ آ کر اپنی یہ خوشخبری سناتا ہے کہ اماں میں فوج میں بھرتی ہوگیا ہوں۔ تو ماں بیٹے کو یہ کہتی ہے کہ بیٹا تو قوم ملک کی خاطر فوج میں جا رہا ہے یہ نہ ہوکہ تو دشمن کے سامنے اپنی پیٹھ دکھائے۔ اگر بیٹا تو نے ایسا کیا تو میں تجھے دودھ نہیں بخشوں گی۔ تو بیٹا ماں کو کہتا ہے کہ ماں یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ تیرا بیٹا دشمن کو اپنی پیٹھ دکھائے جب کبھی ایسا وقت آیا تو تو دیکھنا کہ تیرے بیٹے کے سینے پر تو زخم ہوں گے مگر تو بیٹے کی پیٹھ پر کوئی زخم نہیں دیکھے گی۔

ایک سپاہی قوم ملک کے لئے کرتا بھی یہی ہے۔ چونکہ میں خود بھی فوج میں رہا ہوں جانتا ہوں کہ ایک سپاہی سارا دن کام کرتا ہے اور رات کو وہ پھر پہرہ بھی دیتا ہے جب کوئی جرنیل حکم دیتا ہے تو وہ حکم چلتا چلتا ایک سپاہی بے چارے پر آن پڑتا ہے کبھی تو اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی سپاہی کی ماں بیمار ہو جائے تو اس سپاہی کو چھٹی تک نہیں ملتی۔ ایک فوجی جوان نے مجھے بتایا کہ جب ہم بنگال میں لڑ رہے تھے اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے تو اچانک ہمیں حکم ہوا کہ تم اپنے ہتھیار ہندوؤں کے سامنے ڈال دو تو ہم فوجی جوانوں نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم فوجی لڑ کر تو مر سکتے ہیں مگر ہندوؤں کے سامنے ہم ہرگز ہتھیار نہیں ڈالیں گے مگر ہمارے فوجی افسروں نے ہماری ایک بھی نہ سنی اور ہمیں حکم دیا کہ تم کو اپنے ہتھیار ڈالنے ہی پڑیں گے۔ پھر کیا ہوا بھائی جان! اس بے غیرتی پر ہم فوجی جوان خوب روئے جیسے آج ہم سب کی مائیں فوت ہوگئی ہیں لیکن ہم کو حکم ماننا ہی پڑا اب آخر۔

اس پاکستانی قوم کے سب سے بڑے وہ ہیں وہ کون جن کو ہم سیاستدان کہتے ہیں جن میں تو کچھ عام لوگ بھی ہیں اور ان میں کچھ مذہبی سیاستدان بھی ہیں اور ان میں کچھ پیر صاحبان بھی ہیں آج کے سیاست دان کو اگر ہم سیاستدان کہیں تو یہ کفر نہ سہی مگر یہ کبیرہ گناہ ضرور ہے کیونکہ سیاست کا معنی ہے قوم کی امانت کو سنبھالنے والے اور پھر اس امانت کو قوم کی طرف لوٹانے والے۔ کیا آج کا سیاست دان یہی کر رہا ہے؟ ہرگز نہیں! تو پھر ان کو سیاستدان نہیں چور، ڈاکو، بدمعاش، لٹیرے، دھوکے باز، فریبی اور قوم کے غدار تو کہا جاسکتا ہے مگر ان کو سیاستدان یا ایماندار نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تو اسی طرح ہوا کہ بعض مذہبوں والے یہ کہتے ہیں کہ پتھر بھی روزی دیتے ہیں تو ہم مسلمان اس کو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کفر ہے اور جو قوم کے بد دیانت ہوتے ہیں ان کو ہم سیاستدان کہہ دیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے سیاستدان سیاست میں آتے کیوں ہیں؟ حالانکہ یہ بے چارے سیاست دان ہوتے ہی نہیں، ان کے تو دل دماغ میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر میں الیکشن میں دس کروڑ لگاؤں گا تو اس سے میں تیس کروڑ ضرور کماؤں گا۔ ساتھ میں اپنے دشمنوں سے چن چن کے بدلے چکاؤں گا۔ اس وقت نہ تو اس سیاست دان کے دل میں کوئی قوم ہوتی ہے اور نہ ہی ملک، یہ تو خالی قوم کو دھوکا دینے

آتے ہیں۔ دکھ تو اس وقت ان پر ہوتا ہے جب یہ ناپاک جھوٹے سیاستدان باتوں باتوں میں حضور پاک ﷺ کے صحابہ کی مثالیں دینا شروع کر دیتے ہیں اور فعل ان کے منافقوں جیسے ہوتے ہیں۔

یہ ہیں ہماری پاکستانی قوم کے بددیانت سیاستدان۔ ہمارے مذہبی سیاستدان قاضی حسین احمد جماعت اسلامی والے، ہیں تو وہ امریکہ کے سب بڑے دشمن مگر ان کی اولاد امریکہ میں ہی پڑھتی ہے اور کاروبار بھی امریکہ ہی میں کرتی ہے۔ ویسے تو پاکستان میں اور بھی بہت سے قاضی حسین احمد ہیں جو باہر سے تو یہودیوں اور عیسائیوں کے دشمن ہیں اور اندر سے یہ ان کے غلام ہیں جنہوں نے ضیا کے دور میں خوب ڈالر کمائے تھے اور امریکہ کا ہر حکم سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اور یہ مذہبی رہنما جو بیان دیتے ہیں امریکہ کے خلاف یہ تو اپنی قوم کو دھوکہ دینے کے لئے دیتے ہیں۔ یہ وہ مولوی حضرات ہیں جنہوں نے روس کے خلاف یتیم غریب بچوں کو مروایا ہے جو ان کے درسوں میں پڑھتے تھے کہ تم اللہ کے نام پر جہاد کر رہے ہو اور ان بچوں کے بدلے یہ مولوی امریکہ سے ڈالر کماتے رہے ہیں اور بچے یہ غریبوں کے مرواتے رہے ہیں اور ان کے والدین کو یہ تک نہ بتایا کہ تمہارے بچے کہاں ہیں اور ان سیاسی مولویوں نے انہی ڈالروں سے اپنے بچوں کو امریکہ میں کاروبار بنا کے دیئے ہوئے ہیں جو آج امریکہ میں سیٹ ہیں اور غریبوں کے بچوں کو یہ کہتے رہے ہیں کہ اگر تم لڑ کر شہید ہو گئے تو تمہیں اللہ جنت دے گا اور اپنے بچوں کو انہوں نے امریکہ میں جنت خرید کر دے رکھی ہے ان یتیم غریب بچوں کے بدلے میں جو انہوں نے روس کے خلاف مروائے تھے۔

یہ ہے ان پاکستانی مولویوں کا دین جو چند کوڑیوں کی خاطر دن رات عوام سے جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ اب تو ان سیاسی مولویوں کی باتوں پر کسی کو کوئی اعتبار ہی نہیں رہا۔ یہ وہ مولوی ہیں جو اب پوری قوم کو دھوکا دے رہے ہیں۔ دینی و دنیاوی دونوں طرف سے کہتے یہ کچھ اور ہیں اور کرتے یہ کچھ اور ہیں۔ یہ مولوی کچھ دین کے مولوی ہیں اور کچھ پاکستان اور کچھ یہ فرقوں کے مولوی ہیں اور ان میں کچھ دہشت گرد مولوی بھی ہیں اب تو ان مولویوں کا پاکستان میں سیلاب آیا ہوا ہے۔

اور دوسرے نمبر پر آتے ہیں پاکستانی قوم کے محافظ جرنیل جن کے بھروسے پر پوری قوم ہوتی ہے کہ جب تک یہ محافظ ہیں نہ تو ہمیں کوئی بیرونی خطرہ ہے اور نہ ہی ہمیں اندرونی خطرہ ہے کیونکہ قوم اپنی کمائی ان پر بے دھڑک خرچتی ہے ان پر قوم کا کروڑوں روپے خرچ ہوتا ہے تب جا کے ایک جرنیل تیار ہوتا ہے جن کے لئے قوم کو بھوکا پیاسا بھی رہنا پڑتا ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ جرنیل ہمارے اور ہمارے ملک کے محافظ ہیں یہ قوم کا خیال ہوتا ہے اسی لیے قوم ان پر اپنی کمائی لٹاتی ہے اور یہ ہیں قوم کے جرنیل جو پڑھتے بھی یورپ میں ہیں یا امریکہ میں پھر ان کی ٹریننگ بھی انہی ملکوں میں ہوتی ہے پھر ان ملکوں کی رنگ رلیاں ان جرنیلوں کے دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہیں پھر یہ جرنیل نہ تو'' ہنس ''رہتے ہیں اور نہ ہی یہ ''کوا ''، آدھا تیتر آدھا بٹیر رہ جاتے ہیں پھر ہر وقت ان کے دماغوں میں ان ملکوں کی عیاشیاں ہی رہتی ہیں۔ چونکہ میں خود یورپ میں رہتا ہوں اس لیے ان کے حالات کو جانتا ہوں پھر ان جرنیلوں کی ایک سوچ ہوتی ہے کہ دولت کماؤ اور عیاشی کرو۔ پھر آئے دن یہ جرنیل یورپ میں یا امریکہ میں ہوتے ہیں نہ اس وقت ان کے دماغوں میں قوم ہوتی ہے اور نہ ہی ملک ہوتا ہے۔

یہ کل کی بات ہے اور اس بات کو پوری قوم جانتی ہے جب ان جرنیلوں نے بنگال کے اندر ہندوؤں کے سامنے اپنے ہتھیار

ہی نہیں ڈالے تھے ان جرنیلوں نے ہندوؤں کے سامنے اپنی گردنیں بھی جھکائی تھیں جس کو پوری دنیا نے ٹیلی ویژن پر دیکھا تھا کہ یہ ہیں پاکستانی قوم کے جرنیل ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لڑکر اپنی جانیں قربان کر دیتے، اپنا، قوم کا، ملک کا اور مسلمانوں کا نام روشن کر جاتے اور شہید یا مجاہد کہلاتے نہ کہ قوم کے غدار جنہوں نے پوری قوم کا ہندوؤں کے سامنے سر جھکا دیا۔ یہ ہیں قوم ملک کے جرنیل!

اور تیسرے نمبر پر آتے ہیں پاکستانی قوم کے وہ قانون دان جن کو ہم جج یا مجسٹریٹ کہتے ہیں قوم انہیں اپنے خون پسینے کی حلال کی کمائی سے اس لیے پالتی ہے کہ یہ ہمیں انصاف دلائیں گے ۔جج ہو یا مجسٹریٹ ہو لیکن آج یہ جج مجسٹریٹ جو بھی ہیں قوم کو کس طرح کا انصاف دے رہے ہیں ایک آدمی وہ ہے جو دن دہاڑے ڈاکے ڈالتا ہے، ایک آدمی وہ ہے جو بچے اغوا کرتا ہے، لوگوں کی عزتیں خراب کرتا ہے اگر ان کے پاس کوئی سفارشی ہو اور ساتھ جج یا مجسٹریٹ صاحب کو چائے پانی بھی پہنچ جائے تو یہ سب مجرم باعزت بری ہو جاتے ہیں ۔ دوسری طرف اگر پولیس والوں نے کسی کے کہنے پر جھوٹا کیس بنا دیا تو پھر وہ بے چارہ جیل ہی میں گلتا سڑتا رہتا ہے ۔ نہ تو یہ قانون کے محافظ اس بے چارے کی ضمانت قبول کرتے ہیں اور نہ ہی جج اس کا کیس سننے کو تیار ہوتے ہیں وہ اس لیے کہ اس کے پاس نہ تو کوئی سفارش ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی چائے پانی ہوتا ہے جو دے کے جان چھڑائے ۔ یہ ہے ہمارے قانون دانوں کا قوم کے ساتھ سلوک، اب تو سننے میں آیا ہے کہ ہمارے پاکستان میں عدالتیں آزاد ہوگئی ہیں کیا پاکستان میں پہلے عدالتیں غلام تھیں جو اب آزاد ہوگئی ہیں؟ ہاں پہلے عدالتوں میں رشوت چوری چھپے لی جاتی تھیں اب تو سنا ہے کہ عدالتوں کے باہر رشوت کے بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ فلاں کیس کی اتنی رشوت اور فلاں کیس کی اتنی رشوت اگر کوئی رشوت کیش دے تو رشوت کا ریٹ کم بھی ہوسکتا ہے کیونکہ چیک کی حالت میں خطرہ بھی ہوسکتا ہے ۔اس کام کے لئے ہم سے خود ملیں یہاں کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ۔

پھر تعلیم اور اساتذہ کا درجہ ہے ۔ اگر سکول ہے تو وہاں کوئی استاد ہی نہیں اگر استاد ہے تو اس بے چارے کو کئی کئی ماہ کی تنخواہ ہی نہیں مل رہی اور بچے ہیں کہ بے چارے سردی ہو یا گرمی ہو وہ نیچے زمین پر ہی بیٹھتے ہیں جس کی وجہ سے اکثر بچے بیمار رہتے ہیں ۔ مگر ان قوم کے ٹیکس پر پلنے والوں کو کیا کہوں کہ حکومت کی طرف سے انہیں جو سکول کا فنڈ ملتا ہے اس سے یہ اپنی کوٹھیاں اور محل بناتے ہیں ۔

یہی حال قوم کے دوسرے اداروں کا ہے جو جس ادارے کا حاکم ہے وہ اسے لوٹ رہا ہے جیسے یہ مال قوم کا نہیں غیروں کا ہے اگر کوئی اپنے گھر کو خود ہی لوٹنا شروع کر دے تو وہ گھر کب تک آباد رہے گا پھر اس گھر میں آنے والی نسلیں کہاں بسیرا کر سکیں گی؟ جب کہ ملک کو تباہ کرنے والے کوئی اور نہیں ان کے اپنے ہی تھے ۔ خدارا! اس ملک کی قدر کرو یہ بات ہم جیسے پردیسیوں سے پوچھو کہ ہم یہاں سالہا سال سے رہ رہے ہیں مگر آج بھی ہم اپنے ملک قوم کو نہیں بھول پا رہے کیونکہ اپنا ملک اپنا ہی ہوتا ہے ۔ جو شخص قوم کے ساتھ بددیانتی کرتا ہے اس کا انجام بھی بالآخر خراب ہی ہوتا ہے ۔ یہ قدرتی بات ہے اب قوم ہی بتائے کہ ان میں ملک اور قوم کے خیر خواہ کون ہوئے؟؟ اس ملک اور قوم کے غدار کون ہوئے؟ یہ فیصلہ تو قوم نے ہی کرنا ہے ۔میں نے تو اپنا خیال ہی ظاہر کیا ہے ان سیاستدانوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو قوم کے امانتدار ہیں، ان جرنیلوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو قوم کے محافظ ہوتے ہیں ،ان قانون دانوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم قوم کو انصاف دلاتے ہیں ۔اسی طرح بیوروکریٹ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم تو قوم کو نوکریاں دلاتے ہیں صحت دلاتے ہیں تعلیم دلاتے ہیں ان

سب بیوروکریٹوں کو پاکستانی قوم اپنی خون پسینے کی کمائی سے پال رہی ہے۔ان صاحبان کا تو اوڑھنا بچھونا سب کا سب حرام سور کا ہوتا ہے مگر یہ صاحبان ساتھ نمازیں، روزے، حج بھی کرتے جارہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس حرام سے یہ زکوٰۃ، صدقہ ،خیرات بھی نکالتے رہتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی فوجی افسر ہو، چاہے وہ قانون دان ہو، چاہے وہ کوئی بیوروکریٹ ہو ان سب کی بیماریوں کا علاج ملک کے اندر ہونا چاہیئے اگر یہ لوگ کسی باہر کے ملک سے علاج کرائیں بھی تو ان کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہونا چاہیئے۔علاج تو علاج یہ تو قوم کے پیسوں سے حج تک کرتے ہیں جو سراسر حرام ہے کیونکہ اس پیسے پر غریبوں کا حق ہوتا ہے اگر حکومت کے بیوروکریٹ ،آفیسر یا سیاستدان اپنے چیک اپ کے لئے کسی باہر کے ملک جائیں بھی تو حکومت ان سے پانچ لاکھ ٹیکس لے اگر یہ علاج کروانے جائیں تو ان لوگوں سے دس لاکھ ٹیکس لیا جائے۔ جب یہ لوگ عیاشی کرنے کے لئے باہر کے ملک جاتے ہیں تو وہاں سے یہ لوگ کوئی نہ کوئی بیماری کے علاج کا سرٹیفکیٹ بھی بنوالاتے ہیں۔ پھر یہ دھوکے باز حکومت سے لاکھوں رقم وصول کرتے ہیں جو اس پاکستانی غریب عوام کا ہوتا ہے۔اور نہ ہی ان کا کوئی مذہب ہوتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس پاکستانی قوم اور عوام پر اپنا فضل کرم کرے۔آمین!

اس قوم کو لے ڈوبی ہے ان لٹیروں کی غداری
جنہوں نے آج مٹائی ہے دنیا میں پہچان ہماری

”میں “اور کون سی ”میں“

یہ بات ہم لوگوں میں بہت مشہور ہے اور ہر انسان اس کی مثال بھی دیتا رہتا ہے کہ بکری یا بکرا جب ”میں “ کرتے ہیں تو ان کے گلے پر چھری چلائی جاتی ہے ان کے میں کرنے پر۔کیا دوسرے جانور جو حلال ہیں وہ بھی” میں“ ہی کرتے ہیں جو ان کی گردنوں پر چھری چلائی جاتی ہے ؟ہر گز نہیں! پھر تو بکری بکرا بھی تو حلال ہیں دوسرے جانوروں کی طرح ،جس طرح دوسرے جانوروں کو حلال سمجھ کر ان کے گلوں پر چھری چلائی جاتی ہے اسی طرح بکری بکرا کو بھی حلال سمجھ کر ان کے گلوں پر چھری چلائی جاتی ہے نہ کہ بکری بکرے کے ”میں “ کرنے پر ان کے گلوں پر چھری چلائی جاتی ہے پھر یہ فضول سی مثال انسان نے بکری بکرے پر کیوں بنا ڈالی ہے؟

یہ بکری بکرے کی ”میں “میں انسان کو کہاں پر تکبر نظر آیا ہے جب کہ دوسرے جانوروں کو بھی جو حلال ہیں اسی طرح ان کے گلوں پر چھری چلائی جاتی ہے کیا وہ جانور بھی ”میں “ہی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے گلوں پر چھری چلائی جاتی ہے؟ جواب ہے نہیں! کاش کہ بکری بکرے کی ”میں “ کو یہ انسان سمجھ جاتا کہ بکری بکرے کی” میں “اصل میں ہے کیا !

ہر ”میں “میں تکبر نہیں ہوتا جس طرح بکری بکرے کی ”میں “میں تکبر نہیں ہے پھر تو دوسرے جانور جو حلال ہیں وہ تو ”میں “نہیں کرتے پھر انسان ان کے گلوں پر چھری کیوں چلاتا ہے؟ اس بات کا اس انسان کے پاس کوئی جواب ہے جس نے یہ بکری بکرے پر مثال بنا ڈالی ؟ میرے خیال میں تو اس بات کا کوئی جواب نہیں جو وہ دے پائے۔ ”میں “بھی تو کئی طرح کی ہوتی ہیں جو بکری بکرے کی ”میں “ ہے یہ تو عاجزی والی ” میں “ ہے نہ کہ تکبر والی ” میں “ ہے۔

دراصل بات سمجھنے کی ہوتی ہے بکری بکرے کی ”میں “ کو تو اس انسان نے خواہ مخواہ اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کر دیا ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اے انسان میں نے تیرے لیے کچھ جانور حلال کر دیئے ہیں جن سے تم فائدہ اٹھا سکو۔ وہ فائدے کون کون سے ہیں؟ کچھ تو وہ جانور ہیں جن کو انسان مال برداری اور سواری کے لئے استعمال کرتا ہے اور دوسرے فائدے بھی اٹھاتا ہے۔اور کچھ جانور وہ بھی ہیں جن کا انسان دودھ پیتا ہے ، ان کی اون استعمال کرتا ہے اور ان کا گوشت بھی کھاتا ہے اور انہی جانوروں میں ہیں بکری اور بکرا بھی جن کا انسان دودھ بھی پیتا ہے اور ان کی اون اور کھال بھی استعمال کرتا ہے اور ان کا گوشت تک کھاتا ہے۔

یہ انسان نے جو بات بنا رکھی ہے کہ بکری بکرے کی ”میں “نے انہیں مروایا ہے اور اس لئے ان کے گلوں پر چھری چلائی گئی ہے۔کیا اگر بکری بکرا ” میں “نہ کرتے تو ان کے گلوں پر چھری نہ چلائی جاتی؟ یہ کیسی فضول سی بات بنائی ہے انسان نے۔اصل

میں بکری بکرے کی ''میں ''بھی اسی طرح کی '' میں ''ہے جس طرح مسلمان حج یا عمرے کو جاتے ہوئے یہ الفاظ کہتے ہیں ''اَللّٰھم لَبَّیک اے اللہ تبارک وتعالیٰ میں تیرے گھر کی حاضری دینے آ رہا ہوں۔جب پہنچ جاتے ہیں تو پھر یہ کہتے ہیں اے اللہ تبارک وتعالیٰ لَبَّیک اَللّٰھُمَّ لَبَّیک اے اللہ میں تیرے گھر میں حاضر ہوں تو میری اس حاضری کو قبول فرماتے تو آپ ہی بتائیں اس میں بھی ''میں ''آتی ہے؟

اور یہ ایک مسلمان کی کتنی پیاری مبارک '' میں ''ہے جس '' میں ''کے کہنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مسلمان کے کبیرہ وصغیرہ گناہ معاف کر دیتا ہے۔آپ ہی بتائیں کہ یہ بھی تو ایک ''میں ''ہے جس '' میں ''کے کرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہوتا ہے اس لیے ہر '' میں ''بری نہیں ہوتی۔اسی طرح بکری بکرا بھی انسان کو یہ کہتا ہے کہ ''اے انسان! میں حاضر ہوں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تیری خاطر ہی پیدا کیا ہے اب جو تیرے جی میں آئے میرے ساتھ کر ''جس بکری بکرے کی '' میں ''کو اس انسان نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

بعض '' میں ''بھی انسان کو تار دیتی ہے یعنی اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بندہ ہوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا غلام ہوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں یا یہ کہتا ہے میں نبی پاک ﷺ کا امتی ہوں ،میں نبی پاک ﷺ کا غلام اور خادم ہوں۔ ''میں ''اس طرح کی بھی انسان کو تار دیتی ہے جب انسان یہ کہتا ہے کہ میں حسین ہوں یا میں دولت مند ہوں یا یہ کہتا ہے کہ میں بڑا طاقتور ہوں اگر انسان کی اس ''میں ''میں تکبر نہیں وہ اس لیے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سب کچھ میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجھے عطا ہوا ہے۔تو اس ''میں ''میں تو بڑی برکت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے جب میں تجھے کوئی نعمت عطا کروں تو تو میری ان نعمتوں کا دوسروں کے آگے ذکر بھی کیا کر۔پھر آپ ہی بتائیں کہ اس ''میں ''میں خرابی کون سی ہوئی ہاں کچھ '' میں ''میں بھی خرابیاں ہوتی ہیں وہ اس طرح کہ کوئی انسان فخر سے یہ کہتا ہو کہ میں تو بڑا عبادت گزار ہوں اور میں نے اتنے حج کئے ہیں یا یہ کہے کہ میں تو بڑا صدقہ خیرات کرنے والا ہوں۔بعض دفعہ تو یہی ''میں ''انسان کو لے ڈوبتی ہے اگر کسی کی '' میں'' میں عاجزی ہو تو وہ '' میں ''اسے مبارک ہو۔اگر کسی کی '' میں''میں تکبر ہو جائے وہ انسان کتنے ہی اچھے کام کیوں نہ کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگے یہ ہے '' میں ''کا فلسفہ۔

''میں ''شداد ، فرعون ، ہامان قارون ، ابوجہل جیسی نہ ہو'' میں''
''میں '' لبیک اَللّٰھُمَّ لَبَّیک والی ہو تو کیا ہی پیاری ہے '' میں''

☆☆☆☆☆

پڑوسی اور ہم سب کے

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو نیک اور اچھے پڑوسی مل جاتے ہیں وہ تو یہی جانتے ہیں کہ جیسے انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا ہی میں جنت عطا فرمادی ہے کیونکہ اچھے پڑوسی اپنے پڑوسیوں کا ہر طرح کا خیال رکھتے ہیں۔ جیسے یہ سب ایک ہی قبیلے کے لوگ ہیں۔ کبھی ایک پڑوسی کو دور دراز اپنے رشتے داروں کے ہاں کسی خوشی غمی میں جانا پڑے تو وہ اپنے پڑوسی کو اپنے گھر کی چابیاں تک دے جاتے ہیں کہ آپ نے ہمارے گھر کی دیکھ بھال کرنا ہوگی جب تک ہم واپس نہیں آجاتے۔ یہاں تک کہ پڑوسی پڑوسی کے گھر کی ہی نہیں بلکہ ان کے مال مویشیوں کی بھی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں یہ مثال بھی دی جاتی ہے کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اسی طرح جب دوسرے پڑوسی کے ہاں بھی کوئی خوشی ہو یا غمی ہو تو پڑوسی مرد عورتیں سب مل کر پڑوسی کا کام کر رہے ہوتے ہیں جیسے یہ ان کا اپنا ہی کام ہے۔ اگر غمی والی کوئی بات ہو جائے تو پڑوسی پڑوسیوں کے چھوٹے بچوں تک کو سنبھالتے ہیں۔ ساتھ ان کے مہمانوں کو بھی سنبھالتے ہیں اور اسے اپنا فرض سمجھتے ہیں اگر خوشی والی کوئی بات ہو تو بھی پڑوسی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں کہ پڑوسی کو کوئی کمی محسوس نہ ہو تاکہ وہ اپنا کام اچھی طرح نباہ سکے۔ یہاں تک کہ اگر ایک پڑوسی نے کوئی اچھا کھانا بنایا ہو تو وہ اپنے پڑسیوں کا بھی اس میں سے حصہ نکالے گا اور یہ سلسلہ دونوں طرف سے چلتا رہتا ہے۔ اس بہانے دونوں پڑوسیوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے یہاں تک کہ دونوں پڑوسیوں کے بچوں میں بھی بڑا پیار محبت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی وجہ سے بچے لڑ بھی پڑیں تو پڑوسی اپنے ہی بچے کو ڈانٹے گا چاہے قصور پڑوسی کے بچے کا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ بچوں کی وجہ سے ہم پڑوسیوں میں کوئی پھوٹ پڑے۔ کیونکہ بچوں کا کیا یہ تو صبح لڑتے ہیں اور شام کو ایک ساتھ کھیلنے لگتے ہیں۔ پھر اس طرح پڑوسی اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ایک دوسرے کی صفتیں کرتے تھکتے نہیں اور ایک دوسرے کے لئے دعائیں ہی کرتے رہتے ہیں اگر کوئی چھوٹی موٹی بات ہو بھی جائے تو وہ اسی وقت اس غلط فہمی کو دور کر دیتے ہیں۔ بات کو بڑھنے ہی نہیں دیتے اگر کوئی ان میں سے بیمار ہو جائے تو وہ سب مل بیٹھتے ہیں تو بیمار کو اپنی بیماری یاد ہی نہیں رہتی اور بیمار کی آدھی بیماری جاتی رہتی ہے۔ پھر دونوں طرف سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کتنے اچھے پڑوسی نصیب کئے ہیں۔ یہ اس ذات پاک کا شکر ہے کہ ہم پرسکون زندگی گزار رہے ہیں اور ایک دوسرے کا بھلا مانگ رہے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک جو ہوتے ہیں چاہے وہ دونوں پڑوسی غریب ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کی زندگی بڑی پرسکون گزر رہی ہوتی ہے۔

کچھ پڑوسی اس طرح کے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس سب کچھ تو ہوتا ہے مگر پڑوسیوں کی وجہ سے اسے کوئی چین سکون نصیب نہیں ہوتا وہ اسی فکر میں رہتا ہے کہ خدا جانے کس وقت کیا ہو جائے اور یہی حال دوسرے پڑوسی کا بھی ہوتا ہے کہ کب میرے ساتھ کوئی وار ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ سارا دن دونوں پڑوسی کام کاج میں لگے رہتے ہیں اور رات دونوں کو سونا نصیب نہیں ہوتا کہ اگر میں سو گیا تو پڑوسی آ کے میرے اوپر کوئی وار نہ کر جائے اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں ان کا جھگڑا رہتا ہے۔ ہر وقت وہ ایک دوسرے کو

گھورگھور کر دیکھتے ہیں۔کبھی تو چھوٹے بچوں کی وجہ سے دونوں پڑوسیوں میں لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے تو دونوں پڑوسی خوب ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ایسے پڑوسی ہر وقت ایک دوسرے کے لئے عذاب بنے رہتے ہیں اور ہر وقت ہی ایک دوسرے کو کوستے رہتے ہیں کہ کیا مصیبت ہے ہمارے لیے۔نہ دن کو سکون نہ رات کو کوئی چین۔دونوں ہی ایک دوسرے سے پریشان رہتے ہیں بہانے بہانے سے ایک دوسرے پر اٹیک کرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو بد دعائیں دیتے رہتے ہیں۔اگر ایک پڑوسی کے ہاں کوئی خوشی والی بات ہو تو دوسرا پڑوسی کی خوشی پر جلتا رہتا ہے کہ پڑوسی خوشی کی بجائے مصیبت میں رہے تاکہ ہمیں بھی سکھ کا سانس مل سکے۔ اسی طرح دونوں پڑوسی ایک دوسرے سے خواہ مخواہ جلتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو لوگوں کے سامنے بدنام کرتے رہتے ہیں۔اب تو یہ چیز بھائیوں کے اندر بھی آ گئی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو تو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اپنی ماں جائے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی سوچ رہتی ہے کہ کس طرح ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں۔اس چیز میں اکثر عورتوں کا ہاتھ زیادہ ہوتا ہے جو دو بھائیوں میں دشمنی ڈلواتی ہیں جو ایک دوسرے کے پڑوسی ہوتے ہوئے بھی دشمن بن جاتے ہیں پھر دونوں دوسروں کے آگے ایک دوسرے کی بدخوئیاں (برائیاں(کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے دشمنی اور بھی بڑھ جاتی ہے پھر دونوں ہی حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

دو بھائی بھی جو ایک دوسرے کے پڑوسی بھی تھے ان کی بیویوں میں اکثر جھگڑا ہی رہتا تھا ان دونوں بھائیوں کا صحن بھی ایک ہی تھا پھر کیا ہوا کہ ان عورتوں کی وجہ سے جو اکثر بہانے بہانے سے لڑتی رہتی تھی آخر انہوں نے صحن کے اندر دیوار بنا ڈالی اور اس طرح دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔پھر وہی عورتیں آہستہ آہستہ دیوار کے اوپر سے ایک دوسری سے باتیں بھی کر لیتیں اور ایک دوسری سے چیز لے بھی لیتیں اور دے بھی دیتیں۔ایک دن ایک بھائی نے کہا کہ تم نے یہ دیوار بنا کر ہم دونوں بھائیوں کو جدا کرنے کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے اور تم نے پھر سے ایک دوسری کو دیوار کے اوپر سے ملنا جلنا شروع کر دیا ہے اور ہم دو بھائیوں کو جدا کر دیا ہے۔ہمارے ہاں دو عورتیں تھیں جو ایک دوسری کی پڑوسن تھیں ان کی، ہر روز، گلی کے دو پتھروں کی وجہ سے لڑائی رہتی۔ ایک کہتی یہ پتھر میری دیوار کے ساتھ تھے اور تم نے انہیں اٹھا کر اپنی دیوار کے ساتھ رکھ دیا ہے۔بس اسی بات پر دونوں میں لڑائی رہتی۔جب دوسری عورت کو موقع ملتا وہ ان پتھروں کو اٹھا کر اپنی دیوار کے ساتھ رکھ دیتی پھر دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی سارا دن یہی کچھ رہتا ان دونوں میں، جو ایک دوسری کے لئے عذاب بنی ہوئی تھیں۔

ایسی عورتیں آپ کو گلی محلے میں اکثر مل جاتی ہیں جن کا کام ہی لڑائی جھگڑا کرنا ہوتا ہے۔جب تک وہ کسی سے لڑ نہ لیں تب تک انہیں چین نہیں آتا۔ایسی عورتوں سے محلے کی عورتیں دور ہی رہتی ہیں کہ خواہ مخواہ یہ عورت ہمارے گلے نہ پڑ جائے۔میاں بیوی بھی تو ایک دوسرے کے پڑوسی بنتے ہیں شادی کے بعد ،اگر میاں بیوی دونوں اچھے کردار اور اچھی سوچ کے مالک ہوں تو وہ اپنی زندگی کو دنیا میں ہی جنت بنا لیتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے اچھے پڑوسی ثابت ہوں گے اور ان کے بچوں میں بھی بڑا پیار محبت ہوتا ہے اور وہ اپنی زندگی بڑے مزے سے گزارتے ہیں اگر خدانخواستہ ایک مرد عورت میں کسی طرح شادی تو ہو جاتی ہے مگر دونوں کے خیالات ایک دوسرے سے نہیں ملتے پھر وہ اچھے پڑوسی ثابت نہیں ہوتے تو ان کی بنی بنائی زندگی عذاب بن کے رہ جاتی ہے۔جو بات بات پر ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔پھر ان کے بچوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے جو ان کے ماں باپ کی ہوتی

ہے۔ اللہ کرے ایسے پڑوسی نہ ہی کوئی بنیں یہی اچھا ہے ورنہ ایسے پڑوسیوں کا زندگی میں برا حال ہوتا ہے۔ پڑوسی تو ملک بھی ایک دوسرے کے ہوتے ہیں جو ملک اچھے پڑوسی ہوں ان ملکوں کے تو وارے نیارے ہو جاتے ہیں وہ اس طرح کہ اگر کسی پڑوسی ملک کے ہاں کوئی قدرتی آفت آ بھی جائے تو پڑوسی ملک اس کی بھرپور مدد کرے گا اور اس ملک کی آدھی مصیبت کو بانٹ لے گا اور جتنا ہو سکے اس کا نقصان پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے بھی اچھے پڑوسی ملک ایک دوسرے کے ساتھ کاروبار کرتے رہتے ہیں جس سے دونوں پڑوسی ملکوں کو فائدہ ہوتا ہے اور ان کی سرحدیں بھی محفوظ رہتی ہیں اور دونوں ملک میٹھی نیند سوتے ہیں اور خواہ مخواہ کے خرچوں سے بھی بچے رہتے ہیں۔ ایک طرف تو ایسے پڑوسی ملک ہوتے ہیں جو اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی عوام کا فائدہ کر لیتے ہیں اور دوسری طرف اس طرح کے پڑوسی ملک ہوتے ہیں جو طرح طرح سے پڑوسی ملک کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔کبھی کوئی پراپیگنڈہ ،کبھی کوئی پراپیگنڈہ تاکہ پڑوسی ملک ہر وقت بے چین رہے اور دونوں ایک دوسرے ملک کو کمزور کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی ایک دوسرے کی سرحدوں پر شرارت کر دی پھر دونوں ملک ہی ایک دوسرے سے پریشان رہتے ہیں اور ایک دوسرے ملک کا نقصان کرتے رہتے ہیں۔ پھر دونوں ملکوں کی عوام غریب سے غریب تر ہوتی جاتی ہے۔ یہ ہوتا ہے اچھے اور برے پڑوسی ملکوں کا اثر۔

پڑوسی تو پہلے وقتوں کے ہوتے تھے خاص طور پر دیہاتوں میں جن کو میں نے بھی دیکھا ہے کہ کئی کئی گھروں کے اندر ڈیوڑھی تو دور کی بات ان کے اندر دیوار تک نہیں ہوا کرتی تھی۔ دوسرے آدمی کو تو پتا بھی نہیں چلتا تھا کہ ان گھروں کی حدیں کہاں ہیں اور یہ سب لوگ بڑے پیار محبت سے رہتے تھے۔کبھی بھی ان میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا کرتا تھا حالانکہ ان کے قبیلے بھی جدا جدا ہوتے تھے مگر ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا جیسے یہ سب ایک ہی قبیلے کے لوگ ہیں۔جب یہ لوگ شام کو اپنے گھروں کو آتے تو کھانا کھانے کے بعد مل بیٹھتے، عورتیں اپنی گپ شپ میں مصروف ہوئیں اور مرد حضرات اپنی باتوں میں مصروف ہوتے اور ساتھ حقے کے کش بھی لگاتے اور ساتھ قہقہے بھی لگاتے۔ یہ تھے پہلے وقتوں کے پڑوسی۔ میں سوچتا ہوں ایک پڑوسی اپنے گھر سے کھاتا اور اپنے گھر سے پہنتا ہے تو دوسرا پڑوسی اپنے پڑوسی سے حسد کیوں کرتا ہے اور طرح طرح کے بہانے بنا کر پڑوسی سے لڑتا رہتا ہے۔آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت بابا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس پر شیطان نے حسد کیا تھا پھر یہ حسد چلتے چلتے بابا آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں آ گیا جب قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔اسی طرح یہ حسد چلتے چلتے حضرت بابا آدم علیہ السلام کی پوری نسل میں آ گیا ہے۔ اب یہ حسد ہمارا قیامت تک پیچھا کرتا رہے گا چاہے وہ دین دار لوگ ہوں چاہے وہ دنیا دار لوگ ہوں۔اب اس بری لعنت سے کوئی چھٹکارہ نہیں پاسکتا۔جس نے حسد سے چھٹکارا پا لیا وہ تو سیدھا جنتی ہوگیا۔حالانکہ ہمارے نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے بھی اپنے پڑوسی کو ستایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔اللہ کرے کسی کا پڑوسی برا نہ ہو یہ تو دنیا ہی میں دوزخ ہے۔ ایسی بلا سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو بچائے۔آمین!

دوستو یہ پڑوسی بھی تو کمال کی مخلوق ہوتی ہے
کبھی تو ان سے سکھ کبھی بے سکونی بھی ہوتی ہے

☆☆☆☆☆

میرے اوپر بھی تعویذ ہوئے ہیں

بچپن سے ہی سنتے آئے ہیں اور دیکھتے آئے ہیں کہ لوگ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے تعویذ کرایا کرتے تھے اور کچھ اللہ کے نیک بندے تعویذ کرتے تھے جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق کو فیض حاصل ہوتا تھا۔ جب ہم چھوٹے تھے تو ہمیں کچھ علم نہیں تھا کہ یہ تعویذ کیا چیز ہوتے ہیں اور لوگ تعویذ کیوں کرتے کراتے ہیں۔ جب ہوش سنبھالا تو پھر آہستہ آہستہ ان تعویذوں کے بارے میں پتا چلنا شروع ہوا کہ یہ تعویذ لوگ کیوں کرتے کراتے ہیں۔ اکثر لوگ تعویذ کرا کے بچوں کے گلوں میں یا تو چاندی میں یا چمڑے میں پرو کر ڈال دیتے تھے جن بچوں کو اکثر نظر لگ جاتی تھی یا کچھ بچوں کو اکثر بخار رہتا تھا اور کچھ تعویذ ایسے بھی ہوتے تھے جو پانی میں ملا کر پلائے جاتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ پتا چلا کہ ان تعویذوں پر لکھا کیا جاتا ہے کہ قرآن پاک کی آیات کے الفاظ لکھے جاتے ہیں ہمارے وقتوں میں جس کو کوئی بیماری یا کوئی اور پریشانی ہو تو لوگ ان تعویذوں کا ہی سہارا لیا کرتے تھے کیونکہ اس وقت ڈاکٹر نہیں ہوا کرتے تھے۔ اس وقت حکیم ہی ہوا کرتے تھے وہ بھی چیدہ چیدہ ہوا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت ، اس وقت کے لوگ ان تعویذوں سے ہی اپنی ہر طرح کی پریشانی کا علاج کرتے کراتے تھے کیونکہ اس وقت کے لوگوں کے عقیدے بڑے پکے ہوا کرتے تھے۔ وہ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کلام میں ہر طرح کی شفا ہوتی ہے۔ اس لئے وہ لوگ ان پڑھ ہو کے بھی ہر کام میں پہلے بسم اللہ پڑھا کرتے تھے اور جو نیک لوگ اس وقت تعویذ کیا کرتے تھے وہ بغیر کسی لالچ کے تعویذ کیا کرتے تھے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا بھی رکھی ہوئی تھی جس سے ہر مشکل آسان ہو جاتی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ نیک بندے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کلام پڑھ کر اگر پھونک بھی مار دیتے تو شفا ہو جاتی تھی پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور نئے نئے لوگ آتے رہے پھر وہی تعویذ جن پر قرآن پاک آیات کے الفاظ لکھے جاتے ان کا پھر کوئی اثر نہ رہا کیونکہ تعویذ کرنے والوں میں لالچ جو آ گیا۔ پھر تعویذ کرنے والوں کا ریٹ بھی بڑھ گیا اس لئے لوگوں نے تعویذوں کی جگہ ڈاکٹروں کے پاس جانا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ وہی پاک کلام تھی جس سے پہلے لوگ فیض حاصل کیا کرتے تھے کیونکہ اس وقت لوگوں کی نیتوں میں کسی قسم کا کوئی فتور نہیں ہوا کرتا تھا۔ جس انسان کو تعویذ کی شکل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک کلام لکھ کر پانی میں ملا کر پلا دی جائے آپ ہی بتائیں اس انسان کو شفا کیوں کر نہ ہو۔ جب کہ آج کل تعویذ کرنے والے تعویذ کرنے سے پہلے یہ کہتے ہیں کہ تعویذ کی اتنی رقم وصول کریں گے پھر تعویذ کریں گے۔ پہلے بھی تعویذ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام لکھا جاتا تھا اور اس سے فیض حاصل ہوتا تھا اور آج کے لوگ بھی تعویذ پر اللہ وتعالیٰ کی کلام ہی لکھتے ہیں مگر ان تعویذوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ اب تو ان تعویذوں کا اتنا خطرناک دھندہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان تعویذوں میں پاک کلام کی جگہ تعویذ کرنے والوں نے کفریہ کلمات لکھنا شروع کر دیئے اور جو لوگ ایسے تعویذ کراتے ہیں

غلط کاموں کے لئے، وہ لوگ اپنے پاس سے بھاری رقمیں بھی دیتے ہیں اور ساتھ وہ کفر بھی اختیار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ کفریہ تعویذ لوگ کس لئے کراتے ہیں؟ جن کو سن کر انسان کا بدن بھی کانپ جاتا ہے اور جو لوگ یہ کفر لکھتے ہیں انہوں نے تو پہلے ہی اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لیا ہے ظلم اور حرام کی کمائی سے۔ پھر ایسے لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ توبہ کی توفیق بھی نہیں دیتا۔ یہ لوگ کفریہ تعویذ کیوں کرتے ہیں اس حقیر سی دنیا کو کمانے کے لئے؟ کون لوگ ان جعلی پیروں کے پاس جاتے ہیں؟ جو حسد کرنے والے لوگ ہوتے ہیں اور حاسد دل کے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی دشمنی کا بدلہ اس طرح لیتے ہیں۔ پیر صاحب ایسا تعویذ کریں جس سے فلاں میاں بیوی میں طلاق ہو جائے۔ تو پیر صاحب ہنس کر کہتا ہے یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن اس کام پر خرچہ بہت آئے گا۔

تو وہ صاحب فرماتا ہے کہ سرکار ان میں طلاق ہونی چاہئے آپ خرچے کی فکر نہ کریں خرچہ جو بھی آئے گا دوں گا۔ پھر دوسرا صاحب آتا ہے پیر صاحب کے پاس کہ پیر صاحب یا بابا صاحب ایسا تعویذ کریں جس سے فلاں لڑکی لڑکے کی منگنی ٹوٹ جائے کیونکہ اس لڑکی کو میں پسند کرتا ہوں تا کہ اس لڑکی کی شادی مجھ سے ہو جائے اور وہ لڑکا میرے راستے سے ہٹ جائے تو پیر صاحب اسے فرماتے ہیں کہ میں ایسا تعویذ کروں گا جس سے وہ پھر تیرے راستے میں نہیں آئے گا لیکن بھائی صاحب اس کام پر خرچہ بہت ہو گا۔ ''بابا صاحب! آپ فکر نہ کریں جتنا بھی خرچہ ہوا میں پورا کروں گا آپ نے بس میرا یہ کام کرنا ہوگا'' پھر بابا صاحب کو اور کیا چاہئے منہ مانگے دام جو مل جاتے ہیں۔

ایک صاحب پیر صاحب کے پاس اس لیے جاتا ہے جس کو یا تو اپنے کسی رشتے دار کے دولت مند ہونے کا حسد ہو گا یا اسے اپنے کسی پڑوسی کے دولت مند ہونے کا حسد ہو گا کہ یہ لوگ دولت مند کس طرح ہو گئے ہیں۔ ''بابا جی! ان پر ایسا تعویذ کرو تا کہ وہ بھی میری طرح ہو جائیں اور ان کے گھروں کے سکون بھی تباہ ہو جائیں ''اس کام کے لئے پھر پیر صاحب بھی حامی بھر لیتا ہے کہ ایسا تعویذ کروں گا کہ وہ بھی کیا یاد کریں گے۔ تم نے برخوردار میری جیب گرم کرنا ہو گی۔ اس بات پر وہ صاحب بڑے خوش ہوتے ہیں کہ چلو وہ بھی میری طرح ہی ہو جائیں گے۔

آج یہ جہنمی پیر صاحب اس حقیر سی دنیا کی خاطر اپنا ایمان بھی برباد کر رہے ہیں اور ساتھ یہ پیر صاحب دوسروں کے ایمان بھی برباد کر رہے ہیں اور لوگوں کی زندگیاں بھی تباہ کر رہے ہیں۔ ان کفریہ تعویذوں کے ذریعے آج تو ان جعلی پیروں کی جگہ جگہ دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ جہاں ان کے پاس ان پڑھ لوگ ہی نہیں جاتے بلکہ اب تو ان جعلی پیروں کے پاس اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم مسلمان ہو کے بھی قرآن وحدیث سے دور ہو رہے ہیں اسی لئے آج ہمارے گھر میں بے سکونی بڑھ گئی ہے حالانکہ ہم آج نماز، روزہ اور حج تو پہلے سے زیادہ کر رہے ہیں لیکن یہ سب دکھلاوے کے لئے کر رہے ہیں۔ جس سے آج ہمیں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو رہا ہے کیونکہ پھل تو نیتوں پر ملتا ہے جیسی نیت ہو ویسا ہی پھل ملے گا۔ میرے اوپر جو تعویذ کرائے گئے وہ کس نیت اور کس خیال سے کرائے گئے یہ تو وہی بہتر جانتے ہوں گے، جب وہ سب میرے پاس سے چلے گئے تو مجھے ان کے جانے کے بعد کچھ جگہوں سے تعویذ ملے۔ آپ یقین جانیں مجھے ان تعویذوں کی وجہ سے کوئی پریشانی نہ ہوئی کہ یہ تعویذ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے کیونکہ میں اس عقیدے کا مالک ہی نہیں تھا کہ کوئی تعویذ کسی انسان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں میرا تو ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم

کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا اگر خدا تعالیٰ کو کسی کا نقصان کرنا منظور ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی اور اگر خدا تعالیٰ نے کسی کو کوئی فائدہ پہنچانا ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ویسے تو یہ عقیدہ ہر مسلمان کا ہونا چاہئے مگر کیا کریں کہ انسان سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنے ایمان کو برباد کر رہا ہے اور ان تعویذوں کے چکروں میں پڑا ہوا ہے اور اپنی آخرت کی اسے کوئی فکر نہیں اور ہر وقت اس دنیا کی فکر میں لگا رہتا ہے جو ہماری نہ بنی ہے اور نہ ہی یہ دنیا کسی اور کی بنے گی ۔

بات ہو رہی تھی کہ تعویذ مجھ پر بھی ہوئے ہیں جس کا مجھے تو کوئی علم نہیں کہ یہ تعویذ میرے اوپر کیوں کرائے گئے ہیں ہاں مجھ پر تعویذ کرانے والوں کے ساتھ کیا ہوا اس بات کو چھوڑ ئیے جب مجھے پتا چلا کہ مجھ پر تعویذ ہوئے ہیں جو مجھے اپنے گھر کے اندر سے ملے تھے اس کے بعد میرے ساتھ کیا ہوا کہ میں ایک ان پڑھ آدمی تھا جس کو معنی تو دور کی بات مجھے تو پڑھنا لکھنا تک نہیں آتا تھا۔اللہ کی قدرت دیکھئے اور ان تعویذوں کی برکت سے مجھے کیا حاصل ہوا۔ یہ میرا ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہی ہر کام ہوتا ہے مجھے تعویذ ملنے سے پہلے میں نے کبھی بھی شاعری کے بارے میں سوچا تک نہیں تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ جیسے ناچیز ان پڑھ کو شاعری جیسی نعمت سے نواز دے گا۔جس شاعری سے میں نے اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان بیان کی اور اپنے نبی پاک ﷺ کی نعتیں لکھیں اور اپنے ماں باپ کی شان بھی لکھی ۔ یہ سب کچھ مجھے تعویذ ملنے کے بعد نصیب ہوا آپ ہی بتائیں کہ یہ تعویذ میرے لیے کیسے رہے ۔میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے ہر بلا سے محفوظ رکھا ہوا ہے ۔بس میرے لیے مجھے میرا رب ہی کافی ہے ۔

اے انسان اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے سکون نصیب ہو
پھر تو ایسے کام کر جس سے ربّ رسول ﷺ راضی ہو

☆☆☆☆☆

لمبے آدمی کی عقل گھٹنوں میں

یہ بات ہم بچپن سے ہی سنتے آئے ہیں کہ لمبے آدمی کی عقل اس کے گھٹنوں میں ہوتی ہے ۔ یہ بات آج کل کی نہیں یہ بات تو کسی نے صدیوں پہلے بنائی ہوگی ۔ پتا نہیں اس آدمی کو لمبے آدمیوں سے کیا حسد تھا کہ ایک خواہ مخواہ کی بات بنا ڈالی ۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے کہ حضرت بابا آدمؑ کا قد ساٹھ ہاتھ تھا یہی نہیں پہلے لوگوں کی عمریں ہزار ہزار برس ہوا کرتیں تھیں اور ان کے قد بھی اچھے خاصے ہوا کرتے تھے ۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ کیا ان لوگوں کی عقل بھی ان کے گھٹنوں میں ہوا کرتی تھی؟ ایسا ہرگز نہیں تھا ایسا کہنا یہ ان لوگوں کی توہین ہے ۔ پھر ان کے بعد بھی آنے والے لوگوں کے بڑے بڑے قد ہوئے ہیں اور بڑی بڑی عمریں ہوئی ہیں جنہوں نے دنیا میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں ۔ آپ ہی بتائیں کہ چھوٹے قد والوں نے دنیا میں کون سا سپیشل کارنامہ کیا ہے؟ پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ بڑے قد والوں پر بہتان کیوں کہ لمبے قد والوں کی عقل ان کے گھٹنوں میں ہے ۔

بھائی یہ تو کل کی بات ہے کہ ہمارے قائداعظم کا قد بھی لمبا تھا جنہوں نے ہندوؤں اور انگریزوں سے مسلمانوں کو ایک سلطنت لے کے دی وہ بھی بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے یعنی اپنی سوجھ بوجھ اور عقل مندی سے، یہ کتنا بڑا کارنامہ کیا ہے ایک لمبے قد والے آدمی نے ۔ جس کا نام تھا محمد علی جناح، جس کے سامنے چھوٹے قد والے بھاگتے پھرتے تھے ۔ کیا ہی شان بنائی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لمبے قد والے کی، جس نے ہم مسلمانوں کو ایک ملک پاکستان حاصل کر کے دیا ۔ ہم قربان جائیں قائداعظم تیری اس جرأت اور بہادری پر ۔ میرا قد بھی چھ فٹ سے اوپر ہے ۔ ایک دن میں بیٹھا اپنے گھٹنوں کی طرف دیکھ رہا تھا تو میرا ایک ساتھی جو میرے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا ۔ وہ مجھے کہتا ہے کہ یار تو اپنے گھٹنوں کی طرف کیوں بار بار دیکھے جا رہے ہو تو میں نے اسے کہا کہ یار میں نے کئی بار سنا ہے کہ لمبے آدمی کی عقل اس کے گھٹنوں میں ہوتی ہے مجھے تو کہیں بھی نظر نہیں آتی اپنے گھٹنوں میں عقل !! تو وہ مجھے کہتا ہے کہ چھوڑو یار تم بھی کس وہم میں پڑ گئے ہو یہ تو کسی چھوٹے قد والے نے بڑے قد والے کو خواہ مخواہ میں بدنام کرنے کے لئے یہ بات بنا ڈالی ہے یا اسے اپنے چھوٹے قد ہونے کا دکھ ہوا ہو تو اس نے یہ بات بنا ڈالی ہو ۔ انسان بھی تو لکیر کا فقیر ہوتا ہے جو ہر بات کو بغیر سوچے سمجھے اپنے پلے باندھ لیتا ہے پھر پیچھے مڑ کے نہیں دیکھتا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے جو آج تک چلی آ رہی ہے اور نہ ہی یہ انسان خواہ مخواہ کی بنائی ہوئی باتوں پر غور وفکر کرتا ہے کہ ایسی کوئی بات ہے بھی یا نہیں ۔ اسی طرح اور بھی بہت سی انسان کی خواہ مخواہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کا کوئی ''سرا کھرا'' سر پیر) ہی نہیں ہوتا مگر کیا کریں پھر بھی چلی آ رہی ہیں جس سے انسان کو کہہ کر شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے مگر پھر بھی سوچے گا نہیں کہ یہ کہاں تک درست ہے پھر بھی سوچے سمجھے بغیر اپنی ڈگر پر چلتا رہتا ہے کہ سوچنے پر اپنا وقت کیوں برباد کروں کہ کہیں دماغ خرچ نہ ہو جائے کہ آگے جا کے اس کی پوچھ ہوگئی کہ تو نے دماغ کو کیوں خرچ کر ڈالا کہ میں نے تجھے اتنی بڑی نعمت عطا

کی اور تو نے اس نعمت کی کوئی قدر نہ جانی۔

جس طرح کچھ نادان حضرات سے یہ بھی سنتے آئے ہیں کہ عورت تو پاؤں کی جوتی ہوتی ہے جب چاہو اسے پاؤں میں پہن لو اور جب چاہو اسے اتار بھی دو عورت کی بھی کوئی حیثیت ہے۔ اور دیکھو دیکھی یہ الفاظ ہر کوئی کہتا جا رہا ہے اور دوسری طرف یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت کے قدموں میں جنت بھی ہے۔ یعنی ماں کے قدموں میں جنت ہے ماں بھی تو اپنے باپ کی بیٹی ہوتی ہے جس کسی نے یہ بات بنائی ہے کہ عورت تو پاؤں کی جوتی ہوتی ہے اس وقت اس نے یہ نہ سوچا کہ مجھے بھی تو ایک عورت نے جنم دیا تھا وہ بھی بڑی مشکل سے اور میں ہی ماں جیسی ہستی کو پاؤں کی جوتی کہہ رہا ہوں۔ عورت تو ماں ہی نہیں، عورت تو بہن بھی ہوتی ہے اور بیٹی بھی ہوتی ہے پھر جا کے عورت مرد کی جیون ساتھی بنتی ہے۔ پھر ہر مشکل وقت میں اپنے مرد کا ساتھ نبھاتی ہے جس وقت مرد کو اپنے پرائے چھوڑ جاتے ہیں اور اس مرد کا انصاف دیکھئے کہ اپنی جیون ساتھی کو پاؤں کی جوتی تصور کرتا ہے۔ عورت جو دکھی رہ کر اپنے مرد کو سکھ پہنچاتی ہے کبھی کسی مرد نے یہ سوچا کہ یہ کتنی بڑی غلط بات کسی نے بنا ڈالی ہے؟ جس کا حرف اپنی ماں بہن بیٹی پر بھی آتا ہے مگر مرد یہ بات بغیر سوچے سمجھے کہے جا رہا ہے جیسے یہ کوئی بات ہی نہیں۔ حالانکہ وہ مرد جو اپنی بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھتا ہے اس نے اپنی ماں بہن بیٹی کو دوسروں سے گالیاں ہی دلائیں ،اپنی بیوی کو پاؤں کی جوتی کہہ کر، تو نے ذرا تو سوچا ہوتا کہ تو نے کیا بھلا کیا اپنی ماں بہن بیٹی کے ساتھ دوسروں سے گالیاں دلا کر؟ اگر تو کسی کی بہن بیٹی یا اپنے بچوں کی ماں کو پاؤں کی جوتی سمجھے گا تو پھر تیری ماں بہن بیٹی کو بھی دوسرے پاؤں کی جوتی ہی سمجھیں گے۔ جو ان کے لئے بہت بڑی گالی ہوگی۔ اے مرد تو ذرا ہوش سے کام لے نہ کہ جوش سے۔

کچھ مرد حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت کی عقل تو اس کی ایڑی میں ہی ہوتی ہے یہ بات پتا نہیں کس طرح کسی نے بنا ڈالی ہے۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں عورت کی عقل کا، ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عمر فاروق ؓ سے پوچھا کہ حضرت اگر مرد چار شادیاں کر سکتا ہے پھر عورت کیوں نہیں چار شادیاں کر سکتی؟ اس کا کیا جواب ہے کیونکہ ایسا مسئلہ حضور پاک ﷺ کے وقت سامنے آیا ہی نہ تھا اور نہ ہی کسی نے حضور پاک ﷺ سے اس طرح کا مسئلہ پوچھا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق ؓ اس عورت کو کیا جواب دیتے اور اس مسئلہ کا جواب انہوں نے دینا بھی تھا اور اپنے پاس سے کہہ بھی نہیں سکتے تھے تو حضرت عمر فاروق ؓ نے اس عورت کو کہا کہ میں اس مسئلے کے بارے میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ اس بات پر حضرت عمر فاروق ؓ پریشان رہنے لگے کہ اس مسئلے کا جواب میں اس عورت کو کیا دوں اور جواب دینا بھی ہے کیا کیا جائے۔ ایک دن ان کی بیٹی حضرت حفصہ جو حضور پاک ﷺ کی بیوی تھیں نے پوچھ ہی لیا کہ ابا جان ! میں آپ کو کچھ دن سے پریشان دیکھ رہی ہوں۔ ابا جان کیا بات ہے؟ ذرا مجھے بھی بتائیے کون سی چیز آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے کہا بیٹی کیا بتاؤں کہ فلاں عورت نے یہ مسئلہ پوچھا ہے کہ اگر مرد چار شادیاں کر سکتا ہے تو عورت چار شادیاں کیوں نہیں کر سکتی جس کا میرے پاس کوئی جواب ہی نہیں کیونکہ اس طرح کا کوئی مسئلہ حضور پاک ﷺ کے ہوتے ہوئے آیا ہی نہیں تھا۔ اب میں اس کا اپنے پاس سے کیا جواب دوں۔ مگر پھر بھی اس عورت کو کوئی نہ کوئی جواب تو دینا ہوگا۔ بیٹی اس لئے پریشان ہوں۔ مائی حفصہ ؓ نے اپنے ابا جان سے کہا کہ اگر اس مسئلے کا جواب میں اس عورت کو دوں تو اس کا انعام آپ کو مجھے دینا ہوگا۔ ابا جان جب وہ عورت آپ کے پاس دوبارہ مسئلہ پوچھنے آئے تو اس عورت کو میرے پاس بھیج دینا میں اس مسئلے کا حل اس عورت کو بتاؤں گی۔ ابا جان آپ اس کی

فکر نہ کریں۔ جب وہ عورت دوبارہ اپنا مسئلہ پوچھنے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے اسے حضرت مائی حفصہؓ کے پاس بھیج دیا کہ وہ تیرے مسئلے کا تجھے جواب دے گی تو وہ عورت مائی حفصہؓ کے پاس چلی گئی تو مائی حفصہؓ نے اس سے پوچھا کہ بتا تیرا مسئلہ کیا ہے؟ تو اس نے مائی صاحبہ سے کہا ":اگر مردوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورتوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت کیوں نہیں؟'' تو حضرت مائی حفصہؓ نے اس عورت کو کہا کہ تم کل کچھ اور عورتوں کو بھی ساتھ لانا تا کہ ان کے سامنے میں تیرے مسئلے کا حل بتاؤں۔ جب وہ عورت دوسرے دن چند عورتوں کو اپنے ساتھ مائی حفصہؓ کے پاس لائی تو مائی حفصہؓ نے انہیں ایک برتن دیا اور کہا کہ آپ سب اپنا اپنا دودھ اس برتن میں ڈال دو۔ جب سب عورتوں نے اپنا اپنا دودھ اس برتن میں ڈال دیا تو پھر مائی حفصہؓ نے کہا کہ اب پھر اس برتن سے اپنا اپنا دودھ نکال لو۔ تو سب عورتوں نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب پھر ہم اس برتن سے اپنا اپنا دودھ جدا کر لیں تو حضرت مائی حفصہ نے انہیں فرمایا کہ اگر تم برتن سے اپنا دودھ جدا نہیں کر سکتیں تو اگر تمہارے خاوند ایک سے زیادہ ہوں تو جو ان میں سے بچہ پیدا ہو گا تو وہ بچہ کس خاوند کا ہو گا؟ تو تم ان خاوندوں کو کس طرح بتاؤ گی کہ یہ بچہ فلاں خاوند کا ہے اس طرح تو کوئی خاوند بھی نہیں مانے گا کہ یہ بچہ میرا ہے اور نہ ہی اس بچے کا کوئی باپ بنے گا۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ اس بچہ کو پالے گا کون؟ مائی حفصہؓ کی یہ بات سن کر سب عورتیں مان گئیں کہ عورت کا خاوند ایک ہی ہونا چاہئے ورنہ تو سارا نظام ہی بگڑ جائے گا۔ اس طرح یہ مشکل مسئلہ ایک عورت نے حل کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی کا یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ تب جا کے حضرت عمر فاروقؓ کی جان میں جان آئی اور اس مسئلے پر بیٹی کو دعائیں دیں۔

ہم تو آج تک یہی سنتے آتے ہیں کہ کسی مرد کی کامیاب زندگی کے پیچھے اس کی عقل مند بیوی کا ہاتھ ہوتا ہے ورنہ وہ مرد اس مقام پر کہاں پہنچتا جس طرح ہمارے نبی پاک ﷺ کے نبوت کے شروع دنوں میں انہیں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا مگر حضرت مائی خدیجہؓ اپنے خاوند نبی پاک ﷺ کا ہر مشکل میں ساتھ دیتی رہیں اور اپنے خاوند کا ہر دکھ اپنے اوپر لیتی رہیں جس کو نبی پاک ﷺ اپنی ساری زندگی نہیں بھولے میں نے تو زندگی میں ایسی عورتوں کو بھی دیکھا ہے جو اپنا پورے کا پورا گھر چلاتی تھیں اور مرد بے چارے کو کوئی خبر تک نہیں کہ میں بھی اس گھر کا فرد ہوں اور مجھے بھی گھر کا کوئی کام کرنا چاہئے بغیر محنت مزدوری کے ،باقی تو وہ اس طرح کا ہوتا ہے جس کو پنجابی میں کہتے ہیں کہ '' کلے بدھیاں یا چوراں کھڑیاں ''جو کسی سے بات کرنے سے پہلے بیوی کی طرف دیکھتا ہے کہ میں بات کروں یا نہ کروں۔ کیونکہ اس بے چارے کو پتا ہوتا ہے اپنی حالت کا۔ پھر مردوں کو عورتوں کی عقل پر شک کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ دکھ تو اس لیے ہوتا ہے جب کوئی پڑھا لکھا انسان یہ الفاظ کہتا ہے کہ ''عورت تو پاؤں کی جوتی ہے ''یا یہ کہتا ہے کہ'' عورت کی عقل تو اس کی ایڑی تلے ہے''۔

افسوس بے حد افسوس! اے پڑھے لکھے انسان! تیری اس سوچ پر عورت کی یہ وہ ایڑی ہے یعنی حضرت مائی ہاجرہؑ کی ایڑی جو حضرت ابراہیمؑ کی بیوی اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ ماجدہ تھیں جنہوں نے بیٹے کی پیاس پر صفا مروہ پر دوڑ کر سات چکر لگائے تھے پھر اس کے بعد ہمارے نبی پاک ﷺ نے حضرت مائی ہاجرہؑ کی ایڑیوں پر سات بار دوڑ کر حضرت مائی ہاجرہؑ کی ایڑیوں کی سنت کو پورا کیا تھا اس کے بعد نبی پاک ﷺ کی امت تب سے لے کر قیامت تک حضرت مائی ہاجرہؑ کی ایڑیوں کی سنت کو پوری کرتی رہے گی۔ یہ

کتنا بڑا مقام دیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور نبی پاک ﷺ نے ایک عورت کی ایڑیوں کو یعنی حضرت مائی ہاجرہؑ کی ایڑیوں کو۔

اے مرد! تو اس عورت کو یعنی اپنی ماں، بہن ،بیٹی اور اپنے بچوں کی ماں کو کن کن الفاظ سے نواز رہا ہے جو نہایت توہین آمیز ہیں۔ پتا نہیں اس مرد نے اس عورت کو اور کتنے فضول خطاب دے رکھے ہوں گے۔ اس عورت کے باپ نے اس عورت کے بھائی نے اس عورت کے بیٹے نے جن کو میں نہیں بھی جانتا ہوگا جب اس مرد کو کوئی ماں بہن بیٹی کی گالی دے تو اس وقت اس کو آگ بھی لگ جاتی ہے اور دوسری طرف یہی مرد خود ہی ایسی باتیں کہہ جاتا ہے اپنی ماں بہن بیٹی اور اپنے بچوں کی ماں کو جو گالی سے کم نہیں کہ عورت تو پاؤں کی جوتی ہوتی ہے اور عورت کی عقل تو اس کی ایڑی تلے ہی۔ اس سے بڑھ کے مرد کی اور کیا گالی ہوگی ایک عورت کو عورت بھی وہ جو مرد کی ماں بھی ہے، مرد کی بہن بھی ہے ،مرد کی بیٹی بھی ہے اور مرد کی غم خوار جیون ساتھی ہوتی ہے جو اس کے بچوں کی ماں ہوتی ہے۔ اے عورت! تو یہ سب کچھ اس مرد کا دیکھ سن کر بھی صبر کر لیتی ہے تجھے میرا اسلام۔ عورت کا دوسرا نام ہے ماں، بہن، بیٹی، غم خوار بیوی اگر کسی کو میری یہ باتیں اچھی لگیں تو آپ نے میرے لیے دعا بھی کرنا ہوگی کیونکہ میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔
مہربانی ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے فضول سوچ سے بچائے اور اچھی سوچ عطا فرمائے۔ آمین!

نہ ہی عورت کی ایڑی تلے عقل، نہ ہی یہ پاؤں کی جوتی ہے
عورت تو فقط ماں ہے جس کی ایڑی تلے ہماری جنت ہے

یہ سچ ہے کہ تیرے قدموں میں میری جنت ہے میری پیاری ماں
اسی لیے تیرے قدموں کے نشان دیکھتا رہتا ہوں میری پیاری ماں

اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہ کرے

اب تک لوگوں سے یہی سنتے آئے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو کسی کا محتاج نہ کرے ۔ کیونکہ محتاجی بری چیز ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان بغیر کسی کی محتاجی کے اس دنیا میں گزارہ کرلے، بغیر دو ہستیوں کے اور وہ ہستیاں ہیں حضرت بابا آدمؑ اور ان کی بیوی حضرت مائی حواؑ کہ جن کو کسی کی محتاجی نہ کرنی پڑی ۔ ورنہ تو اس دنیا میں ہر انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک دوسرے کا محتاج بنایا ہے کیونکہ اس کے بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ نظام چل ہی نہیں سکتا۔

انسان حیوانوں اور جانوروں کی طرح تھوڑا ہی ہے کہ جہاں سے آیا کھالیا اور جہاں آیا بیٹھ گیا ،سو گیا لیکن انسان کا انسان کے بغیر تو ایک پل بھی نہیں گزر سکتا۔ جس طرح بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت بچے کو اپنی کوئی خبر تک نہیں ہوتی کہ میں نے خود سے کچھ کرنا ہے اس وقت بچے کی دیکھ بھال بچے کے ماں باپ ہی کرتے ہیں کیونکہ بچہ تو اس وقت ماں باپ کے رحم کرم پر ہوتا ہے ۔ اس طرح آپ بچے کو ماں باپ کا محتاج سمجھو گے یا اسے قدرت والے کا نظام سمجھو گے ۔ یہ بات میں آپ پر چھوڑتا ہوں ۔ پھر بچہ جب تھوڑا بڑا ہوتا ہے تو ماں باپ اپنے بچے کو کسی استاد کے حوالے کر دیتے ہیں تاکہ بچہ پڑھ لکھ جائے پھر جہاں تک بچے کو پڑھنا ہوتا ہے پڑھتا ہے ۔ کیا اس طرح کرنے سے بچہ استاد کا محتاج ہو گیا یا اس کو بھی آپ قدرت والے کا نظام سمجھو گے ۔ اس بات کو بھی میں آپ پر چھوڑتا ہوں ۔ اس کے بعد جب بچہ تعلیم مکمل کر لیتا ہے اور ساتھ وہ جوان بھی ہو جاتا ہے پھر اس کی اپنی بہت سی ذمہ داریاں اور ضرورتیں بھی بڑھ جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کو کہیں نہ کہیں نوکری کرنا پڑتی ہے جس کی تلاش میں وہ مارا مارا پھرتا ہے تب جا کہ اس کو کسی کے ہاں نوکری ملتی ہے ۔ کیا وہ اس مالک کا نوکری کر کے محتاج ہو گیا؟ اس بات کا بھی فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں ۔

جب کبھی انسان بیمار ہو تو وہ کسی ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور ڈاکٹر کو کہتا ہے ": ڈاکٹر صاحب میں بیمار ہوں آپ میرا علاج کریں '' کیا وہ اس طرح ڈاکٹر کا محتاج ہو گیا؟ اسی طرح دنیا میں اور بہت سے کام ہوتے ہیں جن کو لوگ ایک دوسرے سے ہی کراتے ہیں جن میں تھانے ،کورٹ کچہریاں، شادی بیاہ، مرنے کے بعد جنازہ اور قبر تک انسان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ۔ کیا یہ سب کچھ محتاجی میں آتا ہے ۔ اگر ہم ان سب چیزوں کو محتاجی سمجھیں گے پھر تو انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ہی نہیں قبر تک محتاج ہوا پھر تو کوئی انسان محتاجی سے بچ نہ سکا ۔ پھر تو چاہے اس انسان کا نام ہی ''مسٹر محتاج '' رکھنا چاہئے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ انسان ہر کام میں ہر جگہ کسی کا محتاج ہو پھر تو قدرت والے کا نظام کس طرح چلے گا ۔ جی یہی تو محتاجی ہے! نہیں جی! یہ تو محتاجی ہے آپ کو پتا ہو گا کہ اصل محتاجی کیا ہوتی ہے اور انسان محتاجی کو کب محسوس کرتا ہے یا تو انسان کو کوئی ایسی بیماری لگ جائے یا اسے بڑھاپے نے ناکارہ کر دیا اور وہ انسان کسی کام کا نہ رہے اور اس وقت اس کی بیوی بھی نافرمان نکلے اور اس حالت میں میاں کا خیال نہ کرے ،جس میاں

کی ساری زندگی کی کمائی پر اس نے عیش کی ہو۔ جب میاں کی خدمت کا وقت آئے تو وہ اسے پیٹھ دکھا دے اور باتوں باتوں میں اپنے محتاج یا سرتاج کا دل دکھائے تو اس وقت وہ انسان اپنے آپ کو محتاج سمجھتا ہے۔ یا پھر اس انسان کی اپنی اولاد جس کو اس انسان نے بڑی محنت مزدوری کر کے پالا پوسا ہوتا ہے کہ کل یہ اولاد مجھے بڑھاپے میں کام آئے گی۔ جس سے اسے بڑا پیار ہوتا ہے پھر جب وہ اپنے باپ کو پوچھتے تک نہیں تو اس کو کہتے ہیں انسان کی اصل محتاجی۔ یا اس کے بہن بھائی جن کے لئے اس انسان نے بڑھ چڑھ کے ان کی خدمت کی ہو گی یعنی بھائیوں کو تعلیم دلائی ہو، بہنوں کی شادیاں کی ہوں تو وہ بہن بھائی اسے چھوڑ جائیں برے وقت میں اس سے تو بہتر غیر جو خدمت کر کے بھی جتائیں نہ، اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسی محتاجی سے۔

اے انسان! اگر کچھ رہ گیا ہے محتاجی کے بارے میں جو میں آپ کو بتا نہیں سکا اور پھر تو ہی بتا کہ محتاجی کس طرح ہوتی ہے میں نے تو وہی لکھا ہے محتاجی کے بارے میں جو میں نے دیکھا ہے اور محتاجی کے بارے میں سنا ہے حتمی فیصلہ تو آپ سب نے ہی کرنا ہو گا جو مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں کیونکہ میں تو ایک عام سا انسان ہوں اس لیے میری یہ سوچ محتاج پر ختم نہیں ہو سکتی۔

اے انسان تم ہر محتاجی کو محتاجی نہ کہو
محتاجی تو وہ بری جس میں ذلت ہو

جو محتاجی اس انسان کو ہر وقت ڈراتی ہے
پھر یہی محتاجی انسان کے گلے پڑ جاتی ہے

دنیا آج گلوب کی طرح ہے

دنیا آج گلوب کی طرح ہے مگر آج بھی یہ انسان، انسان سے پہلے ہی کی طرح دور ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جو آج بھی اس انسان کو انسان سے دور رکھے ہوئے ہے جب کہ آج ایک انسان اپنے گھر سے نکلتا ہے تو وہ ایک ہفتے میں پوری دنیا گھوم پھر کر اپنے گھر کو پہنچ جاتا ہے جب کہ پہلے وقتوں میں ایک انسان پچاس یا سو میل کا سفر کرتا تھا تو اسے دو سے تین دن سفر میں لگ جایا کرتے تھے۔لیکن آج انسان ہزاروں میل کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے کیونکہ اس میں سائنس کو بڑا دخل ہے کہ انسان اپنے گھر بیٹھے بیٹھے پوری دنیا کے حالات اپنی آنکھ سے دیکھ سن رہا ہے جب کہ آج کا ان پڑھ انسان بھی یہ جانتا ہے کہ فلاں ملک کون سی جگہ پر ہے اور اس ملک کے لوگوں کا رہن سہن کس طرح کا ہے مگر وہ ان کی زبان نہیں سمجھ رہا۔ یہ ہے فرق آج بھی جب کہ پہلے وقتوں کے لوگ اپنے ملک کے اندر سو میل دور بھی کچھ نہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کا رہن سہن کس طرح کا تھا۔اس کو کہتے ہیں کہ آج دنیا گلوب کی طرح ہوگئی ہے مگر آج بھی دنیا کے انسان ایک دوسرے سے اتنے ہی دور ہیں جتنا انسان پہلے ایک دوسرے سے دور ہوا کرتا تھا۔

وہ کون سی چیز ہے جس نے آج بھی ایک انسان کو دوسرے انسان سے دور رکھا ہوا ہے جب کہ آج انسان انسان کے اتنا قریب ہو کر بھی دور ہے۔ دنیا کی بہت سی زبانیں ہیں جب کوئی انسان کسی دوسرے ملک میں سیر ، نوکری یا کاروبار کے لئے جاتا ہے تو اس انسان کو سب سے پہلے زبان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں دو ہی بڑی زبانیں ہیں ایک عربی اور دوسری ہے انگلش جن کو ہر انسان نہیں بھی جانتا۔آج دنیا میں دو سو سے اوپر ملک ہیں اور اسی طرح زبانیں بھی بہت سی ہیں جنہیں سیکھنا ہر انسان کے بس کا روگ نہیں ہے اور انسان جس ملک میں بھی جاتا ہے اگر یہ دو زبانیں عربی یا انگلش نہیں جانتا یا تو اسے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے یا وہ پھر اشاروں سے کام چلاتا ہے۔اس وقت اس انسان کو کتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس ملک کی زبان نہ سمجھنے پر۔اب تو یہ مسئلہ دنیا کے ہر انسان کو پیش آ رہا ہے۔ویسے تو آپ کو ایسی ہزاروں مثالیں مل جائیں گی کہ کہاں کہاں انسان کو ان زبانوں کی وجہ سے مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن میں آپ کو دو مثالیں دوں گا۔

جب میں پاکستان سے انگلینڈ مزدوری کرنے کے لئے آیا تو اس وقت میں انگلش بالکل نہیں جانتا تھا صرف میں اپنی زبان ہی جانتا تھا تو اس وقت مجھے پل پل مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا پھر میں کام کے بارے میں ہالینڈ چلا گیا کام تو مجھے وہاں مل گیا مگر میرے لیے پھر وہی مسئلہ زبان کا کیونکہ میں تو انگلش بھی نہیں جانتا تھا ان کی زبان ڈچ کہاں سے جانتا۔پھر جو مجھے ٹوٹی پھوٹی انگلش آتی تھی اسی سے کام لیتا رہا یا پھر اشاروں سے کام چلاتا رہا۔ایک دن میں چھٹی والے دن شہر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو عورتیں لوگوں سے اپنی زبان فرینچ میں کچھ پوچھ رہی ہیں تو لوگ اپنی گردن ہلا دیتے ہیں کہ ہم آپ کی زبان نہیں سمجھ رہے اور وہ عورتیں کافی پریشان نظر آ رہی تھیں

پھر ان عورتوں نے فرینچ میں مجھ سے بھی پوچھا تو مجھے اس وقت ہنسی آ گئی کہ میں تو تیس سال انگلینڈ میں رہا ہوں تو مجھے انگلش نہیں آئی اور میں دس سال سے ہالینڈ میں ہوں اور مجھے ڈچ ہالینڈ کی زبان نہیں آئی اور آپ مجھ سے فرینچ میں پوچھ رہی ہو کہ آپ کیا پوچھ رہیں ہیں حالانکہ ہالینڈ اور فرانس کی حدیں بھی ملتی ہیں اور یہ دونوں ملک یورپین یونین میں بھی شامل ہیں اور ان ملکوں کی کرنسی بھی ایک ہی ہے پھر بھی ان یورپین ملکوں کو زبان نے ایک دوسرے سے دور رکھا ہوا ہے۔

جیسے جیسے بابا آدمؑ کی اولاد دنیا میں پھیلتی گئی اسی طرح ساتھ ساتھ زبانیں بھی بنتی گئیں حالانکہ انسان کے باپ حضرت بابا آدمؑ کی زبان تو ایک ہی تھی پھر حضرت بابا آدمؑ کی اولاد نے اپنی ضرورت کے لئے زبانیں بنا لی تھیں آج پھر حضرت بابا آدمؑ کی اولاد ایک گلوب (گلوبل ولیج) کی طرح ہوگئی ہے یعنی گلدستے کی طرح ہوگئی ہے مگر آج بھی حضرت بابا آدمؑ کی اولاد کو دور رکھا ہوا ہے تو وہ ہے انسان کی اپنی بنائی ہوئی زبان، جس کی وجہ سے آج بھی یہ انسان ایک دوسرے سے دور ہے حالانکہ یہ انسان ایک دوسروں کے پڑوس میں بھی رہتے ہیں مگر ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے تو پھر پڑوس میں رہ کے بھی ایک دوسرے سے دور ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے۔ جس طرح حضرت بابا آدمؑ کی اولاد نے اتنی زبانیں بنا لی ہیں اسی طرح آج اس انسان کو اپنی ضرورت کے لئے ان زبانوں کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام تو زبانوں کو جاننے والے ہی کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو دانشور اور فلاسفر کہلاتے ہیں جن کو زبانوں پر عبور بھی ہوتا ہے کہ زبانیں کم اور زیادہ کس طرح ہو سکتی ہیں۔ دنیا میں چار ہی بڑے براعظم ہیں اور ہر براعظم میں جو جو ملک آباد ہیں ان چاروں براعظموں کی اپنی اپنی زبانیں بنا دی جائیں اور ایک زبان ان ملکوں کی اپنی اپنی ہو اس طرح ایک انسان کو پانچ زبانیں ہی سیکھنا پڑیں گی۔ ایک اس کے اپنے ملک کی اور چار براعظمی زبانیں اور ہر براعظم میں جتنے ملک ہوں ان سب کی زبانوں کے الفاظ لے کر ایک زبان بنا دی جائے۔ جتنا آبادی میں بڑا ملک ہو اتنے ہی زیادہ اس کی زبان کے حرف لیے جائیں پھر ایک انسان کو اتنی زبانیں سیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

آج دنیا کے ملکوں میں زبانوں کے جگہ جگہ کالج کھلے ہوتے ہیں پھر بھی ایک انسان کتنی زبانیں سیکھے گا، دس یا پندرہ، زبانوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں اور دنیا کے لوگ تو آج ایک گلوب کی طرح ہو گئے ہیں یعنی گلدستہ کی طرح پھر ایک انسان کو اتنی زبانیں سیکھنے کے لئے وقت اور خرچہ بھی بہت سا چاہئے اگر ایک انسان کو چار براعظمی زبانیں اور ایک اسے اپنے ملک کی زبان سیکھنی پڑے پھر تو ہر انسان یہ پانچ زبانیں سیکھ سکتا ہے اور اس کا وقت اور پیسہ بھی بچے گا۔ پھر انسان جس ملک میں چاہے چلا جائے، محنت مزدوری یا کاروبار کے لئے پھر اسے کسی دوسرے کی کوئی محتاجی نہ رہے اور نہ ہی انسان انسان کے سامنے جانوروں کی طرح اشاروں سے کام لے ۔جس طرح اس انسان نے اپنی ضرورت کے لئے اتنی زبانیں بنا ڈالی ہیں وہ بھی ان پڑھ ہو کے۔ آج کا لکھا پڑھا انسان اپنی ضرورت یا مجبوری کے لئے کیا ان زبانوں کو کم بھی نہیں کر سکتا۔ پھر تو آج کے انسان سے بہتر تھے وہ انسان کہ جہاں ضرورت پڑی وہیں زبان بنا لی۔

ویسے تو دنیا میں بہت سی مثالیں ہیں جب انڈیا میں اردو زبان کو بنایا گیا تو اس میں بہت سی زبانوں کے الفاظ کو ملا کر اردو بنائی گئی جس میں ہندی، فارسی، عربی، ترکی اور پنجابی کے الفاظ ملا کر اردو زبان بنائی گئی تھی کیونکہ اس طرح کرنا اس وقت کے لوگوں کی

ضرورت تھی۔ آج بھی اردو کو دنیا میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس طرح کی ایک رومن اردو زبان بھی بنائی گئی تھی اس وقت کی ضرورت کے لئے جو آج تک چلی آ رہی ہے۔ اسی طرح اور بھی دنیا کی زبانیں بنی ہیں۔ دنیا کی ہر زبان ایک زبان سے ہی بنی ہے جیسے جیسے اس انسان کو ضرورت پڑتی گئی۔ تو کیا آج دنیا کے لوگوں کو اس چیز کی ضرورت نہیں کہ ان زبانوں کو کم کر کے صرف چار براعظموں کی اپنی اپنی زبانیں بنا دی جائیں اور ایک زبان اس کے اپنے ملک کی ہو اگر اس وقت کا ان پڑھ انسان اپنی ضرورت کے لئے زیادہ زبانیں بنا سکتا تھا تو کیا آج کا پڑھا لکھا انسان جو اپنے آپ کو گلوبل ولیج کا باسی کہلاتا ہے کیا یہ انسان اپنی بنائی ہوئی زبانیں کم بھی نہیں کر سکتا۔ پھر تو آج باشعور انسان اس ان پڑھ انسان کا سامنا کیسے کرے گا جو آج بھی پڑھا لکھا انسان ان پڑھ کا محتاج ہے کہ جس نے اپنی ضرورت کے لئے اتنی زبانیں بنا لی تھیں مگر آج کے انسان سے زبانیں کم نہیں ہو سکتیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے گا کون یعنی اتنا بڑا قدم اٹھائے گا کون؟ کاش کہ کوئی اللہ کا بندہ اس چیز پر بھی توجہ دے جو آج انسانوں کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت تو اب حضرت بابا آدمؑ کی ساری اولاد کو بھی ہے۔ انشاء اللہ یہ کام ضرور ہو گا۔ آمین!

آج کا یہ انسان ایک گلوب کی طرح ہے
مگر پھر بھی یہ انسان ایک دوسرے سے دور ہے

جینے کا سلیقہ سکھائے گا کون

جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے آتے ہی روتا ہے میں بھی ضرور رویا ہوں گا۔ دوسرے بچوں کی طرح۔ یہ تو پتا نہیں کہ بچہ ورتا کیوں ہے۔حالانکہ بچے کے رونے کی وجہ کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہے۔حالانکہ وہی بچہ ماں کے پیٹ میں اندھیری کوٹھڑی میں پڑا پرسکون ہوتا ہے جب وہ بچہ کھلی فضا میں آتا ہے اس وقت تو بچے کو خوشی ہونی چاہئے نہ کہ بچے کو رونا چاہئے۔ یا تو بچہ اس وقت یہ سمجھتا ہے کہ پہلے میں اپنے ربّ کی پناہ میں تھا اور اب میں ماں باپ کی پناہ میں آ گیا ہوں اور اب میرے ماں باپ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔کیا بچہ اس ڈر سے روتا ہے؟

مجھے بھی کوئی اسی طرح کا شک ہے کہ بچے کے اندر یہی خوف ہوتا ہے کہ میرے ماں باپ کس سلیقے کس اخلاق کے ہوں گے اور مجھے کس راستے پر ڈالیں گے۔ ویسے تو ہمارے نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بچہ مسلم ہی پیدا ہوتا ہے آگے اس بچے کے ماں باپ اسے اپنے مذہب پر ڈال دیتے ہیں۔

میں ذرا مذہب سے ہٹ کے بات کروں گا کہ ماں باپ اپنے بچے کو کس طرح کا سلیقہ سکھاتے ہیں اگر اس خوش نصیب بچے کے ماں باپ اچھے اخلاق، اچھے سلیقہ کے ہوں پھر تو وہ بچہ شروع سے ہی اچھا اخلاق اور اچھا سلیقہ سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔اگر کسی وجہ سے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ماں باپ میں کوئی ناچاقی یا اختلاف ہو بھی تو بچے کی پیدائش کے بعد ماں باپ پہلے والی حرکتیں ختم کر دیتے ہیں کہ یہ نہ ہو کہ ہماری ان حرکتوں سے بچے کی زندگی پر کوئی برا اثر پڑے۔ پھر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے تو ماں باپ دونوں بچے پر پوری نظر رکھتے ہیں کہ ہمارا بچہ کن بچوں کے ساتھ آتا جاتا ہے اور گھر کے باہر اس کی حرکتیں کیسی ہیں۔

پھر بچے کی تعلیم پر بھی دھیان دیا جاتا ہے اور بچے کی ایسی ویسی حرکتوں سے اسے منع کیا جاتا ہے کہ بچہ تمہاری یہ حرکتیں تمہارے لیے اچھی نہیں۔اگر بچے کی شروع ہی سے اچھی تربیت ہو تو بچہ فوراً اپنی اس حرکت سے باز آ جائے گا کیونکہ اس کے لیے وہ کچھ اچھا نہیں جس سے ماں باپ ناراض ہوں گے۔ جب کسی بچے کی پرورش ماں باپ اس طرح کی کریں گے تو وہ بچہ آہستہ آہستہ ایک اچھا انسان بننے کی کوشش کرے گا۔ پھر اس بچے میں اچھا اخلاق' اچھا سلیقہ ہو سکتا ہے۔تب جا کے ایک بچہ ایک اچھا انسان بن سکتا ہے۔ایک بچے کو اچھا اخلاق' اچھا سلیقہ سکھانے میں بچے کے ماں باپ کا ہی ہاتھ ہوتا ہے۔اگر بچہ با اخلاق اور سلیقہ شعار ہو گا تو اس کا فائدہ بالآخر بچے کو اور بچے کے ماں باپ کو ہی ہوتا ہے کہ بچہ فرمانبردار ہوتا ہے۔ ہر بات ماں باپ کے کہنے پر کرتا ہے اور ماں باپ کو ذہنی سکون دیتا ہے۔ماں باپ کی باقی زندگی کا سہارا ثابت ہوتا ہے۔جو ماں باپ بچوں کی اس طرح کی تربیت کرتے ہیں ۔پھر ایسے ماں باپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ وہی پھل دیتا ہے جس طرح انہوں نے اپنے بچے پر محنت کی ہوتی ہے۔اس کو کہتے ہیں کہ کام

اپنا ٹھیک کرنا ہے اور شاباش دوسروں کی لینا ہے۔

دوسری طرف وہ بدنصیب بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اپنے ماں باپ کے ہاں ،جس بچے کے ماں باپ کے پاس اخلاق اور سلیقہ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہ جس طرح بچے کی پیدائش سے پہلے آئیں بائیں کرتے تھے۔ پھر بچے کی پیدائش کے بعد بھی وہ ماں باپ اسی ڈگر پر چلتے رہتے ہیں۔ پھر جس طرح بچے کے کان میں اذان کا اثر ہوتا ہے پھر اسی طرح بچے کے ذہن پر ماں باپ کی بے ہودہ باتیں اثر کر جاتی ہیں۔ پھر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے وہ بداخلاق اور بدسلیقہ ہوتا جاتا ہے۔ پھر وہ بچہ نہ تو تعلیم حاصل کر پاتا ہے اور نہ ہی وہ بچہ گھر کے اندر کسی کام کا رہتا ہے۔ پھر ایسے بچے کا زیادہ تر وقت شرارتی بچوں کے ساتھ گزرتا ہے اور ماں باپ اپنے حال پر مست ہوتے ہیں ان کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ ہمارا بچہ باہر کیسی کیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ چاہے دوسرے لوگ ان کو آ کر بتا بھی دیں کہ تمہارا بچہ غلط کاموں میں پڑا ہوا ہے مگر پھر بھی بداخلاق اور بدسلیقہ ماں باپ کو بچے سے کوئی واسطہ نہیں کہ بچے کو ابھی سے ٹھیک کر لیں۔ پھر اس طرح بچے کو ماں باپ کی طرف سے کھلی چھٹی مل جاتی ہے تو بچے میں اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔تب تک ماں باپ کے سر سے پانی اوپر ہو جاتا ہے پھر وہی بچہ ماں باپ کے لئے گالی بن جاتا ہے۔ پھر بچے کی غلط حرکتوں سے ماں باپ کو لوگوں سے منہ چھپانا پڑتا ہے۔جب ایسے ماں باپ اپنی عمروں کا بیشتر وقت آہستہ آہستہ گنوا بیٹھتے ہیں پھر اس وقت ان کو بچوں کے سہارے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔تب تک بچے ماں باپ کے ہاتھ سے نکل چکے ہوتے ہیں کیونکہ وقت پر ماں باپ نے اپنے بچوں پر کوئی توجہ نہیں دی ہوتی۔ پھر وہی بچے ماں باپ کے لئے عذاب بن جاتے ہیں کیونکہ جب ماں باپ کے پاس بچے کو سنوارنے کا وقت تھا تو وہ اپنی ڈگر پر چل رہے تھے۔نہ ہی ان میں کوئی اخلاق تھا اور نہ ہی ان میں کوئی خوبی، یہ سب قصور کس کا ہے حالانکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ بیحد خوشیاں مناتے ہیں۔ دوسروں سے مبارکیں بھی لیتے ہیں۔ چاہے وہ بچہ کسی غریب ماں باپ کا ہو چاہے وہ کسی امیر ماں باپ کا بچہ ہو، مگر بچے کی پیدائش کے بعد والدین نے کس طرح ان کی زندگیاں بنائیں اور کن ماں باپ نے اپنے بچوں کی زندگیاں برباد کر دیں جن ماں باپ نے بچوں کو شروع سے ہی اخلاق اور سلیقہ مندی کی تربیت دی ہو وہ بچے دنیا میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اور جن ماں باپ نے اپنے بچوں کو کوئی اخلاق اور سلیقہ نہ سکھایا ہو تو ایسے بچوں کی زندگیاں اکثر تباہ ہی ہوتی ہیں۔ یہ بھی نہیں کہ جو ماں باپ اپنے بچوں کو اچھا اخلاق ،اچھا جینے کا سلیقہ سکھاتے ہیں وہ سبھی کے سبھی بچے اعلیٰ افیسر نہیں بن جاتے ہیں یا وہ بچے کوئی امیر ترین انسان بن جاتے ہیں یہ کوئی ضروری نہیں ہوتا مگر ایسے بچے جن کو ماں باپ نے اچھا اخلاق' اچھا جینے کا سلیقہ' اچھی تربیت دی ہوئی ہو وہ بچے اچھے انسان ضرور ثابت ہوتے ہیں اور دنیا میں کامیاب زندگی ضرور گزارتے ہیں۔ وہ تھوڑے سے بھی اپنا کام چلا لیتے ہیں مگر ایسے بچے کوئی غلط کام نہیں کرتے تاکہ ان کے ماں باپ کا نام بدنام نہ ہو۔اور جن بچوں کی ماں باپ تربیت اچھی نہیں کرتے ،اچھا اخلاق اچھا جینے کا سلیقہ نہیں سکھاتے پھر ان بچوں کا انجام بھی برا اور زندگی بھی تباہ اور ساتھ ماں باپ کو شرمندگی بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر صاحب اولاد کو اپنے بچوں کو اچھا اخلاق اور جینے کا اچھا سلیقہ سکھانے کی توفیق دے۔آمین!

اس بچے کو جینے کا سلیقہ سکھائے گا کون
مگر ایسا مقدر بچے کا بنائے گا کون

☆☆☆☆☆☆

میں نے بھی کراچی شہر دیکھا ہے

میں نے بھی کراچی شہر دیکھا ہے۔کراچی جانے سے پہلے میں آپ کو بتاؤں کہ میں ضلع جہلم کے گاؤں کا رہنے والا تھا۔جہلم شہر ہمارے گاؤں سے کوئی تین یا چار میل دور تھا اور میں کبھی کبھی جہلم شہر جایا کرتا تھا۔جہلم شہر میں اگر چھاؤنی اور کچہریاں نہ ہوں تو شہر کی اپنی حدود ایک قصبے جتنی ہے۔جب میں چھوٹا تھا تو اس وقت میں سنتا تھا کہ پاکستان میں دو ہی بڑے شہر ہیں، لاہور اور کراچی، جن کو دیکھنے کو جی چاہتا تھا لاہور تو اس وقت مجھے دیکھنا نصیب نہ ہوا مگر کراچی جانے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے انگلینڈ جانے کے لئے پاسپورٹ کراچی سے بنوانا تھا۔پھر کراچی سے ہی ہوائی جہاز پکڑ کر انگلینڈ آنا تھا۔اس کام کے لئے میرے ساتھ میرے تایا جان تھے جنہوں نے میرے یہ سارے کام کرنے تھے کیونکہ میں اس وقت چھوٹی عمر یعنی انیس یا بیس سال کا ہوں گا۔جب مجھے پتا چلا کہ میرے تایا جان مجھے کراچی لے کے جارہے ہیں اس وقت میرے اندر لڈو پھوٹ رہے تھے کہ اسی بہانے میں اپنے محسن قائداعظم محمد علی جناح کا شہر دیکھوں گا۔جس کے بارے میں سنا تھا کہ بہت بڑا شہر ہے اور قائداعظم کے مزار پر حاضری دوں اور سمندر بھی دیکھوں گا جس کے متعلق میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ کراچی کے ساتھ سمندر بھی ہے۔

ایک دن تایا جان نے کراچی جانے والی ریل گاڑی میں بٹھالیا اور ریل گاڑی ہمیں لے کر کراچی کی طرف روانہ ہوگئی اس وقت میرے تصور میں کراچی شہر ہی بسا ہوا تھا۔یہ بات ہے سن انیس سو اکسٹھ (1961ء) کی۔بال آخر ریل گاڑی ہمیں لے کر کراچی کے صدر اسٹیشن پر پہنچ گئی۔وہاں سے ہم بس پکڑ کر اپنے ٹھکانے کالا پل پر پہنچ گئے دوسرے دن صبح ہم اللہ کو یاد کر کے جس کام کو آئے تھے اس کے لئے نکل پڑے۔پاسپورٹ بنوانے کے ساتھ ساتھ میں قائداعظم کا شہر کراچی بھی دیکھتا رہا۔میں نے پہلی بار اتنا بڑا شہر دیکھا تھا مگر آج کے مقابلہ میں کراچی شہر اتنا بڑا نہیں تھا مگر پھر بھی میرے لیے بڑا شہر تھا۔پھر ہم پاسپورٹ کے بارے میں ہر روز جاتے رہے اور شہر کی رونقیں بھی دیکھتے رہے۔ہم اکثر بس یا رکشہ میں سفر کرتے تھے اور رش بھی بہت ہوتا تھا۔خاص طور پر جب چھٹی کا وقت ہوتا ،لوگ بسوں میں گویا ٹھنسے ہوتے تھے۔جب ایک دوسرے کے ساتھ لگتا تو یہی آواز سننے کو ملتی "معاف کرنا میرے بھائی معاف کرنا" تو سامنے والا مسکرا کے کہتا": کوئی بات نہیں بھائی جان ایسا ہو ہی جاتا ہے" تو مجھے کراچی والوں کے منہ سے یہ جملہ سن کر عجیب سا لگتا کیونکہ ہمارے دیہاتوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کا سر پھوڑ ڈالتے ہیں پھر وہ دشمنی بڑھتی ہی جاتی ہے۔اور پھر ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

اس وقت میں نے یہی سوچا کہ کراچی کے لوگ پڑھے لکھے ہیں اسی لیے ان میں جھگڑے نہیں ہوتے۔پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ مجھے اپنے محسن قائداعظم کے مزار پر جانا نصیب ہوا جس کو دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔میرا دل کیوں نہ خوش ہوتا اس ہستی نے

میری نسلوں کو ملک پاکستان جو دلایا تھا۔ پھر گاہے بگاہے قائداعظم کے مزار پر حاضری دیتا رہا۔ اس وقت کراچی کے لوگوں کی کام کے علاوہ چھٹی والے دن دو ہی تفریح ہوا کرتی تھیں۔ دن کو سمندر کی سیر اور رات کو وہ سینما گھروں کا رخ کرتے تھے کیونکہ اس وقت فلمیں بہت اچھی بنتی تھیں اور کراچی کے لوگ اپنی پوری فیملی کے ساتھ دیکھا کرتے تھے۔ میں بھی کبھی کبھی فلم دیکھنے چلا جاتا تھا جب رات بارہ بجے شو ختم ہوتے اور لوگ سینما سے باہر نکلتے تو ایسے لگتا جیسے پورے کراچی کے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ پھر پر امن لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل پڑتے۔ جب چھٹی ختم ہوتی تو پھر سے لوگ اپنے اپنے کاموں کو چل پڑتے پھر شام کو لوگ بازاروں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ جاتے تو بازاروں کی رونقیں اور بھی بڑھ جاتی۔

یہ سب کچھ دیکھ کر نہ تو میرا پنجاب جانے کو جی کرتا اور نہ ہی انگلینڈ جانے کو جی کرتا ،کیونکہ میں کراچی رہ کر خود کو بڑا پرسکون محسوس کر رہا تھا لیکن آخر مجھے پنجاب جانا ہی تھا۔ ایک ماہ کراچی رہ کر میں پنجاب چلا گیا تھا کیونکہ میرا پاسپورٹ بن گیا تھا پھر میں ایک ماہ کے بعد کراچی آ گیا کیونکہ میں نے کراچی سے ہی ہوائی جہاز پکڑ کر انگلینڈ آنا تھا جب میں کراچی پہنچا تو پھر کراچی کو میں نے جی بھر کے دیکھا پھر بذریعہ جہاز میں انگلینڈ آ گیا اور میری یادیں اور میری روح کراچی ہی میں رہ گئیں۔ پھر مجھے دوبارہ کراچی جانے کا اتفاق 1972ء میں ہوا اس وقت میرا ٹھکانا شیر شاہ رہا پھر میں کراچی میں پندرہ دن رہا۔ اس وقت کراچی شہر کافی بڑا ہو گیا تھا اور میں نے کراچی کی جی بھر کے سیر کی اور قائد کے مزار پر حاضری بھی دیتا رہا۔ اس وقت بھی کراچی شہر بڑا پر امن اور پرسکون تھا۔ لوگ رات دن بے خطر گھومتے پھرتے تھے۔ پھر وہ کون لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے ہمارے محسن کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قائداعظم کے شروع سے ہی مخالف تھے کہ یہ ملک نہ ہی بنے۔ آج انہی لوگوں کو موقع مل گیا ہے اپنے بدلے چکانے کا۔ مگر انشاء اللہ ان لوگوں کے منہ پر خاک پڑے گی اور یہ ملک قیامت تک قائم دائم رہے گا۔

یہ کراچی شہر چند غنڈوں کے لئے نہیں ، یہاں تو بڑی بڑی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں جن کو آج دنیا جانتی ہے جن کو قوم ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اللہ کرے گا یہ غنڈے ایک دن مٹ جائیں گے۔ اس شہر کا سکون چند مفاد پرست لوٹ رہے ہیں جو اپنے آپ کو سیاست دان کہلاتے ہیں اور سیاست کے روپ میں سامنے آئے ہیں جنہوں نے لاثانی نام پر غنڈہ گردی شروع کی ہوئی ہے۔ اس میں ہر جماعت ہی شامل ہے چاہے وہ دینی جماعت ہو یا چاہے وہ دوسری جماعتیں ہوں۔ ان سب نے اپنے اپنے غنڈے شہر میں چھوڑے ہوئے ہیں جو کراچی کے لوگوں سے بھتہ لیتے ہیں اور لوگوں کے بچے اغوا کرتے ہیں۔ بھاری بھاری رقمیں لے کر اپنی اپنی جماعتوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور کچھ تو وہ ہیں جو غیروں کے اشاروں پر کراچی شہر کا امن وسکون تباہ کر رہیں ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے جو قائداعظم کے ہوتے ہوئے تو کچھ نہ کر سکے اب وہ قائداعظم کی قبر سے بدلہ لے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کراچی کے لوگوں پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تحریر میں نے اس وقت لکھی جب میرے پیارے قائداعظم کے شہر پر آگ برس رہی تھی اور قائداعظم کی روح کو تڑپایا جا رہا تھا۔ یہ کراچی کے لوگ اس وقت بڑے پرسکون اور پر امن تھے، پڑھے لکھے اور باشعور تھے۔ وہ اپنے کام سے مطلب رکھتے تھے اسی لیے اس وقت کراچی میں امن تھا۔ جہاں اسلحہ کیا لوگوں کے پاس چھری تک نہ ہوتی تھی۔ لوگ اپنی میٹھی نیند سویا کرتے تھے حالانکہ دیہاتوں میں لوگ رات کو پہرہ دیتے تھے کہیں چور اچکا گھر میں نہ گھس آئے اور اسی طرح لوگوں میں دشمنیاں بھی ہوتی تھیں

جس کی وجہ سے لوگ پریشان رہتے تھے اور کراچی شہر جہاں پورے پاکستان کے لوگ رہتے تھے۔ وہ کیا ہی پیار اور محبت سے رہتے تھے جس میں ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔

یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے نہ کہ کسی سے سنا ہے۔ جب کراچی کا مزدور سارا دن مزدوری کر کے آتا تھا تو وہ فٹ پاتھ پر بیٹھ کر کھانا کھایا کرتا تھا اور وہ فٹ پاتھ پر ہی سو جاتا تھا اور لوگ اس کے اوپر سے گزرتے رہتے تھے۔ یہ حال کراچی کی ہر فٹ پاتھ کا تھا۔ صبح ہوتے ہی مزدور ناشتہ کر کے اپنے اپنے کاموں کو چل پڑتے تھے باخیریت ، پھر اس کراچی کو کس نے اجاڑا ہے؟ اس کراچی کے چند مفاد پرست لوگوں نے، وہ بھی غیروں کے کہنے پر جو اپنی ہی نسلوں کی تباہی کر رہے ہیں۔ پھر ان کی اپنی ہی نسلیں ان کو معاف نہیں کریں گی۔

جب میں پہلی دفعہ کراچی گیا تو وہاں یہ سننے کو ملتا تھا کہ بسوں میں جیب کترے ہوتے ہیں یا کوئی چھپ چھپا کر جوا کرواتا ہوگا ، یہ ہوتا تھا اس وقت کراچی میں بڑے سے بڑا جرم۔ اس وقت کے کراچی کو میں آج بھی نہیں بھولا، میں کس طرح بھولتا اپنے محسن قائداعظم کے شہر کو، آج جس کی یہ حالت دیکھ دیکھ کر دل جل رہا ہے۔ اس وقت جو لوگ کراچی میں رہتے تھے وہ کراچی کو ''غریب کی ماں '' کہتے تھے جس کو کہیں بھی مزدوری نہیں ملتی تھی وہ اپنا خاندان پالنے کے لئے کراچی کا رخ کرتا تھا۔ آج انہی لوگوں نے کراچی کا کیا حشر کیا یعنی اپنی ماں کا کیا حشر کر ڈالا۔ آج جو بھی آدمی کام کے لئے گھر سے باہر جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ کفن بھی لے کر نکلتا ہے کہ شاید اس وقت میرے گھر والے مجھے کفن نہ پہنا سکیں۔ جو بھی گھر سے باہر جاتے ہیں تو پیچھے ان کی ماں، بہنیں، بیٹیاں اور بیویاں سارا سارا دن ان کے لئے دعائیں کرتی ہیں کہ ''ہمارا بیٹا، ہمارا بھائی ، ہمارا باپ ، ہمارا خاوند ''خیریت سے گھر پہنچے۔ جب وہ شخص گھر پہنچتا ہے تو گھر والے ایسے گلے لگتے ہیں جیسے کسی بچھڑے ہوئے سے کہ وہ سلامتی سے گھر پہنچ گیا ہے۔ یہ حال ہو گیا ہے اب کی کراچی کا جہاں آج کراچی میں شیطان بے لگام ہو گیا ہے جو انسانوں کا کھلے عام شکار کر رہا ہے۔ کراچی والو! ذرا اپنے اعمال کو بھی دیکھو ، صرف ایک دوسرے پر نقطہ چینی کر کے اپنی جان نہ چھڑاؤ۔ چاہے تم کتنی ہی دکھاوے کی نمازیں اور حج ادا کرتے پھرو، اب یہ عذاب تم سے ٹلنے والا نہیں کیونکہ یہ سب کچھ دکھلاوا ہی دکھلاوا کیونکہ جہاں انسانوں کا خون سستا ہو جائے اور پانی مہنگا ہو جائے پھر ایسے قہر سے بچے گا کون !!اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے اس بندگی سے جہاں دھوکہ بازی ہو۔ آمین!

جس کراچی پر کبھی برستی تھیں رحمتیں اللہ کی
آج اسی کراچی پر برس رہی ہیں لعنتیں اللہ کی

☆☆☆☆☆☆

صفائی بھی تو کئی طرح کی ہے

آج تک یہی سنتے آئے ہیں کہ صفائی ایمان کا آدھا حصہ ہوتی ہے وہ کون سی صفائی ہے جو ایمان کا آدھا حصہ کہلاتی ہے۔ کیونکہ صفائیاں بھی تو کئی طرح کی ہوتی ہیں۔جس صفائی کو ہم مسلمان ایمان کا آدھا حصہ کہتے ہیں وہ صفائی تو سب سے پہلے اپنے من کی پلیدی کو صاف کرنا ہوتا ہے جس من میں پہلے شیطان نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔اگر کسی نے غسل بھی کر لیا، کپڑے بھی صاف پہن لیے مگر من اس کا پلید ہی رہا تو یہ جو اس نے غسل کیا اور اس نے کپڑے بھی صاف پہن لیے کہ جب میں کسی پارٹی یا فحش ڈانس ہال میں جاؤں گا تو میری طرف غیر عورتوں کی توجہ ہوگی۔اگر وہ عورت ہے تو وہ اس لیے اپنا بناؤ سنگار کر کے جائے گی کہ غیر مردوں کی میری طرف توجہ ہو جب کہ وہی عورت اپنے گھر کے اندر اپنے میاں کے سامنے ایک نوکرانی سی نظر آتی ہو، جب وہی عورت کسی پارٹی میں جاتی ہے تو اس وقت اسے اپنا میاں بھی نہیں پہچان سکتا کہ یہ میری ہی بیوی ہے۔تو کیا عورت ہو یا مرد ہو جن کے من اس وقت ناپاک ہوں من میں شیطان بستا ہو اور وہ دیکھنے میں تو بڑے صاف ستھرے نظر آتے ہوں۔کیا اس طرح کی صفائی کو بھی ہم ایمان کا آدھا حصہ کہیں گے جب کہ اس وقت مرد ہو یا عورت ہو ان کے دل میں کوئی فتور ہو یعنی انہوں نے اپنے اندر شیطان بسایا ہوتا ہے۔یا وہ گھر جو دیکھنے میں تو بڑا صاف ستھرا نظر آتا ہو اور اس گھر کی عورتیں اپنے باپ یا بھائیوں کے سامنے بے پردہ ہوں یعنی ان کے بدنوں کی نمائش ہو رہی ہو اور ساتھ ٹی وی پر گھر کے سارے مرد عورتیں کوئی بے ہودہ پروگرام ایک ساتھ بیٹھ کر دیکھ رہے ہوں۔عورتوں کے فحش فیشن بھی اور ساتھ شیطان کو بھی خوش کر رہے ہوں تو کیا ہم اس طرح کی صفائیوں کو بھی ایمان کا آدھا حصہ کہیں گے؟ جن صفائیوں میں شیطان تو خوش ہوتا ہے کہ کیا صفائی کی ہے میرے مریدوں نے، پھر ایسی صفائی جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے ناراض ہوں پھر تو وہ صفائی نہ ہوئی وہ تو ناپاکی ہوئی۔حالانکہ اس طرح کی صفائیوں پر لوگوں کا بیجد خرچہ آتا ہے جو سب کچھ شیطان کی نذر ہو جاتا ہے جو اصل صفائی ہے وہ تو اسے نصیب ہی نہیں ہوتی۔پھر اس طرح کی صفائی والے گھروں میں شیطان کا راج ہوتا ہے اور رحمت کے فرشتے اس گھروں سے چلے جاتے ہیں۔پھر ایسے گھروں کے اندر لڑائی جھگڑے گالی گلوچ اور بے سکونی ہی رہ جاتی ہے کیونکہ ان کی صفائیاں لوگوں کو دکھانے کی ہوتی ہیں۔پھر ایسی صفائیوں پر شیطان ہی خوش ہوتا ہے ، اللہ تبارک وتعالیٰ نہیں۔پھر ایسی صفائیاں کس کام کی ہوئیں؟ پھر ایسی صفائی تو ایمان کا آدھا حصہ نہ ہوئی۔

میرا تو یہی خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے من کی صفائی کرنی چاہئے۔اگر مسلمان کا من صاف نہیں تو پھر اس کے سامنے ہر صفائی بے سود ہوگی۔مسلمان کو اپنا من اس لیے صاف رکھنا ہے کہ اس کے اندر سے شیطان دور ہو اور اس کے من میں اس کا ربّ بس جائے پھر جا کے وہ اپنے بدن کو صاف کرے اور اپنے کپڑوں کو صاف کرے۔پھر وہ اپنے گھر کو بھی صاف رکھے۔یہ سب

ایک مسلمان اس لیے صفائی رکھے کہ اس طرح ربّ کی رحمت اس پر رہے، پھر تو ناپاکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس پر اور اس کے گھر پر اللہ تبارک کی رحمتیں ہی رحمتیں ہوتی ہیں پھر اس طرح کی صفائیوں پر کوئی اتنا بڑا اخرچہ بھی نہیں، یہ دکھاوے کے لئے نہیں کی جاتی اور نہ ہی اس میں شیطان کا کوئی دخل ہوتا ہے بلکہ شیطان کو تو ایسی صفائی سے کوفت ہوتی ہے جس صفائی میں ربّ کی رضا ہو۔ پھر وہ اپنے گھر کو اس لیے صاف رکھنا چاہتا ہے کہ گھر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہو جو فرشتے لے کر آئیں، ساتھ اپنے بدن کی صفائی، اپنے کپڑوں کی صفائی بھی رکھتا ہے اور گھر بھی صاف رکھتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں کو توفیق دیتا ہے کہ ان کے گھر میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور روزے رکھے جاتے ہیں۔ اس گھر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کلام پاک کی تلاوت ہوتی ہے پھر ایسی چیزیں اس گھر کا مقدر بن جاتی ہیں ، پھر ایسے گھروں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں پھر شیطان ایسے گھروں سے دور بھاگتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی باطنی ظاہری صفائی اپنے ربّ کی رضا کے لئے کی ہوتی ہے۔ یہ وہی صفائی ہے جس کو ہم مسلمان ایمان کا آدھا حصہ کہتے ہیں ،وہ تو یہی صفائی ہوسکتی ہے نہ کہ فحاشی یا دکھلاوے کے لئے صفائی کی جائے۔ تو کیا ہم اس طرح کی صفائی کو بھی ایمان کا آدھا حصہ کہیں! نہیں نہیں! ہرگز نہیں !!ایسی صفائی تو شیطان کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے ایمان کا آدھا حصہ تو وہی صفائی کہلائے گی جو اپنی، اپنے گھر کی صفائی اس لیے رکھے کہ اس میں میرے ربّ کی رضا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایسی ہی صفائی رکھنے کی توفیق دے۔ آمین!

صفائی بھی تو کئی طرح کی ہوتی ہے
ایک صفائی بدنی اور دوسری باطنی ہوتی ہے

☆☆☆☆☆

کبھی واقعی چوہدری' راجے ہوتے تھے

جب میں پانچ یا چھ سال کا تھا تو اس وقت ایک تو نمبر دار ہوتا تھا اور دو یا تین گاؤں کے آدمی نمبر دار کے ہم پلہ ہوا کرتے تھے جن کو پنچایت کے آدمی کہا جاتا۔ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ دن کو وہ اپنی کھیتی باڑی کرتے اور شام کے بعد اس لیے جمع ہوتے کہ اگر گاؤں میں کسی کو کوئی مسئلہ ہوتا یعنی کسی کو کسی نے مارا ہوتا یا کسی کی چوری ہوگئی ہو یا کسی کا کسی سے لین دین ہو یا کسی میاں بیوی کا جھگڑا ہو گیا ہو تو وہ تین یا چار آدمی پنچایت کے ہوتے جو جس طرح کا مسئلہ ہوتا اس میں ان لوگوں کی پوری پوری مدد کرتے تھے۔جب تک غلط آدمی راہ راست پر نہ آجاتا تب تک اس کا پیچھا نہ چھوڑتے ، خواہ وہ کتنا امیر ، کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو اس کو کسی پر ظلم نہ کرنے دیتے ۔ہر شام کو پنچایت والے عدالت لگاتے ،لوگوں کے مسائل سننے کے لئے ،پھر وہ اپنی بات پر عمل بھی کرواتے، چاہے کوئی کتنا ہی بڑا پھنے خان ہوتا مگر اس کو پنچایت کا فیصلہ ماننا ہی پڑتا تھا۔اس وقت کوئی بھی آدمی تھانے کچہری نہیں جاتا تھا کیونکہ ہر ایک کو اپنی پنچایت سے ہی انصاف مل جاتا تھا اس وقت اگر کوئی کسی وجہ سے تھانے چلا بھی جاتا تو وہ گاؤں والوں کی نظروں میں گر جاتا تھا۔لوگ طرح طرح کی باتیں بناتے کہ اس گاؤں کے لوگ اچھے نہیں تو اس گاؤں کے لوگ دوسروں سے منہ چھپاتے پھرتے اس بات پر کہ ہمارے گاؤں میں تھانے والے کیوں آئے ہیں ۔اس وقت گاؤں کی پنچایت کی اتنی بڑی قدر ہوا کرتی تھی اور اس وقت کے لوگ ایک دوسرے کے بڑے کام آتے تھے ۔جو کسی کی بھی طرفداری نہیں کرتے تھے وہ جو بھی فیصلہ کرتے حق پر کرتے ۔چاہے ان کا کوئی اپنا ہی عزیز نہ ہو ۔پنچایت والے اس کا حقہ پانی بند کر دیتے تھے جب تک وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آجائے ۔

اس لیے ان کو لوگ چوہدری اور راجے کہتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنی عزت کی خاطر کچھ اصول بنا رکھے تھے جو اپنی عزت پر کسی قسم کا کوئی دھبہ نہیں آنے دیتے تھے ۔لوگ ان کی پیروں جیسی عزت کرتے ، اپنے سر آنکھوں پر بٹھاتے ،اگر کسی غریب کے ہاں شادی بیاہ ہوتو وہ ہر طرح ان کی مدد کرتے ۔اگر کسی کے ہاں فوتگی ہو جاتی پھر بھی اس کی ہر طرح سے مدد کرتے ۔پھر کیوں نہ گاؤں کے لوگ ان کی عزت کریں ۔ایسے لوگوں کی تو پورے علاقے میں عزت ہوا کرتی تھی ۔مگر آج بھی تو چوہدری اور راجے ہیں جن کو یہ نہیں پتا کہ ہم اصل چوہدری' راجے ہیں یا کہ نقلی ہیں ۔ یہ پہچان ان کے اصولوں سے ہی ہو جاتی ہے کہ آج کے چوہدری' راجے اصلی ہیں یا نقلی ہیں ۔کیونکہ آج تو چوہدری' راجے بے اصول ، بے نسل گھر گھر پیدا ہو گئے ہیں ۔ پھر آج کے چوہدری' راجوں کے دو ہی کام ہوتے ہیں ۔ایک جرائم پیشہ لوگوں کی تھانوں کچہریوں میں مدد کرنا ،دوسرا غریب لوگوں کی جائیدادیں ہڑپ کرنا۔ان کو تھانے کچہریوں میں خوار کرنا۔آج ملک کے اندر جو جرم ہو رہے ہیں اس میں ان بے نسل' بے اصول چوہدریوں اور راجوں کا ہی ہاتھ ہوتا ہے ۔جنہوں نے جرائم پیشہ لوگوں کو پال رکھا ہے جو لوگوں کو طرح طرح سے پریشان کرتے رہتے ہیں ۔جس سے وہ غیر انسانی کام کرتے ہیں ۔لوگوں کے گھر میں چوریاں، ڈاکے ڈلوانا' کسی کا قتل کروانا، کسی کی عزت لٹوانا اور اپنے ساتھ بیس تیس لچے لفنگے رکھنا تا کہ لوگ چوہدری' راجوں سے ڈرتے رہیں جو ان سے چوہدری راجوں کو حرام ملتا ہے کیونکہ آج کے چوہدری' راجے تو حلال کے نزدیک تک نہیں جاتے کیونکہ ان

کے منہ کو حرام جو لگ جاتا ہے پھر ایسے حرام سے خود کو اور اپنے بچوں کو بھی پالتے ہیں۔ پھر جس گھر میں غریبوں کی لوٹی ہوئی حلال کی کمائی آ جائے جس کے پیچھے پھر غریبوں، مسکینوں کی آہیں بھی ہوں تو ایسے جعلی ناکارہ چوہدریوں، راجوں کے گھروں کا کیا حشر ہو گا جو دوسروں پر ظلم کر کے یعنی دوسروں کے مال پر عیاشیاں کرتے ہوں؟

اس وقت تو ان کو یہ سب کچھ اچھا نظر آتا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں میں خمار ہوتا ہے۔ حق کو وہ پہچان ہی نہیں سکتے نہ ہی اس وقت ان کو اللہ رسول یاد رہتا ہے۔ وہ تو اللہ کے بندوں کو کیڑے مکوڑے جانتے ہیں پھر ایسے چوہدریوں، راجوں کی جو اولاد ہو گی وہ تو پھر انسانیت سے بھی نکل جائے گی کیونکہ حرام اپنا رنگ تو ضرور دکھاتا ہے۔ پھر جو اولاد چوہدریوں، راجوں نے حرام پر پالی ہو گی وہ بھی کسی غریب کی حلال کی کمائی سے پھر وہی اولاد ان کی نافرمان ہو جاتی ہے۔ پھر ایسے بے خوف چوہدریوں اور راجوں کے گھروں میں طرح طرح کی آفتیں اور بیماریاں آنا شروع ہو جاتی ہیں یا کسی کے ساتھ جانی دشمنی ہو جاتی ہے۔ پھر ایسا گھر پریشانیوں میں گھر جاتا ہے۔ حرام کی آمدن سے پھر تو یہی ہو گا اس میں برکت کہاں سے آئے گی؟ آج کے یہ چوہدری، راجے خود تو بدنام ہیں ہی یہ ان لوگوں کی اس خدمت پر بھی پانی پھیر رہے ہیں جو غریبوں، کمزوروں کی بے لوث خدمت کرتے رہے ہیں۔ وہ کسی غریب کو تنگ کرتے تھے نہ غریبوں کے مال پر نظر رکھتے تھے۔ وہ لوگ تو غریبوں، کمزوروں کی مدد کر کے ان کی دعائیں لیا کرتے تھے۔ کسی حال میں بھی کسی غریب، کمزور کو تھانے کچہری نہیں جانے دیتے تھے کہ اس طرح ہماری بے عزتی ہو گی کہ میں تم کو انصاف نہیں دلا سکا۔ اس طرح کی باتیں تو میں نے اس وقت خود اپنی آنکھوں سے دیکھی بھی ہیں اور سنی بھی ہیں جن نیک اچھے لوگوں کو میں آج تک نہیں بھول پایا۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے اندر خدا کا خوف رکھتے تھے وہ بے خوف نہیں ہوتے تھے آج کی طرح، اصل بات یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے آگے جا کے اس کا حساب بھی دینا ہے۔ مگر آج کے چوہدریوں، راجوں کو دیکھ دیکھ کر دل جل رہا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو چوہدری اور راجے تو کہلاتے ہیں مگر ان کے کام کتنے گھٹیا ہیں جو دوسروں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔ تو کیا ان کے اپنے گھروں کی عزتیں محفوظ ہوتی ہیں؟ نہیں! ان کے گھروں میں کوئی نہ کوئی تو ڈاکا ڈال رہا ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے، اور ہو بھی رہا ہے۔ پھر اصلی نہیں نقلی ہی چوہدری، راجے رہ گئے ہیں پھر جس گھر میں اوڑھنا بچھونا ہی حرام کا ہو جائے پھر اس گھر میں اصل رہ ہی کیا جاتا ہے۔ او مٹی کے برتن! تو اپنی اوقات تو دیکھ! تیری اوقات ہے کیا؟ تو کیوں شیطان کے گھوڑے پر سوار ہے؟ وہ تو تجھے سیدھا جہنم لے جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہدایت دے آج کے ان چوہدریوں اور راجوں کو۔ آمین!

اے نادان انسان تو کیوں شیطان کے گھوڑے پر سوار ہے
یہ تو تجھے جہنم کی طرف لے کے جا رہا ہے
چوہدری، راجے تو پہلے کے ہوتے تھے
جو کمزور غریبوں کے کام آتے تھے
چوہدری راجے تو اب کے بھی ہیں
جو معاشرے میں غریبوں کو ستاتے ہیں

ہم مسلمانوں کی روشن خیالی

یہ روشن خیالی جولائی ہے مسلمانوں کی تباہی، جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تب تک تو ہم نے یہ الفاظ کبھی سنے تک نہیں تھے کہ کوئی لڑکی یہ کہے کہ میرے ماں باپ تو بڑے روشن خیال ہیں۔ ایسے الفاظ لڑکی ہی کہتی ہے کوئی بھی لڑکا ایسے الفاظ نہیں کہتا جب سے جدید تعلیم کا دور دورہ شروع ہوا ہے اور والدین نے اپنی لڑکیوں کو بھی تعلیم دلانا شروع کی ہے۔ لڑکیوں کو تعلیم تو دلانی ہی چاہئے کہ یہ بچوں کی درسگاہ کہلاتی ہیں کہ اگر درسگاہ اچھی نہ ہوگی تو وہ اپنے بچوں کی بہتر تربیت کیسے کرسکے گی۔ اگر لڑکی تعلیم یافتہ ہوگی تو وہ اپنے بچوں کی بہتر تربیت کر سکے گی۔ والدین اب اسی لیے لڑکیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کو دنیا کی اونچ نیچ کی سمجھ آتی رہے اور یہ دنیا کے ساتھ ساتھ چل سکے۔ اس وقت اس لڑکی کا پہلا قدم ہوتا ہے گھر سے باہر نکلنے کا پھر یہ ہر روز کا معمول بن جاتا ہے کہ لڑکی ہر روز سکول آتی جاتی ہے پھر اسے دنیا کی ہوا بھی لگنی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر اسے دنیا کی رنگینیاں بھی اچھی لگنے لگتی ہیں اور سکول میں اسے طرح طرح کی سہیلیاں بھی مل جاتی ہیں۔ اسوقت وہ لڑکی اپنے والدین کا دیا ہوا سبق بھی بھولنا شروع ہو جاتی ہے

کبھی یہ بھی دیکھنے میں آتا تھا کہ جیسے ہی کوئی لڑکی جوان ہونا شروع ہوتی تھی تو وہ بغیر ماں یا بڑی بہن کے باہر نہیں جایا کرتی تھی۔ اس طرح کی تربیت لڑکی کو شروع سے ہی ماں سے مل جایا کرتی تھی۔ اس طرح لڑکیاں شروع سے ہی سمجھ جایا کرتی تھیں کہ ہم نے آگے جاکے کیا کیا کرنا ہوتا ہے۔ یہ تھی پہلی ماؤں کی لڑکیوں کو تربیت جس کو وہ اپنا زیور سمجھتی تھیں اور آج کی ماؤں کی لڑکیوں کی تربیت میں پہلی ماؤں کے مقابلے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حالانکہ آج کی مائیں یہ بھی کہتی ہیں کہ ہم پڑھی لکھی مائیں ہیں۔ پہلی مائیں اپنی لڑکیوں کو پہلے گھرداری کی تربیت دیا کرتی تھیں اور شرم حیا کی بھی تربیت دیا کرتی تھیں کہ لڑکی یہ تیری زندگی کا بہت بڑا زیور ہے۔ جس کی تو نے ہر حال حفاظت کرنا ہوگی۔ اور صبر شکر کی تلقین کیا کرتی تھیں بے شک اس وقت کی عورتیں ان پڑھ ہوا کرتی تھیں۔ مگر ان کی قدر بے حد ہوا کرتی تھی اور آج کی مائیں پڑھی لکھی تو ہیں جو لڑکیوں کو تعلیم کے زیور سے تو نوازنا چاہتی ہیں مگر لڑکیوں کی جو اصل زندگی ہے اس سے انہیں بے خبر رکھتی ہیں کہ میری لڑکی پڑھ لکھ کر کوئی اچھی نوکری کرے گی۔ اس طرح اس کی زندگی سنور جائے گی۔

جب کوئی لڑکی تعلیم کی خاطر گھر سے قدم باہر رکھتی ہے تو پھر اس کی شرم وحیا کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے کہ وہ کہاں تک اپنے آپ کو بچا پاتی ہے۔ پھر تو سو میں سے کچھ ہی ہوں گی جن کی بہت ہی اچھی تربیت ہوئی ہوگی جیسے جیسے پھر لڑکیاں تعلیم میں آگے بڑھتی جاتی ہیں تو ان کی دوستیاں بھی طرح طرح کے لڑکوں سے ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ لڑکی خود آکے اپنے ماں باپ کو کہتی ہے کہ فلاں لڑکا میرا دوست ہے۔ اس پر دونوں ماں باپ اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ چلو اس نے اپنی زندگی کا فیصلہ

خود کرلیا ہے ہمیں کیا ! پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اس لڑکی کا اس لڑکے سے دل بھر گیا تو اس نے ایک نیا لڑکا تلاش کرلیا۔ پھر وہ دوسری لڑکیوں کو یہ کہتی پھرتی ہے کہ میرے والدین تو بڑے روشن خیال ہیں میں جب چاہوں گھر سے جاؤں اور جب چاہوں گھر لوٹ کر آؤں، ان کی طرف سے مجھے کوئی روک ٹوک نہیں یعنی وہ تو بڑے بے غیرت ہیں۔

ایسے والدین جب اپنی لڑکیوں کی نت نئی دوستیاں دیکھتے ہیں تو انہیں کچھ کہنے کے قابل بھی نہیں رہتے کہ اگر ہم نے انہیں کچھ کہا تو یہ گھر چھوڑ کر چلی نہ جائیں۔ کیونکہ اب تو اس نے سارے راستے دیکھ لیے ہیں۔ تب تک والدین کے ہاتھ سے سب کچھ نکل چکا ہوتا ہے اور ان کی سارے کیے پر پانی پھر چکا ہوتا ہے کہ ہمیں تو تعلیم کے علاوہ بھی لڑکی کو گھریلو ذمہ داریاں بھی سونپنا چاہئے تھیں تاکہ اس میں کچھ شرم وحیا بھی ہوتی، خالی دنیاوی تعلیم ہی کافی نہیں تھی۔ پھر لڑکی نے لڑکوں جیسا لباس بھی پہننا شروع کردیا۔ اور ساتھ بال بھی کٹوا دیئے پھر اس کے بدن کے سارے کے سارے خدوخال سامنے نظر آنے لگتے ہیں کیونکہ جس لڑکی کا لباس ہی ایسا ہو پھر اس لڑکی کے بدن کے فگر کیوں نہ نظر آئیں گے۔ لڑکی کے بدن کے زاویوں پر سب سے پہلے اس کے والد کی ہی نظر پڑتی ہے اس کے بعد اس کے جوان بھائی کی نظر پڑتی ہے پھر جا کے اس لڑکی کے بدن کے نیم عریاں فگر پر غیر محرم مردوں کی نظر پڑتی ہے۔ اس وقت لڑکی کے والدین کو سوچ آتی ہے ہم تو مسلمان تھے۔ ہم نے تو اولاد کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے حساب بھی دینا ہے کہ تم نے اپنی اولاد کو کس طرح کی تربیت کی تھی۔ جب ماں باپ کو یہ سوچ آتی ہے اس وقت تک ان کے سر سے پانی گذر جاتا ہے پھر اس حالت میں ماں تو سر باندھ کر بیٹھ جاتی ہے اور والد صاحب پھر داڑھی رکھ لیتا ہے اور سر پر ٹوپی پہن کر مسجد کا رخ کرتا ہے۔ پھر یہ حالت ہوتی ہے ، جن ماں باپ نے اپنی لڑکیوں کو خالی دنیاوی تعلیم کا زیور تو پہنایا ہوتا ہے مگر انہیں اخلاق اور گھریلو ذمہ داریوں کا زیور نہیں پہنایا ہوتا۔ جس سے لڑکیوں کو دور رکھا جاتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے پھر ایسی ویسی لڑکیاں اپنی من مانی کرتی پھرتی ہیں جو پھر اپنے ماں باپ کے ماتھے پر بدنامی کا تلک بن جاتی ہیں۔ پھر ایسی پڑھی لکھی لڑکیاں معاشرے میں کیا کیا گل کھلاتی ہیں۔

جب کوئی لڑکی پڑھ لکھ کر سیاست میں آتی ہے تو انہیں عجیب کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس طرح کوئی نئی لڑکی فلم انڈسٹری میں آتی ہے تو اسے بھی طرح طرح کی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی لڑکی سیاست میں آتی ہے پھر وہ بھی غیر محرم مردوں کے جھرمٹ میں رہتی ہے۔ جب وہ سیاست میں آتی ہے پھر اسے کوئی نہ کوئی وزارت بھی مل جاتی ہے۔ اس حالت میں پھر اسے اپنا کوئی باڈی گارڈ بھی رکھنا پڑتا ہے جو اچھے خاصا ہٹا کٹا ہوتا ہے۔ ان کی کوئی تقریر ہوتی ہے تو وہاں غیر مردوں کا رش بھی ہوتا ہے اس وقت جو باڈی گارڈ ہوتے ہیں وہ بیگم صاحبہ کے اتنے قریب ہوتے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ سب کے سب اس کے خاوند ہیں۔ اس حالت میں تو اگر بیگم صاحبہ کا اپنا خاوند بھی ہو تو وہ بھی لوگوں کی شرم سے اپنی بیگم کے اتنا قریب نہ ہو جتنے قریب گارڈ ہوتے ہیں بیگم صاحبہ کے، مگر اس طرح ہو رہا ہے اس وقت بیگم صاحبہ کا خاوند، اس کا والد، اس کا بھائی اس کی تقریر پر بڑا فخر محسوس کر رہے ہوتے ہیں کہ میری بیگم ، میری بیٹی، میری بہن غیر محرموں میں کیسی زوردار تقریر کر رہی ہے۔ اس وقت لوگ پتا نہیں بیگم صاحبہ کی تقریر سن رہے ہوتے ہیں یا بیگم صاحبہ کا حسن دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسوقت اس کا خاوند، اس کا باپ، اس کا بھائی یا بیٹے اپنے آپ کو اس طرح کی تسلی دے لیتے ہیں کہ ہم اکیلے ہی تھوڑے ہیں اس طرح تو آج جگہ جگہ ہو رہا ہے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ بڑے بڑے گدی نشینوں کی بہو

بیٹیاں بھی اس گندی سیاست میں آ گئی ہیں جن کے اب بال تک کٹے ہوئے ہیں اور یہ سر سے ننگی نظر آتی ہیں اور یہ پیرزادیاں اب غیر محرم مردوں کے جھرمٹ میں نظر آتی ہیں جن کی کبھی مائیں' دادیوں کو غیر محرم اور محرم کیا ان کو تو اللہ کی دوسری مخلوق نے بھی نہ دیکھا ہو گا۔اسی لیے تو ان کے بطن سے ولی پیدا ہوتے رہے ہیں ۔جن کی آج بہو بیٹیاں اپنے حسن اور اپنے بدن کی نمائش جگہ جگہ کر رہی ہیں اور کہتی یہ ہیں کہ اب تو وقت بدل گیا ہے اور اب یہ اس چیز کا دہرا فائدہ اٹھا رہی ہیں، ایک اپنی گدی نشینی کا اور دوسرا اپنے حسن کا بھی۔

اس لیے ان کی سیاست کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں آج کی عورت پڑھی لکھی تو ہوتی ہے مگر اس کی قدر ایک پھوٹی کوڑی جتنی نہیں ہے کیونکہ آج کی عورت کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر ہی گزرتا ہے اور اس کا خاوند اس کا گھر میں انتظار کر رہا ہوتا ہے کہ کب بیگم صاحبہ گھر آئے گی اور مجھے کچھ کھانے کو دے گی مگر بیگم صاحبہ کسی پارٹی کا بہانہ کر دیتی ہے ۔میں کوئی عورت کی تعلیم کے خلاف تو نہیں ہوں کیونکہ تعلیم تو مرد اور عورت دونوں کے لئے ضروری ہوتی ہے ۔لڑکے کی تعلیم تو پہلے دین کی تعلیم ہونی چاہئے پھر اسے دنیاوی تعلیم ہونی چاہئے اور لڑکی کی تعلیم پہلے دینی تعلیم ہونی چاہئے پھر لڑکی کو گھرداری کی تربیت بھی دینی چاہئے اور ساتھ ساتھ حسن اخلاق کا بھی پورا پورا خیال رکھا جائے ۔ یہ سب کچھ ایک مسلمان لڑکی کے لئے ضروری ہے پھر جا کے لڑکی کو دنیاوی تعلیم دلانی چاہئے کیونکہ ہر لڑکی نے بالآخر ایک دن ماں بننا ہوتا ہے چونکہ ماں کی گود بچے کی پہلی یونیورسٹی ہوتی ہے پھر جس طرح کی یونیورسٹی ہوگی اس طرح کی بچے کی تربیت ہوگی ورنہ تو بچے کی ڈگری جعلی ہوگی ۔پھر اس کا نتیجہ خاک نکلے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو بچائے ایسی روشن خیالی سے۔آمین!

کیا آئی ہے مسلمانوں کے گھروں میں روشن خیالی
جس روشن خیالی نے آج مچائی ہے گھر گھر تباہی

☆☆☆☆☆☆

آج غریبوں یتیموں کے مالوں پر ڈاکے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اور حضور پاک ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ جس کسی نے بھی غریب یتیم یا کسی بیوہ کا ناحق مال کھایا کسی بھی بہانے سے، اس نے اپنے اندر دوزخ کی آگ بھر لی ، وہ کون سا مال ہوتا ہے جو غریبوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں کا ہوتا ہے پہلا زکوٰۃ، دوسرا صدقہ ، خیرات، فطرانہ یہ مسلمانوں کا وہ دیا ہوا مال ہے جو ان کے علاوہ کسی دوسری جگہوں پر نہیں لگ سکتا ، چاہے وہ کوئی درس ہو، چاہے وہ کوئی ہسپتال ہو، چاہے وہ کوئی کالج ، یونیورسٹی ہو۔ ان جگہوں پر اگر کوئی لگا دے تو وہ مال لگ سکتا ہے مگر زکوٰۃ، صدقہ، خیرات فطرانہ ایسا مال بالکل ایسی جگہوں پر نہیں لگ سکتا کیونکہ یہ اللہ رسول ﷺ کی طرف سے غریبوں، یتیموں، بیواؤں، مسکینوں کا مال ہوتا ہے تاکہ ان کی اس مال سے فوری مدد کی جائے جس سے ان کی ضرورت پوری ہو سکے اور ان کی زندگیاں بچ سکیں آج ایسے مالوں کو وہ لوگ لے رہے ہیں جو قرآن و حدیث کو اچھی طرح جانتے ہیں جن کو عام لوگ مولوی یا پیر کہتے ہیں یہی حالت پاکستان میں بھی ہے اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی ہو گی۔ میں آپ کو جو انگلینڈ اور یورپ میں ہو رہا ہے اس کے بارے میں بتاتا ہوں کہ کچھ دین کے ٹھیکے داروں نے یہاں اس کام کے لئے ٹیلی ویژن تک کھول رکھے ہیں جن میں اکثر کہا جاتا ہے کہ آپ ہمیں زکوٰۃ، صدقہ، خیرات روانہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں کیونکہ ہم درس بنا رہے ہیں جہاں غریبوں کے بچے پڑھیں گے یا یہ کہا جاتا ہے کہ ہم ہسپتال بنا رہے ہیں جہاں غریبوں کا علاج ہو گا! یا یہ کہا جاتا ہے کہ ہم کوئی کالج یونیورسٹی بنا رہے ہیں جہاں غریبوں، یتیموں کے بچوں پڑھیں گے تو آپ کو اس کا اجر ثواب ملے گا۔ پھر ایسے دین کے ٹھیکے داروں نے آگے اپنے ایجنٹ بھی رکھے ہوئے ہوتے ہیں جن کو وہ پورا پورا حصہ دیتے ہیں اور یہ لوگ بڑی ہوشیاری سے زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کو اپنے ان کاموں کے لئے حلال کر لیتے ہیں جس مال کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فقط غریبوں، یتیموں، بیواؤں کا مال کہا ہے جس کو کوئی دوسرا استعمال نہیں کر سکتا۔

جس کو کچھ مولانا نے ٹیلی ویژن پر بیٹھ کر کہا ہے کہ یہ مال غریبوں، یتیموں کا ہوتا ہے ایسے مال کو کوئی دوسری جگہ استعمال نہیں کر سکتا چاہے وہ کوئی بھی ادارہ ہو۔ جس بات کو ساری دنیا کے مسلمانوں نے کئی بار سنا ہو گا کہ ایسا مال کسی دوسری جگہ پر استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس بات کو ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو پہلے زکوٰۃ ، صدقہ، خیرات سے زمین خریدتے ہیں پھر اس زمین پر جو عمارت بنتی ہے یہ لوگ اس کے خود مالک بن بیٹھتے ہیں پھر جو ان ہسپتالوں میں علاج کراتے ہیں یا ان درسوں میں یا کالجوں میں بچے پڑھتے ہیں ان سے یہ بھاری فیسیں بھی لیتے ہیں جس کو یہ اپنے اوپر بھی اور اپنے بچوں پر بھی خرچ کرتے ہیں ۔ یہ انہوں نے فلاحی ادارے تھوڑے ہی بنائے ہیں یہ سب کچھ ان کی اپنی ذاتی ملکیت ہوتی ہے جو پھر ان کے بچوں کے ہاتھوں چڑھ جاتی ہیں پھر وہ اپنی من مانی کرتے پھرتے ہیں پھر وہ ایسی آمدنی سے عیاشی ہی کرتے ہیں ۔ ایسا مال کون سا ان کے باپ کا ہوتا ہے پھر اس کا ثواب ان کے بڑوں کو بھی ملتا ہے کیونکہ وہ درخت انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوتا ہے جس کا پھل پھر انہیں بھی ملتا ہے ۔

آج کچھ لوگ تو وہ ہیں جو سیاست کے نام پر لوگوں کی چوریاں کر رہے ہیں اور کچھ وہ بھی ہیں جو دین کے چور ہیں جو قرآن پاک کی آیات اور حدیثوں کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو لوٹ رہے ہیں ان کو کہتے ہیں'' پیر زادے ،صاحب زادے اور لوٹ زادے''
اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ہم سب کو ایسے حرام مال سے جو مال فقط غریبوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں کا ہوتا ہے۔ آمین!

دے کے دھوکہ یہ کرتے ہیں خدمت انسانوں کی
پھر بن جاتی ہے مقدر ان کا آگ دوزخ کی

ایٹم بم کا سہرا کون کون اپنے سر باندھ رہا ہے

جب سے پاکستان میں ایٹمی دھماکے ہوئے ہیں تو اس کا سہرا بے نظیر کی پارٹی والے اپنے سر باندھ رہے ہیں کہ یہ کام ہمارے بابا بھٹو نے سر انجام دیا تھا اور کلثوم لیگی یہ کہتے ہیں کہ ایٹمی دھماکے ہم نے کئے تھے یہ دونوں پارٹیاں اکثر اپنی تقریروں میں بھی کہتی رہتی ہیں لوگوں سے ووٹ لینے کے لئے ،اور بات اندر سے کچھ اور ہی نکلی ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے تو یہ فرمایا ہے کہ جب 1972ء میں بنگال کے اندر ہماری فوج نے ہندوؤں کے سامنے ذلت سے اپنے ہتھیار ڈالے تھے اور ساتھ ہماری فوج کے افسروں کے منہ پر جب ہندو افسروں نے تھپڑ مارے تھے جو ٹی وی پر ساری دنیا نے دیکھے تے تو ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں میں یہ منظر ہالینڈ میں دیکھ رہا تھا تو اس وقت میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے تو میں پاکستان آ کر بھٹو کو ملا اس سے کہا کہ میں اپنی قوم و ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرح میں ہالینڈ کو چھوڑ کر پاکستان چلا آیا اور میں نے ایٹمی پلانٹ پر کام شروع کر دیا اور ہم نے کسی طرح اپنی قوم پر بوجھ نہ پڑنے دیا، کم سے کم خرچے پر یہ کام انجام پایا اس میں سب سے زیادہ عمل دخل اس وقت کے وزیر تھے اسحاق خان ،ان کا تھا، جو ایٹم بم کا بجٹ بناتے تھے ضرورت کے مطابق ،جب ایٹم بم کے دھماکوں کا وقت آیا تو اس وقت اسحاق خان صدر تھے۔ ایٹم بم کی نگرانی پوری کی پوری صدر اسحاق نے ہی کی تھی۔ پاکستانی ایٹم بم کو انہوں نے ہی پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ اس وقت جتنے سائنسدان تھے وہ سب انہی کی نگرانی میں کام کرتے تھے جن میں بڑے تھے ڈاکٹر شمشاد احمد' ڈاکٹر عبدالقدیر خاں' ڈاکٹر ثمر مبارک مند اور ان کے دوسرے ساتھی سائنسدان بھی تھے جن کی محنت سے یہ ایٹم بم پاکستانی قوم کو نصیب ہوا۔ جب ایٹم بم کے دھماکوں کا وقت آیا تو اس وقت وزیر اعظم نواز شریف تھا جب اس سے ان چاروں نے صدر اسحاق خاں وزیر خارجہ گوہر ایوب جو صدر ایوب کے بیٹے تھے ۔ڈاکٹر شمشاد احمد اور ڈاکٹر عبدالقدیر خاں، جب انہوں نے نواز شریف کو کہا کہ ہمارا ایٹم بم بالکل تیار ہے ہم چاہتے ہیں کہ ایٹمی دھماکہ کر دیں تو نواز شریف کو اس وقت ہاتھ پاؤں پڑ گئے کہ اس طرح کرنے سے تو امریکی آقا ناراض ہو جائے گا پھر ہمارا دانہ پانی کہاں سے آئے گا۔ مگر ان چاروں نے اس کی ایک بھی نہ سنی انہوں نے ایٹمی دھماکے کرنے کا اعلان کر دیا۔

اس بات کا انکشاف کیا تھا ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے طلعت حسین کے پروگرام میں جو ڈان نیوز میں ہوا تھا جو بارہ مئی 2000ء کو ہوا۔ جب طلعت حسین نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا'': ڈاکٹر صاحب! آپ بتائیں کہ یہ ایٹمی دھماکے کس کی مرضی پر ہوئے تھے کیونکہ فوج والے کہتے ہیں کہ یہ دھماکے ہماری مرضی سے ہوئے تھے اور نواز شریف جگہ جگہ یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ دھماکے میری مرضی سے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اب تو اس بات کو کئی سال گزر گئے ہیں اب تو اصل بات بتا دو '' تو ڈاکٹر صاحب نے کہا'': نہ تو یہ ایٹمی دھماکے فوج والوں کی مرضی سے ہوئے ہیں نہ ہی یہ دھماکے نواز شریف نے کرائے تھے وہ تو ہمیں یہی بولتے رہے ہیں کہ امریکہ والے ہمیں دھماکے نہ کرنے کے بدلے ڈالر دے رہے ہیں اس لیے دھماکے نہ کیے جائیں وہ تو ہمیں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اگر تم نے ایٹمی دھماکے کئے تو

آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ امریکہ کی طرف سے تو ہم نے کہا کہ ہمیں اپنی جان کی پرواہ نہیں مگر یہ کام ہم پایہ تکمیل تک ضرور پہنچائیں گے جس کام کے لئے ہم نے اتنی محنت کی ہے۔ پھر یہ چیز ہم نے ہندوستان کو بھی بتانی ہے کہ اب تم نے ہماری طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو ہم تمہاری وہ آنکھ نکال دیں گے ہمارا ایٹمی دھماکے کرنے کا مطلب بھی یہی تھا کہ ہندوستان ہمیں پہلے جیسا نہ سمجھتا رہے۔نواز شریف وہ کیا ایٹمی دھماکے کراتا وہ تو امریکہ آقا کے ڈر سے ایک پٹاخہ بھی نہ چھوڑتا ،وہ تو امریکہ سے اتنا ڈرتا تھا کہ جہاں ہم نے ایٹمی دھماکے کیسے ہیں وہ اس جگہ تک نہیں گیا ورنہ ہم ایٹم بم کا بٹن اس کے ہاتھ دیتے کہ تو اس بٹن کو اپنے ہاتھ سے دبا مگر اس بے چارے میں اتنی جرأت کہاں تھی کہ وہ اس جگہ پر ہی جاتا۔ بعد میں اس نے جو تقریر کی تھی وہ تو اس کی مجبوری بن گئی تھی تقریر کرنے کی ،نواز شریف نے بعد میں بل کلنٹن کو فون کر کے کہا ": سر! یہ جو کچھ ہوا ہے یہ میرے ہاتھ میں نہیں تھا ورنہ میں یہ دھماکے نہ ہونے دیتا " یہ بات اس نے صرف اپنے آقا کو خوش کرنے کے لئے کی تھی۔ جس کا بقول ڈاکٹر عبدالقدیر نے کسی کتاب کا حوالہ بھی دیا تھا جس میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔نواز شریف کے علاوہ دوسرے سیاست دان بھی یہ سب کے سب کسی نہ کسی طرح یہودی عیسائیوں کے غلام ہوتے ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی جماعت کے سیاستدان ہوں جب بھی پاکستان میں الیکشن کا وقت آتا ہے تو یہ سیاستدان کسی نہ کسی طرح، یہودی عیسائیوں کے قدموں میں جا بیٹھتے ہیں ": آقا! اگر آپ ہماری مدد فرمائیں تو ہم آپ کے غلام بن کر رہیں گے اور آپ کا ہر فرمان ہماری سر آنکھوں پر ہوگا۔ آقا! ہمیں پاکستان کا حکمران بنا دیں "

اے پاکستانی قوم! یہ بات یاد رکھنا کہ ہمارے ملک کو اور ہمارے ایٹم بم کو جب بھی کوئی خطرہ ہوا تو انہی بے غیرت سیاستدانوں سے ہوگا کیونکہ یہ لالچ کے پجاری ہوتے ہیں۔ان سیاست دانوں کو دولت دکھا کر جو چاہیں ان سے کام لے لو اس وقت نہ یہ ماں کے ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ بہن کے ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ بیٹی کے ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ اس وقت قوم و ملک کے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی دین وایمان ہوتا ہے۔ان کی تو ہر چیز دولت ہی دولت ہوتی ہے۔میں پھر بھی کہتا ہوں بقول ڈاکٹر عبدالقدیر کے یہ ایٹمی دھماکے صرف اور صرف ان چار آدمیوں کی ہی وجہ سے ہو پائے ہیں پہلے صدر اسحاق خاں، دوسرے ڈاکٹر شمشاد احمد، تیسرے وزیر خارجہ گوہر ایوب اور چوتھے ڈاکٹر عبدالقدیر خاں اور ان کی باقی ٹیم کے سائنسدان بھی تھے جن پر پوری قوم کو فخر ہے۔

رہا نواز شریف تو اس کی بات تو اس طرح ہے کہ کسی نے کسی غریب سے پوچھا کہ بتاؤ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو اس غریب نے جواب دیا کہ دو اور دو "چار روٹیاں" ہوتی ہیں اور کیا ہوتا ہے۔نواز شریف تو اس وقت امریکہ آقا کے ڈالروں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کسی طرح ہاتھ آ جائیں۔مگر افسوس کہ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی اور آج یہ اس چیز کا سہرا بھی اپنے سر پر باندھ رہا ہے۔اس کو کہتے ہیں سیاست دانوں کی منافقت! کہ یہ بات کچھ اور تھی اور یہ کہتے کچھ اور ہیں، نواز شریف کو کیا لگے قوم اور ملک سے وہ تو ایک بیوپاری ہے اس سے امید رکھنا فضول ہے۔

یہ حالت ہے ہمارے ان پاکستانی سیاست دانوں کی
حاکم تو ہیں پاکستان کے اور غلامی کرتے ہیں یہ غیروں کی

☆☆☆☆☆☆

جب سے یہ ملک پاکستان بنا ہے

جب سے یہ ملک پاکستان بنا ہے تب سے یہ ''بک بک ''سن سن کر کان پک گئے ہیں۔وہ کون سی'' بک بک '' ہے جس کو سن کر کان پک گئے ہیں وہ بک بک ان پاکستانی نکمے لیڈروں کی ہے۔لیاقت علی خاں کے بعد جو بھی لیڈر پاکستان کے حاکم بنتے آئے ہیں وہ سب پہلے یہی کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کو یہاں سے وہاں پہنچا دیں گے۔جب وہ حاکم بن جاتے ہیں تو پھر وہ یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اب میں کیا کروں اس ملک کا بیڑا تو پہلوں نے غرق کر دیا ہے۔اب میرے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں کہ میں اس ملک کو فوراً سنبھال لوں۔پھر وہ بھی پاکستان کو اُلٹا لوٹنا شروع کر دیتا ہے۔جب لوگ اس حاکم سے تنگ آ جاتے ہیں تو پھر مارشل لاء لگ جاتا ہے، پھر وہی لیڈر مارشل لاء کے وزیر بھی بن جاتے ہیں۔پھر جب مارشل لاء کسی نہ کسی طرح ختم ہوتا ہے پھر کوئی دوسرا لیڈر آ کے حاکم بن جاتا ہے پھر وہ بھی یہی رٹ لگانا شروع کر دیتا ہے ''میں کیا کروں ''اس ملک کا بیڑا غرق تو مارشل لا نے کر دیا ہے۔پھر وہ بھی ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس ملک کو لوٹنا شروع کر دیتا ہے تو پھر ملک میں مارشل لا لگ جاتا ہے پھر وہی نکمے لیڈر مارشل لاء کے وزیر بن جاتے ہیں یہ سلسلہ ساٹھ سال سے اسی طرح کا چل رہا ہے اس ملک کے ساتھ۔

آج جو پاکستان میں بڑی پارٹیاں ہیں یہ سب مارشل لاء کی اولاد ہیں۔آج یہی پارٹیاں مارشل لاء کو برا بھلا بھی کہہ رہی ہیں کہ مارشل لاء نے اس ملک کا بیڑا غرق کر دیا ہے یہ کہہ لو کہ اولاد ہی اپنے باپ کو برا بھلا کہہ رہی ہے۔مارشل لاء تو اسی وقت ملک میں لگایا گیا ہے جب ان چور، ڈاکو لیڈروں نے اس ملک کو بے دردی سے لوٹا اور پاکستان کی دولت انہوں نے یہودیوں عیسائیوں کے بنکوں میں جا کے جمع کرا دی ہے اور حکومت یہ پاکستان کی عوام پر کرتے ہیں۔اس میں قصور اس پاکستانی قوم کا بھی ہے جو ایسے چوروں ڈاکوؤں کو اپنا ووٹ دیتے ہیں۔آج بھی ان پاکستانی لیڈروں کی جائیدادیں اور ان کی اولادیں یہودیوں اور عیسائیوں کے ملکوں میں پڑی ہیں جب بھی ان نکمے لیڈوروں پر کوئی مشکل وقت آتا ہے تو یہ بھاگ کر اپنے آقا کے قدموں میں جا بیٹھتے ہیں۔پھر یہ بھگوڑے لیڈر پاکستان کی لوٹی ہوئی دولت سے وہاں کلبوں میں عیاشیاں کرتے پھرتے ہیں۔

ان میں کچھ وہ لیڈر بھی ہیں جو کئی سال سے یہاں آقا کے قدموں میں پڑے ہیں اور اپنی اپنی پارٹیوں کو ریموٹ کنٹرول سے چلا رہے ہیں اور ان کے جیالے ان کے حکم پر پاکستان میں آگ برپا کر دیتے ہیں جو اپنے ربّ اور رسول ﷺ کا حکم تو بھولے ہوئے ہیں مگر ان کا حکم اپنی سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔پھر جب ان کو موقع ملتا ہے تو پھر یہ جا کے پاکستان کے مالک بن بیٹھتے ہیں پھر یہ پہلی ذلت کو بھول جاتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا کیا ہوا تھا اور اب ہم کو کیا کرنا ہے۔مگر جو ان کی فطرت میں لکھا ہوا ہے یہ وہی کرتے ہیں۔یہ ذلت کو ذلت ہی نہیں جانتے ،کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک لیڈر صاحب اپنے لیڈر کے حق میں ٹی وی پر بیٹھ کر دوسری پارٹی کے لیڈر کو برا بھلا کہہ رہا ہوتا ہے پھر کچھ ماہ کے بعد وہی لیڈر صاحب اسی پارٹی میں جا کے جس کو وہ پہلے برا بھلا کہتا تھا اس کے حق میں بولنا شروع کر دیتا ہے اور جس پارٹی میں وہ پہلے تھا پھر اس لیڈر کے خلاف برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے۔پھر وہ بے چارہ کسی تیسری پارٹی میں چلا جاتا ہے تو پہلی دونوں پارٹیوں کے خلاف بولنا شروع کر دیتا ہے۔

یہ کسی ایک لیڈر کی بات نہیں ایسے لیڈر تو آپ کو ان گنت مل جائیں گے جو ہر ماہ کوئی نہ کوئی پارٹی بدلتے رہتے ہیں۔

کوئی عورت مراثی سے بیاہی ہوئی تھی اور اس کا ایک بیٹا بھی تھا تو وہ عورت کسی ملک کے ساتھ چلی گئی آگے ملک کا دوست تھا چوہدری تو وہ عورت چوہدری کی گھوڑی پر بیٹھ کر چوہدری کے ساتھ چلی گئی، آگے چوہدری کے پاس ایک پیر صاحب آتے تھے تو وہ عورت چوہدری کو چھوڑ کر پیر صاحب کے ساتھ چلی گئی تو کسی نے اس عورت کے بچے سے پوچھا کہ تمہاری ذات کیا ہے؟ تو بچے نے کہا کہ میں پہلے مراثی تھا، پھر میں ملک بنا، پھر میں چوہدری بنا، اب مرمٹ کے میں پیر بنا ہوں آگے جیسے امی کی مرضی۔

یہ مثال ہے پاکستانی لیڈروں کی پاکستان کے سب لیڈر ایک دوسرے کا ہی قصور گنتے ہیں۔ان میں کوئی بھی اپنا قصور ماننے کو تیار نہیں۔میں تو کہتا ہوں کہ اصل قصور قائداعظم کا ہے جس شریف آدمی نے اس قوم کو ہندوؤں سے آزاد کرایا تھا۔یہ قوم اس قابل ہی نہیں تھی کہ اسے ہندوؤں سے آزاد کرایا جاتا۔جس قوم نے آج قائداعظم کی محنتوں اور کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔اس قوم کا حال بھی اس طرح کا ہونا چاہئے تھا جس طرح کا حال ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں کا ہو رہا ہے جو ایک غلام قوم کی حیثیت سے ہندوستان میں رہ رہے ہیں۔اس طرح کا حشر ہونا تھا ان کا بھی، تب جا کے ان کو پتا چلتا کہ آزادی کی قدر و قیمت کیا ہوتی ہے یا اس ملک کی قدر و قیمت ان لوگوں سے پوچھو جنہوں نے اس ملک کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔آج یہ پاکستانی قوم قائداعظم کا احسان ماننے کی بجائے اس شریف آدمی کی روح کو تڑپا رہی ہے۔کسی نے سچ ہی کہا تھا کہ رج یا تو بھینس نے پچایا ہے یا رج ہندو نے پچایا ہے۔ مسلمانوں کو جب بھی ''رج'' ملا ہے تو اس نے کوئی الٹا ہی پنگا لیا ہے۔

سیاستدانو! اگر اب بھی تم نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری اور نہ تم کتے بلے رہو گے اور نہ رہیں گے تمہارے یہ محل ماڑیاں۔تم جو قائداعظم کے پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہو۔حالانکہ ان سیاستدانوں کو کئی بار ذلت کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے یہ اتنے ڈھیٹ ہیں پھر بھی اپنی عادتوں سے باز نہیں آتے۔قائداعظم کے پاکستان کو اس قوم کے ہر انسان نے کسی نہ کسی طرح نقصان ہی پہنچایا ہے، ان نکمے لیڈروں کو اپنے ووٹ دے کر، آج یہ لیڈر ٹی وی پر بیٹھ کر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ تو کتے کی طرح بھونک رہا ہے۔وہ اس کو کہتا ہے کہ میں نہیں تو بھونکتا ہے، جن کو اس وقت ساری دنیا سن رہی ہوتی ہے کہ یہ ہیں پاکستان کے جعلی لیڈر جن میں ذرا بھی شرم نہیں ہے۔ان کو لیڈر کہنا ہی کبیرہ گناہ ہے۔ان کو تو چور، ڈاکو، لٹیرے، بدمعاش اور لچے لفنگے کہنا بجا ہے مگر لیڈر نہیں۔مزے کی بات تو یہ ہے کہ جب میں یہ لکھ رہا تھا اس دن پاکستان میں پارلیمنٹ میں جب بجٹ پاس ہو رہا تھا تو وہاں عوام کے نمائندے ایک دوسرے کو اس طرح مکے اور گھسن مار رہے تھے ،ایک دوسرے کے کپڑے تک پھاڑ دیئے گئے۔اس منظر کو اس وقت ساری دنیا کے لوگ دیکھ رہے تھے۔وہ سب ایک دوسرے کو گندی گالیاں دے رہے تھے۔اس وقت یہ کوئی عوام کے دکھ میں تھوڑے ہی لڑ رہے تھے یہ تو اقتدار کے بھوکے اپنی خاطر لڑ رہے ہوتے ہیں۔ان کو کہتے ہیں بھوکے بھیڑیے ،جب تک ان کے منہ میں حرام رہتا ہے تو یہ خاموش رہتے ہیں جیسے ہی ان کے منہ سے حرام چھن جاتا ہے پھر یہ باؤلے کتے کی طرح ایک دوسرے کو کاٹنے لگتے ہیں اور نام یہ عوام کا لیتے ہیں یہ منافق لوگ۔

پاکستان میں جتنے بھی جرائم ہوتے ہیں ان کے پیچھے انہی لیڈروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔پھر یہ مجرم کو سزا بھی نہیں ہونے دیتے

جس کی وجہ سے پاکستان میں جرائم دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ جب پاکستان بنا تھا تو لوگ ہجرت کر کے آئے، ان میں اصل مہاجر وہ تھے جو ہندوستان کے پنجاب سے ہجرت کر کے آئے تھے جن کے پیاروں کو سکھوں نے چن چن کر قتل کیا تھا اور ان کی جوان بچیوں کو اٹھا کے لے گئے اور ان کے معصوم بچوں کو قتل کیا تھا اور ان کا مال ومتاع تک لوٹ لیا گیا تھا۔ وہ پنجاب کے مہاجر پاکستان میں خالی ہاتھ آئے تھے وہ بھی چھپ چھپا کر آئے تھے۔ بہت سے مارے گئے اور ان میں سے جو بچ نکلے تھے وہ بھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے جن کو ایک دوسرے سے ملنے میں کافی وقت لگا تھا اور وہ آباد ہونے سے پہلے کافی دیر تک کیمپوں میں رہے۔ مگر پنجاب کے مہاجروں نے صبر اور شکر کا دامن ہاتھوں میں تھامے رکھا۔ کسی بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا۔ آج پنجاب کے مہاجر اپنے پنجابی بھائیوں سے گھل مل گئے ہیں اور ایک دوسرے سے رشتے داریاں تک کر لی ہیں۔ اب پنجاب میں مہاجر والا کوئی سوال ہی نہیں رہا اور ان کو پورے پورے حقوق بھی مل رہے ہیں۔ آج پنجاب کے مہاجروں کا ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں رہا اور نہ پنجاب کے مہاجر ہندوستان میں ہی آتے جاتے ہیں یہ تھی پنجاب کے مہاجروں کی بات۔

اب بات کرتے ہیں سندھ کے مہاجروں کی جو ہندوستان سے ہجرت کر کے سندھ میں آئے تھے۔ ان میں کچھ وہ مہاجر بھی تھے جو پاکستان بننے سے کافی دیر بعد سندھ میں پہنچے تھے جو پہلے بھی آئے تھے وہ بھی ریل گاڑیوں میں آئے تھے یا وہ ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر سندھ میں پہنچے تھے جن کا ایک بکری کے بچہ تک کا نقصان نہیں ہوا تھا۔ سندھی مہاجر تو اپنی سوئی سلائی تک اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ آج بھی ان سندھی مہاجروں کی ہندوستان میں آدھی آدھی فیملی رہتی ہے اور ان کے اب بھی ہندوستان میں اپنے مکان ہیں اور ان سندھی مہاجروں کا اب ہندوستان آنا جانا رہتا ہے۔ یہ سندھی مہاجر آدھے ہندوستان کے ہیں اور آدھے یہ پاکستان کے ہیں۔ اب یہ سندھی مہاجر مہاجر کا اتنا شور مچا رہے ہیں کہ ہمیں یہ حق نہیں مل رہے۔ ہمیں وہ حق نہیں مل رہے اب تو ان سندھی مہاجروں کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ یہ سندھیوں سے ان کا سندھ تک چھیننا چاہتے ہیں جو جو سندھ میں صدیوں سے رہ رہے ہیں اگر ان سندھی مہاجروں کو یہ پتا ہو کہ ہندوستان میں بیس کروڑ مسلمان کس ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں جن کو کوئی سرکاری نوکری نہیں ملتی۔ اس بات کا انہیں بھی علم ہے کہ ہندو مسلمانوں کو مکانوں کے اندر بند کر کے انہیں آگ لگا دی جاتی ہے۔ ان میں ان کے اپنے کتنے رشتے دار بھی جل کر مرے ہوں گے مگر یہ ناشکرے سندھی مہاجر جو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ناشکری کر رہے ہیں اس کو کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کھڑا ہونے دو پھر سونے کی جگہ میں خود ہی بنا لوں گا۔

اس ملک پاکستان کو مٹانے والو! یاد رکھنا تم خود تو مٹ جاؤ گے مگر انشاء اللہ یہ ملک پاکستان تا قیامت تک رہے گا کیونکہ اس ملک کو بنانے والے کا نام محمد علی تھا نہ کوئی ''محمد'' کو شکست دے سکتا ہے اور نہ کوئی ''علی'' ہی کو شکست دے سکتا ہے کیونکہ یہ ملک تا قیامت سلامت رہے گا۔ آمین!

کتنے صابر شاکر ہیں یہ مہاجر پنجاب کے
جنہوں نے لٹایا سب کچھ پھر بھی شاکر ہیں ربّ کے

☆☆☆☆☆

اس قوم کے بگڑے شہزادے' شہزادیاں

کبھی والدین اپنے بچوں کو اس لیے تعلیم دلاتے تھے کہ کل ہمارے بچے پڑھ لکھ کر اپنے ساتھ ہمارا نام بھی روشن کریں گے۔ پھر والدین اپنے بچوں کی تعلیم پر پورا پورا دھیان دیا کرتے تھے کیونکہ اس وقت کے والدین اپنے بچوں پر حلال کی کمائیاں خرچ کیا کرتے تھے۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ بچے اپنی تعلیم پر توجہ نہ دیں اور بچوں کی یہی کوشش ہوتی کہ میں بہتر سے بہتر تعلیم حاصل کرکے اپنا اچھا مقام بناؤں۔ پھر ان والدین کی محنت رنگ لے آئی جنہوں نے اپنے بچوں کو حلال کی کمائی سے تعلیم دلائی ہوتی ہے۔ پھر بچوں کو جب کوئی اچھی نوکری مل جاتی ہے تو والدین اپنے بچوں پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ ہمارے بچوں نے تعلیم حاصل کرکے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ واقعی اس وقت کے والدین کی بچوں کی وجہ سے بڑی عزت ہوا کرتی تھی حالانکہ پہلے ایسے والدین کو کوئی جانتا تک نہ ہوتا تھا۔ پھر ان کے بچوں نے اپنی محنت سے اپنا اور اپنے والدین کا نام روشن کیا۔ یہ اس لیے ہوتا تھا کہ اس وقت کے والدین اپنے بچوں پر حلال کی کمائیاں خرچ کرتے تھے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے والدین کو ان کی محنت کا پھل بھی عطا کر دیتا تھا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا۔ پہلے والدین کو اپنے بچوں پر اس لیے بھی فخر ہوتا تھا کہ ہمارے بچوں نے اپنی محنت سے امتحان پاس کرکے ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ پھر وہ بچے اپنی محنت سے اپنا ، اپنے والدین اور اپنے خاندان کا نام روشن کرتے تھے۔ اپنی نوکری سے کسی قسم کا کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھاتے کیونکہ وہ آج کی طرح کے بگڑے شہزادے' شہزادیاں نہیں ہوتے تھے۔

یہ تھی پہلے وقتوں کے والدین کی باتیں اور ان کے بچوں کی کہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اپنے ساتھ اپنے والدین کی بھی بدنامی ہو۔ خاص طور پر جو اعلیٰ اداروں پر فائز ہیں جن کے آگے پیچھے حرام کی بھرمار ہوتی ہے۔ ایک حرامی تو ہم اس کو کہتے ہیں جب کوئی عورت کسی غیر مرد سے حاملہ ہوجائے تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا تو لوگ اسے حرامی کہتے ہیں۔ اس میں قصوروار خالی عورت ہی ہوتی ہے اس کے خاوند کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ایک حرامی اس طرح کے بھی ہوتے ہیں جن کے والدین حرام کی کمائیاں گھروں میں لاتے ہیں پھر ایسی کمائی دونوں میاں بیوی اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں پھر ایسی کمائی سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ایسے بچے حلالی ہوں گے جن کے ماں باپ دونوں ہی حرام کھاتے رہے ہوں، ایسے والدین کا تو اوڑھنا بچھونا سب کا سب حرام کا ہوتا ہے۔ پھر ایسے والدین اپنے بچوں سے یہ بھی توقع رکھیں کہ ہمارے بچے پڑھ لکھ کر اپنا اور ہمارا بھی نام روشن کریں گے۔ پھر وہ اس خوش فہمی میں ان بگڑے ہوئے شہزادے' شہزادیوں کو سکول میں داخل کرا دیتے ہیں پہلے تو وہ اپنے ساتھی بچے بچیوں کو کمتر سمجھتے ہیں پھر ایسے بگڑے شہزادے' شہزادیاں جنہیں اپنے باپوں کے عہدوں کا فخر ہوتا ہے کہ میرا باپ تو جرنیل ہے ، میرا باپ تو جج ہے، میرا باپ تو وزیر ہے، میرا باپ تو اعلیٰ افیسر ہے۔ پھر ایسے بگڑے شہزادے' شہزادیاں اپنے استادوں کا ذرا برابر بھی احترام نہیں کرتے۔ پھر ایسے بگڑے شہزادے' شہزادیاں پڑھتے کم ہی ہیں اور آوارہ گردی زیادہ کرتے ہیں کیونکہ ان کی جیبوں میں حرام کے پیسے ہوتے ہیں جنہیں وہ بے دریغ خرچ کرتے ہیں جس سے پھر ان کی عادتیں بگڑتی ہی جاتی ہیں کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اتنی محنت کریں پڑھنے پر کہ ہم نے تو پاس ہو ہی جانا ہے۔ چاہے باپوں کی سفارش پر یا کسی غریب کے بچے کو پیسے دے کر اپنی جگہ امتحان دلا کر پاس ہو جائیں گے۔ پھر ان کی تعلیم کا سلسلہ اس طرح چلتا رہتا ہے۔ پھر یہ بگڑے شہزادے' شہزادیاں جماعت پر جماعت پاس ہوتے رہتے ہیں یہاں

تک کہ انہیں یونیورسٹیوں سے جعلی ڈگریاں تک ب آسانی مل جاتی ہیں جیسے بازار سے سودا سلف مل جاتا ہے۔ پھر قوم کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ ان بگڑے شہزادے، شہزادیاں کو کوئی نہ کوئی نوکری مل ہی جاتی ہے اپنے باپوں کی سفارش پر ،وہ بھی جن کے پاس جعلی ڈگریاں ہوتی ہیں اور وہ بھی غریبوں کے لائق بچوں کا حق مار کر، پھر ایسے بگڑے شہزادے، شہزادیاں بہت گھناؤنے کام کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت میں ہوتا ہے ایسا کرنا۔ وہ عیش وعشرت کے لئے مہنگے مہنگے ہوٹلوں اور کلبوں میں جاتے ہیں جہاں انہیں بہت سے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے جس کو وہ پورا کرنے کے لئے ناجائز ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کیونکہ ان کی نسل ہوتی نہیں۔ پھر یہ باپوں کی حرام کی کمائی پر پلے ہوئے ہوتے ہیں پھر یہ بگڑے شہزادے، شہزادیاں اپنے باپوں کا نام استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ میں تمہارا ناجائز کیس تمہارے حق میں کرا دوں گا۔ پھر یہ جج ،جرنیل، وزیر اعلیٰ اور افسران بگڑے شہزادے، شہزادیوں کے ہاتھوں اتنے مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہ شہزادے، شہزادیاں اپنی من مانیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ان کی مائیں بھی ان بگڑے شہزادے، شہزادیوں کے حق میں ہو جاتی ہیں۔ جس سے پھر ایسے باپوں کو ہر طرف سے شرمندگی ہی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب تک ایسے باپوں کے ہاتھوں سے یہ شہزادے، شہزادیاں نکل چکے ہوتے ہیں۔ تب جا کر ان کو یاد آتا ہے، اپنا خاندان اور اپنی عزت کا کہ ہم نے اس طرح کر کے کیا کمایا ہے کہ جن کے لئے ہم نے یہ کام کیے ہیں آج انہی کے ہاتھوں ہماری عزت بھی گئی۔ کاش! ایسی اولاد نہ ہی ہوتی تو بہتر تھا۔ جیسے آج پاکستان میں یہ بگڑے شہزادے، شہزادیاں اپنے باپوں کی بدنامی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

اب تو یہ بگڑے شہزادے، شہزادیاں اس ملک کے لئے بھی خطرہ بنے ہوئے ہیں جو اس ملک کو طرح طرح سے لوٹ رہے ہیں۔ پھر یہ شہزادے، شہزدیاں یورپ یا امریکہ میں جا کر اس لوٹی ہوئی دولت سے عیاشیاں کرتے ہیں۔ وہ ایسا کیوں نہ کریں کیونکہ وہ حرام کے لقمے سے پیدا ہوئے ہوتے ہیں جس سے ان کے باپوں کے سر جھکنا شروع ہو جاتے ہیں کہ آج میری ہی اولاد نے میرا سر دنیا کے سامنے جھکا دیا ہے۔ جب بھی پاکستان میں کوئی شرمناک واقعہ ہوتا ہے۔ اب تو ہر روز ہی کوئی نہ کوئی شرمناک واقعہ ملک میں ہو ہی جاتا ہے۔ اس وقت ہمارے یہ نکمے لیڈر یہ بیان دینا شروع کر دیتے ہیں کہ اس طرح ہونے سے ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے ان کے یہ الفاظ سن کر کان پک گئے ہیں اور جب بھی دیکھو تو ان کا اپنا قصور ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی ان کے سر جھکتے ہیں تو آگے کی بجائے ان کے سر پیچھے کی طرف ہی جھکتے ہیں جس میں غرور ہے۔ جب بھی ان نکمے لیڈروں کے سر آگے کی طرف جھک گئے تو پھر ان میں عزت بھی آ جائے گی اس کو کہتے ہیں کہ بے غیرتی کے حلوے سے بہتر ہوتا غیرت کا سرسوں کا ساگ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کرے مسلمانوں کو عزت کا سرسوں کا ساگ نصیب ہو نہ کہ حرام خود بھی کھائیں اور اپنی اولادوں کو بھی کھلائیں جس سے پھر اپنی آخرت بھی برباد ہو اور اپنی پیاری سی اولاد کی بھی آخرت برباد ہو جائے۔ آمین!

اب تو حرام پھر بھی لوگوں کو کتنا پیارا لگنے لگا ہے
حرام جب نکلتا ہے پھر ایک نہیں کئی راستوں سے نکلتا ہے
ہزار تو حرام میں بڑی چمک دمک بڑی لذت ہے
مگر ہوش سے لے کام انسان یہ تو آگ کا بچھونا ہے

☆☆☆☆☆

اب بھی عربوں کا پہلے جیسا حال ہے

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جہان بنایا تھا اور پانی سے جو زمین سب سے پہلے اوپر آئی تھی وہ زمین ہے جہاں آج کعبہ شریف ہے اور اسی سرزمین کو عرب کہا جاتا ہے اور اس سرزمین میں جنت کے بعد حضرت بابا آدمؑ اور حضرت مائی حوا کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ پھر اسی سرزمین سے حضرت بابا آدمؑ اور حضرت مائی حواؑ کی نسل چلی یعنی اولاد پھلی پھولی۔ پھر اسی سرزمین عرب میں حضرت بابا آدمؑ اور حضرت مائی حواؑ کے بیٹوں میں شیطان نے حسد پیدا کر دیا تھا جس حسد سے قابیل نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا اور قابیل شیطان کے کہنے پر گمراہ ہو گیا تھا۔ پھر اسی طرح عربوں میں یہ گمراہی چلتی آ رہی ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان عربوں میں وقت بہ وقت اپنے نبی اور پیغمبر بھیجے اور ساتھ اپنی الہامی کتابیں بھی بھیجتا رہا مگر یہ عرب نبی اور پیغمبروں کے ہوتے ہوئے بھی گمراہ ہی رہے اور الٹا یہ عرب نبیوں' پیغمبروں کو ستاتے ہی نہیں رہے بلکہ بہت سے نبیوں' پیغمبروں کو انہوں نے قتل بھی کیا ہے پھر اسی وجہ سے ان عربوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عذاب بھی بھیجے اور انہیں کئی بار غرق کیا۔ ان عربوں میں اللہ تبارک نے کم وبیش چوبیس ہزار نبی پیغمبر بھیجے ہیں سوائے دو نبیوں کے جن کا عرب سے باہر کا ذکر ہے جو مصر میں پیدا ہوئے ہیں وہ ہیں حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ حالانکہ وہ بھی حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں سے تھے جو اصل میں عرب ہی تھے جو یوسفؑ کی وجہ سے مصر میں چلے گئے تھے۔

اس طرح عرب سے باہر ایک فرعون ہی کی قوم برباد ہوئی تھی اس کے علاوہ جتنی بھی قوموں پر عذاب آیا وہ سب کی سب عرب ہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہمارے آخری نبی بھی اسی عرب میں پیدا ہوئے ہیں اور ان عربوں نے انہیں بھی بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائی تھیں جس طرح دوسرے نبی پیغمبروں کو یہ عرب تکلیفیں دیتے اور قتل کرتے رہے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن پاک اور حدیث میں ملتا ہے جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ تو باقی ایشیا کے ملکوں میں کوئی نبی پیغمبر بھیجا ہے اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے امریکہ کے ملکوں میں کوئی نبی پیغمبر بھیجا۔ نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یورپ کے ملکوں میں کوئی نبی پیغمبر بھیجا اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے لاطینی امریکہ کے ملکوں میں کوئی نبی پیغمبر بھیجا۔

حالانکہ دنیا کے ہر براعظم کے ملکوں میں انسان بستے آئے ہیں اس بات کا ثبوت تاریخ سے ملتا ہے کہ حضرت نوحؑ کے ایک بیٹے سام کی اولاد عرب میں ہوئی ہے اور ایک بیٹے حام کی اولاد افریقہ میں ہوئی ہے۔ پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی پیغمبر عربوں میں ہی بھیجتا رہا ہے اور باقی قومیں سوائے قوم فرعون کے سب کی سب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عربوں کی ہی تباہ و برباد کی ہیں کیونکہ انہی پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پیغمبر بھیجے ہیں اور الہامی کتابیں بھی انہی عربوں پر آئی ہیں بغیر ایک فرعون کی قوم کے۔ اس کے علاوہ دنیا میں کہیں بھی عذاب الٰہی نہیں آیا۔ جس سے پتا چلتا ہو کہ دوسری قوموں پر عذاب الٰہی ہوا ہو۔ ہاں یہ تو سنتے آئے ہیں کہ کہیں قحط پڑا ہو یا

سیلاب یا کہیں زلزلہ آیا ہو اور لوگ اس طرح مرے ہوں مگر عذاب الٰہی نہیں سنا ، نہ کہیں پڑھا ہے کہ عربوں کے علاوہ کوئی قوم پوری کی پوری تباہ و برباد ہوئی۔ حالانکہ عربوں کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہیں بھی اپنے نبی پیغمبر دوسری قوموں پر نہیں بھیجے اور نہ ہی دوسری قوموں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب آئے ہیں۔ حضرت نوحؑ کی قوم ہو یا وہ حضرت لوطؑ کی قوم ہو یا وہ حضرت شعیبؑ کی قوم ہو یا وہ حضرت ہودؑ کی قوم ہو یا وہ حضرت صالحؑ کی قوم ہو یا ثمود کی قوم ہو یا وہ بن ولی کی قوم ہو یا وہ تبع ولی کی قوم ہو ان سب قوموں کا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے اور یہ سب کی سب قومیں عرب کی ہی ہیں جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے طرح طرح کے عذاب نازل کئے ہیں جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔ بار بار نبی پیغمبروں کے ساتھ الہامی کتابیں بھی انہی عربوں پر نازل ہوتی رہی ہیں۔ اب عرب مسلمان تو ہو گئے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ، روزے رکھتے اور حج بھی کرتے ہیں مگر آج بھی انہوں نے اپنی آستینوں میں بت چھپائے ہوئے ہیں۔
آج بھی یہ عرب پہلے کی طرح بڑے ضدی ہیں اپنی خواہ مخواہ کی انا پر اڑ جاتے ہیں چاہے ان کو کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے اور اس ضد کی وجہ سے سارے مسلمانوں کا یہ نقصان کر رہے ہیں اور ان کی ضد سے غیروں کو ہی فائدہ ہو رہا ہے۔ کسی نے ان عربوں کے بارے میں کمال کی بات کہی ہے وہ آدمی کہتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان عربوں پر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پیغمبر بھیجے ہیں ساتھ اپنی الہامی کتابیں بھی مگر یہ عرب پھر بھی راہ راست پر نہ آئے اور نہ ہی یہ عرب آئندہ راہ راست پر آنے والے ہیں جن کو آج پوری دنیا دیکھ رہی ہے کہ ان بے چارے عربوں کا کیا حال ہے ان کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی غیروں کے محتاج ، کہنے کو تو عرب مسلمان ہیں مگر کردار اور عمل سے آج بھی عرب وہیں کے وہیں ہیں جنہوں نے بالکل اپنی روش نہیں بدلی۔ اب یہ عرب خاک اپنی روش بدلیں گے جب کہ اب قیامت سر پر آن کھڑی ہے۔
وہ آدمی کہتا ہے کہ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے عربوں میں کم و بیش اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پیغمبر اور ساتھ اپنی الہامی کتابیں بھی بھیجی ہیں مگر یہ عرب پھر بھی نہ بدلے اگر اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں ایک بھی نبی پیغمبر بھیج دیتا تو ہندوستان کے گھر گھر ولی پیدا ہوتے جب کہ ہندوستان میں اسلام تین یا چار سو سال بعد آیا تھا۔ آج عربوں میں صرف اور صرف فرض ہی پڑھے جاتے ہیں وہ بھی ننگے سر پڑھے جاتے ہیں۔ سنتیں اور نوافل تو انہوں نے چھوڑ ہی دیئے ہیں۔ فرض بھی وہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر احسان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ پہلی امتوں کے مقابلے میں اب کی امت میں گناہ کئی گنا بڑھ گئے ہیں پہلی قومیں صرف ایک ایک گناہ پر تباہ و برباد ہوئی تھیں۔ مگر اس امت پر عذاب نہ آنے کی وجہ صرف اور صرف حضور پاک ﷺ کا اس امت میں موجود ہونا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے صدقے سے یہ امت کسی آسمانی آفت سے محفوظ ہے ورنہ تو اس امت میں دن بدن گناہوں کی بھرمار ہے کیونکہ اس امت کے عالم دین اس امت کو مسلمان کم اور وہابی، سنی اور شیعہ زیادہ بنا رہے ہیں اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ ہر فرقے کا عالم دین اپنے کو حق پر سمجھتا ہے کہ جنت میں تو صرف ہم ہی جائیں گے کوئی دوسرا فرقہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایسے لوگ دنیا کمانے کے لئے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بچائے ایسی گمراہی سے۔ آمین!

نہ ہی بدلے تھے یہ عرب
اور نہ ہی بدلیں گے عرب

جن عربوں پر آئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر
اب کیا خاک بدلیں گے یہ عرب

وہ بھی تو عرب ہی تھے جنہوں نے کربلا کے اندر بلا کر حضرت امام حسینؑ اور ان کے پورے قبیلے والوں کو کس بے دردی سے بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کیا یہاں تک کہ چھ ماہ کے حضرت امام علی اصغر معصوم جس کو پیاس کی حالت میں تیروں سے شہید کیا گیا۔ پھر جو حال ان ظالموں نے مقدس مستورات پاک کا کیا جس کو سن کر آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ سب کچھ عربوں ہی نے تو کیا تھے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ہاتھوں سے کیا تھا یہ سب کچھ کرنے پر فخر بھی کیا ہے کہ میں نے قاسم کو قتل کیا ہے، میں نے عباس کو قتل کیا ہے، میں نے چھ ماہ کے علی اصغر معصوم کو تیروں سے قتل کیا ہے ،میں نے نبی پاک ﷺ کی بہو بیٹیوں کو سرِ عام بے پردہ کیا ہے! میں نے حسین کا سر تن سے جدا کر کے نیزے پر چڑھایا تھا!

یہ ہیں ان عربوں کے کارنامے جن پر فخر کرتے تھے۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ جنگل میں چیتے اور شیر جو جانوروں کا شکار کر کے ان کا گوشت کھاتے ہیں وہ بھی کسی جانور کے معصوم بچوں کو بالکل نہیں چھیڑتے بلکہ ان کے ساتھ کھیلتے ہیں معصوم سمجھ کر، یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کیا ان عربوں کو چھ ماہ کا معصوم علی اصغر پیاسا نظر نہیں آیا کہ ہم اس معصوم کو کس طرح تیر مار رہے ہیں؟ ان عربوں سے تو وہ درندے بہتر ہوئے جو جانوروں کے معصوم بچوں کو چیرتے پھاڑتے نہیں اور یہ عرب ہیں جنہوں نے علی اصغر کو بھوکا پیاسا تیروں سے شہید کیا اور اس پر یہ ظالم عرب فخر بھی کرتے رہے ہیں یہ عرب آج تک حاجیوں کے قافلے بھی لوٹتے رہے ہیں انہیں کو کہا جاتا ہے مکہ کے بدو۔

جن کوفیوں نے کوفہ بلا کے ساتھ چھوڑا امام حسینؑ کا
جب دیکھا سر نیزے پر لگے سینہ کوبی کرنے نام لے کے حسین کا

☆☆☆☆☆☆

آخر بے چاری کالی بھیڑوں کا کیا قصور

میں بچپن سے ہی سنتا آیا ہوں اب تو میری عمر ستر سال ہوگئی ہے جب بھی کسی محکمے میں لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے تو بغیر نام لیے یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں بھی "کالی بھیڑیں" گھس آئی ہیں۔ پہلے تو یہ "کالی بھیڑیں" پولیس میں پائی جاتی تھیں پھر یہ کالی بھیڑیں آہستہ آہستہ عدالتوں میں بھی آ گئی ہیں یعنی جج ہو یا مجسٹریٹ صاحبان ہوں، اب تو یہ کالی بھیڑیں سیاست دانوں میں بھی بہت سی آ گئی ہیں جو پوری قوم کے محافظ سمجھے جاتے ہیں۔

اگر کسی کا عدالت میں کوئی کیس ہو تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے انصاف کہاں سے ملے گا ایسی عدالتوں سے جہاں کالی بھیڑیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کو تو جو حرام کی ہڈی دے گا یہ کالی بھیڑیں اسی کے حق میں فیصلہ دے دیں گی، اگر کوئی سیاست دان کے پاس جاتا ہے تو وہ بھی انصاف دلانے کے لئے پیسے ہی مانگتا ہے کہ اس کے بغیر تجھے انصاف نہیں مل سکتا۔ اب تو یہ کالی بھیڑیں دوسرے محکموں میں آ گئی ہیں مثال کے طور پر انکم ٹیکس ہو یا کسٹم کا محکمہ ہو۔

اب تو یہ "کالی بھیڑیں" صحافی برادری میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پہلے ان "کالی بھیڑوں" سے ہماری فوج بچی ہوئی تھی اب تو ہماری فوج میں بھی بہت سی "کالی بھیڑیں" آ گئی ہیں جنہوں نے اس قوم اور ملک کی حفاظت کا قرآن پر ہاتھ رکھ کے حلف لیا ہوتا ہے۔ پتا نہیں! پاکستان کے مسلمان ملک میں اتنی "کالی بھیڑیں" آ کہاں سے گئی ہیں جس طرف بھی دیکھو "کالی بھیڑیں" ہی نظر آ رہی ہیں۔ چاہے وہ عام ہوں، چاہے وہ دینی لباس اوڑھے ہوئی ہوں۔ شاید یہ "کالی بھیڑیں" افغانستان سے آئی ہوئی ہوں کیونکہ افغانستان میں کالی بھیڑیں زیادہ پائی جاتی ہیں بہتر تو یہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے بارڈر پر باڑ لگا دی جائے تا کہ افغانستان کی کالی بھیڑیں نہ آ سکیں۔

میں نے اکثر دیکھا ہے کہ افغانستان میں کالی بھیڑوں کے ریوڑ زیادہ ہوتے ہیں ان ریوڑوں میں چند ہی سفید بھیڑیں ہوتی ہیں۔ کیا افغانی لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم میں بھی "سفید بھیڑیں" آن داخل ہوئی ہیں جس طرح پاکستان میں ریوڑ میں سفید بھیڑیں زیادہ پائی جاتی ہیں اور ریوڑ میں کالی بھیڑیں چند ہی ہوتی ہیں اسی لیے ہم ایسی مثالیں دیتے ہیں حالانکہ یہ سب جنہیں ہم "کالی بھیڑیں" کہتے ہیں یہ "کالی بھیڑیں" غریب عوام کے خون پر پل رہی ہوتی ہیں جن کے ذمے قوم کی حفاظت ہوتی ہے اور یہی کالی بھیڑیں لوٹ کھسوٹ میں لگی ہوئی ہیں اور اس قوم کے محافظ ہی اس قوم کا بیڑہ تباہ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کوئی ملک ہوتا ہے اور نہ ہی ایسے لوگوں کا کوئی ضمیر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ تو اسی طرح کے ہوتے ہیں جس طرح کتے کو جہاں سے بھی کربت ملتی ہے چاٹ لیتا ہے کتا کربت کا ذائقہ تھوڑا ہی چکھتا ہے وہ تو کربت جلدی جلدی چاٹ رہا ہوتا ہے کہ کہیں کوئی آ نہ جائے یا کوئی دیکھ نہ لے۔ ہاں میں تو

بات کر رہا تھا ان بے چاری کالی بھیڑوں کی جو اس انسان نے خواہ مخواہ بدنام کر رکھی ہیں ۔ایسے لوگوں کو حلال مال کی تشبیہہ دینا حلال مال کی توہین ہے ۔ایسے لوگوں کو تو کالے کتے سے بھی تشبیہہ دینا گناہ ہے اور نام کالی بھیڑوں بے چاریوں کا لیا جاتا ہے ۔کالی بھیڑوں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ جو حلال ہیں ۔

اس چیز کا کسی کے پاس کوئی ثبوت بھی ہے کہ کالی بھیڑوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور سفید بھیڑوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ پھر تو ہمیں ان کالی بھیڑوں کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہئے بلکہ صرف سفید بھیڑوں کا ہی گوشت کھانا چاہئے ۔اگر اس چیز کا کسی کے پاس ثبوت نہیں ۔تو خدارا! ان کالی بھیڑوں کو خواہ مخواہ بدنام نہ کریں ۔ یہ خدا کی مخلوق ہے ۔ ہم انہیں خواہ مخواہ میں بدنام کر رہے ہیں ۔فعل تو یہ انسان خود کرتا ہے ایسے لوگوں کی تو کتے سے بھی تشبیہہ نہیں دینا چاہئے بھیڑ تو ایک حلال چیز ہے جس کو ہم کھاتے بھی ہیں اور ان بھیڑوں کی اون کو بھی استعمال کرتے ہیں اور ان کو فروخت کر کے ہم اپنی ضرورت بھی پوری کرتے ہیں ۔ان کالی بھیڑوں کا ہم کو کتنا فائدہ ہوتا ہے مگر پھر بھی ہم ان کالی بے چاری بھیڑوں کو بدنام کر رہے ہیں ان بے ضمیر کمینے لوگوں کی خاطر جو عوام کا خون چوس رہے ہیں ۔ایسے لوگوں کو تو کتوں سے تشبیہہ دینا کتوں کی توہین ہے ۔آج تو اس پاکستانی معاشرے میں'' کالی جونکیں ''عام ہو گئی ہیں ۔انہیں'' کالی جونکیں '' کہا جائے جو خون چوسنے والی ہوتی ہیں ایسے لوگوں کا لقب ''کالی بھیڑیں '' نہیں کالی جونکیں ہونا چاہئے کیونکہ جونکیں بھی تو دوسروں کا خون چوستی ہیں اور ایسے لوگ بھی تو قوم کا خون چوس رہے ہیں ۔ یہ لوگ جو اولاد کے لئے سب کچھ کر گزرتے ہیں ۔ پھر وہی اولادیں ان بے ضمیروں کی نافرمان ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا کھانا پینا ،اوڑھنا بچھونا سب کا سب حرام کا ہوتا ہے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے اس انسان اور مسلمان کو ۔آمین!

اے انسان کیا نام دوں میں تجھ کو
فعل تو تیرے اپنے برے اور بدنام کرے تو بھیڑوں کو

☆☆☆☆☆

ہم انسانوں کی آج دعائیں کیا ہیں

یہ انسان بہت سی جگہوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعائیں مانگتا ہے۔ان میں تو اکثر وہ انسان ہوتے ہیں یا تو مشکل وقت میں دعائیں مانگتے ہیں یا اس انسان کو لالچ ہو مال دولت کی، تب یہ دعائیں مانگتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے، ورنہ تو یہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھولا ہی رہتا ہے اور اپنے ہی موج میلے میں لگا رہتا ہے کہ آج میں نے یہ اور کل میں نے وہ کام کرنا ہے اور یہ انسان لمبی لمبی امیدیں اپنے ساتھ لے کے گھومتا پھرتا ہے اور اس وقت اس انسان کو اپنی عقل پر زیادہ بھروسہ ہوتا ہے۔بجائے اس کے کہ وہ یہ کہے کہ میں یہ کام اپنے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کرتا ہوں یا کروں گا۔

میری طرح کے بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو دنیا ہی کی دعا مانگتے ہوں گے آخرت کے لئے کم ہی دعائیں مانگتے ہوں گے کچھ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ بھی بندے ہوتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دونوں جہانوں کی دعائیں مانگتے ہیں پھر ایسے انسانوں کی زندگیاں اللہ تبارک وتعالیٰ سنوار دیتا ہے۔اور ایسے انسانوں کی زندگیاں پرسکون گزرتی ہیں۔ہم دنیادار لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کس طرح کی دعائیں ہوتی ہیں۔ پہلے تو ہماری دعائیں نمازوں میں ہیں وہ بھی جو نماز پڑھتے ہیں کچھ تو میری طرح سبحان اللہ! جیسے ہی نماز ختم ہوتی ہے تو مولانا دعا مانگ رہا ہوتا ہے تو پیچھے والوں کا دھیان کہیں اور ہوتا ہے اور منہ سے "آمین !آمین "!کی رٹ لگائے جارہے ہوتے ہیں اور سوچتے یہ ہیں کہ کب مولانا دعا ختم کرے اور میں یہاں سے بھاگوں اپنے کسی موج میلے کے لئے۔

کچھ ہماری فوتگی والی دعائیں بھی ہوتی ہیں جسے ہم فاتحہ شریف کہتے ہیں کوئی وفات پاجائے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں آدمی کی فاتحہ پڑھنے جارہے ہیں اور اندر ہمارے یہ ہوتا ہے چلو اسی بہانے فلاں فلاں سے گپ شپ بھی ہو جائے گی، تھوڑی دیر کے لئے، وقتی طور ہم ہاتھ بھی اٹھالیں گے۔ جیسے ہی" آمین "!کہی پھر سے بے ہودہ باتوں میں لگ گئے ساتھ ساتھ قہقہے بھی لگاتے رہے۔کبھی کبھی تو خواہ مخواہ کی بحث میں ایک دوسرے کا جھگڑا بھی ہو جاتا ہے۔

ہمارے ہاں تو اکثر فاتحہ کم اور بیلوں کا تذکرہ زیادہ ہوتا ہے۔فلاں بیل بڑا اچھا دوڑتا ہے دوسرا کہتا ہے نہیں فلاں بیل بڑا اچھا دوڑتا ہے۔ کچھ تو کتوں کے بڑے شوقین ہوتے ہیں وہ تو کتوں کی باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ کچھ ان میں کبڈی کی باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ کچھ ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کی برائیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم یہاں کس کام کے لئے آئے تھے اور ہمیں یہاں زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہئے کیونکہ یہ فوتگی والا گھر ہے۔ یہاں کوئی خوشی والی بات تو ہے نہیں، اس لیے ہمارا یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا اچھا نہیں۔

پہلے تو لوگوں کے کام کاج بہت ہوا کرتے تھے وہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے جاتے اور فاتحہ شریف پڑھ کر چلے آتے اب تو

لوگوں کے پاس فضول وقت بہت ہوتا ہے جہاں بھی کوئی فوتگی ہوئی یہ حضرات پہنچ جاتے ہیں اپنا وقت گزارنے کے لئے نہ کہ یہ فاتحہ پڑھنے کی نیت سے جاتے ہیں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے ہم سب کو ۔

ایک دعا آج کے سیاسی لیڈروں کی بھی ہوتی ہے یہ حضرات جہاں کہیں بھی فوتگی ہو جائے یہ سیاسی لیڈر گدھوں کی طرح وہاں تشریف لے جاتے ہیں حالانکہ فوت ہونے والے کے اپنے رشتے دار بعد میں پہنچتے ہیں اور یہ سیاسی ''گدھ'' پہلے ہی پہنچ جاتی ہیں پتا نہیں انہیں کون خبر دیتا ہے کہ فلاں جگہ فوتگی ہوگئی ہے پھر یہ حضرات بڑے ناز نخرے دکھاتے جنازے میں داخل ہوتے ہیں ساتھ اپنے ''جیالوں'' کے جنہیں ہم اپنی زبان میں ''غنڈے'' کہتے ہیں ۔ جنازے کے بعد یہ حضرات اسی ناز نخرے سے فوتگی والے گھر دعا مانگنے جاتے ہیں ۔ پھر یہ حضرات منہ پر ہاتھ پھیرتے ہی سیاسی باتوں میں لگ جاتے ہیں ۔

ہمارے گاؤں میں ایک بابا فوت ہوگیا تھا جس کو دوسرے محلے والے بھی نہیں جانتے تھے مگر اس کے جنازے پر دور دور سے سیاست دان تشریف لے آئے کیونکہ کچھ دنوں کے بعد الیکشن ہونے والا تھا ۔ یہ ہیں ہمارے سیاستدانوں کی دوسروں کے لئے دعائیں ۔ ایسی دعاؤں کو آپ ''سیاسی دعائیں'' تو کہہ سکتے ہیں مگر مرنے والے کو ایسی دعاؤں سے کیا فائدہ ہوگا ہم مسلمان اکثر آزادی کی بھی دعائیں کرتے ہیں خاص طور پر کشمیر کی آزادی کی اور فلسطین کی آزادی کی بھی جن کے لئے ہم مسلمان '' ساٹھ ستر سال '' سے ''دعائیں'' مانگ رہے ہیں کچھ لوگ تو ان کی آزادی کی دعائیں کرتے کرتے اس دنیا سے ہی چلے گئے اور نئی نئی نسلیں بھی آکر ان کی آزادی کی دعائیں مانگ رہے ہیں ۔ خاص طور پر جمعہ ہو یا حج ہو اس وقت تو ضرور ان کی آزادی کی دعائیں مانگی جاتی ہیں ۔ پتا نہیں لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کی آزادی کی دعائیں کر چکے ہیں اور اس وقت بھی لاکھوں کروڑوں مسلمان دعائیں مانگ رہے ہیں مگر پتا نہیں اتنی دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کی کون سی بل میں ڈال دیتا ہے جو اتنے مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہو رہیں ۔ اصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ بھی جانتا ہے کہ یہ مسلمان خالی دعاؤں سے ہی کام چلانا چاہتے ہیں یہودیوں کی طرح ، جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے طرح طرح کے عذاب نازل فرمائے تھے اسی لیے آج ہم مسلمانوں کی دعاؤں کو کسی بل میں پھینک رہا ہے ۔ جب بھی حضور پاک ﷺ پر دشمنوں کی طرف سے کوئی مشکل وقت آتا تو حضور پاک ﷺ سب سے پہلے آپ مسجد میں جا کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے پھر جا کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے مبارک ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتے اور اس طرح اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد چاہتے پھر حضور پاک اپنے مشن پر چل پڑتے اور اپنے باقی کام اللہ تبارک وتعالیٰ پر چھوڑ دیتے اور یہی حال حضور پاک ﷺ کے صحابہ کا بھی رہا ہے جنہوں نے ہر کام عمل کر کے دکھایا ہے نہ کہ آج کے مسلمانوں کی طرح خالی دعاؤں سے کام چلاتے تھے پھر آج کے مسلمانوں کی دعائیں کس طرح قبول ہوں جو آدھا حلال ، آدھا حرام کھاتے ہوں ۔ اس طرح کی دعائیں لاکھ مسجدوں میں بیٹھ کر مانگیں قبول کہاں ہوں گی ۔ جب ہم مسلمان دعاؤں کے ساتھ عمل بھی کریں گے تب جا کے ہم مسلمان اپنی دعائیں قبول ہونے کی امید رکھیں ۔

کچھ ہم مسلمانوں کی جنازے کی بھی دعائیں ہوتی ہیں ۔ وہ اس طرح کہ جس کا اپنا کوئی فوت ہو جائے تو اس نے نماز تو نماز کبھی زندگی میں وضو تک نہیں کیا ہوگا ۔ ان میں کچھ میرے جیسے بھی ہوتے ہیں جو جنازے سے پہلے پہلے نماز کا وقت تو ہوگا مگر نماز نہیں

پڑھیں گے اور جنازہ پڑھنے کے لئے دور دور سے بھاگے چلے آئیں گے وہ اس لیے کہ اگر میں جنازے پر نہ پہنچا تو میرے رشتے دار ناراض نہ ہو جائیں یا میرا کوئی دوست ناراض نہ ہو جائے اور ہم مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناراض ہونے کی کوئی پرواہ نہیں جس کی ہم مسلمان فرض نمازیں چھوڑ دیتے ہیں۔ جنازے کے لئے تو ہم مسلمان سب کام کاج چھوڑ چھاڑ کر دور دور تک چلے آتے ہیں مگر مسجد میں اذان ہوتے ہوئے بھی فرض نمازیں بھی نہیں پڑھتے۔

پھر جنازے والی دعائیں ہماری خاک قبول ہوں گی ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی نیک بندے کی وجہ سے سب کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ کچھ دعائیں ہماری دعوتوں میں بھی مانگی جاتی ہیں مثلاً کوئی آدمی دعوت کرتا ہے تو وہ اپنے رشتے داروں کو بھی اور دوستوں کو بھی بلاتا ہے اور ساتھ کسی پیر یا مولوی صاحب کو بھی بلاتا ہے دعا کے لئے ،جب پیر یا مولوی صاحب تشریف لاتے ہیں تو وہ آتے ہی کھانے کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں کہ یہاں "نمبر ایک "کی دعا مانگنی ہے یا "نمبر دو "کی دعا مانگنی ہے یا" نمبر تین "کی دعا مانگنی ہے۔ اچھے کھانے والے پیر یا مولوی صاحب دعا کو اتنا کھینچتے ہیں کہ لوگ "آمین !آمین "! کہہ کہہ کر تھک جاتے ہیں اور دعا ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی پھر پیر یا مولوی صاحب اتنا کھا جاتے ہیں کہ پھر تین یا چار دن کچھ کھانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اگر کھانا دو نمبر کا ہے تو پیر یا مولوی صاحب دعا بھی دو نمبر کی مانگتے ہیں جو جلد ہی ختم ہو جاتی ہے اور کھانا بھی کم ہی کھاتے ہیں اور اگر دعا تین نمبر والی ہے خالی دال ہو پھر تو پیر یا مولوی صاحب یہ فرمائیں گے کہ جلدی جلدی دعا مانگ لو کیونکہ ہم نے کسی اور جگہ بھی جانا ہے کیونکہ پیر یا مولوی صاحب کو دال کی خوشبو جو آ جاتی ہے اور وہ دعا کو پھینکنے والی بات کرتے ہیں اور بغیر کچھ کھائے وہاں سے بھاگ جاتے ہیں ۔پھر راستے میں انہیں بد دعائیں بھی دیتے جاتے ہیں کہ یہی دال تو آج ہمارے گھر میں بھی پکی ہوئی تھی۔خواہ مخواہ میں ہمارا وقت برباد کیا پھر آپ ہی بتائیں ایسی دعائیں کیا رنگ لائیں گی جو کھانا دیکھ کے مانگی جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے ہم سب کو۔

کچھ ہماری دعائیں وہ بھی ہوتی ہیں جو ہم بے خیالی میں مانگ رہے ہوتے ہیں جو بے اثر ہو جاتی ہیں۔ان میں کچھ دعائیں ہماری منافقانہ بھی ہوتی ہیں کہ میں بھی دعا میں شامل تھا جو بے اثر ہو جاتی ہے۔ان میں کچھ دعائیں وہ بھی ہوتی ہیں جو خالی دکھاوے کی ہوتی ہیں جو بے اثر ہو جاتی ہیں۔ کچھ دعائیں ہماری مجبوری کی بھی ہوتی ہیں وہ بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔کچھ دعائیں ہماری آنسوؤں والی بھی ہوتی ہیں جن میں کچھ تو دکھاوے والے آنسوؤں کی ہوتی ہیں جو اکثر بے اثر ہو جاتی ہیں اور کچھ ان میں حقیقت پر مبنی آنسو بھی ہوتے ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ فوراً قبول فرماتا ہے۔کسی نہ کسی طرح اس کو دعا کا اجر عطا فرما دیتا ہے۔ان میں کچھ چوروں کی بھی دعائیں ہوتی ہیں جو چوری سے پہلے مانگتے ہیں کہ یا اللہ میرے ہاتھ بہت سا مال آئے اور میں پکڑا بھی نہ جاؤں پھر میں آ کے شکرانے کے نفل پڑھوں گا۔ یہ ہوتی ہیں چوروں کی دعائیں۔ کچھ جواریوں کی بھی دعائیں ہوتی ہے جب وہ داؤ لگاتے ہیں ": یاربّ! میرے حق میں داؤ نکالنا "

دعائیں تو وہ بھی کرتے ہیں جو کسی کا حق چھیننے عدالتوں میں پہنچ جاتے ہیں کہ یا اللہ یہ میرے حق میں کر دے۔ دعائیں تو رشوت لینے والے، کرپشن کرنے والے بھی کرتے ہیں یا اللہ میں اس چوری میں پکڑا نہ جاؤں اگر پکڑا نہ گیا تو تیرے نام پر خیرات کروں گا اور تیرے گھر کی زیارت بھی کروں گا یعنی اسی رقم سے حج کروں گا۔

ایک چلتی پھرتی دعا بھی ہوتی ہے اکثر ہمارے ہندوستانی بھائی کہتے ہیں جو چلتے چلتے کہتے ہیں بھائی ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا یہ کہہ کر آگے نکل جاتے ہیں ۔ یہ اچھی بات ہے کوئی اسے دعاؤں میں یاد کرے نہ کرے یہ اس کی مرضی ، پر کچھ دعائیں ہماری کتوں کے لئے بھی ہوتی ہیں جب کتوں کو لڑایا جاتا ہے ۔ اس وقت مالک اپنے کتے کے لئے دعا کرتا ہے یا اللہ میرے کتے کی فتح ہو ۔ مالک کیوں نہ کرے دعا، کیونکہ کتے پر جوا جو لگایا ہوتا ہے اس لیے دعا بھی ضروری ہوتی ہے ۔ ان دعاؤں میں ماں باپ کی دعائیں بھی ہوتی ہیں جو وہ اپنی اولاد کے لئے مانگتے ہیں ۔ ان دعاؤں میں یتیموں، مسکینوں کی دعائیں بھی ہوتی ہیں ۔ ان دعاؤں میں اللہ کے نیک بندوں کی بھی دعائیں ہوتی ہیں ۔ ایسی دعاؤں کا میں نے بڑے قریب سے مشاہدہ کیا ہے ۔ یہ ان ہستیوں کی دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ آج جو کچھ بھی میرے پاس ہے میں ان ہستیوں کا ہی شکر گزار ہوں ورنہ تو میری دعاؤں میں کیا رکھا تھا جنہیں میرا اللہ تبارک وتعالیٰ بہتر جانتا تھا ۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ ان میں کون سی دعائیں بے اثر ہی نہیں الٹا نقصان دینے والی ہو جاتی ہیں ۔ ان میں کون سی دعائیں ہیں جو بااثر بھی ہوتی ہیں اور ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی دعاؤں کو فوراً قبول بھی فرماتا ہے ۔ ہمیں ایسی دعائیں مانگنا چاہئیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے، بے اثر نہ ہو جائیں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق دے نیک دعاؤں کی ۔ آمین !

کیا ہی دعائیں ہیں آج ہم مسلمانوں کی
یا اللہ آج فتح ہو میرے بولی کتے کی

☆☆☆☆☆

واقعی آج کے انسان نے ترقی کر لی ہے مگر!!

کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ آج کے انسان نے بہت بڑی ترقی کی ہے۔مثال کے طور پر آج کے انسان نے ریل گاڑی بنا لی ہے، ریڈیو بنالیا ہے۔اس نے ہوائی جہاز بنالیا ہے۔ٹیلی ویژن بنالیا ہے، اس نے ٹیلی فون بنالیا ہے، کمپیوٹر بنالیا ہے، ایکسرے مشین بنالی ہے۔ یہاں تک کہ دل گردے بنا لیے ہیں۔اس نے ایٹم بم بنالیا ہے۔ یہاں تک کہ آج کا انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور اس سے بھی آگے جانے کی سوچ رہا ہے ابھی تو پتا نہیں کہ یہ انسان آگے جا کے اور کیا کیا چیزیں ایجاد کرے گا۔مگر آج بھی یہ انسان پہلے انسانوں تک نہیں پہنچ پایا وہ اس طرح کہ پہلے جو حکیم ہوا کرتے تھے وہ مریض کو دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ تجھے فلاں بیماری ہے یا زیادہ سے زیادہ وہ ہاتھ یا زبان کو دیکھ کر بتا دیتے کہ تجھے فلاں بیماری ہے اور مریض کو حکیم وہ دوائی دیتے جس سے مریض ٹھیک نہ بھی ہو مگر وہ دوائی مریض کو کوئی نقصان بھی نہیں دیتی تھی اور آج کا یہ پڑھا لکھا ترقی یافتہ انسان جسے ہم ڈاکٹر کہتے ہیں، مریض سے پوچھتا ہے کہ بھائی تمہیں کون سی بیماری ہے؟ اگر اس بے چارے کو اپنی بیماری کا علم ہوتا تو پھر وہ تمہارے پاس کیا لینے آتا۔پھر مریض جو ڈاکٹر کو کہہ دیتا ڈاکٹر مریض کو اس کے کہنے پر دوائی دے دیتے۔بیماری کچھ اور ہوتی ہے اور دوائی مریض کو کچھ اور تھما دی جاتی ہے جو بیماری کو اور بڑھا دیتی ہے۔آج کی دواؤں پر یہ بھی لکھا ہوتا ہے کے زیادہ دیر دوائی کھانے سے آپ کو کوئی دوسری بیماری بھی لگ سکتی ہے جسے انگلش میں '' سائیڈ افیکٹ '' کہتے ہیں اس لیے آج کی دوائیاں کھانے کے ساتھ ساتھ اپنی موت کی بھی تیاری کرتے رہیں یعنی اپنے کفن دفن کا بندوبست کرتے رہو، یہ ہے آج کے ترقی یافتہ انسان کی ترقی۔

آج کا یہ پڑھا لکھا ترقی یافتہ انسان آج بھی پہلے انسانوں کا محتاج ہے وہ اس طرح کہ جب بھی اس انسان کو کوئی مثال دینی ہوتی ہے جسے ہم کہاوت یا پنجابی میں ''اکھان '' کہتے ہیں یہ کہاوتیں اور اکھان جو پہلے انسانوں نے صدیوں پہلے بنائے تھے جب کہ آج کا یہ ترقی یافتہ انسان جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو انہی کہاوتوں اور اکھانوں کا سہارا لیتا ہے جو صدیوں پہلے انسانوں نے بنائے تھے آج تک نہ تو یہ ترقی یافتہ انسان کوئی کہاوت بنا پایا ہے اور نہ ہی اس نے کوئی اکھان بنایا ہے۔میں آپ کے لئے چند مثال کے طور پر کہاوتیں اور پنجابی اکھان لکھ رہا ہوں جن کو میں ستر سال سے سن رہا ہوں جو صدیوں پہلے کے ہیں ان میں کچھ اردو میں ہیں اور کچھ پنجابی میں ہیں۔

☆ ان تلوں میں بھی تیل نہیں۔

☆ جمعہ بھی زبردستی بارات کے ساتھ۔

☆ اتاولی دو دفعہ پیشاب کرے۔

☆ اتا ولی اگے ٹوئے گٹر۔
☆ میں آئی تے چڑکی تے میراں پٹنیاں تکناں۔
☆ مرتی مرگئی مگر لالی پھر بھی نہ گئی۔
☆ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔
☆ اب ہم کس چوراہے پر کھڑے ہیں۔
☆ بے عقل دوست سے دانا دشمن بہتر۔
☆ سوئے کھوتی تے کلھے کمار۔
☆ لاہور کا راستہ ہر کوئی بتائے مگر خرچ نہ کوئی دے۔
☆ او ماں مرگئی جو دہی کے ساتھ روٹی دیوے۔
☆ جب تک بچہ روئے نا ماں دودھ نہ دے۔
☆ کسی غریب سے پوچھا دو اور دو تو غریب نے کہا دو اور دو چار روٹیاں۔
☆ بلے دا ابلہ نہیں تے متھے تے پھلی ضرور ہے۔
☆ ڈیلا دیکھ کے کھانا تھا کہ بعد میں تکلیف نہ ہوتی۔
☆ کلے بدھیا یا چوراں کھڑیا برابر ہے۔
☆ ماں موئی سر دھون توں تے پتر دے نا دہی۔
☆ آب آب کرمویوں بچہ تے فارسیاں گھر گالے۔
☆ چور چوری تیں گیا پر ہیرا پھیری تیں نہ گیا۔
☆ ککھ ہلیا تے چور چلیا۔
☆ سو دن چور دا اک دن صاعد دا۔
☆ اک نمبو تے پنڈ پسیاں دا۔
☆ چور مچائے شور۔
☆ جنہاں دے گھر دانے او ہناں دے کملے وی سیانے۔
☆ وکھاندے سجی تے مار دے کھبی۔
☆ ستیاں دے ہمیشہ کٹے ہوندے۔
☆ کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی بھی بھول گیا۔
☆ خواہ مخواہ بال کی کھال اتارنا۔

☆ پیشاب سے مچھلیاں پکڑنے والی بات ہوئی۔
☆ چورنالوں پہنڈ کالی۔
☆ جس کا بعد میں اعتراض کرنا ہو اسے ساتھ لے کے چلو۔
☆ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور اور کھانے کے اور۔
☆ جب شکار اٹھا تو کتی کو ٹٹی آ گئی۔
☆ مرغ کی دوڑ منڈیر تک۔
☆ مینڈک کنویں کو ہی سمندر سمجھے۔

یہ وہ کہاوتیں اور '' اکھان '' جو ہزاروں کی تعداد میں ہو گئے جن سے ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے یہ سب کہاوتیں اور '' اکھان '' پہلے انسانوں کے ہی بنائے ہوئے ہیں جو اکثر ان پڑھ ہوا کرتے تھے حالانکہ دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں زبانیں ہیں اسی طرح ہر زبان میں کہاوتیں اور '' اکھان '' لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہوں گے جنہیں پہلے انسانوں نے بنایا تھا جنہیں ہم ان پڑھ سادہ انسان کہتے ہیں اور آج کا یہ ترقی یافتہ انسان انہی انسانوں کی بنائی ہوئی کہاوتوں اور اکھانوں کا سہارا لیتا ہے جب بھی کوئی بات ایسی ویسی ہو مثال دینے کے لئے ان پڑھے لکھے ترقی یافتہ انسان کو آج تک ایک بھی نہ ہی کہاوت نہ ہی '' اکھان '' بنانا نصیب نہیں ہوا تو پھر آج کے انسان نے ترقی خاک کی ہے۔ ہاں آج کے پڑھے لکھے ترقی یافتہ انسان نے یہ ترقی ضرور کی ہے کہ یہ انسان انسانیت سے نکل کر حیوانیت کی طرف جا رہا ہے آج کا یہ انسان ماں باپ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اپنے بہن بھائیوں سے دور بھاگتا ہے آج کا انسان اپنے خونی رشتوں سے دور بھاگتا ہے اور اس مادی دنیا کے لئے ہر وہ فعل کر جاتا ہے جو انسان کو زیب نہیں دیتا۔

آج کا انسان جتنا ترقی کی طرف جا رہا ہے اتنا ہی آج پستی کی طرف بھی جا رہا ہے۔ نہ ہی آج کے انسان میں کوئی پیار محبت رہا ہے۔ نہ ہی آج کے انسان میں کوئی اخلاق رہا ہے پھر آج کے ترقی یافتہ انسان کو میں اور آپ کیا نام دیں گے۔ جس ترقی میں فائدہ تو ہوا مگر تباہی بھی ساتھ ساتھ یہ ترقی لائی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ایسی ترقی سے جو انسانیت سے دور لے جائے۔ آج کی اولاد کو اگر باپ یہ کہتا ہے کہ بیٹا جا کے میرے لیے پینے کے لئے پانی لا دے تو بیٹا باپ کو فوراً کہتا ہے۔ کیوں لاؤں خود جا کے پانی پی آؤ میں کوئی تمہارا نوکر ہوں کہ جا کے تمہارے لیے پانی لاؤں۔ یہ حال ہے آج کے اس انسان کی ترقی کا پہلے انسانوں کا حال اس سے مختلف ہوتا تھا جن کی اولادیں فرمانبردار ہوا کرتی تھیں اور ان کی زندگیاں بڑی پرسکون ہوا کرتی تھیں آج کی طرح افراتفری کا عالم نہیں ہوا کرتا تھا۔

کیا ہی ترقی کی آج کے انسان نے
نہ ہی ان میں کوئی پیار نہ ہی اخلاق رہا ہے

☆☆☆☆☆

داڑھی کا ادب! لیکن کون سی داڑھی کا؟

ایک دن مولانا اکمل صاحب اے آر وائے ٹی وی پر بخاری شریف کی حدیث پڑھ رہے تھے جو داڑھی پر تھی کہ داڑھی سبھی نبیوں کی سنت ہوا کرتی تھی اور ہمارے نبی پاک ﷺ کی بھی داڑھی مبارک سنت تھی۔ جس سے ساری امت کو داڑھی رکھنے کا حکم دیا گیا تا کہ نبی پاک ﷺ کی سنت پوری ہو سکے۔ پہلے وہی مسلمان داڑھی رکھتے تھے جو اس سنت پر پورا اترنے کی کوشش کرتے تھے یعنی وہ لوگ جنہیں ہم دیندار لوگ کہتے تھے۔ عام مسلمان داڑھی رکھنے سے کتراتے تھے کہ شاید میں سنت رسول کا ادب کر سکوں یا نہ کر سکوں کہ کہیں مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا تو لوگ کہیں گے کہ فلاں نے داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے اور یہ الٹے سیدھے کام بھی کرے جا رہا ہے اور اس طرح نبی پاک ﷺ کی سنت کی توہین ہو گی کہ شاید اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کے گناہ تو معاف کر دے مگر نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی نہ معاف کرے۔

مولانا صاحب یہ فرما رہے تھے کہ آج کے لوگ داڑھی والوں کو بات بات پر برا بھلا کہہ رہے ہیں یہ اچھی بات نہیں اس طرح نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی ہوتی ہے کیونکہ داڑھی تو نبی پاک ﷺ کی سنت ہے اگر جس نے داڑھی یا داڑھی والے کو برا بھلا کہا اس نے نبی پاک ﷺ کی ہی توہین کی ہے۔ مولانا صاحب تو داڑھی مبارک کے بارے میں اور بھی بہت کچھ فرما رہے تھے اس سب کو تو میں ان پڑھ یہاں بیان نہیں کر سکتا جو انہوں نے داڑھی کے بارے میں فرمایا تھا۔

مولانا صاحب! آج داڑھیاں بھی تو کئی طرح کی ہو گئی ہیں جن داڑھیوں کا نبی پاک ﷺ کی سنت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ مولانا صاحب یہ بات درست ہے کہ آپ نے ان داڑھیوں کی بات کی ہے جن کا تعلق نبی پاک ﷺ کی سنت کے ساتھ ہے اور میں جن داڑھیوں کا ذکر کرنے جا رہا ہوں وہ داڑھیاں یہ ہیں۔

ایک داڑھی تو وہ ہے جس داڑھی کا تعلق نبی پاک ﷺ کی سنت کے ساتھ ہے جس داڑھی کو نہ رکھنے سے مسلمان گناہگار ہوتا کیونکہ اس نے نبی پاک ﷺ کی سنت کو ترک کیا ہے اور اگر کسی نے نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی کی یا نہ مانا وہ گناہ گار ہی نہیں وہ اتنی سی بات پر کفر تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے نبی پاک ﷺ کی ہر ادا ، ہر سنت پسند ہوتی ہے جو بھی نبی پاک ﷺ کی سنت کا مذاق اڑائے گا یا بے ادبی کرے گا تو کیا معلوم اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ایمان سے خارج کر دے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہئے کہ نبی پاک ﷺ کی ہر سنت کو اپنی جان سے بھی افضل جانے، چاہے وہ سنت پر عمل کر پائے یا نہ کر پائے۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے۔

کچھ داڑھیاں وہ بھی ہیں جن کا نبی پاک ﷺ کی سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا مثال کے طور پر عیسائیوں کی داڑھیاں '، یہودیوں کی داڑھیاں' سکھوں کی داڑھیاں' ہندوؤں کی داڑھیاں یا اسی طرح دوسرے مذہب والوں کی داڑھیاں ان سب کی داڑھیاں اپنے اپنے مذہب کے مطابق ہوتی ہیں جن کا ہر ایک کو ادب کرنا چاہئے ویسے بھی تو مرد کے چہرے پر داڑھی اچھی

لگتی ہے۔ اسی سے تو مرد اور عورت کی پہچان ہوتی ہے جن مردوں کی داڑھی مونچھیں اچاٹ ہوتی ہیں ان کی پہچان بھی بڑی مشکل سے ہوتی ہے، مرد عورت ہونے میں۔

ان داڑھیوں میں ایک داڑھی مرزیئوں کی بھی ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں' حج بھی کرتے ہیں اور ان مرزیئوں کی رشتے داریاں ہم مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور یہ اپنے بچے بچیوں کی شادیاں بھی ہم مسلمانوں میں کر رہے ہیں اور ساتھ ہم مسلمان انہیں غیر مسلم بھی کہتے ہیں۔ ان مرزیئوں کی داڑھیوں کا نبی پاک ﷺ کی سنت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ وہ بھی تو داڑھی ہوتی ہے یہاں تک کہ آج مسلمان بھی جو داڑھیاں رکھ رہے ہیں کہنے کو تو یہ داڑھیاں بھی نبی پاک ﷺ کی سنت کہلاتی ہیں مگر ایسی داڑھیوں میں بھی بہت سا فتور آ گیا ہے وہ اس طرح آج جو یہ مذہبی سیاسی لیڈر صاحبان ہیں جب بھی یہ سیاسی جلسوں میں لوگوں کے سامنے وعدے کرتے ہیں ان میں آدھا تو پہلے ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ کبھی بھی یہ سیاسی مولوی اپنی بات پر پورے نہیں اترتے لیکن ووٹ لینے کے لئے بڑے بڑے وعدے تو کر جاتے ہیں۔ بعد میں یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ بات تو میں نے اس رنگ میں کی تھی یعنی جھوٹ کو رنگ دینا شروع کر دیتے ہیں۔

داڑھیاں تو ان حضرات نے بھی رکھی ہوتی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے داڑھی رکھ کر نبی پاک ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے پھر آپ ہی بتائیں کہ ایسی داڑھیوں کو آپ نبی پاک ﷺ کی سنت کہیں گے یا سنت کے روپ میں دھوکا پن۔ دنیا کمانے کے لئے! کچھ داڑھیاں آج کل کے جعلی پیروں اور فقیروں کی بھی ہیں انہوں نے داڑھیاں نبی پاک ﷺ کی سنت سمجھ کر نہیں رکھی۔ انہوں نے تو یہ داڑھیاں اس لیے رکھی ہوئی ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی سنت کے روپ میں اپنے کمانے کے ساتھ ساتھ ان کی عزتوں کے ساتھ بھی کھیلتے ہیں۔ ان جعلی پیروں فقیروں کے جنہوں نے لمبی لمبی داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں ان کا بھانڈہ اس وقت پھوٹا جب اے آر وائے اور پرائم اور ڈان نیوز ٹی وی والوں نے ان جعلی پیروں فقیروں کا پیچھا کیا اور یہ جعلی پیر فقیر اپنے ٹھکانے چھوڑ کر بھاگے اور انہوں نے جو لمبی لمبی داڑھیاں اور زلفیں رکھی ہوئی تھیں دھوکا دینے کے لئے۔ اس کے بعد وہ داڑھیاں چہروں سے اس طرح غائب ہوئیں جس طرح گدھے کے سر سے سینگ تاکہ لوگ انھیں پہچان نہ سکیں۔ جب ان پیروں فقیروں کو دھندہ چھوڑنا پڑا تو انہوں نے نبی پاک ﷺ کی سنت کا بھی صفایا کر دیا۔ یہ ہیں مسلمان جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی سنت کا یہ حال کر رکھا ہے۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ ایسی داڑھیوں کو آپ نبی پاک ﷺ کی سنت کہیں گے یا نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی اور دھوکہ کہیں گے؟؟

داڑھیاں تو آج کے نشئیوں نے بھی رکھی ہوئی ہیں جو ہر وقت نشے میں دھت رہتے ہیں اور نشئی جو دو دو ماہ غسل تک نہیں کرتے جنہیں اپنی ہوش تک نہیں ہوتی کیا ایسی داڑھیوں کو بھی آپ نبی پاک ﷺ کی سنت ہی کہیں گے؟ ہرگز نہیں یہ تو نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی اور توہین ہے۔

اس دور میں تو کچھ فیشنی داڑھیوں کا بھی عام رواج ہوگیا ہے جسے کٹ داڑھی یا بچڑی داڑھی کہا جاتا ہے اس کا عربوں میں اچھا خاصا رواج ہوتا جا رہا ہے۔ خاص طور پر سعودی شاہ تو کٹ داڑھی ہی رکھتے ہیں اور ان کے امام بھی جو اس طرح کی داڑھیاں رکھتے ہیں تو کیا ایسی داڑھیاں بھی نبی پاک ﷺ کی سنت ہی کہلائیں گی؟ ہرگز نہیں! اب تو پاکستان میں بھی بڑے بڑے عالم دین جو یہ کہتے

ہیں کہ مسلمان کی داڑھی ایک بالشت سے کم نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس سے کم داڑھی نبی پاک ﷺ کی سنت پر پوری نہیں اترتی اور ایسے امام کے پیچھے نماز تک نہیں ہوتی اور خود ان عالموں کی اپنی داڑھیاں ایک بالشت سے کم نظر آتی ہیں جو ٹیلی ویژنوں پر دین کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کی حدیثیں بیان کر رہے ہوتے ہیں ۔ پھر آپ ہی بتائیں مولانا صاحب! ان عالموں کی داڑھیوں کو آپ کیا نام دیں گے؟

مولانا صاحب! جن داڑھیوں کا میں نے ذکر کیا ہے یہ سب کے سب مسلمان ہیں ۔ کیا ان کی داڑھیاں بھی نبی پاک ﷺ کی سنت کے مطابق ہیں یہ تو آپ ہی بتا سکیں گے ۔ خود داڑھیاں رکھنے والے نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی اور توہین کر رہے ہیں مولانا صاحب! آج اصلی داڑھیاں کم اور نقلی داڑھیاں زیادہ دکھائی دیتی ہیں جو داڑھیوں کے روپ میں سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں ۔ پھر اس میں ان لوگوں کا کیا قصور جو ایسی داڑھیوں والوں کو برا بھلا کہتے ہیں ۔ ایسے لوگوں کا نبی پاک ﷺ کی سنت کو برا بھلا کہنا مقصود نہیں ہوتا اس بات کو کوئی کس طرف لے جائے یہ اس کی مرضی پر ہے ۔ جو لوگ بھی داڑھی والوں کو برا بھلا کہتے ہیں تو وہ ایسی داڑھیوں والوں کو ہی برا بھلا کہہ رہے ہوتے ہیں جو دکھاتے تو نبی پاک ﷺ کی سنت ہیں مگر وہ لوگوں سے کرتے دھوکا ہیں اور نبی پاک ﷺ کی سنت کی بے ادبی اور توہین کر رہے ہوتے ہیں ۔ پھر اس میں لوگوں کا کیا قصور ہوا۔ آگے اس کو کوئی بھی رنگ دے لیں آج تو چور بھی داڑھیاں رکھ کے صاعد ہو گئے ہیں ۔ جب میں نے داڑھی رکھی تھی تو مجھے ایک آدمی مل گیا تو وہ مجھے کہتا ہے کہ تم نے بھی داڑھی رکھ لی ہے ۔ تو میں نے اسے کہا کہ یار کیا کروں آج تو داڑھی کے بغیر لوگوں میں جھوٹ نہیں چلتا ، اس لیے میں نے بھی داڑھی رکھ لی ہے اور اس طرح نبی پاک ﷺ کی سنت بھی پوری ہو جائے گی ۔ تو وہ کہتا ہے پھر تو مجھے بھی داڑھی کے بارے میں سوچنا پڑے گا میں نے مولانا تھانوی کی کتاب ذکر فکر میں یہ پڑھا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ کوئی مولانا صاحب دین پر تقریر کر رہے تھے تو کوئی بڑھیا بھی مولانا کی تقریر پر رونے لگی تو مولانا نے جب اپنی تقریر ختم کی تو بڑھیا سے مولانا نے پوچھا کہ مائی! آپ کو کون سی میری بات اچھی لگی جس پر آپ کو رونا آ گیا؟ تو مائی نے مولانا سے کہا ":ویسے تو آپ کی سبھی باتیں اچھی تھیں مگر مجھے رونا اس بات پر آیا کہ جب آپ کچھ فرماتے تھے تو آپ کی داڑھی جب ہلتی تھی تو اس وقت مجھے اپنا وہ بکرا یاد آ گیا جب وہ چارا کھاتا تھا تو اس کی داڑھی اس طرح ہلتی تھی جس طرح آپ کی داڑھی ہلتی ہے کیونکہ اب وہ مر گیا ہے جس سے مجھے بہت پیار تھا اسی لیے مجھے رونا آ گیا تھا بس اتنی سی بات تھی میرے رونے کی اور تو کوئی وجہ نہ تھی رونے کی ۔''

سید سرفراز شاہ جو اے آر وائے اور کیو دونوں ٹیلی ویژنوں پر کہے فقیر دین کا پروگرام پر آتے ہیں ۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ جناب شاہ صاحب آپ دین کے بارے میں بہت سی معلومات رکھتے ہیں اور آپ کی ان باتوں سے بہت کچھ ہم نے سیکھا ہے اور آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں باتیں فرماتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ آپ نے نبی پاک ﷺ کی سنت مبارک یعنی داڑھی نہیں رکھی تو شاہ صاحب نے اس آدمی کو یہ جواب دیا کہ آپ کی بات درست ہے کہ مجھے نبی پاک ﷺ کی اس سنت پر عمل کرنا چاہئے مگر میں نے داڑھی کیوں نہیں رکھی اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر میں نے نبی پاک ﷺ کی سنت نہیں رکھی تو میں اس طرح گناہگار ضرور ہوں ۔ اگر میں نبی پاک ﷺ کی سنت تو پوری کرتا ہوں یعنی داڑھی رکھتا ہوں مگر اس سنت کے آداب مجھ سے پورے نہیں ہوتے تو یہ سنت نہ

رکھنے سے بھی بڑا گناہ ہوسکتا ہے۔بس اسی ڈر خوف سے داڑھی نہیں رکھی۔میرا ربّ میرا رسول میری اس کوتاہی کو معاف فرمائے کیونکہ نبی پاک ﷺ کی سنتوں پر اترنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ایک مسلمان کو بڑی جدوجہد کرنا پڑتی ہے کہ خالی داڑھی رکھ لینے سے سنت پوری نہیں ہوتی جب تک ایک مسلمان پورا پورا دھیان نہ دے۔داڑھی تو اس طرح ہے جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں تسبیاں تو ہوتی ہیں مگر وہ دوسروں سے باتیں بھی کئے جارہے ہوتے ہیں اور ساتھ تسبی کے دانے بھی پھینک رہے ہوتے ہیں جیسے وہ اس آدمی کی باتیں گن رہا ہوتا ہے کہ میں نے اس سے کتنی باتیں کی ہیں باتوں کے دوران اللہ اللہ تھوڑا ہی ہوتا ہے۔

مولانا صاحب! آپ جیسے جو اصلی داڑھیوں والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو سنت رسول کو چہروں پر سجایا ہوا ہے جس سنت کا حضور پاک ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔مولانا صاحب! میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ اگر آپ جیسے دیندار لوگوں نے ان جعلی داڑھیوں والوں کا خاتمہ نہ کیا تو یہ جعلی داڑھیاں دن بدن بڑھتی جائیں گی تو پھر یاد رکھنا مولانا صاحب !اصلی داڑھیوں والے بھی نہ بچ سکیں گے۔یہ تو مولانا صاحب آپ کو پتا ہی ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبرائیل امین کو حکم فرمایا کہ جافلاں قوم پر عذاب نازل کر تو جبرائیل امین نے ربّ العالمین سے عرض کی'': یاربّ! ان میں تو کچھ نیک لوگ بھی ہیں تو کیا میں ان پر بھی عذاب کروں کیونکہ وہ خود تو نیک عمل کرتے ہیں مگر دوسروں کو برائی سے نہیں روکتے تھے ''پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا سب پر عذاب آیا تھا اس میں نہ تو نیک بچا نہ ہی بد بچا۔اسی طرح آج کے پیر اور عالم خود تو نیک بنے ہیں اور مسجدوں میں اور ٹی وی پر بیٹھ کر قرآن کی آیات اور حدیثیں زوروں شوروں سے بیان تو کرتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس طرح ہم نے دین کا کام کر دیا ہے آگے انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے۔اس طرح کی سوچ آپ دینداروں کی بالکل غلط ہے جب تک ظالم کا ہاتھ نہ پکڑیں گے ایسے ظلم کو منع نہیں کریں گے۔چور کو چوری سے منع نہیں کریں گے۔حرام کام کرنے والوں کو حرام سے منع نہیں کریں گے۔جواریے کو جوا کھیلنے والوں کو جوا کھیلنے سے منع نہیں کریں گے یا اور اس طرح کی معاشرے میں جو برائیاں ہیں ان سب کو آپ جیسے دیندار لوگ ہی ختم کرسکتے ہیں۔آپ کا مسجدوں یا ٹیلی ویژنوں پر بیٹھ کر بیان کرنے سے کام نہیں چلے گا کیونکہ ایسے مجرم لوگ نہ تو مسجدوں میں جاتے ہیں اور نہ یہ ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں۔ جس طرح آج انگلینڈ میں رواج ہوگیا جن کو ہم جماعتی کہتے ہیں وہ گھروں میں جاکے کہتے ہیں'': بھائی !آؤ مسجد میں نماز پڑھنے ''تو وہ کہتا ہے کہ یار میں تو ابھی مسجد سے نماز پڑھ کے آرہا ہوں آپ کون سی مسجد کی بات کررہے ہیں یا وہ لوگ گھروں میں آتے ہیں تو اکثر انہیں عورتیں ہی ملتی ہیں مرد تو اکثر کام کاج کی وجہ سے گھر میں دیر سے ہی آتے ہیں۔

کبھی بھی انہوں نے شراب خانوں میں یا جوا خانوں میں جاکے جہاں مرد حضرات ہی ہوتے ہیں یہ نہیں کہا۔اگر کسی نے دین کی خدمت کرنی ہو تو ایسی جگہوں پر جاکے دین کی تبلیغ کرنی چاہئے کہ اس برائی کو چھوڑ و اور مسجد میں جاکے فرض نماز پڑھو نہ کہ گھروں میں جاکے عورتوں کو تبلیغ کریں۔وہ گھروں میں گھوم کر آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا تو فرض پورا ہوگیا ہے یہ بھی کمال کی دین کی تبلیغ ہے اور ایسے تبلیغی گاؤں گاؤں شہر شہر گھوم رہے ہوتے ہیں ایسی تبلیغی کو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

کچھ تو ہیں داڑھیاں اور کچھ ہیں جھاڑیاں
اور کچھ وہ ہیں جو آگ لگا کے ساڑھیاں

لفظ ''میاں '' کیسے وجود میں آیا

یہ لفظ میاں کب اور کیسے وجود میں آیا تھا اس کی تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ کیونکہ یہ لفظ ''میاں '' پہلے ہندوؤں میں نہیں پایا جاتا تھا ان کے مذہبی نام کچھ اور ہی طرح کے ہوتے ہیں ، گرو ، پنڈت یا اسی طرح کے اور جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں کہ جب سے اسلام پھیلانے کے لئے بزرگ ہستیاں ہندوستان میں تشریف لائیں کچھ تو محمد بن قاسم کے ساتھ بزرگ آئے تھے تبع تابعین اور کچھ بزرگ افغانستان سے آئے تھے محمود غزنوی' شہاب الدین غوری' ابراہیم لودھی یا دوسرے فاتحین کے ساتھ ان میں داتا ہجویریؒ صاحب' خواجہ غریب نوازؒ یا اور دوسرے بزرگ جن میں اکثر سید ہی تھے ۔ پھر ان بزرگوں نے ہندوستان کے ہندوؤں میں دین کی تبلیغ کرنا شروع کی تو لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے اس طرح دین اسلام ہندوستان کے دور دراز حصوں میں پہنچ گیا۔ پھر وہی لوگ جو دین اسلام میں داخل ہوتے تھے ان لوگوں نے انہی بزرگوں سے دین سیکھنا شروع کر دیا اس وقت جن لوگوں کے دماغ اچھے تھے اور ان میں شوق بھی ہوتا تھا تو انہوں نے قرآن پاک بھی پڑھ لیا اور بہت سی ضروری ضروری حدیثیں بھی سیکھ لی تھیں اور ضروری مسائل بھی انہوں نے سیکھ لیے ۔ مثال کے طور پر نماز یا نماز کی جماعت کرانا، جنازہ پڑھانا، عید پڑھانا اور حلال وحرام کے مسائل بھی انہوں نے ان بزرگوں سے سیکھ لیے تھے ۔ باقی جیسے جیسے ان کو دین کی ضرورت پڑتی تو وہ لوگ ان بزرگوں سے دین سیکھتے رہتے پھر ایسے لوگ شہر یا گاؤں میں جا کر باقی مسلمانوں کو دین سکھایا کرتے اور انہی مسجدوں میں امامت بھی کرایا کرتے تھے ۔ ساتھ وہ مسلمان بچوں' بچیوں کو دینی تعلیم بھی دیا کرتے کیونکہ ان کے گھر کی عورتیں بھی دین سیکھ چکی تھیں تو وہ بچوں کو دینی تعلیم دیا کرتی تھیں ۔

چونکہ ایسے لوگ اس وقت شہروں میں یا گاؤں میں گنتی کے ہی لوگ ہوا کرتے تھے جو پوری طرح دین اسلام کو جانتے تھے ۔ اگر کسی کو کوئی بھی دینی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو لوگ انہی کے پاس جاتے کہ میرا یہ مسئلہ حل کر دو ۔ اگر کسی کو بچے یا بچی کا نکاح پڑھانا ہو یا بچے کے کان میں اذان دلانی ہو یا کنویں میں کوئی ناپاک چیز گر گئی ہو یا اسی طرح اور بہت سے ضروری مسئلے پوچھنے ہوں تو لوگ ان دیندار لوگوں کے پاس ہی جاتے تھے جو دین کو اچھے طریقے سے سمجھتے تھے ۔ چونکہ ایسے گھرانے چند ہی ہوا کرتے تھے تو لوگوں نے دیندار ہونے کی وجہ سے انہیں'' میانے '' کہنا شروع کر دیا ادب کے لئے ۔ اس طرح پورے گھرانے کو '' میانے ''اور ایک کو ''میاں '' کہا گیا۔

چونکہ شروع اسلام میں سید گھرانے ہندوستان میں بہت کم ہوتے تھے اسی لیے جو لوگ اس وقت مسلمان ہوئے تھے پھر انہوں نے ہی دین کا بیڑا اٹھایا تھا پھر انہوں نے دوسرے مسلمان بھائیوں کو دین سکھانا شروع کر دیا کیونکہ وہ لوگ سید تو نہ تھے تو لوگوں

نے انہیں ادب سے میانے کہنا شروع کر دیا اور ایک کو میاں صاحب کہنے لگے۔اس طرح یہ لفظ ''میاں ''بنا کیونکہ جو میاں ہوتا تھا وہ مسجدوں میں امامت کراتا، جنازہ پڑھاتا' عیدیں پڑھاتا' لوگوں کو وہ مسئلے مسائل بتاتا تھا اس وجہ سے لوگوں نے انہیں ادباً ''میانے ''یا'' میاں '' کہنا شروع کر دیا۔پھر میاں سے ''مولوی ''بنا پھر مولوی سے'' مولانا ''بنا پھر مولانا سے'' عالم دین ''بنا پھر عالم دین سے'' مفتی ''بنا جن لوگوں کا اس وقت دین کے ساتھ تعلق ہوا کرتا تھا تو لوگ ان کا ادب احترام کرتے تھے۔تو ایسے لوگ کوئی بھی غلط کام نہیں کیا کرتے تھے کہ کہیں میری یا میرے خاندان کی توہین نہ ہو جائے۔وہ لوگ اپنا دامن ہر برائی سے پاک صاف رکھتے اس کی میں ایک ہی مثال دوں گا حالانکہ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جن کو میرے لیے لکھنا مشکل ہے۔جن کی میں مثال دے رہا ہوں وہ ہیں میاں محمد بخشؒ کھڑی شریف والے جن کی مشہور کتاب ''سیف الملوک ''ہے جن کو پاکستان ہی نہیں ہندوستان کے لوگ بھی جانتے ہیں وہ خود ہی ''میاں ''نہیں کہلاتے تھے ان کے تو باپ دادا بھی میاں ہی کہلاتے تھے۔آج بھی ان کے بزرگوں کی قبروں پر ان کے نام کے ساتھ میاں ہی لکھا ہوا ہے حالانکہ وہ قوم کے گجر تھے۔

چونکہ میاں صاحب کے باپ دادا ہمیشہ دین ہی کی خدمت کرتے رہے ہیں۔مسجد میں امامت کرنا، بستی کے بچوں بچیوں کو دین کی تعلیم دینا یا اور دوسرے دینی کام بستی کے نمٹانا ،اس لیے پورے گھرانے کو لوگوں نے'' میانے '' کہنا شروع کر دیا۔دیندار گھرانہ کے ایک فرد کو ادباً میاں صاحب کہنے لگے۔یہ تھی میاں کی اصل ایجاد، اس وقت جو بھی دین کا کام کرتے تھے لوگ انہیں ادباً میاں صاحب کہتے تھے۔یہ تھے وہ پہلے ''میانے ''اور میاں جن کے دامن بے داغ ہوا کرتے تھے چاہے ان کو فاقے ہی کیوں نہ کاٹنا پڑیں۔اور نہ وہ لوگ کسی کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتے تھے کیونکہ وہ دیندار ہوا کرتے تھے۔اس لیے وہ لوگ اپنے ربّ پر ہی بھروسہ کرتے تھے اور بڑے غیور لوگ ہوا کرتے تھے۔اس وقت کے سادات کی تو بات ہی نہ پوچھو کہ کس معیار کے سید ہوا کرتے تھے۔ان سیدوں کا معیار اس لیے اعلیٰ تھا ایک تو وہ آل رسول ﷺ تھے دوسرا وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین کی ہندوستان میں تبلیغ کرتے تھے۔جن کی وجہ سے ہندوستان میں لاکھوں لوگ کفر سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔انہی کی وجہ سے آج ہم کلمہ گو بنے۔یہ سب انہی لوگوں کی وجہ سے ہوا۔یہ احسان ان لوگوں کا ہے ہم پر کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔

رہا آج کے سیدوں کے بارے میں تو ان میں تو بہت سے ''جعلی سید ''بھی مارکیٹ میں آ گئے ہیں جن کی پہلے کوئی ذات پات ہی نہیں ہوا کرتی تھی یعنی آج ''پیوندی سید ''عام ہو گئے ہیں جو پہلے چوڑے چمیار ہوا کرتے تھے۔اسی طرح آج ''جعلی میاں ''بھی عام ہو گئے ہیں جو پہلے چور اچکے ہوا کرتے تھے پھر حرام کی کمائی سے جس میں کرپشن، رشوت خوری، لوٹ کھسوٹ کے جب پیسے آنے لگے تو جن کی پہلے کوئی ذات ہی نہیں ہوا کرتی تھی جو کبھی اپنی ذات بتاتے شرماتے تھے پھر انہوں نے بھی اپنے ناموں کے ساتھ'' میاں ''لکھنا شروع کر دیا ہی یہ حال کر دیا ہے ان ناموں کا ان ''جعلی سیدوں ''اور ''جعلی میاؤں ''نے اور ان کے فعل آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ واقعی سید یا میاں ہیں یا ان ناموں کی یہ لوگ کہیں توہین نہیں کر رہے۔ان ناموں کے پیچھے یہ لوگ اپنی ذاتیں چھپا رہے ہوتے ہیں حرام کی دولت کے نشے میں۔

مگر یاد رکھو اصل اصل ہوتی ہے اور نقل نقل ہوتی ہے

حقیقت بن نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو نہیں آ سکتی کاغذ کے پھولوں سے

میں نہیں مانتا کاغذ پہ لکھا شجرۂ نسب
بات کرنے سے قبیلے کا پتا چلتا ہے

تعارف تو محض اک رسم دنیا ہے
ورنہ لہو جیسا بھی ہو خود بولتا ہے

بھلے کوئی اپنے نام کے ساتھ چوہدری لکھے یا راجا لکھے یا ملک لکھے مگر یہ کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ ہو تو عام سا آدمی مگر اپنے نام کے ساتھ سید سکھنا شروع کر دے یہ آل رسول ﷺ کی توہین ہے مگر آج تو اپنے ناموں کے ساتھ چوڑے چمیاروں نے بھی سید لکھنا شروع کر دیا ہے اسی طرح میاں بھی پہلے بڑا ادب والا نام ہوتا تھا مگر آج جو چورا چکے ہیں وہ بھی اپنے ناموں کے ساتھ میاں لکھتے ہیں یہ اس نام کی توہین ہے۔ جو آدمی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری ذاتوں میں جاتے ہیں پھر انہیں ذلت بھی اٹھانا پڑتی ہے پھر نہ وہ ہنسوں میں رہتے ہیں اور نہ ہی وہ کووں میں رہتے ہیں۔

آج کیا ہی یہ آخری وقت آ گیا ہے
جس میں چوڑا چمیار بھی" سید "بن گیا ہے

آج کیا ہی یہ آخری وقت آ گیا ہے
جس میں چور اچکا بھی" میاں "بن گیا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان میں اب کون سی چیز اصلی ہے

میں نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت ملک پاکستان بن چکا تھا تو میں نے جو اس وقت دیکھا وہ تھا ماں باپ کا پیار و محبت جو بالکل اصلی ہوتا تھا کیونکہ اس وقت کے ماں باپ اپنی اولاد کو حلال کی کمائی سے پالا پوسا کرتے تھے۔اس وقت کا دودھ مکھن بھی بالکل اصلی ہوا کرتا تھا۔اس وقت کی اولاد کو ماں باپ کے ساتھ بالکل اصلی پیار محبت ہوتا تھا۔اس وقت کے بہن بھائیوں کو ایک دوسرے سے بالکل اصلی پیار محبت ہوتا تھا۔اس وقت کے ساگ لسی بھی بالکل اصلی ہوا کرتے تھے۔اس وقت کا ہر طرح کا اناج بالکل اصلی ہوا کرتا تھا۔ اس وقت کی ہر طرح کی سبزیاں بالکل اصلی ہوا کرتی تھیں۔اس وقت کا گوشت مرغیاں' انڈے بالکل اصلی ہوا کرتے تھے، اس وقت کی ہر طرح کی دالیں بھی بالکل اصلی ہوا کرتیں تھیں اس وقت کی کھادیں بھی بالکل اصلی ہوا کرتی تھیں۔اس وقت کے حکیم کی دوائیاں بالکل اصلی ہوا کرتی تھیں۔اس وقت کی درسگاہیں' سکول' استاد تعلیم ڈگریاں' امتحان بالکل اصلی ہوا کرتے تھے۔اس وقت کے پیر فقیر، مولوی بالکل اصلی ہوا کرتے تھے۔اس وقت کی عدالتیں، انصاف، جج، مجسٹریٹ بالکل اصلی ہوا کرتے تھے۔اس وقت کی ایک دوسرے کے ساتھ دوستیاں بالکل اصلی ہوا کرتی تھیں۔اس وقت کی عبادتیں ،دعائیں، بالکل اصلی ہوا کرتی تھیں۔اس وقت کی توبہ بالکل اصلی ہوا کرتی تھی۔اس وقت کا خدا پر یقین ،خدا خوفی بالکل اصلی ہوا کرتی تھی۔اس وقت کا ضمیر بالکل اصلی ہوا کرتا تھا۔اس وقت کا پیار و محبت بالکل اصلی ہوا کرتا تھا۔اس وقت کے چوہدری، راجے، ملک، رانے بالکل اصلی ہوا کرتے تھے۔اس وقت کا صبر و شکر بالکل اصلی ہوا کرتا تھا۔اس وقت کے مرچ مصالحے بالکل اصلی ہوا کرتے تھے۔اس وقت کی انسانیت بھی بالکل اصلی ہوا کرتی تھی۔

آج کے ماں باپ کا اولاد کے ساتھ پیار و محبت بالکل نقلی ہے کیونکہ آج کا ماں باپ اولاد کو حلال کم حرام زیادہ ہی کھلاتا ہے جس سے اولادیں اپنے ماں باپ کی نافرمان ہوتی جا رہی ہیں اس لیے نہ ماں باپ کو اولاد سے پیار و محبت رہ گیا ہے نہ ہی اولاد کو ماں باپ سے کوئی پیار محبت رہ گیا ہے۔ان کا پیار محبت بالکل نقلی ہو گیا ہے اسی لیے اولادیں ماں باپ کو فلاحی اداروں میں چھوڑ کر جا رہی ہیں۔اس کا ثبوت عبدلستار ایدھی ٹرسٹ ہے جس میں اولادیں اپنی پیاری چیز کو چھوڑ کر جا رہی ہیں۔اس لیے آج کا پیار محبت بالکل نقلی ہو گیا ہے۔آج کے بہن بھائیوں کا پیار و محبت بھی بالکل نقلی ہو گیا ہے۔آج کے دودھ مکھن بھی نقلی ہو گئے ہیں بلکہ آج کے دودھ مکھن کو دودھ مکھن کہنا ہی غلطی ہے۔

آج کے وقت میں انسانیت بالکل نقلی ہے۔آج کے وقت ساگ لسی بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت میں ہر طرح کا اناج بالکل نقلی ہو گیا ہے۔آج کے وقت میں ہر طرح کی سبزیاں بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت میں ہر طرح کا پھل فروٹ بالکل نقلی ہے' آج کے وقت میں ہر طرح کی دالیں بالکل نقلی ہیں' آج کے وقت میں گوشت' مرغیاں' انڈے بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت میں کھادیں بالکل نقلی ہیں' آج کے وقت میں حکیم، ڈاکٹر' دوائیاں بالکل نقلی ہیں' آج کے وقت میں سکول' درسگاہیں' استاد، تعلیم' امتحان' ڈگریاں بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت میں عدالتیں' انصاف' جج' مجسٹریٹ بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت میں مرچ مصالحے بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت کے چودھری' راجے' ملک' رانے بالکل نقلی ہیں۔آج کے وقت کی رشتہ داریاں بالکل نقلی ہیں۔آج کی شرم وحیا

بالکل نقلی ہے آج کے صبر وشکر، توبہ، عبادت بالکل نقلی ہے ۔آج کے وقت کے مولوی، پیر، فقیر بالکل نقلی ہیں ۔آج کے وقت خدا پر یقین، دعائیں بالکل نقلی ہیں ۔آخر آج کچھ تو' کوئی چیز اصلی ہوگی وہ کون سی چیز ہے جو اصلی ہے اس وقت وہ ہے انسان کو انسان سے نفرت ، جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بے حیائی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے مکاری وجھوٹ جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بے غیرتی جو اس وقت اصلی ہے! وہ ہے بے ضمیری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے دھوکا دہی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے ہر چیز میں ملاوٹ جو اس وقت اصلی ہے! وہ ہے جھوٹ جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے لوٹ کھسوٹ جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے رشوت خوری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے کرپشن جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے سینہ زوری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے ظلم وزیادتی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے ناانصافی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے قوم سے غداری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے حرام خوری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے سود خوری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بیماریاں جو اس وقت بالکل اصلی ہیں! وہ ہے بے صبری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے ناشکری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے شراب جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے منافقت جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بداخلاقی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے جادو ٹونہ جو اس وقت بالکل اصلی ہیں! وہ ہے جرم جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے چوری چکاری جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے ڈاکہ زنی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بدتمیزی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے جھوٹی گواہی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے جھوٹی تسلی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے مذمت جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بے چینی بے سکونی جو اس وقت بالکل اصلی ہے ! وہ ہے نفسا نفسی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بے پردگی جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے سنگدلی جو اس وقت بالکل اصلی ہے ! وہ ہے لڑائی جھگڑا جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے انتقام جو اس وقت بالکل اصلی ہے! وہ ہے بے رحمی جو اس وقت بالکل اصلی ہے!

بھائی! آپ ہی بتائیں کہ کون کہتا ہے کہ ہمارے ملک پاکستان میں جہاں ہم مسلمان آباد ہیں جو اس ملک میں اصلی چیزیں نہ ملتی ہوں وہ بھی بالکل سستے داموں میں ملتی ہیں کیونکہ ہم پاکستانی ہیں اور اس ملک پاکستان میں ہم مسلمان سستے ہیں ۔اتنی چیزیں کسی اور ملک میں ہیں جو اصلی ہیں؟ اس سے آگے پاکستانی قوم اور کتنی ترقی کرے گی؟ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔آگے دیکھتے ہیں کہ یہ پڑھا لکھا طبقہ کہاں تک جاتا ہے ۔میں نے زندگی میں جو کچھ دیکھا ہے لکھ دیا ہے ۔آگے کیا ہونا ہے یہ تو میرا ربّ ہی جانتا ہے یہ ملک پاکستان جو قائداعظم کی کوششوں سے بنا ہے ۔ان کے بعد آنے والے لوگوں نے قائداعظم کی اس امانت کا بڑا خیال رکھا ہے ۔بدنصیبی تو یہ ہے کہ لوگ قائداعظم کے بنائے ہوئے ملک پاکستان پر حکومت تو کرتے ہیں اور دولت اس پاکستان کی یہ دوسرے ملکوں میں رکھتے ہیں ۔سبحان اللہ! قربان جائیں ان قومی لیڈروں پر۔اللہ تبارک وتعالیٰ خیر کرے قائداعظم کے پاکستان پر۔آمین!

پہلے جو دیکھتے تھے وہ ہر چیز تھی اصلی
اب جو دیکھتے ہیں یہ ہر چیز ہے نقلی
جب کہ اب یہاں کوئی انسان ہی نہ رہا اصلی
تو پھر اب یہاں کوئی چیز خاک ملے گی اصلی

پاکستانی سیاسی پارٹیوں کے انتخابی نشان

پہلی بات تو یہ کہ آج دنیا ترقی کرتے کرتے چاند سے بھی آگے جانے کا سوچ رہی ہے اور پاکستانی قوم وہ ہے جو آج بھی گدھوں، خچروں سے اپنا کام چلا رہی ہے اگر کوئی پڑھ لکھ گیا ہے تو اسے اس کی تعلیم نے کچھ بھی فائدہ نہیں دیا۔ کیونکہ وہ اپنے پیٹ کی خاطر شہر کے کسی کونے میں چھابڑی لگا کے بیٹھے ہوا ہے۔ وہ اس لیے کہ ان بے ضمیر نکمے سیاستدانوں نے ان کے لئے اس ملک میں کچھ چھوڑا ہی کیا ہے کہ وہ اپنی تعلیم کے بل بوتے پر اس ملک وقوم کی کوئی خدمت کر پاتے۔ اسی لیے آج کا پڑھا لکھا نوجوان گدھوں' خچروں سے ہی اپنا کام چلانے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اس کے پاس اور کوئی راستہ ہی نہیں کہ یہ پڑھ لکھا نوجوان اس ملک وقوم کی کوئی خدمت کر سکے۔ جب تک یہ ہر چیز ان بے ضمیر، نکمے سیاست دانوں کے ہاتھوں میں رہے گی ، آج کا پڑھا لکھا نوجوان اس ملک قوم کی قسمت کس طرح بدل سکتا ہے۔

آج اس ملک وقوم کو تین طبقوں نے اپنا غلام بنا کے رکھا ہوا ہے۔ ایک تو یہ بے ضمیر سیاست دان اور دوسرا طبقہ ان بے ضمیر سیاستدان مولویوں کا ' تیسرا طبقہ بے ضمیر لفافے والے میڈیا والے، چاہے وہ پرنٹ میڈیا ہو یا وہ الیکٹرانک میڈیا ہو، ان میں چاہے اینکر ہوں چاہے وہ کالم نگار ہوں ،چاہے وہ ان کا کوئی باس ہو جب تک یہ تینوں بے ضمیر ادارے راہ راست پر نہیں آتے تب تک بدنصیب ملک وقوم کو کوئی ترقی نصیب نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس ملک وقوم کا خزانہ یہ تینوں طبقے لوٹ رہے ہیں۔ یہ تو اب لوگوں کے منہ کا نوالہ بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ یہ بے ضمیر لوگ، جن کے لئے یہ لوگ لوگوں کا نوالہ چھین رہے ہیں کل انہی کی اولادیں ان کی قبر پر فاتحہ تک نہیں پڑھیں گی کیونکہ ان تینوں طبقوں کے لوگ بدقسمتی سے جھوٹ، مکاری سے ہی مال بناتے ہیں۔ پھر ان کے جھوٹ کا بعد میں پول بھی کھل جاتا ہے۔ لیکن یہ مکار لوگ اپنے جھوٹ کو اتنی صفائی سے چھپا لیتے ہیں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں تلے چھپا لیتی ہے کیونکہ اس چیز کا ان لوگوں نے کورس کیا ہوتا ہے۔

جس طرح ان سیاستدانوں کی اپنی پارٹیوں کے بڑے بڑے نام رکھے ہوئے ہوتے ہیں تا کہ ان ناموں کے پیچھے ہمارے جھوٹ چھپ سکیں اسی طرح انہوں نے اپنے انتخابی نشانات بھی عجیب وغریب قسم کے الاٹ کرائے ہوتے ہیں پھر انہوں نے اپنے نام بڑے فخر سے رکھے ہوتے ہیں جس میں تکبر کی بو آتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ان بے ضمیروں کے نام ماڈرن ہونے چاہئے جو اصل میں یہ ہیں کیونکہ ان صاحبان کے نام جو پہلے تھے گھسے پٹے ہو گئے ہیں کیونکہ جس طرح کے ان کے کام ہیں اسی طرح کے ان کے نام ہونے چاہئیں جس طرح یہ لیڈر ادب والے ہیں اسی طرح کے ان کے نام بھی ادب والے ہونے چاہیے جو اس طرح کے ہیں: مسٹر دتو خان، مسٹر لالو خان، مسٹر پھتو خان، مسٹر گاموخان، مسٹر کھوسو خان، مسٹر جوجو خان، مسٹر موجو خان، مسٹر تھو خان، مسٹر جمو خان، مسٹر للو

خان، مسٹر موٹو خان، مسٹر نسو خان، مسٹر مولو خان، مسٹر جولو خان، مسٹر ہوتو خان، مسٹر ہلاکو خان، مسٹر نکمو خان، مسٹر راجو خان، مسٹر بلو خان، مسٹر ملو خان، مسٹر پیرو خان، مسٹر منگو خان، مسٹر تسو خان، مسٹر لدو خان، مسٹر پھجو خان، مسٹر کھیرو خان، مسٹر سدو خان، مسٹر ملو خان، مسٹر خستو خان، مسٹر کرارو خان، مسٹر لڈو خان، مسٹر پھرتو خان، مسٹر پوتو خان، مسٹر شرارو خان، مسٹر جلو خان، مسٹر پھلو خان، مسٹر گدو خان، مسٹر پپو خان، مسٹر لٹو خان، مسٹر بدو خان، مسٹر گھوجو خان، مسٹر پنو خان یہ نام ان قائدین کے اس لیے ہونے چاہیئں کیونکہ ان قائدین کے کارنامے بھی تو اسی طرح کے ہیں۔ کیونکہ بڑے بڑے نام رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

انسان بڑے نام سے نہیں بلکہ بڑے کام سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ کسی چور چکے کو حضرت کہنے سے اس کی پہچان میں کوئی فرق پڑ جاتا ہے۔ چور تو چور ہی رہتا ہے چاہے وہ وزیر ہو چاہے وہ صدر ہی کیوں نہ ہو جائے اس کی فطرت میں کوئی بھی فرق نہیں آئے گا۔ جس طرح ان بے ضمیر لیڈروں نے اپنے بڑے بڑے نام رکھے ہوئے ہیں اسی طرح اب ان کی پارٹیوں کے نام جو پرانے گھسے پٹے ہو گئے ہیں وہ بھی ماڈرن ہونے چاہئے جو اصل میں ان کو جچیں، وہ نام اس طرح کے ہونے چاہیئں چوروں کی پارٹی، ڈاکوؤں کی پارٹی، لٹیروں کی پارٹی، کرپٹوں کی پارٹی، رشوت خوروں کی پارٹی، قاتلوں کی پارٹی، مفاد پرستوں کی پارٹی، ظالموں کی پارٹی، لفنگوں کی پارٹی، بدبختوں کی پارٹی، بدنیتوں کی پارٹی، لعنتیوں کی پارٹی، جاگیرداروں کی پارٹی، پیروں کی پارٹی، ملاؤں کی پارٹی، منافقوں کی پارٹی، بے ضمیروں کی پارٹی، حرام خوروں کی پارٹی، سود خوروں کی پارٹی، لالچیوں کی پارٹی، بے غیرتوں کی پارٹی، بدمعاشوں کی پارٹی، غداروں کی پارٹی، بے شرموں کی پارٹی، یہودیوں کی پارٹی، بھگوڑوں کی پارٹی، ٹھگوں کی پارٹی، یتیموں کی پارٹی، جاہلوں کی پارٹی، خبیثوں کی پارٹی، لوٹوں کی پارٹی، کھوٹوں کی پارٹی، شیطانوں کی پارٹی!

جس کو کوئی پارٹی قبول نہ کرے وہ شیطانوں کی پارٹی میں چلا جائے۔ ایسے ہی نام ان پارٹیوں کو جچتے ہیں پہلے نام تو انہوں نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے رکھے ہوئے تھے نہ کہ یہ لیڈر اس پر عمل کرتے تھے۔ جس طرح ان قائدین کے ناموں اور ان کی پارٹیوں کا تذکرہ ہوا ہے اسی طرح ان پارٹیوں کے انتخابی نشانوں کا بھی ضرور تذکرہ ہونا چاہئے کیونکہ پہلے جو نشان تھے وہ اب پرانے گھسے پٹے ہو گئے ہیں اب نشان بھی ماڈرن ہونے چاہئیں جو اس طرح کے ہونے چاہئیں: انتخابی نشان اُلو، انتخابی نشان چیل، انتخابی نشان گھوڑا، انتخابی نشان کوا، انتخابی نشان بھیڑیا، انتخابی نشان ریچھ، انتخابی نشان گدھ، انتخابی نشان لومڑی، انتخابی نشان بندر، انتخابی نشان لنگور، انتخابی نشان ہاکی، انتخابی نشان کیکر، انتخابی نشان دھریک، انتخابی نشان کلہاڑا، انتخابی نشان رائفل، انتخابی نشان سانپ، انتخابی نشان پستول، انتخابی بچھو، انتخابی نشان نیولا، انتخابی نشان کولھو، انتخابی نشان چٹو، انتخابی نشان پنکھی، ملک میں بجلی ہی نہیں تو پنکھا کیوں میں آپ کو ایک ہی پارٹی کے انتخابی نشان کی مثال دوں گا۔ پر اس سے آپ کو سبھی پارٹیوں کے انتخابی نشانوں کا حال جان جائیں گے جس پارٹی نے اپنا انتخابی نشان ''شیر'' رکھا ہوا ہے اس پارٹی کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ شیر کبھی بھی مچھروں کے کاٹنے کے ڈر سے جنگل سے بھاگا نہیں کیونکہ وہ جعلی شیر نہیں وہ تو جنگل کا اصلی شیر ہے۔ جعلی شیروں کو جیل میں چند ہی دن مچھروں نے کاٹا تو یہ شیر گھبرا کر چلا اٹھے کہ خدا کے لئے ہمیں ان مچھروں سے بچایا جائے کہ کہیں یہ پاکستانی مچھر ہمیں کھا نہ جائیں اسی لیے یہ جعلی شیر ان مچھروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ پر ان شیروں نے پوری دنیا کے سامنے بھیک مانگنا شروع کر دی کہ خدارا ہمیں ان پاکستانی مچھروں سے بچایا جائے۔ اسی لیے آج ایک شیر''

پنجابی مچھروں'' کے پیچھے پڑا ہوا ہے یہ تو وہی جانتا ہے جس کے اوپر گزری ہے یہ تو یہ نقلی شیر ہی جانتے ہیں ان مچھروں کا حال۔ پھر دنیا نے ان نقلی شیروں کی مچھروں سے جان چھڑائی پھر یہ نقلی شیر رات کے اندھیرے میں اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ نکلے یہ بھی نہ دیکھا کہ جو لوگ ہم پر اپنی جان چھڑکتے تھے ہمارے بعد ان کے ساتھ کیا گزرے گی۔ جب کہ ہم تو آ کے محلوں میں بیٹھ گئے ہیں پھر ان نقلی شیروں کے جیالوں کے ساتھ کیا کیا گزری جن کو بعد میں ماریں بھی پڑی اور ان کو جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی۔ یہ شیر تھے جو سعودی محلوں میں آرام فرمارہے تھے۔ کیا انتخابی نشان شیر رکھنے سے شیر ان کے لئے جنگل کے جانور لائے گا کہ چلو جا کے ان نقلی شیروں کو اپنا ووٹ ڈالو اور یہ نقلی شیر تمہاری ووٹوں سے الیکشن جیت جائیں گے۔ یہی حال دوسری پارٹیوں کا ہے کبھی بھی کوئی جھوٹ اور مکاری سے اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک انسان کی اپنی نیت صاف نہ ہو کہنے کو تو ہم مسلمان کلمہ گو ہیں مگر نیت ہماری بری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے ایسے بدنیتوں، بدبختوں کو۔ آمین!

یہ ہیں پارٹیوں کے قائدین اور یہ ہیں ان کے نام و نشان
اور کیا ہی ہیں ان پارٹیوں کے انتخابی نام و نشان

''تاریخ گجر'' جو غلام اکبر ملک نے لکھی ہے

غلام اکبر ملک نے '' تاریخ گجر '' کے ساتھ دوسرے قبیلوں کی تاریخ بھی لکھی ہے ۔تاریخ گجر میں انہوں نے تقریباً گجروں کی سو گوتوں کا ذکر کیا ہے ۔تاریخ گجر مصنف مولوی عبدالمالک نے '' شاہان گجر '' بھی لکھی ہے اور مصنف رانا حسن علی چوہان نے '' تاریخ گجر '' بھی لکھی ہے ۔غلام اکبر ملک نے جو تاریخ گجر لکھی ہے اس میں وہ کہتے ہیں کہ کچھ قبیلے بعد میں گجروں میں شامل ہوئے ہیں ۔انہوں نے جو گوت ٹھیکریاں کا ذکر کیا ہے کہ میری تحقیق کے مطابق یہ قبیلہ اصل کے اعتبار سے قدیم ہندی آریائی نژاد ڈھاکر ہیں جو کسی نہ کسی طرح گجروں میں شامل ہو گئے تھے ۔غلام اکبر ملک یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ڈھاکر یہ قبیلہ والے اپنا شجرہ نسب ہندوستان کے مشہور مہاراجہ بکرماجیت سے ملاتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو لا شریک مانتا تھا ۔آگے واللہ اعلم !

یہ لوگ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ان کے جد امجد نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا ایک روایت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہمارا جد امجد حضرت داتا علی ہجویریؒ کا داماد تھا جو کہ بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت داتا صاحبؒ نے تو سرے سے شادی ہی نہیں کی تھی ۔یہ بات ان کی درست ہے اور تاریخ بھی یہی کہتی ہے پھر ان کی بیٹی کہاں سے آ گئی ۔

ملک صاحب ! اصل بات یہ ہے کہ اس وقت کے جو پورے کے پورے قبیلے مسلمان ہو جاتے تھے ان کو تو شادی بیاہ میں تو کوئی مسئلہ نہ ہوتا تھا اور جو اکاد کا لوگ مسلمان ہوتے تھے ان کو اپنے قبیلے والے چھوڑ دیتے تھے اس طرح ان لوگوں کو شادی بیاہ کا مسئلہ پیدا ہوتا تھا جن کی اس وقت ذمہ داری خود حضرت داتا صاحبؒ اپنے اوپر لے لیتے اور ان کی شادیاں دوسرے قبیلوں میں کرا دیتے تھے اس طرح حضرت داتا صاحب جس لڑکی لڑکے کا شادی بیاہ کراتے تھے ان کو وہ اپنی اولاد ہی سمجھتے تھے ۔

ملک صاحب ! یہ بات بھی کوئی اس طرح کی ہی لگتی ہے جس کو تاریخ دانوں نے غلط رنگ دے دیا ہے ورنہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ حضرت داتا صاحبؒ نے تو شادی ہی نہیں کی پھر کوئی داماد کس طرح بن گیا ۔مگر بعض دفعہ بات کا بتنگڑ بنا دیا جاتا ہے اس طرح کا دعویٰ تو کوئی بھی ڈھاکر یہ قبیلے کا نہیں کرے گا ۔یہ ڈھاکر یہ قبیلے کے لوگ بہت سی جگہوں میں آباد ہیں ضلع گجرات میں گاؤں ٹھیکریاں ہے گجرات میں ٹانڈہ موڑ موضع میں بھی ڈھاکر یہ قبیلہ ہے ۔موضع پنڈوڑی میں بھی یہ قبیلہ ہے اس قبیلے کا ایک گاؤں ٹھیکریاں ضلع جہلم تحصیل دینہ میں بھی ہے اور ایک گاؤں ٹھیکریاں ضلع میر پور میں بھی ہے اور ایک تھانہ یعنی موضع ڈھاکر یہ فیصل آباد میں بھی ہے ۔میرا بھی تعلق گجر قبیلے سے ہے اور میری گوت بھی ڈھاکر یہ ہے اور میرے آباؤ اجداد جو موضع کوٹلی ضلع جہلم میں آباد ہوئے تھے ۔یہ گاؤں ہی انہوں نے آباد کیا تھا یہ کوئی فخر والی بات نہیں یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری پہچان بنائی ہے ۔جس طرح دوسرے قبیلے والوں کی پہچان اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنائی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے ۔

☆☆☆☆☆☆

پہلے لوگوں کا پیار و محبت

میں آپ کو پہلے لوگوں کے پیار و محبت کی باتیں سنانے جا رہا ہوں ۔ اپنے دادوں اور اس وقت کے لوگوں کی کہ وہ لوگ کس طرح کے ہوا کرتے تھے پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے دادا تین بھائی تھے ۔ بڑے کا نام سوار خان تھا اس سے چھوٹے کا نام بھولا خان اور اس سے جو چھوٹے تھے ان کا نام علم دین تھا جو میرا دادا تھا کیونکہ وہ وقت تعلیمی دور نہیں ہوا کرتا تھا اور اس وقت کے لوگوں کے نام بڑے آسان ہوا کرتے تھے ۔ اس وقت کے لوگ بڑے باادب اور پیار کرنے والے ہوا کرتے تھے یہ باتیں جو میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں یہ اس وقت کے ہر انسان میں پائی جاتی تھیں ۔ میں اپنے دادوں کی کچھ باتیں سنانے جا رہا ہوں جو ہمیں ہمارے والد ، چچا ،تایا نے سنائی تھیں کیونکہ میرے تینوں دادا میری پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے ہاں میں نے اپنی دادی کو ضرور دیکھا ہے ۔ جب میں چار سال کا ہو گیا تو دادی صاحبہ بھی فوت ہو گئیں تھیں ۔ مگر ان کی کچھ باتیں جو آج بھی مجھے یاد ہیں جب کہ میری عمر اس وقت ستر سال کی ہو گئی ہے ۔ میرے والد ' چچا ' تایا ہمیں بتاتے تھے کہ جس طرح ہمارا باپ اور چچا اپنے بڑے بھائی سوار خان کا ادب کرتے تھے اسی طرح ہمارا تایا سوار خان اپنے بھائیوں سے بچوں جیسا پیار محبت کرتے تھے اور ان کا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے ۔ والد صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ اسی طرح ہمارے دادا ، پردادا بھی ایک دوسرے کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے ۔ کچھ تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کچھ ہم نے اپنے باپ دادا کی زبان سے سنا ہے کہ چھوٹے بھائی اپنے بڑے بھائی کا بے حد ادب احترام کرتے تھے جیسے اپنے باپ کا کیا جاتا ہے اور بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائیوں کا اپنی اولاد کی طرح خیال کرتے تھے ۔

جیسے کانٹا تو چھوٹے بھائی کو لگتا تھا اور درد بڑے بھائی کو ہوتا تھا ۔ یہ حال تھا پہلے لوگوں کا بے شک ان لوگوں کے پاس تعلیم تو نہ تھی اور نماز روزے کے بھی کوئی خاص پابند نہ تھے مگر جو بات کرتے ، سچی کرتے ، کبھی جھوٹ نہ بولتے کسی سے دھوکہ نہ کرتے ، کسی کو دکھ نہ دیتے اور ایک دوسرے سے پیار و محبت سے رہتے ۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں حصہ لیتے چاہے کوئی بھی ہو اور بڑے مہمان نواز ہوا کرتے تھے ۔ ہمارے والد ' چچا ' تایا اپنے والد اور چچا تایا کا حال یوں بتاتے تھے کہ ان میں کتنا پیار و محبت ہوا کرتا تھا ۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ تایا کی دو ہی بیٹیاں تھیں ان کا کوئی بیٹا نہ تھا وہ ہمیں ہی بیٹے سمجھتے تھے اور چچا بھولا خان کے دو بیٹے تھے جو 1914ء میں طاعون کی بیماری میں نوعمری میں فوت ہو گئے تھے اور ہم چار بھائی اور دو بہنیں تھے ان میں ایک نوعمری میں ہی فوت ہو گئی ہمارا تایا جس کو بھائی کوئی کام نہیں کرنے دیتے تھے کیونکہ وہ پنچایت کے آدمی تھے یعنی چودھری تھے ۔

والد صاحب ہمیں فرماتے تھے کہ ہمارے والد صاحب اور چچا جان دونوں زمین داری کیا کرتے تھے اور جو سال کی فصل ہوا کرتی وہ سب اپنے بڑے بھائی کے حوالے کر دیتے ۔ آگے ان کی مرضی پر ہوتا وہ اسے کہاں کہاں خرچ کرتے ۔ چھوٹے بھائی ان پر چھوڑ دیتے اور کوئی دخل نہ دیتے ۔ ویسے تو والد صاحب اپنے والد ، چچا اور تایا کی بہت سی باتیں سنایا کرتے تھے لیکن میں اپنے دادوں

کی دو ہی باتیں سناؤں گا انہی میں سب کچھ آ جائے گا۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ ہم اور چچا صاحب ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور تایا صاحب نے اپنا نیا گھر بنوایا تھا جو ہم سے قریب ہی تھا۔ ایک دن بھینس جو تایا کے گھر میں باندھی ہوئی تھی بھینس نے کھونٹا اکھاڑ دیا اور صحن میں گھومنے لگی۔ اس وقت تایا جان چارپائی پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے بجائے اس کے کہ وہ خود بھینس کو باندھتے بلکہ انہوں نے مکان کی چھت پر جا کے چھوٹے بھائی کو آواز دی کہ بھولے بھینس نے کلہ اکھاڑ لیا ہے اسے آ کے باندھ جا تو چھوٹے بھائی نے کہا کہ بھائی صاحب میں کھانا کھا کے آتا ہوں۔ تو بڑے بھائی نے کہا کہ تیرے کھانا کھانے تک بھینس صحن میں توڑ پھوڑ کر دے گی۔ تو چھوٹے بھائی نے کھانا چھوڑ کر آ کے بھینس کو باندھا اور بھائی صاحب کو کچھ نہ بولے کہ بھائی صاحب آپ ہی بھینس کو باندھ دیتے میں جو کھانا کھاتے اٹھ آیا ہوں اور آپ چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے بھینس کو باندھ کر پھر جا کے ہاتھ دھو کر کھانا کھایا۔

اگر یہ بات آج کے بچوں کو بتائیں تو وہ یہ بات مانیں گے ہی نہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آج کا باپ اپنے بیٹے کو یہ کہے کہ بیٹا مجھے پانی کا گلاس لا دے تو بیٹا باپ کو یہ کہے گا کیا پانی تو خود نہیں لا سکتا ! کیا تمہارے ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں جو پانی لانے کا مجھے کہتا ہے ! یہ حال ہے ، ماں باپ کے ساتھ اولاد کے ادب کا، باپ سارا دن کام کرتا رہتا ہے اور اولاد ہے کہ اچھا کھانا' اچھا لباس پہن کر آوارہ گردی کرتے پھریں گے۔ بیٹوں کے گھر آنے پر باپ کی یہ جرأت نہیں ہوتی کہ بیٹوں سے پوچھے کہ اتنی دیر تو کہاں رہا ہے۔

دوسری بات والد صاحب نے اپنے تایا کی یہ بتائی کہ ہمارے والد صاحب بیمار ہو گئے تو تایا جان نے ان کا بہت علاج کروایا مگر والد صاحب ٹھیک نہ ہوئے ایک دن تایا جان کنوئیں پر نہانے گئے جو دوسرے محلے میں تھا تو ان کے پیچھے والد صاحب فوت ہو گئے ابھی تایا گھر کی طرف آ ہی رہے تھے تو راستے میں ان کو ایک آدمی مل گیا جو ہمارے گھر سے ہو کے گیا تھا تو اس آدمی نے تایا صاحب کو بتایا کہ بھائی سوار خان آپ کا بھائی علم دین فوت ہو گیا ہے میں ابھی دیکھ کر آ رہا ہوں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ جیسے ہی تایا جان کے کان میں یہ آواز پڑی تو تایا جان وہیں بیٹھ گئے گھٹنوں میں سر دے کر۔ پھر اس نے ہمارے گھر آ کے کہا کہ میں نے بھائی سوار خان کو بھائی کے فوت ہونے کا بتایا تو وہ وہیں بیٹھ گئے ہیں نہ تو وہ کوئی بات کرتے ہیں نہ ہی ان سے اٹھا جاتا ہے۔ دو تین آدمی چلو انہیں اٹھا لائیں، پھر کچھ آدمی گئے اور تایا جی کو اٹھا کے لے آئے اور آ کے پھوہڑی پر بٹھا دیا نہ تو تایا نے اس دوران کسی سے کوئی بات کی نہ ہی وہ بھائی کے مرنے پر روئے۔ جنازے پر بھی تایا صاحب کو پکڑ کر لے گئے پھر آ کے تایا صاحب کو پھوہڑی پر بٹھا دیا وہ اسی طرح سات دن خاموش پھوہڑی پر بیٹھے رہے۔ ساتویں دن جب والد صاحب کا ختم تھا تو تایا جان اپنے چھوٹے بھائی کا غم برداشت نہ کر سکے تو وہ وہیں بیٹھے بیٹھے اللہ تبارک وتعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ یہ حال تھا پہلے وقت کے بھائیوں کا اگر آج کسی کا بھائی بیمار ہو جائے تو وہ ڈاکٹر کے پاس کیا لے جائے گا وہ خود پٹواری کے پاس چلا جائے گا کہ بھائی کے مرنے کے بعد مجھے کیا حاصل ہو گا یا میں بھائی کی جائیداد میں کس طرح حصے دار ہو سکتا ہوں۔ یہ حال ہے آج کے بھائیوں کا جو آج بھائی بھائی کو مار رہے ہیں یا دوسروں سے بھائی کو مروا رہے ہیں اس دنیا کے لالچ میں، بعض تو بدبخت اپنے ماں باپ کی جان بھی لے لیتے ہیں اس جائیداد کے لئے جو ایک دن اس کی بھی نہ رہے گی۔ ہمارے والد صاحب ہم سے فرماتے تھے کہ ہمارے تایا جان ہم سے اتنا پیار و محبت کیا کرتے تھے کہ کوئی باپ بھی اپنی اولاد کے ساتھ اتنا پیار و محبت نہ کر سکے جتنا پیار محبت ہم کو تایا جان نے دیا تھا۔ اس پیار و محبت کی نشانی ہم نے جو دیکھی ہے

کہ والد کے تایا کی دو ہی بیٹیاں تھیں جو قریبی گاؤں میں بیاہی ہوئی تھی جس کی بیٹی سے میرے والد کی شادی ہوئی میری ماں سے اس طرح میری پھوپھی، میری نانی جان بھی لگے اور جو میرے والد صاحب کے تایا کی دوسری بیٹی تھی اس کی لڑکی سے میری شادی ہوئی۔ اس طرح میری والدہ اور میری بیوی دونوں خالہ زاد بہنیں ہوئیں اس طرح ہم اور میری اولاد والد صاحب کے تایا کے وارث ہوئے۔ یہ سب کچھ والد صاحب کے تایا کے مرنے کے بعد ہوا جو میری دادی جان اور میرے تایا جان نے کیا۔ پھر میرے تایا جان نے میری بیوی کے بھائی کو اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دیا جو تایا جان کو اپنے والد کی جگہ جانتے تھے۔

یہ تھا پہلے لوگوں کا پیار و محبت۔ پھر ہمارے والد ، چچا متایا بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلے، میرے والد صاحب چار بھائی تھے۔ بڑے کا نام لال خان تھا، ان سے چھوٹے کا نام رحمت خان' ان سے چھوٹے میرے والد ان کا نام نور داد تھا۔ ان سے چھوٹے کا نام فضل داد تھا جب میں نے ہوش سنبھالی تو میں نے ان بھائیوں میں بے حد اتفاق اور پیار و محبت دیکھا۔ اس وقت میرے تایا جان کی ایک بیٹی ہی تھی اور دوسرے چچاؤں کی اس وقت کوئی اولاد نہیں تھی۔ ہم ہی بہن بھائی تھے اور ہمارے چچا تایا ہمیں ہی اپنی اولاد سمجھتے تھے۔ اس طرح ہم بڑے ناز و پیار سے پلے۔ ہمارا ہر طرح کا خیال رکھا جاتا جس طرح والد صاحب کے تایا جان کو بھائی کوئی کام نہیں کرنے دیتے تھے کیونکہ وہ پنچایت کے آدمی یعنی چودھری تھے۔ اسی طرح میرے والد صاحب اور چچا جان بھی اپنے بڑے بھائی لال خان کو کوئی کام نہیں کرنے دیتے تھے کیونکہ تایا جان بھی پنچایت کے آدمی یعنی چودھری تھے۔ ہاں میں یہ بات کہنا تو بھول ہی گیا تھا کہ میرے والد صاحب کے تایا کی بیٹی جو میری پھوپھی اور نانی بھی لگی جن کا نام آمنہ بی بی تھا جو میری پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اور ان کی دوسری بیٹی جو میری بیوی کی ماں تھی میری پھوپھی جن کو میں نے کبھی بھی ساس کا نام نہیں دیا کیونکہ اس طرح میری پھوپھی کی توہین ہوتی جب کبھی بھی پھوپھی جان ہمارے گھر آتیں جن کا نام پھلاں بی بی تھا جب وہ آتی تو سب بھائی اور بھابیاں ان کے آگے پیچھے ہو جاتے جیسے کوئی پیر آ گیا ہے اور کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ کوئی اونچی آواز سے بات کرے۔ جب شام کو سب مل کے بیٹھتے ایک بھائی بڑے بھائی کے ساتھ بیٹھتا اور میرے والد صاحب اپنی بہن کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ہاتھ پیر دابتے کہ میری بہن دور سے آئی ہے تھک گئی ہوگی۔ ہاں مجھے پھوپھی سے مار ضرور پڑتی تھی میری خاطر وہ اپنے پاس چھڑی رکھتی تھیں کیونکہ میں بہت شرارتی تھا اور شور بھی مچایا کرتا تھا اس لیے مجھے پھوپھی سے مار پڑا کرتی اور والد صاحب کو بھی بہت ناراض ہوتیں کہ تو نے اس کو بگاڑا ہوا ہے تو والد صاحب مجھے گھر سے باہر نکال دیتے کہ تیری وجہ سے میری بہن مجھ پر ناراض ہوتی ہے۔

ہاں بات ہو رہی تھی اپنے والد صاحب' چچاؤں' تایا جان کی، میرے تایا کی پہچان دور دور تک تھی یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہے۔ اتنا پیار و محبت ہم کو اپنے والد صاحب سے نہیں ملا کرتا تھا جتنا پیار و محبت ہمیں چچا تایا کرتے تھے ہمیں جب بھی کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہم اپنے چچا یا تایا سے ہی مانگا کرتے نہ کہ والد صاحب سے۔ ہمارے تایا بھی اپنے بھائیوں کا اولاد کی طرح خیال رکھتے۔ دکھ ہو یا خوشی ہو ہر کام تایا ہی سنبھالتے۔ میرے والد صاحب اور چچا زمین داری کرتے تھے اور چھوٹا چچا فوج میں تھا۔ ان تینوں بھائیوں کا یہ حال تھا کہ جو کماتے اپنے بڑے بھائی کے حوالے کر دیتے تھے پھر تایا صاحب کا کام ہوتا جو جو انہیں اچھا لگتا وہ کرتے اور بھائیوں نے کبھی بھی نہ پوچھا کہ کیا ہوا اور کیا نہ ہوا۔ تایا جان خرچے کے بعد جو رقم بچتی اس سے اکثر زمین خرید لیتے اور کوئی

ضروری کام ہوتا تو وہ کر لیتے ۔ ہم بہن بھائیوں کو چچا اور تایاؤں نے ہی پالا پوسا تھا اور ہمیں پڑھایا بھی انہوں نے ہی ہے اور وہی ہماری ہر ضرورت پوری کرتے تھے یہاں تک کہ ہم بھائی انگلینڈ میں آئے تو انہی کی مہربانی سے آئے ۔ ہماری شادیاں تک انہی کی مرضی سے ہوئیں ۔ میرے والد صاحب اکثر گرمیاں ہوں یا سردیاں ہوں باہر برآمدے میں ہی سوتے تھے کیونکہ وہ اپنے چاروں گھروں کی رکھوالی کرتے تھے کیونکہ چاروں بھائیوں کے گھر ایک ہی حویلی میں تھے ۔ چونکہ والد صاحب کی یہ عادت تھی کہ پہلی رات سونا اور پچھلی رات جاگ جانا کئی بار چور آئے بھی مگر والد صاحب نے انہیں بھگا دیا۔

ایک دن والد صاحب کو رات کو کھانسی شروع ہوگئی رات کافی گزر چکی تھی تو میرے تایا جان اندر سے اٹھ کے آ گئے ،والد صاحب کو آ کے کہتے ہیں کہ تو کب کا کھانس رہا ہے میں تمہارے لیے چائے یا قہوہ بنوا دوں تو والد صاحب نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں دن کو تو ٹھیک تھا ابھی کھانسی شروع ہوئی ہے صبح دیکھیں گے ۔تو تایا جان نے کہا کہ تو باہر کھانس رہا ہے اور مجھے تیرے کھانسنے سے اندر نیند نہیں آ رہی تیری یہ تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ۔ یہ ایک نہیں بلکہ ہزاروں ایسی مثالیں ہیں جو میں نے اپنے والد صاحب ' چچا' تایا میں دیکھی ہیں جو ایک دوسرے پر جان قربان کرتے تھے اور ان کا پیار و محبت مثالی تھا ۔چھوٹے بھائی بڑے بھائی کا والد کی طرح احترام کرتے تھے گھر میں تایا جان کا ہی حکم چلتا تھا اور تایا جان اپنے بھائیوں کو اپنی اولاد کی طرح جانتے تھے یہ حالت میں نے ان کے مرتے دم تک دیکھی ہے جس کی آج کوئی مثال نہیں ملتی ۔ مجھے جنم تو میری ماں نے دیا مگر پالا مجھے میرے تایا جان کی بیٹی سکینہ بی بی نے تھا اور مجھے اپنی اس بہن سے اتنا پیار تھا' اتنا پیار و محبت مجھے اپنی ماں سے بھی نہیں تھا جو مجھے ہر وقت اپنے ساتھ ساتھ رکھتی میرا سارا بچپن اپنی اس بہن کے پاس ہی گزرا پھر میں نے بھی ساری زندگی ان کی خدمت میں گزار دی ۔ میں نے جو اپنی سی حرفی لکھی ہے وہ میں نے اپنے والد صاحب چچا جان اور تایا جان کے لئے ہی لکھی ہے جو ان کا حق بنتا تھا۔

آج تو یہ حال ہو گیا ہے کہ اولادیں اپنے مرے ہوئے بزرگوں کی قبریں تک جلا رہی ہیں الٹے سیدھے کام کر کے ،یہ حال ہے آج کے انسان کے ادب کا۔لوگوں کے پاس آج تعلیم تو آ گئی ہے اور لوگ نماز ،روزے، حج بھی کر رہے ہیں مگر ایمان کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر کام میں جھوٹ بولا جاتا ہے لوگوں سے دھوکے ہو رہے ہیں حالانکہ حرام کی کوئی تمیز نہیں رہی ۔ ہر آدمی لوٹ کھسوٹ میں لگا ہوا ہے پہلے وقتوں میں جب کبھی سرخ آندھی آتی تھی تو لوگ یہ کہتے تھے کہ کہیں کوئی ضرور قتل ہوا ہو گا اس لیے یہ سرخ آندھی آئی ہے اور یہ بات ہوتی بھی درست تھی ۔مگر آج بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے ۔شہر شہر گاؤں گاؤں قتل ہو رہے ہیں مگر کوئی سرخ آندھی نہیں آ رہی ۔ میں نے جو اپنی سی حرفی لکھی ہے اس میں میں نے زیادہ تر اشعار اپنے چچاؤں' تایا جان کے نام کے ہی بنائے ہیں جو ہمارے دکھ کو اپنا دکھ جانتے تھے اور ہمیں خوشی پہنچا کے خوش ہوتے تھے ۔ یہ میں نے ان پر کوئی احسان نہیں کیا یہ ان ہستیوں کا حق تھا جو میں نے ادا کیا ہے ۔

پیار محبت تو تھا پہلے لوگوں میں
اب تو رہ گیا ہے مکار ہم لوگوں میں

☆☆☆☆☆

اے قائداعظم کے پاکستان! تیرا اب اللہ ہی نگہبان!!

جب قائداعظم نے ملک پاکستان بنانے کا اعلان کیا تو اس وقت میری عمر تقریباً پانچ سال کی ہو گی اس وقت میں سکول میں پڑھتا تھا اس وقت ہم سکول کے اندر اور سکول کے باہر گلیوں میں یہی نعرہ لگاتے تھے ":اے قائداعظم! تم آگے قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ہم آزادی لے کے چھوڑیں گے "۔

اس وقت گاؤں کی بوڑھی مائیں ہم سے یہ پوچھا کرتیں کہ بچوں یہ آزادی کیا چیز ہے اور یہ آزادی ہمیں کون لے کے دے گا۔تو ہم انہیں یہ کہتے کہ یہ آزادی ہمیں قائداعظم محمد علی جناحؒ لے کے دیں گے کیونکہ ہم اب انگریزوں کی غلامی کے بعد ہندوؤں کی غلامی میں نہیں رہنا چاہتے ۔ہم ایک آزاد ملک میں، ایک آزاد قوم بن کے رہنا چاہتے ہیں جہاں کوئی ظالم نہ ہو گا نہ ہی کوئی غریب ہو گا ہر طرح کی آزادی ہو گی، اس وقت عورتیں اور مائیں ہماری یہ باتیں سن سن کر ہنستی تھیں کہ یہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ پھر اللہ اللہ کر کے آزادی کا وقت بھی آ گیا جب قائداعظم نے ہم مسلمانوں کو ایک علیٰحدہ ملک پاکستان بنا کے دیا جس کو کہتے ہیں پاک سرزمین ،جس میں مسلمان آزادی سے اپنی زندگیاں گزار سکیں گے تو یہ سن کر ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم نے یہ سنا کہ آج سے ہم ایک آزاد ملک پاکستان میں رہیں گے تو ہم سب بچے اچھلتے کودتے گلیوں میں آ گئے ۔ پاکستان اور ساتھ قائداعظم محمد علی جناح کے نام کے نعرے بلند کرنے لگے جس نے ہمیں ایک آزاد ملک بنا کے دیا اور ہندوؤں کی غلامی سے بھی بچایا تھا جس قائداعظم کو ہم نے دیکھا تک نہیں تھا مگر ان کی گھر گھر باتیں ہوتی تھیں کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو مسلمانوں کو کبھی بھی یہ آزادی والی نعمت نصیب نہ ہوتی۔

پہلے ہم مسلمان انگریزوں کے غلام تھے پھر ہم ہمیشہ ہمیشہ ہندوؤں کی غلامی میں چلے جاتے ۔مگر اس ملک پاکستان کی بدنصیبی کہ قائداعظمؒ محمد علی جناح جس نے ملک بنایا پاکستان ،وہ ایک ہی سال بعد ساتھ چھوڑ گئے اور یہ کام کر کے اپنے ربِ حقیقی سے جا ملے جس سے پاکستان اور پاکستانیوں کو بہت بڑا دھچکا لگا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ کو کیا منظور تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اگر قائداعظم اس قوم میں زیادہ دیر رہے تو یہی قوم ان پر طرح طرح کے الزام لگانا شروع کر دے گی کیونکہ یہ قوم ایسی نعمتوں کے قابل ہی نہیں جو اس شخص کا احسان مانیں گی بلکہ اُلٹا بدنام کرتی پھرے گی۔ اس نے یہ کیوں کیا؟ اس نے وہ کیوں کیا؟ اس کو اس طرح کرنا چاہئے تھا!

آج بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو رہتے تو قائداعظم کے ملک پاکستان میں ہیں مگر وہ اس ملک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کرتے اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قائداعظم کو اپنی طرف بلا لیا ہے ۔جس قوم کی خاطر قائداعظم نے اپنی ہر چیز تباہ و برباد کر دی تھی

یہاں تک کہ اپنا آرام بھی اس قوم کی نذر کر دیا جس سے وہ آخر بیمار ہو گئے تھے۔آپ آج دیکھ لیں کہ کچھ منافق لوگ قائداعظم کی ذات پر فقرے کستے رہتے ہیں ، پھر قائداعظم کے جانے کے بعد کون کون اور کس طرح کے لوگ حاکم بن بیٹھے تھے۔اگر قائداعظم یہ ملک پاکستان نہ بناتے تو یہ لوگ ہندوستان میں کہیں چپڑاسی ہوتے یا شاید یہ چپڑاسی بھی نہ ہوتے کسی ہندو کے گھر نوکری کر رہے ہوتے۔

اس ملک پاکستان کو سب سے زیادہ ان سیاستدانوں نے لوٹا ہے اور تباہ کیا ہے ان کے بعد جرنیلوں نے اس ملک کو لوٹا ہے اور تباہ کیا ہے ان کے بعد اس ملک کو عدلیہ نے لوٹا ہے اور تباہ کیا ہے۔عدلیہ کے بعد نمبر آتا ہے میڈیا کا انھوں نے بھی اس ملک کو لوٹنے کے کئی راستے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔جو جو بھی آیا اس نے اس ملک پر خوب ہاتھ صاف کیے۔اس طرح انھوں نے قائداعظم کی روح کو بے حد تڑپایا ہے۔جس نے بھی قائداعظم کی روح کو تڑپایا ہے آخر وہ بھی تڑپا ہے اور بے چین ہی رہا ہے کیونکہ قائداعظم نے ملک پاکستان اس لیے نہیں بنایا تھا کہ میرے بنائے ہوئے پاکستان پر چور اُچکے ،دھوکے باز، فریبی، للو پنجو حاکم بن بیٹھیں گے۔اب قائداعظم کے ملک پاکستان کو کن کن لوگوں سے زیادہ خطرہ ہے وہ دو طبقے کے لوگ ہیں، ایک ہیں لاہوری کشمیری۔جب ان کو کسی سے کوئی مفاد لینا ہو تو اس وقت یہ گدھے کو بھی باپ کہنے سے نہیں شرماتے۔تو جب ان کا مفاد پورا ہو جائے تو پھر یہ اپنی ماں کے بھی وفادار نہیں رہتے جس نے انہیں جنم دیا ہوتا ہے ان کے نام پر اور بھی بہت سی کہاوتیں ہیں پھر ایسے لوگوں کا دین ،ایمان اور ملک کہاں ہوتا ہے۔ایسے لوگ تو خالی اپنے مفاد کے ہوتے ہیں اور دوسرا طبقہ ہے کراچی کے ایم کیو ایم والے جب سے یہ پارٹی بنائی گئی ہے اسی دن سے اس کراچی کا امن تباؤ برباد ہونا شروع ہو گیا تھا جس کراچی کا امن کبھی پوری دنیا میں مشہور ہوتا تھا۔جب سے یہ جماعت ایم کیو ایم بنی ہے تب سے اس کراچی میں غنڈہ گردی شروع ہو گئی تھی۔کئی سالوں سے غنڈہ گردی کا راج ہے جو اب تک ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی جس طرح یہ ایم کیو ایم والے اپنے پینترے بدلتے رہتے ہیں اتنی پھرتی سے تو بندر بھی ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر نہیں پہنچ پاتا۔یہ ایم کیو ایم والے تو دن میں کئی کئی بار پینترے بدلتے رہتے ہیں۔

آج کراچی میں جتنے بھی جرم ہو رہے ہیں ان کا محرک یہی ہیں کیونکہ یہ ایم کیو ایم والے قائداعظم کے پاکستان کو قائم دائم ہی نہیں رہنے دینا چاہتے۔ان کو کیا پڑی ہے پاکستان کی یہ تو غیروں کے ہاتھوں میں ناچ رہے ہیں۔اسی طرح آج لاہور میں جتنے بھی جرم ہو رہے ہیں یہ سب کے سب ان لاہوری کشمیریوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں یا جرم میں ان کا پورا پورا ہاتھ ہو گا اور وہ لاہور جو داتا صاحبؒ کی نگری کہلاتا ہے جب بھی ہمارے ملک پاکستان کو کوئی نقصان پہنچے گا تو ان لاہوری کشمیریوں کی ہی وجہ سے نقصان پہنچے گا یا ان کراچی کے ایم کیو ایم والوں کی وجہ سے نقصان پہنچے گا کیونکہ یہ دونوں اس ملک پاکستان کے لئے نا قابل اعتبار ہیں جو جو بھی ان کا ساتھ دے گا وہ ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہو گا۔کبھی بھی قائداعظم محمد علی جناح کی روح اسے معاف نہیں کرے گی۔جو اس کے بنائے ہوئے ملک کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

قائداعظم تو نے تو بہتر سوچا تھا اس قوم کی نسلوں کا
مگر کیا ہی حشر کیا اس قوم نے قائداعظم تیرے احسانوں کا

☆☆☆☆☆☆

یہ حالت ہے ہماری پارلیمنٹ ہاؤس کی

جب کبھی بھی پاکستان میں الیکشن کا وقت آتا ہے تو ان لیڈران کی دوڑیں لگ جاتی ہیں۔اس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس دوڑ میں یہ لیڈر کھانا، پینا، سونا یہاں تک کہ یہ لیڈر کئی کئی ہفتے تک غسل کرنا بھول جاتے ہیں۔پھر یہ لیڈر صاحب گاؤں گاؤں، گھر گھر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ایک ایک آدمی کی منت سماجت کرتے پھرتے ہیں یا تو یہ صاحب اپنے ووٹروں کو کوئی لالچ دے کر ووٹ لینے کی کوشش کرتے ہیں یا یہ ان سے جھوٹ بول کر ووٹ لینے کی کوشش کرتے ہیں یا یہ انہیں ڈرا دھمکا کر ووٹ لینے کی کوشش کرتے ہیں یعنی ووٹ کو حاصل کرنے کی ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں۔

جب یہ لیڈر کسی کے دروازے پر ووٹ لینے جاتے ہیں تو جو آدمی دروازے پر آتا ہے تو یہ لیڈران ان سے کہتے ہیں '': میں آپ سے ووٹ لینے آیا ہوں کیونکہ میں آپ کے حلقے سے الیکشن لڑ رہا ہوں '' تو وہ آدمی اس لیڈر صاحب کو کہتا ہے کہ آپ پانچ سال پہلے بھی ہم سے ووٹ لینے آئے تھے تو ہم نے آپ کو ہی ووٹ دیئے تھے۔تو وہ کہتا ہے '': ہاں ہاں! آپ نے ہی مجھے ووٹ دے کر اس حلقے سے الیکشن جتوایا تھا''۔تو وہ آدمی کہتا ہے کہ ہم نے آپ کو ووٹ دے کر تو جتوایا تھا مگر اس کے بعد آپ ہمیں پانچ سال تک کہیں بھی نظر نہیں آئے۔جب بھی ہمیں کسی کام کے لئے آپ کے گھر جانا پڑا تو آپ کے پہرے داروں نے یہی فرمایا کہ صاحب تو بیرونی ملک دورے پر گئے ہوئے ہیں ، یا یہ فرما دیا کہ صاحب تو اجلاس پر گئے ہوئے ہیں اور آپ پانچ سال تک ہمیں نظر نہیں آئے۔اس دفعہ ہم آپ کو ووٹ نہیں دینے والے۔تو لیڈر صاحب یہ فرماتے ہیں '': کیا کریں کاموں سے فرصت ہی کہاں ملتی ہے جو آپ سے ملتے '' تو وہ کہتے ہیں کہ پہلے آپ اپنے کام کر لو پھر ہم سے ووٹ لے لینا۔جب تک الیکشن نہیں ہو جاتے ان لیڈران صاحب کے برے حال ہوتے ہیں اور یہ حضرات دوسروں سے قرض لے کر الیکشن لڑتے ہیں کہ اس بھروسے سے کہ اگر ہم جیت گئے تو جب ہمیں گرانٹ ملے گی تو اس میں سے پیسے نکال کر آپ کو دے دیں گے۔جب یہ صاحبان الیکشن جیت جاتے ہیں تب جا کے ان کے رنگ بدلتے ہیں اور جو ان میں ہار جاتے ہیں تو ان کے بھی رنگ بدل جاتے ہیں۔پھر وہ لوگوں سے اپنے چہرے چھپاتے پھرتے ہیں

جو جیت جاتے ہیں وہ تو نئی نئی شیروانیاں سلوا لیتے ہیں پھر ان کی ڈیل ڈول بھی بدل جاتی ہے وہ اس طرح کہ وہ صاحب اپنے ساتھ آٹھ دس لچے لفنگے باڈی گارڈ رکھ لیتے ہیں کچھ تو ایم پی اے بن جاتے ہیں اور کچھ ایم این اے بن جاتے ہیں پھر تو ان کی بڑی ''ٹھاٹھیں باٹھیں'' ہو جاتی ہیں پھر تو ان کے قدم زمین پر نہیں پڑتے۔جب یہ باتیں کرتے ہیں تو ان کے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جاتی ہے جو الیکشن سے پہلے پہل درباروں مزاروں پر حاضری دیتے پھرتے ہیں کہ بابا جی میرے لیے دعا کرنا کہ میں الیکشن

جیت جاؤں ۔ان دنوں تو یہ لیڈر صاحبان نمازیں بھی پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جو اس سے پہلے اپنی راتیں کلبوں' شراب خانوں میں گزار رہے ہوتے یں ۔ جیسے ہی یہ لیڈر صاحبان الیکشن جیت جاتے ہیں پھر ان کو دربار ،مزار، نمازیں تو چھوڑ وان کو تو خدا رسول ﷺ بھی یاد نہیں رہتا۔ان کے اندر پھر غرور وتکبر آ جاتا ہے اس طرح یہ لوگ بے خوف ہو جاتے ہیں جب یہ لیڈر صاحبان اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں تو ان سے قرآن پر حلف لیا جاتا ہے ۔اس سے پہلے کوئی مولانا صاحب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جس سورۃ کی مولانا تلاوت کرتے ہیں اس آیت کا مفہوم خود مولانا بھی نہ جانتا ہوگا اور جن کے سامنے مولانا آیت پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ اس آیت کا معنیٰ خاک جانیں گے بس قرآن کی تلاوت کر دی معنی کو کیا کرنا ہے یا اس پر کوئی عمل کرنا ہے جو میری طرح سورۃ فاتحہ بھی ٹھیک طرح سے نہ پڑھ سکتے ہوں گے ۔ جو اس وقت قرآن پر حلف لے رہے ہوتے ہیں کہ ہم جو بولیں گے سچ بولیں گے' جو بھی کام کریں گے حق پر کریں گے اور کسی قسم کا نہ تو قوم کو دھوکہ دیں گے اور نہ ہی ملک کو دھوکہ دیں گے ۔اس سے آگے ان کے منشور کیا ہوتے ہیں وہ ہیں اس طرح کہ تعلیم ختم' سکول بند' سکولوں میں گدھے باندھے جائیں یا بھیڑ بکریوں کا باڑہ بنایا جائے گا۔ہسپتال بند' ہسپتالوں میں بھینسوں کے باڑے بنائے جائیں گے ۔سڑکیں توڑ کر زمین بنا دی جائے گی ۔جرائم پیشہ لوگوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے گی جو حلقہ کی ترقی کی خاطر گرانٹ ملے گی اس سے اپنے لیے بیرون ملک جائیدادیں خریدیں گے اور کاریں کوٹھیاں خریدیں گے ۔ یہ ہوتا ہے ان کا اصلی منشور باقی قرآن پر ہاتھ رکھ کر یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب کچھ ان کا جھوٹ ہوتا ہے ۔

اب تو قرآن بھی حلفوں کے لئے رہ گیا ہے نہ کہ عمل کرنے کے لئے، پھر ان صاحبان کے اجلاس شروع ہو جاتے ہیں ۔ ہر اجلاس میں پہلے مولانا صاحب قرآن کی کسی سورۃ کی تلاوت کر دیتے ہیں اس وقت بھی کچھ لیڈران صاحبان سوئے ہوتے ہیں جب قرآن پڑھا جا رہا ہوتا ہے ۔ پھر جب اجلاس کی کارروائی شروع ہو جاتی ہے تو اس وقت کیا کیا تماشے ہوتے ہیں جس چیز کا یہ لیڈران حلف اٹھاتے ہیں قرآن پر، پھر یہ سب کچھ اس حلف کے خلاف کرتے ہیں ۔ یہ ہے ان لیڈران کا ایمان اور دین، پھر یہ ہر اجلاس میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا نظر آتے ہیں اور ایک دوسرے کو گندی گالیاں بک رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی خوب پٹائی کر رہے ہوتے ہیں ۔اس وقت ان صاحبان کا حال دیکھنے والا ہوتا ہے کسی کی شیروانی پھٹی ہوتی ہے کسی کی قمیض پھٹی ہوتی ہے، کسی بے چارے کی عینک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے کسی کا کُلہ زمین پر پڑا ہوا ہوتا ہے ۔ساتھ بال بھی عجیب حالت میں ہوتے ہیں جس طرح آج پاکستان کی کچہریوں میں قانوندان پولیس کی دھلائی کر رہے ہوتے ہیں ،ساتھ وہ مجسٹریٹ ججوں کی بھی کر رہے ہوتے ہیں ۔ یہ تو حالت ہے آج ان قانون دانوں کی یعنی وکیلوں کی ۔

آگے ڈاکٹر صاحبان بھی وکیلوں سیاستدانوں سے کوئی کم نہیں وہ بھی مریضوں کا علاج کرنے کی بجائے ان سے '' ہاتھا پائی'' کرتے نظر آتے ہیں ۔ یہ ہے پاکستان کا پڑھا لکھا وحشی انسان ۔ یہ تو حالت ہے ان سیاستدانوں کی پارلیمنٹ ہاؤس میں جس پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر تو لکھا ہوا کلمہ طیبہ اور اندر پارلیمنٹ ہاؤس میں لیڈر صاحبان کیا کیا تماشے کرتے ہیں ۔ جن سے یہ لیڈر ووٹ لے کر پارلیمنٹ ہاؤس میں پہنچتے ہیں پھر یہ لیڈران ان کو پانچ سال تک اپنا چہرہ تک نہیں دکھاتے جو اپنے ووٹروں سے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں کہ ہم تو آپ کے لئے یہ کریں گے ،وہ کریں گے ۔جب ان کو ان کاموں کی گرانٹ مل جاتی ہے تو یہ آپس میں ہی خرد برد

کر جاتے ہیں کیونکہ جو انہوں نے الیکشن میں رقمیں لگائی ہوتی ہیں اس کو تو انہوں نے پورا کرنا ہی ہوتا ہے۔ باقی جو رقم ان کے پاس بچ جاتی ہے وہ آئندہ الیکشن کے لئے رکھ لیتے ہیں جب سے یہ ملک بنا ہے تب سے یہ سلسلہ شروع ہے۔ آگے ان سے امید رکھنا یہ اپنے آپ کو دھوکا دینے والی بات ہے یہ لوگ لوگوں کو دھوکے سے اس طرح اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں جس طرح کتے کو روٹی دکھا کے کئی میل لے جاؤ تو وہ پیچھے پیچھے چلا آتا ہے پھر اس میں قصور والا کون ہوا؟ میں ان پر آپ کو دو لطیفے بھی سناتا ہوں۔

کوئی صاحب الیکشن میں کھڑے ہو گئے اور وہ صاحب کسی کے پاس ووٹ مانگنے گئے تو اس آدمی نے اس صاحب کو کہا کہ جناب آپ بیٹھ جائیں، تو وہ صاحب اسے کہتا ہے کہ میں آپ سے ووٹ مانگنے آیا ہوں اور تم مجھے "بیٹھنے" کو کہتے ہو آپ کے چار یا پانچ ووٹ ہیں اور تم مجھ کو بیٹھنے کو کہتے ہو۔ اگر تم نے بٹھانا ہے تو جو میرے مقابلے میں کھڑا ہے اس کو جا کے بٹھاؤ میں کیوں تیرے کہنے پر بیٹھوں تم اپنی ووٹیں اپنے پاس ہی رکھو میں جا رہا ہوں۔ تو وہ آدمی اس صاحب کے سامنے آ کر کہتا ہے کہ جناب میں نے آپ کو چار پائی پر بیٹھنے کو کہا ہے آپ تو مجھ پر خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہو۔ بھائی! آپ بھلے الیکشن لڑو مجھے کیا۔

دوسرا لطیفہ اس طرح کا ہے کہ کسی آدمی کا دوست الیکشن جیت گیا تو اس آدمی نے دوست کی خاطر ایک تو مٹھائی کا ڈبہ لیا اور ایک ہار لے کر دوست کو مبارکباد دینے اس کے گھر پہنچ گیا۔ پہلے تو اس نے دوست کو جیت کی مبارکباد دی پھر جب وہ دوست کے گلے میں ہار ڈالنے لگا تو دوست نے کہا کہ دوست یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ دوست میں آپ کی جیت کی خاطر ہار لایا ہوں تمہاری خوشی کے لئے تو وہ اسے کہتا ہے کہ دوست کمال ہے میں نے تو بڑی محنت سے الیکشن جیتا ہے اور تم میرے ہی گلے میں " ہار "ڈال رہے ہو۔ کمال کے دوست ہو! اگر تم نے یہ ہار ڈالنا بھی ہے تو اس کے گلے میں " ہار "ڈالو جو مجھ سے "ہارا" ہے نہ کہ تم میرے گلے میں پھر "ہار "ہی ڈال دو ! یہ رہے میری طرف سے آپ کو الیکشن پر دو لطیفے۔

میرے نزدیک وہ آدمی جو الیکشن ہارتا ہے وہ جیت میں ہوتا ہے کیونکہ وہ ہار کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ میں الیکشن جیت گیا ہوں وہی ہار گیا ہے۔ اس جیت کی وجہ سے اس میں تکبر اور غرور آ جاتا ہے پھر وہ بڑے سے بڑے گناہ کو بھی گناہ نہیں سمجھتا۔ یہاں سے اس کی بدنصیبی شروع ہو جاتی ہے پھر آپ ہی بتائیں اصل میں جیتا کون اور ہارا کون؟ یہ بات میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔

جس پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر لکھا ہوا ہے کلمہ لا الہ الا اللّٰہ کا
اس کے باہر تو لکھا ہونا چاہئے یہ تو گھر ہے چوروں ڈاکوؤں کا

کیا ہی خوب نعرہ ہے ان پیپلز پارٹی والوں کا
روٹی بھی ہماری، کپڑا مکان بھی ہمارا، باقی والا قبرستان تمہارا

کچھ تو لوٹے ہیں اور کچھ کھوٹے ہیں
اور کچھ وہ ہیں جو" لوٹ ملوٹے "ہیں

اصل دشمن کون اپنا نفس !یا شیطان!

آج کا انسان خدا کو کم اور شیطان کو زیادہ یاد کرتا ہے وہ اس طرح کہ انسان کام تو خود برے کرتا ہے اور بعد میں شیطان کو کوستا رہتا ہے یہ ہے آج کے انسان کی منافقت کہ برا کام کر کے پھر یہ شیطان کے پیچھے پڑ جاتا ہے کہ شیطان نے مجھے چوری پر اکسایا ہے اس لیے میں نے چوری کی ہے ۔شیطان نے مجھے جوا کھیلنے پر اکسایا ہے اس لیے میں نے جوا کھیلا ہے ۔شیطان نے مجھے برائی پر اکسایا ہے اس لیے میں نے برائی کی ہے ۔شیطان نے مجھے شراب پینے پر اکسایا اس لیے میں نے شراب پی ہے ! شیطان نے مجھے گالی گلوچ پر اکسایا اس لیے میں نے گالی گلوچ کی ہے ! شیطان نے مجھے کرپشن پر اکسایا اس لیے میں نے کرپشن کی ہے ! شیطان نے مجھے رشوت لینے پر اکسایا اس لیے میں نے رشوت لی ہے ! شیطان نے مجھے حرام پر اکسایا اس لیے میں نے حرام کھایا ہے! شیطان نے مجھے جھوٹ پر اکسایا ہے تو میں نے جھوٹ بولا ہے ! شیطان نے مجھے قتل کرنے پر اکسایا اس لیے میں نے قتل کیا ہے! شیطان نے مجھے جھوٹی گواہی پر اکسایا اس لیے میں نے جھوٹی گواہی دی ہے! شیطان نے مجھے بخیلی پر اکسایا اس لیے میں نے بخیلی کی ہے ! شیطان نے مجھے نماز جیسے عمل سے روکا ہے اس لیے میں نے نمازیں نہیں پڑھیں! شیطان نے مجھے روزے جیسے عمل سے روکا ہے اس لیے میں نے روزے نہیں رکھے! شیطان نے مجھے حج جیسے عمل سے روکا ہے اس لیے میں نے حج نہیں کیا ! شیطان نے مجھے زکوٰۃ جیسے عمل سے روکا ہے اس لیے میں نے زکوٰۃ نہیں دی! اگر یہ سارے کے سارے گناہ اس بے چارے انسان سے شیطان کراتا ہے پھر تو یہ انسان کھاتا بھی اور سوتا بھی شیطان کے کہنے پر ہے ۔جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب مخلوق سے افضل بنایا ہے او یہ کام سارے کے سارے شیطان کے کہنے پر کرتا ہے ۔کتنا بھولا بھالا ہے یہ انسان جس نے اپنے فعلوں سے شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے ۔جو شیطان کے کہنے پر بڑے سے بڑا گناہ کر جاتا ہے ۔قربان جائیں اس انسان کی معصومیت پر! جب کوئی انسان شراب پینے جاتا یا جوا کھیلنے جاتا ہے یا وہ برائی کرنے جاتا ہے یا چوری ڈاکہ ڈالنے جاتا ہے یا رشوت کرپشن کرتا ہے یا وہ جھوٹ بولتا ہے ،یا وہ کسی کا قتل کرتا ہے ،یا وہ کسی کی چغلی کرتا ہے ۔جب یہ سارے کام انسان کرتا ہے تو وہ اچانک نہیں کرتا بڑا سوچ سمجھ کر اور سہج سنبھل کر کرتا ہے اور اپنے نفس کے کہنے پر کرتا ہے ۔کیا جب مسجد میں اذان ہو رہی ہو تو کیا یہ انسان اذان نہیں سن رہا ہوتا مگر اذان سن کر بھی نماز نہیں پڑھنے جاتا ۔اس وقت اس کا نفس اسے نماز سے روکتا ہے ۔اسی طرح وہ روزہ بھی اپنے نفس کی وجہ سے نہیں رکھتا !اسی طرح وہ دولت ہوتے ہوئے بھی حج نہیں کرتا کہ کہیں پیسے خرچ نہ ہو جائیں! اسی طرح وہ زکوٰۃ نہیں دیتا کہ کہیں دولت میں کمی نہ آ جائے !یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوتا انسان سوچ سمجھ کر کرتا ہے ۔اگر یہ سارے کے سارے گناہ انسان سے شیطان ہی کرواتا ہے پھر تو انسان بے بس ہوا نا ۔پھر تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو دوزخ بنانی ہی نہیں چاہیے تھی ۔ہاں اگر کسی سے بھول چوک سے کوئی غلطی اور گناہ ہو جائے تو وہ ہم کہہ سکتے

ہیں کہ ایسا مجھ سے شیطان نے کرایا ہے اور اگر کوئی انسان سوچ سمجھ کر غلطی کرتا ہے تو وہ خود کرتا ہے نہ کہ اس سے شیطان کراتا ہے اور بد نام یہ شیطان بے چارے کو کرتا ہے۔ یہاں تک تو انسان نے خدا کو کم یاد کیا ہے اور شیطان کو زیادہ یاد کیا ہے۔ جب بھی یہ انسان اپنے نفس کے کہنے پر کوئی گناہ یا غلطی کرتا ہے تو یہ انسان بعد میں شیطان کو کوستا رہتا ہے کہ یہ غلطی اور گناہ مجھ سے شیطان نے کرایا ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیطان کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا تو شیطان نے اللہ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کو تیری سیدھی راہ سے روکتا رہوں گا پھر اس طرح شیطان تب سے لے کر اب تک انسانوں کو گمراہ کرتا آیا ہے۔ اب تو کوئی انسان بچا ہی نہیں جو گناہوں سے بچ سکا ہو سوائے چند انسانوں کے جو ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں، صبر شکر میں رہتے ہیں۔ حلال کی روزی کماتے اور کھاتے ہیں۔ ناشکری سے بچتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کا فرمان پورا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ نہ تو شیطان کو کسی پیر کی پڑی ہے نہ ہی اسے کسی مولوی کی پڑی ہے اور نہ ہی اسے کسی امیر کی پڑی ہے کہ وہ ان کو گمراہ کرے کیونکہ آج کے وقت یہ سب خود ہی ایک دوسرے کو گمراہ کر رہے ہیں پھر شیطان کو کیا پڑی ہے ان میں دخل دینے کی۔ شیطان کا کام تو خود انسان کر رہا ہے۔ اگر کوئی نماز پڑھنے جاتا ہے تو شیطان اسے بالکل نہیں روکتا۔ اس کو پتا ہوتا ہے کہ نماز سے اسے کچھ حاصل نہیں ہونے والا کیونکہ اس کی نماز دکھاوے کی ہے پھر میں کیوں روکوں اسے نماز سے بھلے لاکھ پڑھے نمازیں ،اسی طرح کوئی روزے رکھتا ہے تو بھی شیطان کو کوئی نہیں پڑی، پتا ہوتا ہے کہ اس کے روزے دکھاوے کے ہیں بھلے لاکھ رکھے روزے مجھے کیا پڑی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی حج کرتا ہے تو بھی شیطان کو کوئی نہیں پڑی کہ بھلے یہ لاکھ حج کرلے کہ اسے پتا ہوتا ہے کہ یہ حج اس کے دکھاوے کے ہیں یا حاجی کہلانے کے لئے کئے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی زکوٰۃ دیتا ہے تو بھی شیطان کو کوئی نہیں پڑی۔ اس کو پتا ہے کہ یہ زکوٰۃ وہ حلال نہیں حرام کے پیسوں سے دے رہا ہے۔ آج تو لوگ کچہریوں میں کھلے عام پیسوں کی خاطر قرآن پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی گواہی دے دیتے ہیں۔ اس لیے جو کام شیطان کے کرنے والے تھے وہ کام اس افضل مخلوق نے سنبھال لیے ہیں۔ اس نے اب شیطان کو سب کاموں سے فارغ کر دیا ہے میں نے جب بھی کوئی غلطی کی ہے وہ غلطی مجھ سے میرے نفس نے ہی کرائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ آمین!

اے انسان تو تو غلام ہے اپنے نفس کا
پھر تو کیوں بدنام کرتا ہے نام بے چارے شیطان کا

معاف کرنا! یہ میرا خیال ہے

پاکستان میں جو بھی حکومت ہو وہ پاکستان کے ہر ڈویژن میں اس طرح کی کمیٹیاں بنائے۔ ہر ڈویژن میں ایک کمیٹی ہو جس میں پانچ آدمی ہوں ایک ریٹائرڈ ڈاکٹر ہو جو پورے ڈویژن کی ہیلتھ یعنی ہسپتالوں کی نگرانی کرے کہ مریضوں کو سہولت مل رہی ہے یا نہیں۔ ایک ریٹائرڈ پروفیسر ہو جو پورے ڈویژن کی تعلیم کے معیار کی نگرانی کرے ، سکولوں اور کالجوں کی حالت کیسی ہے اور ایک جج ہو جو عدالتوں کو مانیٹر کرے کہ آیا لوگوں کو صحیح انصاف مل رہا ہے یا نہیں اور عدالتیں فیصلے وقت پر کر رہی ہیں یا نہیں اور ایک ریٹائرڈ پولیس آفیسر ہو جو پورے ڈویژن کی پولیس تھانوں کو مانیٹر کرے کہ آیا کہ لوگوں کے مقدمے صحیح درج ہو رہے ہیں یا نہیں۔ کہیں غریب لوگوں کے ساتھ بے انصافی تو نہیں ہو رہی اور ایک فوج کا آفیسر ہو جو پورے ڈویژن کے فلاحی کاموں کو کنٹرول کرے جس میں سڑکیں ، پینے کا صاف پانی، مہنگائی' ملاوٹ اور باقی ضروریات زندگی کی چیزوں کو کنٹرول کرے۔ ہر کمیٹی کا انچارج ایک جج ہو جو ان سب کو کنٹرول کرے۔ ہر کمیٹی کا دفتر ہر ضلع میں ہو جہاں یہ سب کمیٹی والے ایک ہفتہ ایک ضلع میں رہ کر اپنا اپنا کام سرانجام دیں اور یہ لوگوں کی ہر طرح کی شکایت سنیں اور ان کی شکایت کا ازالہ کرائیں کہ پولیس میرا کیس صحیح درج نہیں کر رہی یا مجھ سے رشوت مانگ رہی ہے یا ہسپتالوں میں مریضوں کی دیکھ بھال ٹھیک طریقے سے نہیں ہو رہی، یا عدالتوں میں جج مجسٹریٹ رشوت لے کر کیسوں کے فیصلے کرتے ہیں یا ایک کیس کو سننے میں کئی کئی سال لگا دیتے ہیں اور کیسوں کے فیصلے نہیں ہوتے۔ اس طرح لوگوں کا وقت برباد ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح پروفیسر کے یہ کام ہو کہ وہ یہ دیکھے کہ سکولوں کی حالت کیا ہے یا سکولوں کالجوں میں استاد بھی پورے ہیں یا نہیں۔ اسی طرح فوجی آفیسر کا کام باقی ضروریات زندگی کی چیزوں کو کنٹرول کرنا ہو۔ یہ پانچ آدمیوں کی کمیٹی ہر ماہ اپنے اپنے ڈویژن کی رپورٹ حکومت کو بھیجتی رہیں تاکہ حکومت کو پتا چلتا رہے کہ کس ڈویژن میں کس چیز کا نوٹس لینے کی ضرورت ہے۔ مگر ان میں کسی مولوی کو نہ لیا جائے کیونکہ یہ مولوی خواہ مخواہ میں دھمالیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ فارمولہ تو تب ہی آزمایا جا سکتا ہے۔ جب حکومتیں مخلص ہوں گی تو اگر وزیر یوسف گیلانی اور راجہ پرویز، نواز شریف جیسے ہوں گے پھر تو قوم کا اللہ ہی حافظ ہے ان سربراہوں کا تو یہ کہنا ہے کہ حکومت کو چلانا تو عدالتوں اور میڈیا کا کام ہے ہم تو خالی لوٹ مار کے لیے آتے ہیں کیونکہ ہم نے الیکشن پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے جب تک ہم وہ پیسہ وصول نہ کر لیں تب تک ہم حکومت کے کام کس طرح کر سکتے ہیں۔ یہ تو خواہ مخواہ لوگوں کی بھول ہے کہ جو آتا ہے وہ ملک و قوم کے لئے کچھ نہیں کرتا۔ پھر اس کو کہتے ہیں کہ "جیسی روحیں ویسے ہی فرشتے" جیسی عوام ویسے ہی حکمران۔ جن حاکموں نے الیکشن والے دن اس عوام کی قیمت" ایک پلیٹ بریانی یا زردہ "رکھی ہو اور اس کے بدلے اس سے ووٹ لے لیتے ہیں اصل مال تو ان کے چمچے کھا جاتے ہیں۔ یہ ووٹ انسان کا ایمان ہے اس لیے اسے کسی ایمان دار کے حوالے کرنا چاہئے نہ کہ یہ ووٹ کسی بے ایمان کے حوالے کرے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ اپنا ووٹ کسی کنوئیں میں پھینک دے اس طرح کرنے سے کم از کم اس نے اپنا ایمان تو بچا لیا۔ غلط آدمی کو ووٹ دے کر ایمان بھی گیا اور گلے میں مصیبت بھی ڈال لی۔

اس طرف کیوں ہو دھیان ان لیڈران کا
جس سے ہو فائدہ اس بے چاری عوام کا

پاکستانی فوجیوں کی شہادت اور کیسی شہادت!

لفظ ''شہادت ''سب سے پہلے کہاں سے شروع ہوا تھا؟ جس طرح انسان کی تاریخ سب سے پہلے شروع ہوتی ہے اسی طرح شہید کی بھی تاریخ شروع ہوگئی تھی وہ اس طرح کہ جب حضرت بابا آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کوقتل کیا تو یہ سب سے پہلی انسان کی شہادت ہوئی جو ہابیل کونصیب ہوئی جو حق پر تھے اور انہیں اپنے بھائی قابیل نے شہید کر ڈالا۔اس طرح یہ سلسلہ شہادت کا انسانوں میں شروع ہوگیا پھر جو نبی یا مومن حق کی خاطر قتل ہوتے رہے وہی شہادت کا رتبہ پاتے رہے۔پھر جب ہمارے نبی پاک ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی تبلیغ شروع کی تو کچھ خوش نصیب لوگوں نے اس پاک دین کو قبول کرنا شروع کر دیا تو کفار نے نبی پاک ﷺ اور ان کے صحابہ سے جنگیں کرنی شروع کر دیں۔ان جنگوں میں جو جو صحابہ اسلام کی خاطر قتل ہوتے رہے کفار کے ہاتھوں، وہ شہادت کا رتبہ پاتے رہے۔چونکہ وہ صحابہ خالص اللہ رسول ﷺ کے دین کی خاطر کفار کے ہاتھوں قتل ہوتے رہے جن کی شہادتوں پر قربان جائیں۔جن کی شہادتوں کے طفیل آج ہم مسلمان کہلا رہے ہیں۔

پھر ان کی شہادتوں کے بعد کربلا معلیٰ کے شہید آتے ہیں ، اپنے نانا جان کے دین کی خاطر حضرت امام حسینؓ نے خود ہی شہادت نہیں پائی بلکہ اپنا پورا قبیلہ بھی شہید کروا دیا۔یہ شہادتیں ایسی شہادتیں ہیں جو سب شہادتوں سے افضل ہیں۔جن شہادتوں کا مقابلہ قیامت تک نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ شہادتیں آخرالزماں شہادتیں ہیں۔قربان جائیں ان کربلا معلی کے شہیدوں، معصوموں پر میرا آپ کو سلام!

کربلا کے شہیدوں کے بعد مسلمان شہید تو ہوتے رہے۔مگر اسلام کی خاطر کم اپنے اپنے ملکوں کی خاطر زیادہ، بعد میں آنے والے مسلمانوں کی تو یہ حالت رہی ہے کہ آپس میں ہی لڑ لڑ کے ایک دوسرے کا قتل عام کرتے رہے ہیں اپنی اپنی کرسیوں کی خاطر، پھر ان کی قبروں پر یہ لکھ دیا گیا کہ یہ فلاں شہید کی قبر ہے۔حالانکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی قتل ہوتے رہے ہیں اور جو جنگ میں بچ گیا وہ غازی بن گیا۔جو قتل ہوئے اور جو بچ گئے ہیں دونوں ہی مسلمان پھر تو جو قتل کرنے والے ہیں یا جو قتل ہونے والے ہیں دونوں ہی جنتی ہوئے کیونکہ کچھ تو شہید ہو گئے اور جو بچے وہ غازی بن گئے۔ویسے تو شہادت کی بہت سی قسمیں ہیں مگر یہ تین طرح کی شہادتیں افضل ہیں۔

پہلی شہادت جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی خاطر ہو۔

دوسری شہادت جو ملک کی خاطر ہو۔

تیسری شہادت جو اپنے حق کی خاطر ہو۔

ان شہادتوں کے بعد دوسری شہادتوں کا رتبہ آتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کا قتل کیا تو اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ پھر مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا قتل کرتا ہے پھر یہ دونوں شہید یا غازی کس طرح کہلاتے ہیں؟ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔

جہاں تک میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے تو مسلمانوں کو مسلمانوں سے ہی لڑتے دیکھا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا قتل کرتا رہا ہے۔ جب ایران اور عراق جنگ ہو رہی تھی تو دونوں طرف سے گولہ باری بھی ہو رہی تھی اور ساتھ دونوں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے بھی لگائے جا رہے تھے اس وقت یہ نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں میں کس کی مدد فرما رہا ہے حالانکہ اس وقت دونوں ہی اللہ کو پکار رہے تھے اور یہ سلسلہ قتل عام کا دونوں طرف سے کئی سال تک جاری رہا۔ جس جنگ میں دونوں طرف سے لاکھوں مسلمان قتل ہوئے یہاں تک کہ ان کی لاشیں بھی اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔ جن کی لاشیں بغیر گور وکفن پڑی ہوتی تھیں اور ان کو جنگلی جانور کھا رہے تھے۔ اس وقت دونوں طرف سے کوئی بھی دین اسلام کی خاطر نہیں لڑ رہے تھے بلکہ دونوں کی یہودی عیسائی اسلحے سے مدد کر رہے تھے یعنی ان کے کہنے پر لڑ رہے تھے اور دونوں خالی اپنے مفاد کی خاطر لڑ رہے تھے۔

یہ سارا تماشا میں ٹیلی ویژن پر ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہوں۔ ان دونوں کی طرف سے کون شہید ہوا اور کون غازی ہوا؟ یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہو میں تو اسے مسلمانوں کا قتل عام کہوں گا۔ کیونکہ یہ سارا قتل عام یہودیوں' عیسائیوں کے کہنے پر ہو رہا تھا۔ اس میں شہادت یا غازی کا تصور کہاں سے آ گیا؟ آج بھی مسلمان ہی مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں وہ بھی ان یہودیوں' عیسائیوں کے کہنے پر کیونکہ آج کے حاکم اپنی کرسیاں بچانے کی خاطر مسلمانوں کا قتل عام کرا رہے ہیں۔ آج مسلمان ملکوں میں ایک جیسا ہی حال ہے جہاں بھی دیکھو کہ مسلمان ہی مسلمان سے لڑ رہے ہیں۔ کیا یہ سب شہید یا غازی ہیں؟

ہاں بات ہو رہی تھی اپنے پاکستانی فوجیوں کی ، ہمارے فوجیوں نے آج تک ہندوستان سے تین جنگیں لڑی ہیں جن میں ہمارے اتنے فوجی نہیں مارے گئے جتنے ہمارے فوجی اپنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جا چکے ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ قتل عام کا جاری و ساری ہے اگر کوئی فوجی مارا جا رہا ہے تو وہ بھی مسلمان اگر کوئی فوجیوں کے ہاتھوں سے مارا جا رہا ہے تو وہ بھی مسلمان ہے اور یہ قتل عام پاکستان کے اندر ہو رہا ہے نہ کہ کوئی باہر سے آ کر پاکستانی مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے اور یہ قتل عام کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب امریکہ میں دو ٹاوروں کو گرایا گیا تھا۔ یہ امریکہ کے ٹاور کیا گرے پاکستان کے مسلمانوں پر تو وہ ٹاور قیامت بن کر ٹوٹے۔ ان ٹاوروں میں تو امریکہ کے دو یا تین ہزار لوگ مارے گئے تھے لیکن ان ٹاوروں کی وجہ سے آج تک پاکستان میں پچاس ہزار سے بھی ا مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور یہ سلسلہ قتل عام کا پاکستان میں ابھی بھی شروع ہے۔

اس قتل عام کو کون شہید یا غازی کہے گا جو یا تو امریکہ کے ڈر سے یا امریکہ کے ڈالروں کے لالچ میں جنرل مشرف نے شروع کیا اور اس کے بعد جو حکمران آئے انہوں نے بھی امریکہ آقا کے کہنے پر یہ سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے اور امریکہ آقا انہیں اس قتل عام کا ڈالروں میں معاوضہ دے رہا ہے پھر اس کو کون شہید کہے گا کون غازی کہے گا؟ جب کہ امریکہ آج ہمیں ڈالر دے کر ایک دوسرے سے لڑوا رہا ہے اور پیچھے سے امریکہ صاحب ان حکمرانوں کو یہ کہتا ہے کہ شاباش! شاباش! میرے ڈالروں کا تم نے حق ادا کر دیا

ہے۔

میں آپ کو چند سال پہلے کی مثال دیتا ہوں جب روس نے افغانستان میں اپنی فوجیں بھیجیں تو امریکہ نے پاکستان کو کہا کہ اصل میں روس پاکستان کو فتح کرنا چاہتا ہے اسی لیے روس نے اپنی فوجیں افغانستان میں اتاری ہیں کیونکہ امریکہ کا اس میں فائدہ تھا اور امریکہ ایک ہی تیر سے دو شکار کرنا چاہتا تھا تو اس وقت جنرل ضیا کا دور تھا تو اس نے امریکہ کے ڈالروں کو دیکھ کر جہاد کا نعرہ لگا دیا پھر اس طرح امریکہ آقا کے ڈالر پاکستان میں آنا شروع ہو گئے اور ضیا نے اس طرح ان مولویوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جن میں خاص طور پر قاضی حسین احمد ،مولوی فضل الرحمن ،مولوی سمیع الحق شامل تھے پھر ان مولویوں کے بھی وارے نیارے ہو گئے جن کو امریکہ کے ڈالر دینے کا یقین دلایا گیا۔ اگر آپ اپنے دینی درسوں کے بچوں کو جہاد کے لئے تیار کرو تو اس مشکل میں آپ کو بھی ڈالر ملیں گے پھر ان مولویوں نے جو ان کے درسوں میں غریب یتیم بچے پڑھتے تھے'' جہاد ''کے نام پر ان معصوموں کو ''مجاہد ''بنا کر افغانستان میں لڑنے کے لئے بھیجتے رہے اور یہ مولوی امریکہ آقا کے ڈالر، ان معصوموں کے نام پر خوب حاصل کرتے رہے ہیں اور ان امریکن ڈالروں کے بدلے غریب معصوم بچوں کو روس کے فوجیوں ک ہاتھوں مرواتے رہے ہیں جس کا ان مولویوں نے نام شہید اور غازی رکھ دیا اور یہ ہیں آج کے مسلمانوں کی شہادتیں!! حالانکہ وہ معصوم، غریب، یتیم بچے جو روس کے فوجیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے وہ تو بے چارے واقعی شہید یا غازی ہوئے ہیں کیونکہ ان کو اسلام کے نام پر لڑایا جا رہا تھا مگر ان کا خون اس وقت کے حکمران اور ان مولویوں کے سر پر پڑے گا کیونکہ انہوں نے امریکہ کے ڈالروں کی خاطر ان معصوموں کا خون بہایا تھا۔ آج تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ اگر کسی کا کتا بھی مر جاتا ہے تو وہ بھی یہی کہتا ہے کہ میرا کتا شہید ہوگیا ہے۔ یہ شہادت اس انسان نے اتنی بے قدر چیز بنا دی ہے حالانکہ یہ شہادت کسی نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جنہوں نے ساری عمر اسلام کے نام پر جنگیں لڑیں مگر انہیں بھی شہادت نصیب نہ ہوئی غازی ہی رہے۔

ایک وہ بھی شہادت ہے جو غیروں سے لڑ کے ملتی ہے
ایک یہ بھی شہادت ہے جو اپنوں سے ہی لڑ کے ملتی ہے

☆☆☆☆☆

دنیا میں کیا بدلا ہے؟ خود انسان!

یہ بات میں بچپن سے ہی بزرگوں سے سنتا آیا ہوں کہ اب وہ وقت نہیں رہا۔اب وہ زمانہ نہیں رہا اور آج میری عمر ستر سال سے بھی اوپر ہو رہی ہے اور اب بھی میں یہی بات لوگوں سے سن رہا ہوں کہ اب وہ زمانہ اور وقت نہیں رہا بزرگوں کی عمریں اور میری عمر ملائیں تو یہ کوئی ایک سو پچاس سال تک بنتی ہیں اور یہ بات اب تک چلتی آ رہی ہے کہ اب وہ وقت زمانہ نہیں رہا۔جب میں نے اس بات پر غور و فکر کیا کہ اب تک کیا بدلا ہے جب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جہان کو پیدا کیا ہے اور جو جو اس جہان میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے چیزیں پیدا کی ہیں۔مثلاً سورج یعنی جو پہلے وقتوں میں بھی تھا اور آج بھی وہی سورج ہے، وہی زمین ہے جو پہلے وقتوں میں تھی اور آج بھی وہی زمین اور وہی آسمان ہے جو پہلے وقتوں میں تھا۔اور آج بھی وہی آسمان اور وہی چاند ستارے ہیں اور یہ سب سیارے جب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک سورج کے گرد گھوم رہے ہیں اور قیامت تک گھومتے رہیں گے۔وہی جنگل ہیں جو پہلے وقتوں میں ہوتے تھے اور آج بھی ہیں۔وہی پہاڑ ہیں جو پہلے وقتوں میں ہوتے تھے اور آج بھی ہیں۔وہی میدان ہیں جو پہلے وقتوں میں ہوا کرتے تھے۔وہی ویرانے جو پہلے وقتوں میں ہوتے تھے اور آج بھی ہیں۔ پہلے وقتوں میں بھی انسان پیدا ہوتے رہے اور اپنے وقت پر مرتے رہے آج بھی انسان پیدا ہو رہے ہیں اور اپنے وقت پر مر رہے ہیں۔ پہلے بھی انسان وہی غذائیں کھاتے رہے ہیں وہی غذائیں آج کا انسان کھا رہا ہے اور یہ غذائیں پہلے بھی اسی زمین سے پیدا ہوتی رہیں اور آج بھی یہ غذائیں اسی زمین سے پیدا ہو رہی ہیں جن میں اناج، پھل، فروٹ اور سبزیاں ہیں جو پہلے وقت میں بھی تھیں اور آج بھی وہی ہیں۔ پہلے وقت میں بھی بادلوں سے بارش ہوتی تھی ارو آج بھی بادلوں سے بارش ہو رہی ہے۔یہی جانور جو پہلے وقتوں میں ہوتے تھے اور آج بھی اسی طرح کے جانور ہیں وہی جنگلی جانور جو پہلے وقتوں میں ہوتے تھے اور آج بھی اسی طرح کے جنگلی جانور ہیں۔وہی کیڑے مکوڑے جو پہلے وقتوں میں ہوتے تھے اور آج بھی اسی طرح کے کیڑے مکوڑے ہیں۔وہی سیلاب جو پہلے وقتوں میں آتے رہے ہیں اور آج بھی اسی طرح کے سیلاب آ رہے ہیں۔وہی زلزلے جو پہلے وقتوں میں آتے رہے ہیں اور آج بھی اسی طرح کے زلزلے آ رہے ہیں۔جو طوفان پہلے وقتوں میں آتے رہے ہیں اور آج بھی اسی طرح کے طوفان آ رہے ہیں۔جو سورج اور چاند گرہن پہلے وقتوں میں لگتے رہے ہیں آج بھی اسی طرح سورج اور چاند گرہن لگ رہے ہیں۔جو پہلے وقتوں میں ہوا ہوا کرتی تھی اور آج بھی اسی طرح کی ہوا ہے۔جو پانی پہلے وقتوں میں بادلوں سے گرتا تھا یعنی بارش ہوتی تھی اور آج بھی بادلوں سے پانی گر رہا ہے یعنی بارش ہو رہی ہے۔

جس طرح پہلے وقتوں میں سورج اور چاند اپنے اپنے وقت پر نکلتے تھے اور آج بھی اسی طرح سورج اور چاند اپنے اپنے

وقت پر نکلتے اور چھپتے ہیں ۔جس طرح کی پہلے وقت میں رات ہوتی تھی اور آج بھی اسی طرح کی رات ہے ۔جس طرح پہلے وقت میں دن ہوتا تھا اور آج بھی اسی طرح کا دن ہے ۔

پھر آپ ہی بتائیں کہ پہلے وقتوں کی اور آج کے وقتوں میں ان میں کون سی چیز بدلی ہے؟ ہاں پہلے وقتوں میں نبی آتے رہے ہیں اور اس وقت نہیں ۔اس طرح تو نہ کوئی زمانہ بدلہ ہے اور نہ ہی وقت بدلہ ہے ۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ پہلے لوگوں کی سوچ کچھ اور تھی اور ان کی ضروریات کچھ اور تھیں اور آج کے لوگوں کی سوچ کچھ اور ہے اور آج کے لوگوں کی ضروریات کچھ اور ہیں ۔اس طرح نہ تو کوئی زمانہ بدلہ ہے نہ کوئی وقت بدلہ ہے خالی اس انسان کی سوچ ہی بدلی ہے ۔

کوئی گیدڑ دریا میں غوطے کھاتے جا رہا تھا اور ساتھ یہ شور بھی مچاتا جا رہا تھا کہ قیامت آ گئی ہے! قیامت آ گئی ہے! تو جو دریا کے کنارے پر باقی گیدڑ کھڑے تھے تو انہوں نے اس گیدڑ سے جو دریا میں غوطے کھاتا جا رہا تھا کہا کہ ہمیں تو کہیں قیامت نظر نہیں آ رہی اور تم شور مچا رہے ہو کہ قیامت آ گئی ہے ۔تو اس گیدڑ نے انہیں جواب دیا '': بھلے تمہارے لیے قیامت نہ سہی مگر میں تو مر رہا ہوں اس لیے میرے لیے تو قیامت ہے ''۔

اس انسان کی بھی یہی مثال ہے کہ یہ اپنی سوچ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدل دیتا ہے ۔اے انسان! نہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا بنایا ہوا زمانہ بدلا ہے اور نہ اس کا بنایا ہوا وقت بدلا ہے اگر کچھ بدلا ہے تو وہ ہے تیری اپنی سوچ اور کچھ نہیں بدلا۔اس کو کہتے ہیں کہ ''آپ کملی اور آنگن ٹیڑھا ''میری ستر سالہ زندگی میں نہ تو میں زمانہ بدلتے دیکھتا ہے اور نہ ہی میں نے وقت کو بدلتے دیکھا ہے ۔ ہاں اگر کوئی چیز بدلی ہے تو وہ میری اپنی سوچ ہی بدلتی رہی ہے اور میری ضروریات ہی بدلتی رہی ہیں ۔ باقی سارا نظام قدرت کا وہی کا وہی ہے اور یہ نظام قدرت قیامت تک اسی طرح جاری وساری رہے گا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سارا زمانہ میرا ہے اور وقت بھی میرا ہے ۔ پھر اس انسان نے قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں کے حصے کیوں کر دیئے ہیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے ہم کو۔آمین!

نہ تو زمانہ بدلہ ہے نہ وقت نہ کوئی اور چیز بدلی ہے
یہ تو انسان تیری اپنی سوچ ہی بدلی ہے

پاکستانی قوم میں گداگری کی لعنت

جب میں چھوٹا ہوتا تھا تو میں اپنے گاؤں میں کبھی کبھار گداگر دیکھتا تھا پھر جیسے جیسے میں بڑا ہوتا گیا تو ساتھ ان گداگروں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ پھر یہ گداگر گاؤں گاؤں نظر آنے لگے۔ اس وقت پیسے نہیں ہوا کرتے تھے۔ لوگ گداگر کو آٹا یا دانے دے دیتے اور کچھ انہیں بغیر کچھ دیئے" معاف کرنا " کہہ دیتے اور کچھ انہیں جھڑک بھی دیتے تھے اور جب کبھی میں شہر جاتا تو وہاں بھی یہ گداگر نظر آتے تھے۔ بازاروں میں، بس سٹاپوں پر، ریلوے اسٹیشنوں پر جیسے جیسے وقت بدلتا گیا اسی طرح گداگر بھی بڑھتے گئے۔ ان میں گداگری ایک لعنت کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے جس طرح درباروں پر کچھ ٹھیکیداروں نے اپنے اپنے گداگر رکھے ہوئے ہیں ان گداگروں سے وہ ہر روز اپنا حصہ لیتے ہیں۔ اس میں سے وہ ٹھیکیدار پولیس والوں کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ دیتے ہیں اور کچھ حصہ وہ گدی والوں کو بھی دیتے ہیں کیونکہ آج ایک دربار کے کئی کئی گدی نشین ہو گئے ہیں۔ اس طرح اس گداگری سے ان کا بھی خرچہ پانی چلتا ہے اسی طرح بس سٹاپوں پر اور ریلوے اسٹیشنوں پر ٹھیکیداروں نے اپنے اپنے گداگر رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

یہ سارا دھندہ پولیس کی نگرانی میں ہوتا ہے اب تو یہ گداگری کی لعنت پاکستان سے نکل کر دوسرے ملکوں میں بھی پہنچ گئی ہے وہ اس طرح کہ جب بھی حج کا ماہ آتا ہے تو کچھ حضرات جو پاکستانی ہیں وہ پورے ملک سے اپاہج معذور لوگوں کو کچھ نہ کچھ لالچ دے کر ان کا حج کا ویزہ لگوا کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ لے جاتے ہیں۔ پھر وہ ان اپاہج معذور لوگوں سے دو سے تین ماہ تک ان بے چاروں کو سڑکوں پر بٹھا کر گداگری کرواتے ہیں جس سے ان بے چارے گداگروں کو تو خالی خرچہ پانی ہی ملتا ہے باقی مال تو وہ ٹھیکیدار ہی کھا جاتے ہیں۔ کروڑوں نہ سہی یہ ٹھیکیدار لاکھوں روپیہ ہر سال حج کے موقع پر کما لیتے ہیں۔ اب تو سنا ہے یہ ٹھیکیدار رمضان میں بھی ان اپاہج معذور لوگوں کو عمرہ کا ویزہ لگوا کر لے جاتے ہیں پھر ان سے یہ پورا ماہ رمضان گداگری کرواتے ہیں۔ یہ ٹھیکیدار بھی ضرور کسی کو حصہ دیتے ہوں گے ورنہ ایسے لوگوں کو حکومت کیوں نہیں روکتی۔ ان پر کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتی جو لوگ ان حرکتوں سے پاکستان کو بدنام کر رہے ہیں۔ آج تو پاکستان گداگری میں دنیا میں پہلے نمبروں پر آتا ہے۔ حالانکہ ہم اچھے کاموں میں دنیا میں آخری نمبروں پر آتے ہیں۔

ایک بار میں نے ایک گداگر کو جو اچھا خاصا صحت مند تھا کہا": بھائی! تم صحت مند ہو کر بھی کیوں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو؟ کیوں نہیں محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے ؟ "تو اس نے مجھے کیا جواب دیا یہ آپ بھی سن لیں": بھائی! ہم گداگر آپ سے کیا مانگتے ہیں اور آپ لوگ ہمیں کیا دیتے ہو۔ یہی نا ایک یا دو روپے یا ایک مٹھ دانوں کی یا آٹے کی اور اس ہمیں میں کبھی کبھی جھڑکیاں بھی کھانی پڑتی ہیں ہم گداگری ہی کرتے ہیں نا کہ آپ کی چیز سے کچھ ہم بھی مانگ لیتے ہیں مگر ہم کوئی حرام کام نہیں کرتے۔ "اس نے مزید کہا کہ بھائی آج تو ہماری پوری قوم ہی گداگر ہو گئی ہے۔ تو میں نے اسے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے کہا":

یہ جو بھی دوسروں کا حق مارتا ہے وہی گداگر ہے شاید تم نے بھی کسی کا حق مارا ہو جو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ "تو اس وقت میری حالت کیا ہوئی یہ تو میں ہی جانتا ہوں۔

اگر کسی چور نے چوری کی ہے تو اس نے بھی کسی کا حق مارا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ اگر کسی نے کسی کی امانت میں خیانت کی ہے تو اس نے بھی کسی کا حق مارا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ اگر کسی نے جوا جیتا ہو تو اس نے بھی کسی کا حق مارا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ اگر کسی نے کسی کو دھوکہ دیا ہے تو اس نے بھی کسی کا حق مارا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ اگر کسی نے کسی کی جیب کاٹی ہے تو اس نے بھی کسی کا حق مارا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ اگر کسی نے کرپشن کی ہے اس نے تو پوری قوم کا حق مارا ہے جو قوم کے ٹیکس پر پل رہا ہوتا ہے اور ساتھ پوری قوم کو دھوکہ بھی دے رہا ہوتا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے اور شرمناک بھی۔

بھائی! اس کو بھی چھوڑو یہ تو چھوٹی موٹی گداگری ہے پاکستان کے حکمران جب سے پاکستان بنا ہے یہ یہودیوں، عیسائیوں سے گدا مانگ کر اپنی عیاشیاں کر رہے ہیں کبھی کبھی تو یورپ والے یا امریکہ والے ان کے کشکول میں گدا ڈال دیتے ہیں اور کبھی کبھی تو ان بے چاروں گداگروں کو جھڑکیاں بھی کھانا پڑتی ہیں اس کے باوجود یہ گداگر، گداگری سے باز نہیں آتے۔ وہ اس لیے کہ یہ بھی ہماری طرح نسلی گداگر ہو گئے ہیں جب یہ حکمران دوسرے ملکوں میں گدا مانگنے جاتے ہیں تو ساتھ یہ سو سو آدمی بھی لے جاتے ہیں تو اس وقت ان گداگروں کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھنے والی ہوتی ہے ان کے تن پر یورپ کے سلے ہوئے سوٹ، ٹوپیاں ہوتی ہیں جس ملک میں یہ گداگر مانگنے جاتے ہیں تو وہ لوگ ان پاکستانی گداگروں کے بدن پر ہیں اس طرح کے سوٹ تو ہم نے بھی زندگی میں دیکھے بھی نہ ہوں گے جو ان گداگروں نے سوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ جب کوئی ملک ہمارے حکمرانوں کا کشکول بھر دے تو اس وقت یہ گداگر بغلیں بجاتے ہیں اور بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اس دفعہ بہت سا گدا ملا ہے اور ہم کشکول بھر کے لائے ہیں۔ اب تو ہمارے چھ ماہ بآسانی نکل جائیں گے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ خالی ہم ہی گداگر ہیں یا ہماری پوری قوم ہی گداگر ہے؟ ہم سے تو بڑھ کر ہمارے حکمران گداگر ہیں جو دوسرے ملک میں جا کے گدا مانگتے ہیں۔ پھر اس گدا سے یہ حکمران عیاشیاں کرتے ہیں اور یہ قرض ہماری نسلیں چکاتی ہیں۔

اس وقت میں نے سوچا کہ کاش آج میں جوان ہوتا تو کبھی بھی انگلینڈ نہ جاتا۔ وہیں بیس تیس گداگر جمع کر کے دو چار درباروں پر بٹھا دیتا اور ان سے اپنا حصہ لیتا رہتا اور پاکستان میں ہی اپنی مزے سے زندگی گزارتا اور مجھے انگلینڈ میں فیکٹریوں کے دھکے بھی نہ کھانا پڑتے اور پردیس بھی نہ دیکھنا پڑتا۔

اب تو ہی بتا! بھائی! اصل گداگر کون ہوا؟ ہماری گداگری تو اتنی سی ہے کہ سارا دن ہم مارے مارے پھرتے ہیں تب جا کے دو وقت کی روٹی حاصل ہوتی ہے وہ بھی ساتھ آپ جیسوں کی جھڑکیاں بھی کھانا پڑتی ہیں تب جا کے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں نہ تو ہم کسی کی چوری کرتے ہیں اور نہ ہی ہم کسی کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہ ہی ہم کسی کا کوئی حق مارتے ہیں ہمیں جو بھی خوشی سے دے دے تو بھی بسم اللہ اگر نہ بھی کوئی دے تو بھی بسم اللہ۔ ہمارے منہ سے تو ہر حال میں دوسروں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں مگر پھر بھی آپ ہمیں برا ہی سمجھتے ہیں۔ بھائی! آج تو ہمارے جج بھی گداگر ہیں جو قوم کے ٹیکس پر پل رہے ہوتے ہیں پھر بھی رشوت لے کر ناحق دوسروں کے حق میں فیصلے کرتے ہیں کیا یہ کسی کا حق نہیں مارتے؟ یہ فعل تو گداگری سے بھی بدتر ہے۔ ہمارے تو جرنیل بھی گداگر ہیں جب یہ دوسرے ملکوں

سے اسلحہ خریدتے ہیں تو اس میں سے یہ بہت سا کمیشن لیتے ہیں جو ان کے پاس پوری قوم کی امانت ہوتی ہے جس میں یہ خیانت کرتے ہیں جو گداگری سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔

آج تو ہمارے وکیل اور ڈاکٹر بھی گداگر ہیں جو جعلی ڈگریاں لے کر لوگوں کو لوٹ رہے ہیں جنہوں نے دوسروں کا حق مارا ہوتا ہے جو گداگری سے بھی بدتر ہے اور شرمناک بھی، جو ساری زندگی حرام کی کمائی خود بھی کھاتے ہیں ساتھ اپنی پوری فیملی کو بھی کھلاتے ہیں۔آج تو ہمارے پیر مولوی بھی نہیں بچے اس گداگری سے جو دوسروں کا ناحق مال کھا رہے ہیں طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے۔تو کیا یہ گداگری نہیں ہے بلکہ یہ تو گداگری سے بھی بدتر ہے۔پھر آپ ہی بتاؤ کہ آج پاکستان میں گداگری سے کون بچا ہے؟ ہر کوئی اپنے اپنے طریقے پر گداگری کر رہا ہے نام اس کا جو چاہیں رکھ لیں جو بھی کسی کا حق مارتا ہے وہی اصل میں گداگر ہے اب تو پاکستان میں گداگری ایک بہت بڑی لعنت بن چکی ہے۔

اس پاکستانی قوم کی مثال تو اس طرح کی ہے کہ پہلے وقتوں میں کوئی بادشاہ تھا تو اس بادشاہ کو کوئی گداگرنی پسند آ گئی تو بادشاہ سلامت نے اس گداگرنی سے شادی کر لی پھر بادشاہ نے اپنی ملکہ کے لئے دنیا جہان کی سہولتیں مہیا کر دیں۔اعلیٰ سے اعلیٰ لباس اعلیٰ سے اعلیٰ زیور وہ بھی ہیرے جواہرات کے ساتھ اور کئی کئی خدمت کرنے کے لئے نوکرانیاں رکھ لیں اور بھی دنیا جہان کی نعمتیں ملکہ کے لئے ہر وقت حاضر رہتیں۔مگر ملکہ صاحبہ ہے کہ دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھیں تو بادشاہ ملکہ کی صحت کی کمزوری پر پریشان ہو رہا تھا کہ میری پیاری محبوب ملکہ کو کون سی بیماری لگ گئی ہے جس کی وجہ سے میری پیاری ملکہ اتنی کمزور ہو رہی ہے تو بادشاہ نے اپنے ملک کے جتنے حکیم تھے سب کو بلا کر کہا کہ تم کو میری ملکہ کا علاج کرنا ہوگا اور جب تک میری ملکہ ٹھیک نہ ہو جائے تب تک تم نے چین سے نہیں بیٹھنا اگر تم نے ملکہ کو ٹھیک کر دیا تو میں تمھیں بہت سا انعام دوں گا۔پھر ہر حکیم نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق ملکہ کا علاج شروع کر دیا مگر ملکہ ہے کہ پھر بھی دن بدن کمزور ہی ہوتی گئی۔آخر سب حکیم ملکہ کا علاج کر کے تھک گئے مگر ملکہ پھر بھی ٹھیک نہ ہوئی تو سب حکیموں نے بادشاہ سلامت سے کہا کہ ہمارے خیال میں ملکہ کو کوئی بیماری نہیں ہے جس کا ہم علاج کرتے۔تو بادشاہ اور بھی پریشان ہو گیا کہ اب ملکہ کے لئے کیا کیا جائے تو بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ میری ملکہ کمزور ہوتی جا رہی ہے جب کہ ملکہ کو کوئی بیماری بھی نہیں ہے تو وزیر بڑا سمجھدار تھا۔

وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کسی ایک کمرے میں دیوار کے اندر چند طاق بنوا دیجئے جنہیں پنجابی میں " آلہ " بھی کہا جاتا ہے پھر ان طاقوں کے اندر طرح طرح کے کھانے رکھ کر ملکہ کو اکیلے ہی کمرے میں داخل کر دیں پھر دیکھنا کہ ملکہ کچھ ہی دنوں میں صحت یات ہو جائے گی۔بادشاہ نے وہی کیا جو اس کے وزیر نے کہا تھا۔ایک کمرے میں بادشاہ نے چند طاق بنوا دیئے۔پھر ان طاقوں کے اندر طرح طرح کے کھانے رکھوا دیئے اور ملکہ کو کہا کہ آپ جا کے کھانا کھا لیں تو ملکہ خوشی خوشی کمرے میں داخل ہوئی جیسے اسے کوئی کھوئی ہوئی چیز ہاتھ آ گئی ہے تو وہ ہر طاق کے پاس جا کے یہ کہتی کہ اے طاق! میں بھوکی ہوں مجھے دے نوالا اور وہاں سے چند نوالے اٹھا کے کھاتی پھر اگلے طاق کے پاس جا کے یہی کہتی ":اے طاق! میں بھوکی ہوں مجھے دے نوالہ " پھر چند نوالے وہاں سے اٹھا کے کھا لے۔اسی طرح سب طاقوں کے پاس جا کے یہی کہتی ":اے طاقو! میں بھوکی ہوں مجھے دو نوالے " پھر چند نوالے وہاں

سے اٹھا کر کھا لیتی پھر وہ خوشی خوشی کمرے سے باہر آ جاتی یہ سلسلہ صبح شام شروع ہو گیا اور ملکہ صاحبہ کی صحت دن بدن بہتر ہوتی گئی تو بادشاہ بڑا حیران کہ ملکہ اتنی سی بات سے صحت یاب ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ اس بات میں کیا راز تھا جو تم جانتے تھے؟ تو وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ میرے بھولے بادشاہ! یہ عورت جو آپ کی ملکہ بنی ہے دراصل یہ گداگرنی تھی اور یہ پیدائش سے ہی گدا مانگ کر کھانے کی عادی تھی۔ جب یہ عورت آپ کی ملکہ یعنی بیوی بنی تو اس کی وہ عادت جو اسے بچپن سے ہی پڑی تھی ،ایک دم چھوٹ گئی تھی جس عادت کی وجہ سے یہ پریشان رہنے لگی تھی۔ اس لیے یہ کمزور ہونے لگی تھی چونکہ اب پھر سے اس کی عادت پوری ہونے لگی ہے تو اس کی صحت پھر سے ٹھیک ہونے لگی ہے۔

بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اس عورت کو آج ہی طلاق دیتا ہوں یہ نہ ہو کہ کل جو اولاد اس سے ہو گی وہ اولاد بھی اس عورت کی عادتوں پر چلی جائے۔ تو بادشاہ نے اس عورت کو فوراً طلاق دے دی جو گداگرنی سے ملکہ بنی تھی۔ وہ پھر سے اپنی عادت سے گداگرنی بن گئی۔

ہماری تو پوری کی پوری قوم ہی گداگر ہے وہ اس طرح کہ اگر کسی نے میرا حق مارا ہے تو میں نے بھی کسی کا حق ضرور مارا ہو گا۔ بادشاہ نے تو اس گداگرنی سے فوراً اپنی جان چھڑالی تھی اب دیکھتے ہیں کہ اس گداگر قوم کو دنیا کے کون کون سے ملک کو طلاق دینا پڑے گی جو ان گداگروں کو ساٹھ سال سے گدا دے رہے ہیں اور ان گداگروں کو ذرا بھر بھی شرم نہیں آتی گدا مانگتے ہوئے جنہوں نے عادت ڈال دی ہے پوری قوم کو گداگری کی۔ پاکستان میں جہاں کہیں مردار مرا پڑا ہوتا ہے تو وہاں فوراً گدھیں جمع ہو جاتی ہیں مردے کی بو سونگھ کر۔ اسی طرح ہمارے بے ضمیر سیاستدانوں کا حال ہے ان کو بھی جہاں حرام کی بو آتی ہے فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

میں نے تو سنا ہے کہ ایک دن آئے گا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں رہے گا۔ آج تو میں پاکستان میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کوئی گدا دینے والا نہیں رہا۔ وہ اس طرح کہ اگر کوئی زکوٰۃ دیتا بھی ہے تو اس نے بھی کسی کا حق ضرور مارا ہوتا ہے جو حرام کہلاتا ہے۔ جو خیرات کرتا ہے اس نے بھی کسی کا حق مارا ہوتا ہے تو اس کی خیرات کہاں لگی۔ اس طرح تو ہم سب ہی گداگر ہوئے اگر کسی نے کسی کا حق مارا ہے وہ بھی حرام کہلاتا ہے۔ اگر کسی نے پوری قوم کا حق مارا ہے وہ بھی حرام ہے۔ اگر یہ پاکستانی قوم لاکھوں کروڑوں کی بھی مالک ہو جائے پر بھی یہ قوم حلال میں حرام نہ ملائے تب تک ان کی زندگیاں بے مزا رہتی ہیں، یہ اتنی ناشکری قوم ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس قوم پر اپنا فضل کرے کیونکہ یہ قوم خود سے تو ٹھیک ہونے والی نہیں۔ گداگری یہی نہیں کہ جو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں گداگری کی تو بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ اس پاک سرزمین پر بسنے والے اکثر گداگر ہیں بس سوچ اپنی اپنی ہوتی ہے۔

اے گدا گری تیری بھی کیا بات ہے
جس کی لپیٹ میں ہر کوئی آ گیا ہے

☆☆☆☆☆

کسی کے قتل ناحق پر سرخ آندھی کا آنا

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں چھوٹا ہوتا تھا ہر گرم موسم میں دو یا تین دفعہ آندھی طوفان آیا کرتا تھا اور سردیوں میں بھی ایک یا دو دفعہ آندھی آیا کرتی جسے ''جھکھڑ'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں گرد نہیں ہوتا تھا اور آج بھی اسی طرح کے آندھی طوفان جھکھڑ آتے ہیں۔ اس وقت کبھی کبھار سرخ آندھی آتی تھی جس کا رنگ خون جیسا ہوتا تھا اور اس آندھی کو دیکھ کر بڑے بوڑھے بزرگ لوگ پریشان ہو جاتے تھے اور توبہ استغفار پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ ان بزرگوں سے یہی سنتے تھے کہ یہ سرخ آندھی بتاتی ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی قتل ضرور ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ سرخ آندھی آئی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کون بے نصیب کہاں قتل ہوا ہے کیونکہ اس وقت لوگ زیادہ تر پیدل ہی سفر کیا کرتے تھے جو بیس تیس میل تک ہوتا تھا یا چیدہ چیدہ لوگوں کے پاس گھوڑی یا گھوڑا ہوتا جس پر لوگ سفر کرتے تھے۔

پھر لوگ انتظار کرتے کہ دیکھتے ہیں کہ قتل کہاں پر ہوا ہے جس قتل کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اتنا غصہ آ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ سرخ آندھی آئی ہے۔ کبھی کبھی تو کسی قتل پر آسمان بھی سرخ ہو جاتا تھا۔ یہ بھی کسی کے قتل ہو جانے کی ایک نشانی ہوتی تھی۔ یہ ان لوگوں کا اپنا حساب کتاب ہوتا تھا کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ ہوگا، اگر ویسا ہوتا ہے تو یہ ہوگا۔ پھر لوگ اس انتظار میں رہتے کہ کوئی آئے جو یہ بتائے کہ قتل جو ہوا ہے کس گاؤں میں ہوا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد کوئی نہ کوئی آدمی آ جاتا جو یہ بتاتا کہ قتل فلاں گاؤں میں ہوا ہے پر اس طرح لوگوں کا سرخ آندھی کا آنا یا آسمان کا بھی سرخ ہونا اور بھی اس بات پر یقین بڑھ جاتا۔ جب کوئی آ کے یہ بتاتا کہ فلاں گاؤں میں لڑائی جھگڑے میں کوئی آدمی مارا گیا ہے تو لوگ سن کر افسردہ ہو جاتے تھے اور کئی کئی دن اس قتل پر باتیں کرتے رہتے اور عورتیں تو بہت ہی غمزدہ ہو جاتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ کسی بے چاری ماں کا لال مارا گیا ہے، کسی کا بھائی مارا گیا ہے یا آج کوئی عورت بیوہ ہوگئی ہے یا کسی بہن کا بھائی بہن سے چھن گیا ہے یا کسی ظالم نے معصوم بچوں کو یتیم کر دیا ہے۔ جب اس قاتل پر حکومت کی طرف سے قتل کا مقدمہ بنتا اور اگر قاتل نے تیز دھار آلے یعنی چاقو یا کلہاڑی سے قتل کیا ہو یا فائر سے تو اسے سزائے موت دی جاتی تھی اور اگر کسی نے پتھر یا لاٹھی سے قتل کیا ہو تو اسے عمر بھر کی سزا دی جاتی کیونکہ اس کا قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ جتنا کسی کا جرم ہوتا اسی طرح کی اسے سزا بھی دی جاتی تھی کوئی مجرم اس وقت بچ نہیں سکتا تھا۔

اس لیے اس وقت قتل جیسے جرائم بہت کم ہوتے تھے ویسے بھی اس وقت کے لوگوں میں برداشت کا مادہ زیادہ ہوتا تھا اور وہ لوگ خدا خوف بھی ہوتے تھے بس کبھی کبھار ، سالوں بعد کہیں قتل کا اِکادُکا واقعہ ہو جاتا تھا۔ ہمارے حلقے میں تو دور دور تک کئی کئی سال گزر جاتے اور کوئی اِکادُکا قتل کا کیس ہوتا تھا۔ مگر پھر بھی اس قتل پر لوگ دکھی ہو جاتے تھے اس وقت لوگ اپنے اپنے دکھ کا اظہار

ضرور کرتے کہ ایک بے گناہ انسان کی جان چلی گئی ہے۔اس وقت جب کوئی انسان قتل ہوتا تھا تو سرخ آندھی آتی تھی کبھی تو آسمان بھی سرخی مائل ہو جاتا تھا جس سے پتا چلتا تھا کہ ایک انسان کے قتل ہونے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کتنا ناراض ہوا ہے کہ اپنے غصے کا اظہار ایسی نشانیاں دکھا کر کرتا ہے تو لوگ اس وقت خوف سے توبہ استغفار کرتے کہ یہ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ ایک انسان کی جان کوئی دوسرا انسان لے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کسی نے ایک انسان کی جان لی تو گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔انگلینڈ آنے سے قبل جب تک میں پاکستان رہا میں لوگوں کو دیکھتا تھا کہ وہ قتل کا نام ہی سن کر خوف زدہ ہو جاتے تھے جب تک لاٹھیوں کلہاڑیوں کا وقت رہا اس وقت تک تو قتل بھی بہت کم ہوا کرتے تھے جب سے پاکستان میں اسلحہ عام ہوا ہے تب سے قتلوں کی بھرمار شروع ہوگئی ہے اور اسلحہ بھی ان لوگوں کے ہاتھوں میں آ گیا ہے جن کو کبھی دو وقت کا کھانا بھی نصیب نہیں تھا۔آج اسی اسلحہ کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان کے ہاتھوں یوں قتل ہو رہا ہے جیسے کیڑے مکوڑے مارے جا رہے ہیں وہ بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر، آپ دوسرے لوگوں کو تو چھوڑو آج تو بیٹا باپ کو اور باپ بیٹے کو قتل کر رہا ہے۔بھائی بھائی کا قتل کر رہا ہے! دوست دوست کا قتل کر رہا ہے! اس وقت نہ تو سرخ آندھی آ رہی اور نہ ہی آسمان سرخ ہو رہا ہے جیسے اب اس انسان پر اللہ تبارک وتعالیٰ کو کوئی غصہ بھی نہیں آ رہا۔

پہلے وقتوں میں جب کوئی انسان قتل ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی نہ کوئی نشانی دکھا کر انسانوں کے اندر اپنا خوف پیدا کر دیتا تھا اور اس وقت کے انسان واقعی وہ نشانیاں دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے تھے۔آج اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ان انسانوں کو کوئی اپنی نشانی دکھاتا بھی ہے تو یہ انسان اللہ کی اس نشانی کو دوسرے ہی دن بھول جاتے ہیں۔جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔کیونکہ آج کا انسان بے خوف ہو گیا ہے بات یہ ہے کہ ہر قاتل نے پہلے سے ہی قتل کی سزا سے بچنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈھ رکھا ہوتا ہے کسی کی سفارش سے یا رشوت دے کے بچ جاتا ہے۔اگر کوئی قاتل کسی طرح پھنس بھی جاتا ہے تو پاکستانی عدالت عالیہ اس قاتل کو باعزت بری کر دیتی ہے۔وہ اس طرح کہ پہلی بات یہ کہ اس قتل کا کوئی گواہ ہی نہیں ہوگا کیونکہ گواہ بننے والے کو اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے۔اس لیے کوئی دوسرا آدمی گواہی نہیں دیتا۔دوسری وجہ قاتل کے بری ہونے کی یہ ہے کہ قاتل صرف وکیل ہی نہیں کرتا بلکہ ہر طرح کا حیلہ اور رشوت بلکہ بعض اوقات عورت کو بھی بیچ میں لے آتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ میں باعزت بری ہو جاؤں گا کیونکہ عورت کی کمزوری پیسہ ہوتا ہے اور وہ پیسہ لے کر قتل معاف کر سکتی ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ آج پاکستانی عدالتیں آزاد ہوگئی ہیں جنہیں آج کوئی پوچھنے والا نہیں رہا جو آج اپنی من مانی کر رہی ہیں جو آج ایک قاتل کو جس نے دس بارہ قتل کئے ہوتے ہیں رشوت لے کر بری کر رہی ہیں۔آج پاکستان میں انصاف کن سے ملے گا جنہوں نے خود اپنے پاس قاتل پال رکھے ہوتے ہیں؟ اور وہ ان جج صاحبان کو اپنے گھروں میں بلا کر اپنی مرضی کے فیصلے کروا لیتے ہیں پھر آپ ہی بتائیں کہ کسی کے قتل ہونے پر سرخ آندھی یا آسمان کا رنگ سرخ کیسے ہوگا؟ پھر خدا کو ایسے فعلوں پر غصہ کیونکر آئے گا جب کہ آج کا انسان خدا سے اتنا بے خوف ہوگیا ہے۔آج کا انسان کسی کو قتل کر کے بھی لوگوں کو بڑے فخر سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ دیکھ لو کہ میں اتنے قتل کر کے بھی آزاد گھوم پھر رہا ہوں یہ اس لیے کہ میرے ہاتھ بڑے لمبے ہیں اس لیے مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں میں جتنے چاہوں

قتل کردوں۔

ہمارے حلقے میں بیس سے تیس میل کے اندر اندر کئی کئی سالوں کے بعد کوئی اِکا دُکا قتل کا کیس ہو جاتا تھا اس وقت جو بھی کسی کو قتل کرتا اسے قتل کی برابر سزا بھی ملتی۔کوئی کتنا ہی اثر و رسوخ والا ہوتا سزا سے نہ بچ سکتا تھا مگر آج اسی حلقے کے اندر جو بیس تیس میل میں ہے کم و بیش پندرہ سے بیس سالوں میں تقریباً دو سو سے اوپر انسان قتل ہو چکے ہیں بعض قتل کا تو مقدمہ ہی پولیس نے درج نہیں کیا اور جن کے مقدمے درج ہو بھی گئے ہیں ان کا کوئی گواہ ہی نہیں بنتا۔اس لیے کہ گواہ سوچتا ہے کہ مرنے والا تو مر گیا اور میں گواہی دے کر کیوں اپنی جان خطرے میں ڈالوں کیونکہ ہماری عدالتیں مجرموں سے رشوت لے کر باعزت بری جو کر دیتی ہے۔

اگر کسی طرح چھوٹی عدالت نے قاتل کو سزا دے بھی دی تو اس قاتل کو بڑی عدالت نے صاف باعزت بری کر دیا۔وہ اس لیے کہ آج ہماری عدالتیں آزاد ہو گئی ہیں مجرم جو چاہیں کرتے پھریں۔اسی لیے آج ہماری عدالتیں مجرم کو باعزت بری کر رہی ہیں۔ہاں کوئی بے چارا بے گناہ پکڑا گیا جس کے پاس نہ تو رشوت کے پیسے ہیں اور نہ ہی اس کی کوئی سفارش ہوتی ہے تو پھر وہ بے چارا ساری عمر جیل میں ہی گلتا سڑتا رہتا ہے چاہے اس نے وہ قتل کیا ہے یا نہیں۔کیونکہ اس بے چارے کی گردن میں پھانسی کا پھندہ جو فٹ آ گیا ہوتا ہے۔جب ہماری عدالتیں اثر و رسوخ والوں کو یا رشوت لے کر مجرموں کو بری کر دیتی ہیں پھر ان قاتلوں کے حوصلے اور بھی بڑھ جاتے ہیں پھر ان کے ہی نہیں بلکہ عام لوگوں کے بھی اس طرح حوصلے بڑھ جاتے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ایک انسان کو مارنا ایسا ہی ہے جیسے ایک چڑیا کو مار دیا جائے۔آج ملک میں جو قتل عام ہے سب سے بڑا ہاتھ اس میں ہماری پولیس کا ہوتا ہے جو رشوت لے کر کیس کو خراب کر کے عدالتوں میں پیش کر دیتی ہے پھر عدالتیں ان قاتلوں کو شک کی بنا پر بری کر دیتی ہیں۔اگر کسی طرح پولیس کیس تو ٹھیک بنا کر عدالتوں میں پیش کر دیتی ہے مگر آگے ہماری ایماندار عدالتیں ان قاتلوں سے بھاری رشوتیں لے کر انہیں باعزت بری کر دیتی ہیں اس جرم میں ہماری پولیس کے افسر اور عدالتیں برابر کے شریک ہیں جو رشوت یا اثر و رسوخ کی وجہ سے مجرموں کو صاف بری کر رہی ہیں۔

کہنے کو تو یہ عدالتیں لوگوں کو انصاف دلانے کے لئے ہیں اور پولیس لوگوں کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے جو لوگوں کے ٹکڑوں پر پل رہی ہوتی ہے مگر پولیس کے کام اس کے خلاف ہوتے ہیں جب تک یہ حلال میں حرام نہ ملا لیں تب تک ان کو لذت نہیں آتی اور کہنے کو یہ مسلمان اور پاکستانی کہلاتے ہیں اور اعمال ان کے غیر مسلموں جیسے ہیں۔جس وقت کراچی میں ایک باعزت نوجوان چند غنڈوں سے اپنی بہن کی عزت بچاتے بچاتے ان غنڈوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا تھا۔پر کیا ہوا کہ ان قاتل غنڈوں بدمعاشوں کو بچانے کے لئے کیا کیا نہ ہوا حکومت کی اشرافیہ حرکت میں آ گئی اور ساتھ پولیس والے بھی حیلے بہانوں سے کام لینے لگے تاکہ مجرم ادھر اُدھر ہو جائیں اس طرح نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔حالانکہ اس قتل ہونے والے کا والد خود ایک پولیس افسر تھا جو اس وقت صاف بے بس نظر آ رہا تھا کیونکہ اس کے بیٹے کے قاتلوں کو بچانے کے لئے ساری حکومت سرگرم تھی۔پھر ایک پولیس افسر کی حکومت کے مقابلے میں کیا حقیقت تھی جب اس قتل کیس کو میڈیا نے اٹھایا اور ہر طرف سے اس بے انصافی پر آوازیں آنے لگیں تو پھر جا کے مجبوراً پولیس نے ان قاتلوں کو پکڑنا شروع کیا۔پر پھر بھی پولیس اور حکومت کی مدد سے ایک مجرم ملک سے فرار ہو گیا تھا مگر میڈیا کے شور مچانے پر بالآخر

اس مجرم کو بھی پولیس کو پکڑنا پڑا پھر اس طرح جا کے ان قاتلوں پر مقدمہ بنا جو اس میڈیا کا کارنامہ اور دباؤ تھا جس کی وجہ سے حکومت کو بھی اور پولیس کو بھی بال آخر گھٹنے ٹیکنے پڑے اس طرح جا کے عدلیہ کو مجرموں کو سزا دینی پڑی ۔

اگر اس وقت یہ میڈیا نہ ہوتی تو اس بہن کے غیور بھائی کا بھی وہی حشر ہوتا جس طرح باقی بہنوں کے بھائیوں کا ہوا جو بہنوں کی عزتیں بچاتے ہوئے اپنی جانوں سے گئے اور ان کی بہنوں کی عزتیں حراب کرنے والے عدالتوں سے صاف اور باعزت بری ہوتے ہیں ۔ اگر آج یہ میڈیا نہ ہوتا تو یہ مجرم بھی نہ پکڑے جاتے نہ ہی انہیں کوئی سزا ہوتی کیونکہ یہ بگڑے شہزادے، بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں ۔ جب ان مجرموں کو عدالت نے سزا سنائی اور جب یہ مجرم عدالت سے باہر آئے تو وہ مجرم اس طرح ہنس رہے تھے جیسے انہیں سزا نہیں ایم اے کی ڈگری ہاتھ آ گئی ہے اس طرح وہ خوش نظر آ رہے تھے، پھر انہوں نے عدالت کے باہر اور کیا کیا اس وقت وہ چیز بھی ان کی دیکھنے والی تھی کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنی فتح کی وکٹری بنائی، بجائے شرمسار ہونے کے اس وقت ان مجرموں نے سزا سنانے والے ججوں کو یہ باور کرایا کہ تمہاری اس سزا کو ہم اپنی جوتیوں کی نوک پر بھی نہیں لکھتے ، ہم تو تمہارے جیسے دوسرے ججوں سے اپیل میں بری ہو جائیں گے کیونکہ ہم اثر ورسوخ اور پیسے والے ہیں ۔

جب قتل کرنے والے کی یہ حالت ہو اور سزا ہونے پر بھی خوش نظر آتے ہوں پھر خدا کی وہ نشانیاں جو کبھی سرخ آندھی کی شکل میں یا آسمان کا سرخ ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے جب کہ آج کے انسان کو خدا کا کوئی خوف ہی نہیں رہا۔ ہوسکتا ہے جب یہ چیز میں اپنی کتاب میں چھپواؤں یہ مجرم جو اپنی سزا پر فتح کی وکٹری بنا رہے تھے بری ہو کر اپنے گھروں میں بھی پہنچ چکے ہوں گے کیونکہ یہ ان قاتلوں کی فتح کی وکٹری ہی بتا رہی تھی اگر یہ بارسوخ مجرم دس قتل بھی کر ڈالتے تو بھی انہیں کوئی سزا دینے والا نہ ہوتا۔ اب تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ''نشانی'' کیا کوئی بڑا ''نشانہ'' ہی دکھائے گا۔ جس طرح کے آج ہم مسلمانوں کے اعمال ہو گئے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہدایت دے ہم بگڑے ہوئے انسانوں کو۔ آمین!

پہلے وقتوں میں جب ہوتے قتل تو آتی سرخ آندھی
اب جب ہوتے ہیں قتل نہ آتی ہے سرخ آندھی نہ سفید آندھی

☆☆☆☆☆☆

دنیا میں اصل گھر کس کا عورت کا! یا مرد کا!

یہ بات عورتوں سے اکثر سننے میں آتی ہے کہ دنیا میں عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا یعنی عورتیں بے گھر ہوتی ہیں۔ یہ بات عام عورتیں ہی نہیں کہتی کہ عورتوں کا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں ہوتا بلکہ یہ بات تو پڑھی لکھی عورتیں بھی کہتی ہیں کہ عورتوں کا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں ہوتا۔ اس چیز کی عورتیں دلیل یہ دیتی ہیں کہ عورت پیدائش سے لے کر شادی سے پہلے اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہے پھر شادی کے بعد اپنے خاوند کے گھر چلی جاتی ہے اس لیے عورت بے چاری کا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں ہوتا۔

اس لیے عورتیں اس دنیا سے بے گھر ہی چلی جاتی ہیں جو بڑی حیران کن بات ہے خاص طور پر میرے لیے کیونکہ میں پہلے جنم میں عورت رہا ہوں۔ جب پہلے پہل انسان وجود میں آتا ہے تو اس کا پہلا گھر عورت کا بطن ہوتا ہے یعنی ماں کا پیٹ جہاں وہ نو ماہ تک پرورش پاتا ہے وہ لڑکی بھی ہو سکتی ہے اور لڑکا بھی ہو سکتا ہے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوتا ہے یعنی حقیقی دنیا میں آتا ہے تو وہ بچہ سب سے پہلے اپنی ماں کو ہی پہچانتا ہے۔ اس وقت ہر بچے کو اپنی ماں کی گود ہی گھر لگتی ہے۔ اگر کسی کام کی وجہ سے ماں بچے کو گود سے جدا کرتی ہے تو بچہ رو رو کر اپنا برا حال کر لیتا ہے پھر جیسے ہی ماں بچے کو اپنی گود میں لیتی ہے تو بچہ ماں کی گود میں آتے ہی پرسکون ہو جاتا ہے۔ اس وقت بچہ یہ محسوس کرتا ہے کہ میں پھر اپنے گھر میں آ گیا ہوں۔

ہر بچہ پیدا ہونے سے پہلے بھی ماں کے بطن کو اپنا گھر سمجھتا ہے پھر پیدا ہونے کے بعد بچہ اپنی ماں کی گود کو اپنا گھر سمجھتا ہے چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اس طرح ان دونوں کا گھر ماں کا بطن ہی ہوتا ہے۔ اس طرح عورت کی کوکھ انسانیت کا پہلا گھر ہوتا ہے پھر جا کے انسان دنیا میں آتا ہے۔ پہلے انسان عورت کی کوکھ میں نو ماہ تک پرورش پاتا رہتا ہے اس طرح بچے کا پہلا گھر عورت کی کوکھ ہوتا ہے پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت بچے کا دوسرا گھر ماں کی گود ہوتا ہے۔

جب کسی میاں بیوی کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوتا ہے تو ہمارے ہاں لڑکا پیدا ہونے پر خوشی منائی جاتی ہے۔ پھر لڑکے کے بعد جب لڑکی پیدا ہو تو والدین لڑکے جتنی خوشی تو نہیں مناتے مگر والدین لڑکی کے پیدا ہونے پر کوئی ناراض بھی نہیں ہوتے۔ پھر جب لڑکی لڑکا جوان ہو جاتے ہیں تو اس سے پہلے تو گھر کی ہر چیز ماں کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ گھر کی کون سی چیز کس جگہ پر رکھی ہوئی ہے جس کا علم خاوند کو نہیں ہوتا کہ گھر کی کونسی چیز کہاں پر رکھی ہوئی ہے اور گھر کی چابیاں بھی عورت کے پاس ہوتی ہیں۔ جب کبھی کوئی چیز مرد کو چاہیے ہو تو مرد اپنی عورت سے ہی وہ چیز مانگتا ہے کہ مجھے فلاں چیز لا دو یہاں تک کہ مرد کو اگر پیسے بھی چاہیے ہوں تو وہ عورت سے ہی مانگتا ہے۔ جب ان کا بڑا بیٹا جوان ہو جاتا ہے اور ساتھ چھوٹی بیٹی بھی جوان ہو جاتی ہے تو ماں جو چیزیں پہلے خود سنبھالتی تھی گھر کی پھر وہ چیزیں ماں اپنی بیٹی کے حوالے کر دیتی ہے کہ لے بیٹی اب تو اس گھر کو سنبھال، نہ کہ والدین گھر کو بڑے بیٹے کے حوالے کرتے ہیں

حالانکہ بیٹی بیٹے سے چھوٹی ہوتی ہے مگر پھر بھی گھر بیٹی کے حوالے ہی کیا جاتا ہے تا کہ بیٹی شادی سے پہلے ہی گھر داری کو سمجھ جائے کہ گھر کو کس طرح سنبھالنا یا چلانا ہے تا کہ بیٹی شادی کے بعد اپنا دوسرا حقیقی گھر سنبھال سکے۔ حالانکہ اسی گھر میں بڑے لڑکے کو کوئی ضروری چیز چاہیے تو لڑکا یا تو ماں سے یا بہن سے وہ چیز مانگتا ہے نہ کہ وہ باپ سے مانگتا ہے کیونکہ باپ تو کام کاج کی وجہ سے سارا دن گھر سے باہر رہتا ہے۔ مرد کو تو کوئی خبر تک نہیں ہوتی کہ میرے گھر میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ جب لڑکے کو کوئی پیسے چاہیے ہوں تو اس وقت لڑکا سیدھا اپنی ماں سے ہی اپنی خواہش کا ذکر کرے گا نہ کہ باپ سے اپنی خواہش کا ذکر کرے گا۔ پھر ماں بیٹے کی خواہش کی سفارش باپ کے آگے کرے گی کہ آپ بیٹے کی یہ خواہش پوری کر دیں۔ پھر مرد اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ تم بیٹے کو جو چاہتا ہے دے دو۔ اگر والد نے کسی طرح بیٹے کی خواہش کو رد بھی کر دیا پھر بھی بیوی اپنے خاوند کو کسی نہ کسی طرح منا لیتی ہے کہ بیٹے کی یہ خواہش پوری ہونی چاہیے۔ پھر والد رضامند ہو جاتا ہے کہ اسے جو چاہیے دلا دو۔

اس طرح ہر ماں بیٹوں کی خواہش پوری کروالیتی ہے۔ کبھی خاوند کے سامنے بھی کبھی خاوند کے پیچھے بھی کیونکہ والد بچوں کی ہر خواہش پوری نہیں بھی کرتے۔ اسی لیے بیٹے اپنی خواہش کا زیادہ تر اپنی ماں سے ہی ذکر کرتے ہیں۔ دوسری طرف لڑکے کی بہن جو اس سے چھوٹی ہوتی ہے وہ تو پورے گھر کی مالکہ بنی ہوئی ہوتی ہے پھر والدین اپنی بیٹی کی شادی کر دیتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا بنایا ہوا دستور ہے۔ اس طرح لڑکیاں اپنے حقیقی گھر میں چلی جاتی ہیں۔ جس گھر کو لڑکیوں نے بنانا سنوارنا ہوتا ہے جہاں لڑکیوں نے اپنی بقایا زندگی پرسکون گزارنی ہوتی ہے کیونکہ گھر کو سنبھالنا کسی مرد کا کام نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کے کام جدا جدا جو بنائے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی مجبوری میں دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کی مدد تو کرتے ہی ہیں گھر کے کاموں میں مگر گھر داری چلانا تو فقط عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ بعض دفعہ تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی عورت کے خاوند کو کوئی موذی بیماری لگ جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جاتا ہے اور ان کے بچے بھی ہوتے ہیں اس وقت اکثر عورتیں اپنے بچے بھی پالتی ہیں اور ساتھ وہ اپنا گھر بھی سنبھالتی ہیں مگر ہمت نہیں ہارتیں۔ جیسے تیسے اپنا گھر اور بچے، دونوں کو سنبھالتی ہیں اگر یہی حالت مردوں کی ہو کہ ان کی بیویاں بیمار ہو جائیں یا فوت ہو گئی ہوں تو اس وقت مرد حضرات بڑی مشکل سے دو یا تین ماہ گزار پاتا ہے۔ پھر وہ دوسری عورت لانے کا سوچنے لگتا ہے کیونکہ مردوں کو نہ تو گھر داری آتی ہے اور نہ مردوں کو بچے پالنے آتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھر داری چلانے کے لئے عورتوں کو ہی پیدا کیا ہے۔ اس کو کہتے ہیں جس کا کام اسی کو ساجھے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ عورت کا دوسرا نام ہی گھر ہے۔ جس گھر میں عورت نہیں وہ گھر گھر نہیں ہوتا بلکہ وہ تو کھنڈر ہوتا ہے جہاں ویرانہ ہی ویرانہ ہوتا ہے جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں جاتا۔ مرد گھر کے باہر تو ہر طرح کے کام کر لیتا ہے مگر اس کو گھر داری کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی لڑکی بیاہ کر سسرال میں آتی ہے تو شروع شروع میں نہ سہی مگر جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے تو وہ لڑکی اس گھر میں اپنے قدم جمانا شروع کر دیتی ہے۔ پھر لڑکیاں اس گھر کو آہستہ آہستہ اپنا سمجھنا شروع کر دیتی ہیں کیونکہ مردوں کو تو باہر کے کاموں سے ہی واسطہ ہوتا ہے جو باہر کے تو ہر طرح کے کام کرتے ہیں۔ اپنی روزی کمانے کے لئے۔

مرد یہ سوچ کر گھر آتا ہے کہ میری بیوی مجھے چین سکون دے گی اگر مرد کی یہ سوچ نہ ہو تو مرد بغیر سونے کے اپنے گھر کی طرف

دیکھے بھی نہ اور نہ ہی مرد کو گھر سے کوئی پیار ہو۔ یہ بات عورت مرد دونوں ہی جانتے ہیں۔کبھی کبھار عورت کسی کام کے لئے ایک یا دو دن کے لئے گھر سے باہر جاتی ہے تو مرد کو وہ دو دن بھی بہت بھاری لگتے ہیں کیونکہ گھر کو چلانا عورت کا ہی کام ہوتا ہے۔گھر کی چابیاں بھی عورت ہی کے پاس ہوتی ہیں نہ کہ مرد کے پاس اور گھر کے اندر بھی جو جو چیزیں ہوتی ہیں وہ بھی عورت ہی جانتی ہے مرد کو تو گھر کے اندر اپنے پہننے والے کپڑوں کا بھی پتا نہیں ہوتا کہ میرے کپڑے بیوی نے کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ جب بھی مرد کو اپنے کپڑے چاہیے ہوتے ہیں تو وہ بیوی سے ہی پوچھتا ہے کہ میرے کپڑے کہاں پر رکھے ہوئے ہیں۔

کبھی تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ عورت اپنے خاوند کے پہننے والے کپڑے خود پسند کرتی ہے اور جب مرد کسی کام کے لئے گھر سے باہر جاتا ہے تو وہ اپنی ضرورت کے لئے پیسے بھی اپنی بیوی سے مانگتا ہے۔کبھی تو مردوں کو نوکری کی خاطر کئی کئی سال گھروں سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ان کے پیچھے ان کی بیویاں ہی گھروں کو سنبھالتی ہیں۔اب عورتیں ہی بتائیں کہ اصل گھر کا مالک کون ہوا عورتیں ہوئیں یا مرد؟؟ شادی سے پہلے لڑکیاں اپنے ماں باپ کے گھروں کی مالک ہوتی ہیں پھر شادی کے بعد عورتیں خاوند کے گھروں کی مالک کون؟ عورتیں ہوئیں یا مرد؟ جو سارا دن گھروں سے باہر رہتے ہیں۔

ہاں کبھی کبھار عورتوں کے ساتھ بھی بے انصافی مرد کر جاتا ہے کہ مرد عورت کا گھر چھین لیتا ہے۔اس میں مرد کا کتنا قصور ہوتا ہے یہ تو میں نہیں جانتا کہ مرد نے ایسا کیوں کیا ہے۔ ہاں کبھی کبھی یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ عورتیں خود ہی اپنے گھر تباہ کر لیتی ہیں عورتوں کی اپنی بد اخلاقیوں سے ان کے گھر تباہ ہوتے دیکھے ہیں یا وہ اپنے مردوں سے بے انصافی کر کے دوسرے مردوں سے عشق کرنے لگتی ہیں۔جس عمل سے عورتیں خود ہی اپنے گھروں کو تباہ و برباد کر لیتی ہیں۔عورتیں تو یہاں تک بھی کرتی ہیں جو اپنے ماں باپ بھائیوں کی عزت خاک میں ملا کر کسی غیر مرد کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ زیادہ قصوروار کون ہوا مرد یا عورتیں؟ حالانکہ مردوں کی طرف سے قصور کم ہی ہوتے ہیں کیونکہ عورتیں مردوں کی عزت ہوتی ہیں اور عورتیں مردوں کو کچھ زیادہ ہی بدنام کرتی ہیں اور عورتیں خود کو مظلوم کہتی ہیں۔ جو گھروں کی مالک ہو کے بھی اپنے کو بے گھر کہتی ہیں۔ یہ کتنی بڑی ہوشیاری ہے ان عورتوں کی۔میں تو کہتا ہوں کہ عورت کا دوسرا نام ہی گھر ہے۔گھروں میں عورتیں نہیں تو مردوں کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔اس کو گھر نہیں ریسٹ ہاؤس کہہ لو کہ مرد سارا دن گھر سے باہر کام کاج میں رہتا ہے اور رات کو وہ آ کے ریسٹ ہاؤس میں سو جاتا ہے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ جب کبھی اپنی والدہ ماجدہ کو یاد فرماتے تھے تو اس وقت آپ زار و قطار روتے تھے۔کیا نبی پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ عورت نہ تھی جن کی یاد میں نبی پاک ﷺ رویا کرتے تھے۔اصل میں عورتوں کو جو مقام ملا ہے وہ انہیں پہچاننا ہو گا تب جا کے بات بنے گی۔

یہ بات مجھے کیوں لکھنا پڑی۔ ہوا یوں کہ ایک دن میں سماٹی وی دیکھ رہا تھا وہ صبح کا پروگرام تھا جس پروگرام میں سبھی عورتیں تھیں اور عورتوں کا دن منایا جا رہا تھا۔ان میں کچھ عورتیں تو چھوٹی عمر کی تھیں اور کچھ ان میں بڑی بڑی عمر کی عورتیں تھیں۔ان سبھی عورتوں نے بڑے قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے اور وہ عورتیں شہری اور پڑھی لکھی لگتی تھیں جن کو عام طو پر کہا جاتا ہے باشعور عورتیں، نہ کہ کوئی دیہاتی ان پڑھ عورتیں تھیں۔ جو لڑکی سماٹی وی پر عورتوں کا پروگرام پیش کر رہی تھیں۔ وہ لڑکی ان عورتوں کو یہ کہتی ہے کہ میرے خیال میں عورت کا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں ہوتا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے تو قریب قریب سبھی عورتوں کا یہی کہنا تھا کہ واقعی عورت کا

اس دنیا میں کوئی گھر نہیں ہوتا۔ آپ کی یہ بات سوفیصد درست ہے عورتوں کا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں ہوتا بغیر ایک عورت کے جس نے یہ کہا کہ یہ بات درست نہیں اصل گھر تو عورتوں کا ہی ہوتا ہے۔ کیا ہی سچی بات کی تھی اس عورت نے، اس وقت میں نے یہ سوچا کہ یہ عورتیں بھی کتنی ناشکری ہیں۔ اپنے ماں باپ کی بھی اور اپنے خاوندوں کی بھی اور اپنے ربّ کی بھی۔ جن گھروں میں وہ اپنی پوری زندگیاں گزارتی ہیں مگر پھر بھی وہ اسے اپنا گھر نہیں مانتیں جب کہ والد کا گھر بھی ، پھر شادی کے بعد مرد کا گھر بھی ان کے قبضے میں ہوتا ہے۔ جس گھر کی چابیاں عورتوں کے پاس ہوتی ہیں نہ کہ چابیاں مردوں کے پاس ہوتی ہیں۔ کتنی ہی عورتوں نے دنیا میں حکومتیں بھی کی ہیں جو گھر نہیں پورے ملک کی مالک ہوتی ہیں کیا وہ عورتیں نہیں تھیں اور تھیں بھی اسی دنیا کی۔ دنیا کی ہر نعمت پا کے بھی یہ عورتیں ناشکری ہی کرتی ہیں۔ کوئی چھوٹی سی بات ہو جائے یہ عورتیں واویلا کرنا شروع کر دیتی ہیں کہ میرے ساتھ یہ ہو گیا میرے ساتھ وہ ہو گیا۔ مگر اپنی کرنی کو وہ بھول جاتی ہیں کہ میں نے کیا کیا ہے۔

میں تو کہتا ہوں کہ عورتیں ایسی خوش نصیب ہوتی ہیں جنہیں پہلے بنا بنایا والدین کا گھر نصیب ہوتا ہے پھر اسے شادی کے بعد بنا بنایا گھر خاوند کا نصیب ہو جاتا ہے۔ بغیر کچھ کیے، جب مردوں کو اپنا گھر بنانا ہوتا ہے تو انہیں اچھی خاصی جدوجہد کرنا پڑتی ہے تب جا کے مرد اپنا گھر بنا پاتا ہے۔ کیا عورتیں بھی اپنے گھر بنا سکتی ہیں؟ یہ کام گھر بنانے کا مرد ہی کر سکتا ہے۔ جب مرد گھر بنا لیتا ہے تو وہ گھر اپنی عورت کے حوالے کر دیتا ہے جس گھر کی پھر مالک بغیر مشقت کے عورت بن جاتی ہے۔ پھر ان گھروں کی چابیاں عورتوں کے پاس ہوتی ہیں نہ کہ مردوں کے پاس۔ مگر پھر یہ عورتیں مردوں کی بھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بھی ناشکری کرتی ہیں کہ میرا اس دنیا میں ہے ہی کیا ! جس عورت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کچھ دیا ہوا ہے۔ پھر یہ عورتیں ناشکری کس بات کی کرتی ہیں؟ جن عورتوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدھی عبادتیں بھی معاف کی ہوتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان عورتوں کو ناشکری سے بچائے۔ یہ عورتیں اس دنیا میں راج بھی کرتی ہیں اور ساتھ یہ ناشکری بھی کرتی ہیں۔ جب کہ مرد ہو یا عورت ہو موت کے بعد دونوں کا گھر زمین ہی ہوتی ہے پھر رونا کس بات کا!!

عورتیں کہتی ہیں کہ میرا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں
میں تو کہتا ہوں کہ عورتوں کے بغیر مردوں کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں

آب زم زم کی حقیقت

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سوچا کہ میں ربّ العالمین تو ہوں مگر مجھے ربّ کہنے والا تو کوئی نہیں ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور سے اپنے محبوب کا نور جدا کیا۔ پھر اس کے بعد اپنے محبوب کے نور سے سارے کے سارے جہان پیدا کر دیئے۔ پھر ان جہانوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو جو جو منظور تھا پیدا کر دیا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان جہانوں میں جو جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ سب کی سب چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتی ہیں جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کہا جاتا ہے۔ ان میں خاص طور پر فرشتے ، جن اور انسان وہ مخلوق ہیں جو دوسری مخلوقوں سے جدا اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں جن میں فرض عبادتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے جہانوں میں کیا پیدا کیا ہے وہ تو مجھے پتا نہیں لیکن اس دنیا کے جہان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سی نعمتیں پیدا کی ہیں۔ جس دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا پھر ان کی خاطر وہ چیزیں پیدا کیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی دوسرے جہان میں پیدا نہیں کی ہوں گی۔ اس دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت جو پیدا کی وہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنا گھر خانہ کعبہ جو مکہ مکرمہ میں ہے جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق بندگی کرتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا آخری نبی ﷺ بھی اسی شہر مکہ میں پیدا کرنا تھا جو مخلوق کے لئے سب سے بڑی نعمت تھی۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کو تعمیر کرنے کا حکم فرمایا جو طوفان نوحؑ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا تھا جب حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو ساتھ انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی مدد کے لئے بلا لیا جب خانہ کعبہ کی دیواریں بڑی ہو جائیں گی تو تعمیر میں مشکل آئے گی تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم فرمایا کہ جنت سے پتھر لے جاؤ جس پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر میرے گھر کی تعمیر بآسانی کر سکیں۔ یہ پہلا مبارک پتھر تھا جس کو حضرت جبرائیلؑ جنت سے لائے۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے جو پتھر لایا گیا وہ آج مقام ابراہیم کہلاتا ہے جس مقام پر مسلمان دو رکعت نفل ادا کرتے ہیں۔ جب خانہ کعبہ تعمیر ہو گیا تو اللہ تبارک نے حضرت جبرائیلؑ کو دوسرا پتھر جنت سے دنیا میں لے جانے کو کہا پھر حضرت جبرائیلؑ وہ پتھر دنیا میں لائے اور اس پتھر کو حضرت ابراہیمؑ کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس پتھر کو خانہ کعبہ میں چنوا دیا جس کو ''حجر اسود'' کہتے ہیں۔ اس مبارک پتھر کو ہمارے نبی پاک ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔ پھر اس کے بعد آج تک اور قیامت تک مسلمان بوسہ دیتے رہیں گے اور یہ وہ دو پتھر ہیں جن کو حضرت جبرائیلؑ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے جنت سے دنیا میں لائے تھے۔ وہ بھی مکہ مکرمہ میں جس سرزمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب نے تشریف لانا تھا۔

پھر تیسری چیز جو جنت سے دنیا میں آئی وہ ہے آب زم زم، آب کا معنی ہے پانی زم زم کا معنی ہے ٹھہر جا' رک جا۔ جب حضرت ابراہیمؑ حضرت مائی ہاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ملک شام سے مکہ کی پہاڑیوں میں رضا الٰہی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جن پہاڑیوں کے اندر دور دور تک نہ تو کوئی کھانے کی چیز نظر آتی تھی اور نہ ہی پانی کا نام ونشان تھا اور مکہ کی گرمی بھی تو مشہور ہے جہاں پانی کے بغیر ایک پل بھی گزارہ نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت ابراہیمؑ ماں بیٹے کو مکہ کی پہاڑیوں میں اکیلے چھوڑ کر چلے گئے تو اس وقت حضرت اسماعیلؑ معصوم بچے تھے۔ جب گرمی کی وجہ سے حضرت اسماعیلؑ کو پیاس نے ستایا تو حضرت اسماعیلؑ پیاس کی وجہ

سے تڑپنے لگے۔مائی ہاجرہ بچے کی پیاس کی خاطر دونوں پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں جن کا نام ہے صفا اور مروہ، جب مائی صاحبہ پانی کی تلاش میں تھیں اور دوسری طرف پیاس میں حضرت اسماعیلؑ کا برا حال ہوگیا تھا جس کی وجہ سے حضرت اسماعیلؑ نے اپنی ایڑیاں زمین پر ماریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم فرمایا کہ فوراً جا کے میرے نبی کی ایڑیوں کی جگہ پانی نکال دے تو جب مائی ہاجرہؑ بیٹے کے پاس آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی جگہ سے پانی نکل رہا ہے۔تو مائی صاحبہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔پھر وہ پانی مائی صاحبہ نے بیٹے کو پلایا جس پانی کا نام ہے "آب زم زم "،"آب فارسی اور عربی میں پانی کو کہتے ہیں زم زم ٹھہر جا' رک جا کو کہتے ہیں۔ماں بیٹے کو مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں میں پانی تو مل گیا مگر کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔بغیر ایک آب زم زم کے ،پھر اسی پانی سے ماں بیٹا بھوک بھی مٹاتے اور اسی پانی سے اپنی پیاس بھی مٹاتے۔پھر اسی پانی سے اپنا گزارہ کرنے لگے۔آخر انسان تھے اپنی بیماری کا علاج بھی اسی پانی سے کرتے رہے جس کی آج بھی مثال ملتی ہے۔اکثر حج پر جانے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں فلاں بیماری تھی جب مکہ مکرمہ میں جا کے آب زم زم پیا تو بیماری کا نام ونشان نہ رہا۔یہ ایک ہندو ڈاکٹر کی بات ہے جو بعد میں مسلمان ہوگیا تھا اس ڈاکٹر نے آب زم زم پر اپنی طرف سے تحقیق کی کہ آب زم زم کی تاثیر جدا ہوتی تھی۔یہ ریسرچ اس ڈاکٹر نے اس لیے کی کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آب زم زم میں ہر بیماری کی شفا ہوتی ہے جب ڈاکٹر کو تقریباً ریسرچ سے پکا یقینی ثبوت ہوگیا کہ واقعہ ہی آب زم زم میں ہر بیماری کی شفا ہوتی ہے سوائے موت کے تو اس ہندو ڈاکٹر نے آب زم زم کی وجہ سے اسلام قبول کرلیا۔یہ ایک ہندو ڈاکٹر کی بات ہے جس نے آب زم زم پر غور کیا اس غور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے دین اسلام کی دولت سے نوازا اور ایک ہم مسلمان ہیں کہ جن کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی پاک کلام بھی ہے اور ساتھ حضور پاک ﷺ کا ہمارے پاس فرمان بھی ہے مگر پھر بھی ہم مسلمانوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن چیزوں سے آج غیر مسلم تو فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر ہم مسلمانوں کو توفیق نہیں کہ اپنی عقلوں سے کام لے لیں۔یہ ہم اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں ہماری عقلوں میں کمی نہ آجائے۔میرا تو یقین یہ کہتا ہے کہ جس طرح جبرائیلؑ جنت سے وہ دو پتھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے دنیا میں لائے تھے وہ پتھر حجر اسود اور دوسرا پتھر مقام ابراہیمؑ کہلاتا ہے۔اسی طرح یہ آب زم زم بھی جبرائیل امینؑ جنت کی کسی نہر کا پانی دنیا میں لائے تھے جو دنیا کے پانیوں سے جدا پانی ہے جو دیکھنے میں اور پینے میں تو دوسرے پانیوں جیسا ہے۔مگر اس پانی کی تاثیر دنیا کے پانیوں سے جدا ہے۔

آب زم زم دنیا کا واحد پانی ہے جس سے پیاس بھی بجھائی جاسکتی ہے اور بھوک بھی مٹائی جاسکتی ہے اور آب زم زم کے پینے سے بیماریوں کی شفا بھی ہوتی ہے۔یہ وہ پانی ہے جو ہر جگہ انسان کو کام آتا ہے شرط یہ ہے کہ انسان کا عقیدہ پکا ہو حالانکہ اس ملک عرب کے لوگ علاج کے لئے یورپ یا امریکہ کا رخ کرتے ہیں کہ اگر ہمیں شفا ہوگی تو یورپ اور امریکہ کے علاج سے ہی شفا ہوگی کیونکہ عربیوں کا آج عقیدہ کچھ اور ہے یہ عقیدے کی ہی تو بات تھی کہ ایک ہندو ڈاکٹر نے آب زم زم کی وجہ سے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا تھا۔دوسری طرف یہ عرب ہیں جن کے پاس یہ اتنی بڑی نعمت ہوتے ہوئے بھی ناشکری کر رہے ہیں کہ آب زم زم جیسی نعمت کو چھوڑ کر غیروں سے علاج کراتے ہیں۔اس کو کہتے ہیں گھر کی مرغی دال برابر اور یہ ہے عربیوں کا عقیدہ !اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو صحیح عقیدہ دے میرا تو یہ یقین ہے کہ یہ آب زم زم دنیا کا پانی ہے ہی نہیں۔آگے واللہ اعلم۔

اے آب زم زم تیری بھی کیا شان ہے
جس کے پینے سے ہو شفا یہی تیری شان ہے

حرام کی تباہکاریاں خاص طور پر مسلمانوں میں

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں چھوٹا سا بچہ تھا ،میرے والد صاحب چار بھائی تھے ۔میرے والد اور ایک چچا کھیتی باڑی کرتے تھے اور ایک بھائی فوج میں ملازم تھے اور بڑے بھائی گھر کی نگرانی کرتے تھے اور دوسرے بھائی ان کو کوئی کام کاج نہیں کرنے دیتے تھے ۔ہاں وہ اپنی مرضی سے جو کریں ۔میرے والد صاحب ہمیشہ باہر ہی سوتے تھے ۔سردیوں میں وہ برآمدے میں اور گرمیوں میں صحن میں سوتے تھے کیونکہ میرے والد کو رات کو چاروں گھروں کی رکھوالی کرنا ہوتی تھی ۔والد صاحب کے گاؤں کے کچھ دوست تھے جن کی عادت تھی کہ وہ رات کو دوسرں کی فصل کاٹ لاتے اور مویشیوں کے آگے چارہ بنا کر ڈال دیتے ۔میرے والد صاحب کو بھی وہ دوست رات کو اپنے ساتھ لے جاتے اور دوسروں کی فصل کاٹ لاتے اور راتوں رات اسے اپنے مویشیوں کے آگے ڈال دیتے جس کی بھائیوں کو کانوں کان خبر تک نہ ہوتی کہ ہمارا بھائی رات کو کسی کی فصل کاٹ لاتا ہے ۔اس وقت ہمارے پاس تقریباً پچیس تیس مویشی ہوتے تھے جو بڑے قیمتی تھے ۔پھر کیا ہوا کہ حرام نے اپنا اثر دکھایا کہ ہمارے مویشی ایک ایک کر کے مرنے لگے حالانکہ اس وقت گاؤں میں مویشیوں میں کوئی بیماری بھی نہیں تھی صرف ہمارے ہی مویشی مر رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے چند ہی مویشی بچے ۔

اس وقت وہ خاندان امیر کہلاتا تھا جس کے پاس مویشی زیادہ ہوتے تھے ۔یہ حال دیکھ کر میرے والد صاحب نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سچے دل سے توبہ کی کہ میں آئندہ حرام کے پاس بھی نہیں جاؤں گا۔اس وقت میرے والد صاحب یہ کہتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہ آفت مجھ پر یا میرے بچوں پر نہیں پڑی ۔اس کے بعد میرے والد صاحب کو ایک دفعہ جو مویشیوں کی منڈی میں گئے ہوئے تھے وہاں سے کسی کی گری ہوئی رقم ملی جو ایک رومال میں بندھی ہوئی تھی جو تقریباً پانچ سو ہوگی جو آج کے وقت کے پانچ لاکھ کہہ لو۔اس وقت تو میرے والد صاحب کو کوئی پتا نہیں تھا کہ یہ رقم کس کی گری ہے کیونکہ منڈی میں اس وقت بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے اور نہ ہی کسی نے اپنی گری ہوئی رقم کا کوئی اعلان کرایا کہ اس طرح پتا چل جاتا کہ اس آدمی کی رقم گم ہوئی ہے تو اسے واپس کر دیتے ۔والد صاحب وہ رقم لے کر گھر چلے آئے اور آکے ہماری والدہ صاحبہ کو کہا ": یہ رقم مجھے منڈی سے ملی ہے اب اس رقم کو رکھ لو جب بھی پتا چلے گا کہ یہ رقم کس کی ہے تو اسے واپس لوٹا دیں گے "

شام کو پتا چلا کہ یہ رقم ہمارے ہی گاؤں کے ایک آدمی کی ہے جو اس وجہ سے بہت پریشان تھا کیونکہ اس کے پاس وہی جمع پونجی تھی جو اس سے گم ہوگئی تھی ۔جب میرے والد صاحب کو پتا چلا کہ یہ رقم فلاں آدمی کی منڈی میں گری تھی تو وہ رقم لے کر اس آدمی کے گھر گئے اور اس سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میں نے ابھی ابھی سنا ہے کہ آپ کی منڈی میں رقم گم ہوگئی تھی ۔تو اس آدمی

نے میرے والد صاحب کو کہا کہ میں نے دو مویشی بیچے تھے ان کی رقم تقریباً پانچ سو کے قریب ہو گی تو میں نے اس رقم کو اپنی طرف سے اپنی اندر والی جیب میں ڈالا تھا جہاں چوری ہونے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ پھر میری رقم کیسے گم ہوئی مجھے کچھ علم نہیں کہ کہاں گری ؟ اور کیسے گری ؟

میرے والد صاحب نے اس آدمی سے پوچھا کہ تمہاری رقم کھلی تھی یا کسی کپڑے میں بندھی ہوئی تھی تو اس آدمی نے کہا کہ رقم ایک سفید رومال میں بندھی ہوئی تھی ۔جب والد صاحب نے اس کو وہ رومال دکھایا جس میں اس وقت بھی اس کی رقم بندھی ہوئی تھی اور کہا کیا یہ تمہارا ہی رومال ہے؟ تو اس نے رومال دیکھ کر کہا": ہاں ماموں جان یہ رومال میرا ہی ہے " تو والد صاحب نے اسے کہا کہ تو اپنی یہ رقم ان سب لوگوں کے سامنے گن لے، اس وقت اس آدمی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔اس نے بھی اور باقی گھر والوں نے بھی میرے والد صاحب کو بہت دعائیں دیں اور جو لوگ اس وقت موجود تھے وہ بھی بہت ہی خوش ہوئے کہ غریب کی رقم مل گئی ہے۔

ایک دفعہ عید والے دن گاؤں کی لڑکیاں بالیاں جھولا جھول رہی تھیں تو جھولے والی جگہ پر کسی لڑکی کا سونے کا ہار گر گیا جو میری چھوٹی بہن کو ملا تو وہ ہار لے کر گھر چلی آئی اور والدہ صاحبہ کو آ کر دے دیا۔اس وقت تو کوئی پتا نہیں تھا کہ یہ ہار کس کا گم ہوا ہے جس لڑکی کا وہ ہار گرا تھا وہ لڑکی سید فیملی سے تھی۔جب اس لڑکی کو پتا چلا کہ میرا ہار کہیں گر گیا ہے تو وہ لڑکی روتی ہوئی اپنے گھر چلی گئی جو دوسرے محلے میں تھا۔جب یہ شور مچا کہ شاہ صاحب کی بیٹی کا ہار کہیں گم ہو گیا ہے تو اتفاق سے اس وقت میں اسی محلے میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔اس طرح ہار والی بات میں نے بھی سن لی کہ شاہ صاحب کی بیٹی کا ہار گم ہو گیا ہے۔میں نے گھر آ کر اپنے والدین کو بتایا کہ شاہ صاحب کی بیٹی کا ہار کہیں گم ہو گیا ہے اس وجہ سے سب گھر والے پریشان ہیں کہ پتا نہیں ہار کہاں گم ہوا ہے۔اس وقت وہ سونے کا ہار معمولی قیمت کا نہیں تھا اور وہ لڑکی تو روئے جا رہی تھی۔

میں نے جب یہ بات اپنے والدین کو بتائی تو میرے والد صاحب نے میری والدہ صاحبہ کو کہا کہ یہ ہار فوراً ان کو جا کے دے آؤ۔جب میری والدہ صاحبہ شاہ صاحب کے گھر ہار دینے گئیں۔تو اس وقت میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔میری والدہ صاحبہ نے مائی صاحبہ کو کہا کہ میں نے اپنے بیٹے سے سنا ہے کہ آپ کی بیٹی کا ہار گم ہو گیا ہے تو مائی صاحبہ نے کہا کہ ہماری بیٹی جھولے پر گئی ہوئی تھی جہاں اس کا ہار گم ہو گیا ہے۔اس وقت وہ ہار میری والدہ صاحبہ نے اپنے گلے میں پہن رکھا تھا انھوں نے اپنے گلے سے دوپٹہ ہٹا کر کہا کہ کیا آپ کی بیٹی کا ہار اسی طرح کا تھا؟ تو بچی نے فوراً کہا ": ہاں خالہ جان میرا ہار اسی طرح کا تھا" تو میری والدہ صاحبہ نے اس لڑکی کو کہا ": پھر تو یہ ہار آپ کا ہی ہو سکتا ہے ایسا ہار اور گاؤں میں کس کے پاس ہو سکتا ہے اس لیے اپنا ہار میرے گلے سے اتار لو''۔

میری والدہ صاحبہ نے مائی صاحبہ کو کہا کہ یہ ہار میری بچی کو جھولے والی جگہ سے ملا تھا۔آپ کا ہار آپ کو مبارک ہو۔اس وقت میرے والدین کو سب گھر والوں نے بے حد دعائیں دیں۔یہ تھی میرے والدین کی حرام سے سچی توبہ، پھر جس کے بدلے میرے والدین کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی ہر خوشی نصیب کی۔بچپن میں مجھ سے بھی ایک دفعہ غلطی ہوئی تھی۔وہ غلطی کیا ہوئی کہ میں اپنے گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ گھاس لینے کے لئے کھیتوں میں گیا۔سردیوں کے دن تھے جب گندم چھوٹی چھوٹی ہوتی ہے تو اس میں ایک لیہلی نام کی گھاس ہوتی ہے۔تو ہم لڑکے اس لیہلی کے ساتھ ساتھ سرسوں کے پتے بھی توڑ کر اپنی اپنی جھولیوں میں ڈال رہے تھے اور

میں نے بھی ان لڑکوں کی نقل کرتے ہوئے سرسوں کے ساگ کے پتے توڑ کر جھولی میں ڈال لیے۔ یہ میری زندگی کی پہلی چوری تھی۔ جب وہ گھاس میں اپنے گھر لایا اور والد صاحب نے گھاس دیکھی کہ گھاس میں کچھ سرسوں کے پتے بھی ہیں تو والد صاحب کو مجھ پر بہت غصہ آیا اور گالی گلوچ کرنے لگے یہاں تک کہ والد صاحب مجھے مارنے کو آئے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا ہے کہ یہ حرام ہم کو راس نہیں آنے والا، یہ تو نے کیا کر دیا۔ میں والد صاحب کا غصہ دیکھ کر باہر بھاگ گیا کہ کہیں والد صاحب مجھے مارنے نہ لگ جائیں۔ پھر کیا ہوا کہ جب وہ چارہ والد صاحب نے اپنے مویشیوں کے آگے ڈالا تو اس وقت ہماری بھینس حاملہ والی تھی وہ وقت مقررہ سے ایک یا دو دن پہلے ہی بیمار ہوگئی اور بھینس نے بیماری کی حالت میں بچہ دیا، اور اس نے ایک چلو دودھ بھی نہ دیا۔ بیماری کی حالت میں وہ دودھ کیا دیتی۔ پھر تو میری سختی آ گئی والد صاحب کے ہاتھوں سے، جب بھی میں کھانا کھانے بیٹھتا تو والد صاحب مجھے یہی کہتے کہ اب پی دودھ! تیری اس غلطی کی وجہ سے ہم سب کی روزی گئی۔

اس کے بعد میں نے بھی توبہ کرلی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا مگر آج تو یہ حرام ''حرام''ہی نہیں رہا۔ یہ حرام تو ہمارے معاشرے میں سر چڑھ کے بول رہا ہے۔ یہ جو آج ہمارے معاشرے میں برائیاں آئی ہیں۔ یہ سب کی سب برائیاں اس حرام کی آمدنی کی وجہ سے آئی ہیں۔ اس حرام خوری سے آج نہ تو کوئی مُلا مولوی بچا ہے اور نہ ہی کوئی پیر فقیر بچا ہے اور نہ ہی کوئی امیر غریب بچا ہے۔ اگر اس حرام سے کوئی بچا ہے تو وہ ہیں ہمارے پاکستان کے ''سیاستدان'' جو حرام کے پاس تک نہیں جاتے۔ صرف یہ زکوٰۃ کے پیسوں سے حج عمرے ہی کرتے ہیں اور باقی حرام سے یہ پاک صاف ہوتے ہیں۔ جیسے کتا ندی میں نہا کر آیا ہوا اگر اس قوم کو ٹھیک ہونا ہے جو اب بھٹکی ہوئی قوم کہلاتی ہے تو ہر ایک کو اس حرام سے توبہ کرنی ہوگی جو ہر برائی کی جڑ ہے ورنہ یہ قوم تباہ و برباد ہو جائے گی۔ حرام کی مثال اسی طرح کی ہوتی ہے جس طرح کسی انسان کو گولی بدن میں لگتی ہے وہاں تو وہ چھوٹا سا سوراخ کرتی ہے پھر جہاں سے وہ گولی بدن سے نکلتی ہے تو وہاں سے وہ گولی کئی گنا بڑا سوراخ کر جاتی ہے جو پھر موت کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی حال اس حرام کا بھی ہوتا ہے جب یہ آتا ہے تو اس وقت اس کا بہت ہی مزا آتا ہے پھر جب یہ حرام نکلتا ہے تو پورے گھر بار کو تباہ و برباد کر جاتا ہے۔ مگر ہم کیا کریں ہمارے پاس اربوں کھربوں کی دولت کیوں نہ ہو۔ ایک تو ہم حرام کو اپنے گھر لاتے ہیں اور اوپر سے ہم جھوٹ بھی اور دھوکہ دہی بھی کرتے ہیں۔ آج یہ ہیں ہمارے ایمان کی نشانیاں! آج تو اس حرام میں، جھوٹ میں، دھوکہ دہی میں پوری قوم ہی ڈوبی ہوئی ہے اور نام ہمارے ہیں محمدؐ اور احمدؐ اور علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ !! اور کام ہمارے آج کیا ہیں یہ تو آپ ہی بتائیں۔

آج اگر کسی کے پاس ایک سو روپے ہیں تو اس میں پچاس حرام کے ہوں گے اور اگر کسی کے پاس ایک ہزار ہو گا تو اس میں پانچ سو حرام کے ہوں گے اور اگر کسی کے پاس ایک لاکھ ہو گا تو اس میں پچاس ہزار حرام کے ہوں گے اور اگر کسی کے پاس ایک ارب ہو گا تو اس میں پچاس لاکھ حرام کے ہوں گے جتنا زیادہ جس کے پاس حرام ہو گا اتنا ہی اس گھر کی تباہی و بربادی ہو گی۔ کیونکہ یہ حرام تو پوری نسل کو تباہ و برباد کر جاتا ہے۔ یہ بات ہر مسلمان ہی جانتا ہے کہ حرام سے بے برکتی بھی ہوتی ہے اور اس فعل سے ہم سے کبیرہ گناہ بھی ہوتا ہے مگر پھر بھی ہم مسلمان اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ پہلی قومیں تو ایک ہی گناہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تباہ و برباد کی تھیں اور آج وہ سارے کے سارے گناہ ہم میں موجود ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم تو بڑی ہوشیار قوم ہیں کہ ہم حرام بھی

کھاتے ہیں اور جھوٹ بھی بولتے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ بھی دیتے ہیں ۔مگر ہم کسی کو کان و کان خبر بھی نہیں ہونے دیتے ۔قربان جائیں ایسی بے ہودہ سوچوں پر!

اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ہمیں اس حرام خوری سے! اس دھوکہ دہی سے! اور جھوٹ سے! جس سے معاشرے میں تباہی ہی آتی ہے اور کچھ حاصل نہیں ہونے والا بغیر پچھتاوے کے۔ اکرمؔ! تیری ان باتوں پر آج کون کان دھرے گا۔ یہی لوگ کہیں گے کہ یہ آدمی تو پرانے وقتوں کی باتیں کرتا ہے ۔آج ان باتوں کی کیا حقیقت ہے اگر آج ہم حرام خوری نہ کریں گے تو بیوی کی فرمائشیں کہاں سے پوری کریں گے اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم کہاں سے دلائیں گے۔ اس لیے آج حرام خوری کرنا ہماری مجبوری ہوگئی ہے چاہے اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ہم اسی حرام سے اللہ کے نام پر صدقہ خیرات دے کر اللہ کو راضی کرلیں گے۔خدا معاف کرے خدا نہ ہوا چھوٹا بچہ ہوا جسے گولی ٹافی یا چاکلیٹ دے کر خوش کرلیں گے۔آج ایسا ہو بھی رہا ہے جہاں حرام کے مال سے حج عمرے کئے جا رہے ہیں ۔اسی حرام سے آج مسجدوں کے چندے بھی دیئے جا رہے ہیں ۔ پھر خدا کیوں نہ ایسے لوگوں پر ناراض ہو گا جن کا آج اوڑھنا بچھونا حرام ،جھوٹ اور دھوکہ دہی ہے۔آج دوسروں کو چھوڑ و ماں باپ کو اولاد دھوکہ دے رہی ہے۔ماں باپ اولاد کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اب اس کے آگے نہ جانا آگے تو قیامت ہے۔

جس طرح ہانڈی میں مرچ مصالحہ کم ہو تو کوئی مزا نہیں ہوتا
آج اسی طرح حلال میں حرام نہ ہو تو کوئی مزا نہیں ہوتا

جب یہ حرام گھر آتا ہے تو بڑا ہی مزا آتا ہے
جب یہ حرام جاتا ہے تو پورا گھر ہی تباہ کر جاتا ہے

حضور پاک ﷺ کی حدیث کا معنی

میں ایک عام سا انسان ہوں میرے پاس دینی تعلیم چھوڑ میرے پاس تو دنیاوی تعلیم بھی معمولی سی ہے۔مگر الحمد اللہ کہ میں مسلمان ضرور ہوں اور نبی پاک ﷺ اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور اللہ رسول ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہوں اور نبی پاک ﷺ کے ہر فرمان کو جو میں جانتا ہوں یا نہیں بھی جانتا ،جن نبی پاک ﷺ کے فرمانوں پر میں عمل کرتا ہوں یا بدنصیبی سے نہیں بھی عمل کر رہا۔میں نبی پاک ﷺ کے ہر فرمان کو اپنے سر آنکھوں پر رکھتا اور ان کے ہر فرمان کو اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔اب میرا سوال اس حدیث پر ہے جس حدیث کو میں نے خود تو کسی کتاب میں نہیں پڑھا مگر یہ حدیث میں نے علماء حضرات سے سنی ضرور ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ معاف کرے حدیث کچھ اس طرح سے ہے کہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ تم کسی عربی کو برا بھلا نہ کہو یا لعن طعن نہ کرو کیونکہ میں بھی عربی ہوں۔ویسے بھی جب کوئی حضور پاک ﷺ کے بارے میں کچھ لکھتا ہے تو وہ عرب والی سرکار' مدینے والی سرکار' مکہ والی سرکار ہی لکھتا ہے یہ تینوں الفاظ واقعی ادب واحترام والے ہیں۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ جب حضور پاک ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ کوئی مسلمان عربی کو کسی طرح سے بھی برا بھلا نہ کہے یا لعن طعن نہ کرے۔پھر ہم مسلمان یزید یا یزیدی ٹولے کو کیوں برا بھلا کہتے لعن طعن کرتے ہیں جب کہ وہ سب کے سب خالص عربی ہی نہیں تھے بلکہ یزید اور یزیدی ٹولہ تو جلیل القدر صحابیوں کی اولادیں بھی تھیں۔جن کو ہم مسلمان پورا سال برا بھلا کہتے اور لعن طعن تو کرتے ہی رہتے ہیں مگر ماہ محرم کے دنوں میں تو ہر مسلمان یزید اور یزیدی ٹولے کو دن رات برا بھلا کہتا اور لعن طعن خوب دل کھول کے کرتا ہے۔پھر آپ ہی بتائیں کہ حضور پاک ﷺ کی اس حدیث کا ہم کیا معنی نکالیں گے جس حدیث کو علماء کرام اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی عربی کو کوئی برا بھلا نہ کہا جائے اور لعن طعن نہ کیا جائے کیونکہ میں بھی عربی ہوں۔پھر ہم مسلمان کیوں یزید اور یزیدی ٹولے کو برا بھلا کہتے ہیں۔کیا یہاں حضور پاک ﷺ کی اس حدیث کا معنی مطلب کچھ اور ہو جاتا ہے؟ یا ہم مسلمان آج تک حضور پاک ﷺ کی اس حدیث کا معنی ہی نہیں سمجھ پائے جن عربیوں نے اور صحابہ کی اولادوں نے نبی پاک ﷺ کی آل اولاد کو بے گناہ کربلا کے میدان میں کس کس طرح سے تڑپایا تھا۔جس ظلم کو میری قلم یہاں لکھنا گوارا نہیں کرتی کہ میں ان ظالموں کے کون کون سے ظلم لکھوں۔

ہم جب بھی کربلا کے منظر دیکھتے ہیں تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔جہاں ان ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی تھی جن کے بارے میں سوچتے ہی منہ سے برا بھلا اور لعن طعن نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔بے شک یزید اور یزیدی ٹولہ عرب ہی تھے اور یہ سب صحابہ کی اولادیں ہی تھیں۔جن پر مسلمان قیامت تک برا بھلا اور لعن طعن کرتے رہیں گے۔چاہے وہ نام کے ہی مسلمان کیوں نہ ہوں گے مگر جب بھی وہ کربلا کا واقعہ سنیں گے تو ان کے منہ سے بے ساختہ برا بھلا اور لعن طعن کے الفاظ ہی نکلیں گے۔ایک تو وہ یزیدی جو پہلی صدی کے تھے جن کے ظلم کی داستان مسلمان قیامت تک نہیں بھول پائیں گے جنہوں نے کربلا میں اہل بیت کے ساتھ کیا کیا ظلم نہ ڈھائے اور آج ایک پندرھویں صدی کے یزیدی بھی ہیں جن کے ظلم کی داستانیں پہلے یزیدیوں سے کوئی کم نہیں ہیں۔پہلے یزیدی

بھی عربی تھے اور آج کے یزیدی بھی عربی ہیں۔ جو آج اپنی ہی عوام پر ظلم کرنے کے لئے ہندوؤں' عیسائیوں' یہودیوں اور خدا کو نہ ماننے والوں سے مدد لے کر یعنی کیمیائی ہتھیار خرید کر جن میں فائٹر جہاز، توپیں' گنیں جو اپنی ہی عوام کے ٹیکسوں سے خریدتے ہیں پر اسی اسلحے سے عرب یزیدی اپنی ہی عوام کا قتل عام کر رہے ہیں نہ کہ کسی دشمن کو اس اسلحے سے مار رہے ہیں اور مار بھی یہ یزیدی معصوم بچوں کو، بوڑھوں کو اور عورتوں کو رہے ہیں جس طرح پہلے یزیدیوں نے کربلا کے میدان میں معصوم بچوں پر ظلم کیے۔

پاک مستورات پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے اور آج یہ یزیدی اپنے ہی ملک کی دولت کو لوٹ کھسوٹ کر اپنے ہی دشمنوں کے بنکوں میں رکھ رہے ہیں۔ جن پر یہ عرب یزیدی خدا سے بھی زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ عرب یزیدی آج عام مسلمان کو مسلمان کیا یہ تو انسان بھی نہیں سمجھتے اور اگر ان کے سامنے ہندو، عیسائی، یہودی یا خدا کو نہ ماننے والوں کا کتا بھی آ جائے تو یہ عرب یزیدی بچھ بچھ جاتے ہیں کیونکہ یہ عرب حکمران یزیدی آج اپنے ہی دشمنوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ پہلی صدی کے یزیدیوں میں اور آج کے یزیدیوں میں کون سا فرق ہوا؟ پہلے یزیدیوں نے تیروں اور تلواروں سے ظلم کیا اور آج یہ معصوم بچوں کی جانیں، عورتوں اور بوڑھوں کی جانیں لے رہے ہیں اپنی اپنی سرداریاں بچانے کے لئے جس کو آج ساری دنیا کے مسلمان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ عرب یزیدی اپنی ہی عوام کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر کس طرح کے ظلم ڈھا رہے ہیں۔

اگر ہم مسلمان پہلی صدی کے عرب یزیدیوں کو برا بھلا اور لعن طعن کرتے رہتے ہیں جنہوں نے کربلا کے میدان میں اہل بیت پر ظلم کئے تھے اور وہ سب کے سب عربی ہی تھے اور ان میں اکثر صحابہ کی اولادیں تھیں تو کیا آج کے عرب یزیدیوں کو برا بھلا اور لعن طعن نہ کروں کیونکہ یہ عربی ہیں؟ کیونکہ ہمارے نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کیونکہ میں بھی عربی ہوں۔ اگر ہم مسلمان آج کے ظالم عربیوں کو برا بھلا اور لعن طعن نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے نبی پاک ﷺ نے عربیوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہوا ہے۔ پھر تو ہم مسلمانوں کو پہلے عرب یزیدیوں کو بھی برا بھلا لعن طعن نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی سب کے سب عربی ہی تھے اور ان میں اکثر صحابہ کی اولادیں تھیں اور آج اسی طرح کے سید بھی ہیں جو اپنے آپ کو آل رسول ﷺ کہلاتے ہیں اور ان سیدوں کے آج کرتوت ہم سب مسلمانوں کے سامنے ہیں۔ میں تو اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا کہ کہیں ان الفاظ سے سید کی بے ادبی نہ ہو جائے ویسے تو آج سید خود ہی سید نام کی کوئی لاج نہیں رکھ رہے۔ آج کے سیدوں کو خود ہی اپنے آپ کو سنبھالنا ہو گا ورنہ یہ سید ایک دن اپنے ہی نانا جان کے سامنے شرمندہ ہوں گے کہ تم نے سید ہو کے اس حقیر دنیا کی خاطر میرا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ جن کو میری امت کے سامنے ایک اعلیٰ نمونہ ہونا چاہئے تھا اور تم نے تو وہ فعل کر دکھائے جو ایک عام سا مسلمان بھی نہیں کرتا۔ اللہ تبارک تعالیٰ مسلمانوں کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آمین!

اٹھئے اٹھئے پیارے نبی اٹھئے حال دیکھئے اپنی لٹتی ہوئی اہل بیت کا
چھین لیے سکینہ' صغریٰ کے بھائی اکبر' اصغر یہ حال ہے ان عربیوں کا

کیا خوب اٹھاتے ہیں فائدہ مسلمان ان آیتوں حدیثوں کا
جہاں ہو فائدہ وہیں گھڑ لیتے ہیں معنی مطلب ان کا

آج واقعی انسان افضل مخلوق ہے!!!!

پہلے لوگوں کی اپنی اور اپنی اولادوں کی تربیت کس طرح کی ہوا کرتی تھی کہ بزرگ کھانا کھانے سے پہلے خود اپنے ہاتھ دھوتے پھر اپنے بچوں کو بھی ہاتھ دھونے اور کلمہ پڑھنے کو کہتے ۔ پھر بچوں کے ساتھ بیٹھ کر نوالہ توڑنے سے پہلے وہ خود کلمہ پڑھتے پھر نوالہ توڑتے پھر بچوں کو بھی نوالہ توڑنے سے پہلے کلمہ پڑھاتے پھر نوالہ توڑنے دیتے ۔اگر کوئی بچہ بھولے سے کلمہ پڑھے بغیر نوالہ توڑتا بھی ہے تو والدین بچوں کو اچھی بھلی جھاڑ پلاتے کہ پہلے کلمہ پڑھو پھر نوالا توڑو، پھر کھانا کھانے کے بعد والدین پہلے خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کرنے کو کہتے ۔کھانا کھانے کے بعد خود اپنے ہاتھ منہ صاف کرتے ۔اس کے بعد بچوں کو بھی ہاتھ منہ صاف کرنے کو کہتے یعنی والدین اپنے بچوں کو کھانے کا طریقہ سکھاتے ۔جب تک بچے اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا نہ کر لیتے تب تک والدین بچوں کا پیچھا نہ چھوڑتے ۔حالانکہ اس وقت کے والدین اکثر ان پڑھ ہوا کرتے تھے ۔ یہی حق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا، انسانوں کو چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا ہر حال اور ہر دم شکر اور ادب بجا لائیں ۔ یہ ہر انسان پر واجب ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کی بے ادبی سے بچتا رہے ۔جس انسان نے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی بے حرمتی کی اس کو بال آخر پچھتانا ہی پڑے گا۔ پہلے جب شادی بیاہ ہوتا تھا تو لوگ کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوتے پھر نوالہ توڑنے سے پہلے کلمہ پڑھتے پھر بیٹھ کر کھانا شروع کرتے تھے یعنی اس وقت کے لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کا بڑا ادب کرتے تھے نہ کہ آج کی طرح حیوانوں کی طرح بغیر ہاتھ دھوئے اور بغیر کلمہ پڑھے کھڑے ہو کر کھانا کھاتے ۔جس طرح آج کا انسان بغیر ہاتھ دھوئے، بغیر کلمہ پڑھے کھڑے ہو کر حیوانوں کی طرح کھانا کھاتے نظر آتا ہے ۔ان میں عام لوگ ہی نہیں کر رہے بلکہ ان میں تو بڑے پڑھے لکھے مذہبی حضرات بھی ایسا ہی کرتے نظر آتے ہیں ۔جن کو تو دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہونا چاہئے تھا۔ پاکستان میں اب جہاں بھی شادی بیاہ ہوتے ہیں تو وہاں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر چھوٹا بڑا آدمی کھڑا ہو کر کھانا کھا رہا ہوتا ہے جو سراسر نبی پاک ﷺ کی سنت کے خلاف ہے اور کہنے کو ہم مسلمان ہیں اور نبی پاک ﷺ کے امتی ہیں اور کردار ہمارے غیر مسلموں جیسے ہیں ۔خدا جانے ایسے لوگ کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ بھی دھوتے ہیں یا نہیں یا کھانا کھانے شروع کرنے سے پہلے کلمہ بھی پڑھتے ہیں یا نہیں ۔ جب شادی بیاہ میں لوگ کھانا کھا رہے ہوتے ہیں تو اس وقت آدھا کھانا ہم پلیٹوں میں ہی چھوڑ دیتے ہیں ۔ جیسے حیوانوں کا چھوڑا ہوا کھانا ہوتا ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے رزق کی بے حرمتی ہو رہی ہوتی ہے ۔

جو کچھ مینڈک برسات میں کرتے ہیں
تقریباً وہی کچھ ہم تقریبات میں کرتے ہیں

حالانکہ ہمارے نبی پاک ﷺ تو دسترخواں سے کھانے کے ذرّے بھی اٹھا کر کھا لیتے تھے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کا ادب فرماتے تھے اور اس میں برکت بھی ہوتی تھی اور آج ہم جب شادی بیاہ میں کھڑے ہو کر کھانا کھا رہے

ہوتے ہیں تو آدھا کھانا تو ہمارے پاؤں میں روندھا جارہا ہوتا ہے۔آج ہم یہ حالت کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی جو آج ہمارے مسلمانوں کے پاؤں میں رُل رہا ہے۔ پھر ایسی قوم پر اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہو یا ناراض ہو! یہ بھی ہم مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں اور کچھ بے چارے وہ بھی ہیں جن کو ایک وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوتا اور کچھ وہ بھی ہیں جن کے پاؤں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا رزق رُل رہا ہوتا ہے اور ان کو کوئی خبر تک نہیں ہوتی کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا یہ حشر اور ناشکری کر رہے ہوتے ہیں۔اب تو اس رزق کے ساتھ اور بھی بے ادبی دیکھنے کو نظر آ رہی ہے جب بھی کسی لیڈر کا جلسہ ہوتا ہے لیڈر صاحب دس یا پندرہ ہزار آدمی کے لئے جلسے میں چاولوں کی دو یا تین دیگیں بنوا کر لے آئے گا کہ شاید لوگ میری وجہ سے جلسے میں نہ بھی آئیں مگر چاولوں کی خوشبو سونگھ کر چلے آئیں۔لوگوں کو تو پہلے ہی یقین ہوتا ہے کہ لیڈر صاحب جو بھی فرمائیں گے وہ تو سراسر جھوٹ ہی فرمائیں گے اس لیے لوگوں کا دھیان تقریر کی طرف کم ہی ہوتا ہے مگر چاولوں کی طرف لوگوں کا دھیان زیادہ ہوتا ہے کہ لیڈر صاحب کب اپنی فضول تقریر بند کرے تو ہم چاولوں پر ٹوٹ پڑیں جیسے کتے مردار پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور چاول کم ہوتے ہیں پھر لوگ چاولوں کی خاطر ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جو کتوں سے بھی بدتر، جیسے کتے ایک بوٹی پر کئی کئی کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ وہ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی جھولیوں میں چاول ڈال رہے ہوتے ہیں کہ راستے ہی میں چاول کھاتے جائیں گے اور کچھ تو ہاتھوں میں چاول لیے ہوتے ہیں۔جب جلسے میں لوگ ایک دوسرے سے چاولوں کی خاطر چھینا جھپٹی کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت بہت سے چاول زمین پر گر رہے ہوتے ہیں جو لوگوں کے پاؤں کے نیچے آ رہے ہوتے ہیں کیا اس وقت ان لوگوں نے ہاتھ بھی دھوئے ہوتے ہیں یا نہیں؟ یا اس وقت جب لوگ چاول کھا رہے ہوتے ہیں وہ کلمہ بھی پڑھتے ہیں یا نہیں !!میرے خیال میں ہرگز نہیں!!! وہ تو اس وقت کتوں کی طرح جھپٹ رہے ہوتے ہیں۔ جیسے انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی چاول دیکھے ہی نہیں یا پھر زندگی میں یہ چاول ہمیں نصیب ہوں گے یا نہیں۔جس تماشے کو پاکستان کے بہت سے ٹی وی چینل دکھا رہے ہوتے ہیں ۔ان تماشوں کو لوگ پاکستان کے اندر بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں اور ساتھ باہر کی دنیا کے لوگ بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ حالت ہے پاکستانی مسلمانوں کی کہ ان کا کھانا پینا بھی بدتمیزی کا ہوتا ہے یا یہ کہہ لو کہ پاکستان کے لوگ بڑے ادب سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا استعمال کر رہے ہوتے ہیں جو کتوں کی طرح ایک مٹھی چاولوں کی خاطر ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوتے ہیں۔

آج کے لیڈروں نے لوگوں سے ووٹ لینے کی قیمت صرف ایک پلیٹ چاول لگائی ہوتی ہے۔ پاکستان میں جب کبھی بھی الیکشن ہوتا ہے تو لیڈر صاحب دس پندرہ دیگیں چاولوں کی پکوا لیتا ہے پھر ان چاولوں کی وجہ سے الیکشن بھی جیت جاتا ہے۔ پھر جب لیڈر صاحب کی برتھ ڈے ہوتی ہے تو برتھ ڈے کی خوشی میں لیڈر صاحب کے لئے ایک کیک بنوایا جاتا ہے اور سپورٹرز وہ دو سے تین ہزار بلا لیتا ہے کہتے ہیں نا کہ ''ایک نمبو اور پنڈ پسیاں دا ''اس وقت سپورٹروں کو لیڈر صاحب کی فضول باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ان کا تو دھیان اس وقت کیک کی طرف ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک لیڈر صاحب کی برتھ ڈے تھی۔ان صاحب نے کیک تو ایک ہی بنوایا اور سپورٹر بہت سے جمع کر لیے جب سپورٹر کیک پر جھپٹے بغیر ہاتھ دھوئے اور بغیر کلمہ پڑھے تو سپوٹروں نے کیک بے چارے کا برا حال کر دیا۔لوگ کیک کو کھا کم رہے تھے

اور کیک کو اپنے ہاتھوں کپڑوں اور منہ پر زیادہ مل رہے تھے اور کافی سارا کیک تو وہ چھینا جھپٹی میں زمین پر گرا کر اس پر پاؤں مار رہے تھے جیسے حیوان اپنے ہی چارے پر پاؤں مار رہے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھ منہ کپڑے سب کیک نے سفید کر دیئے۔ ایک صاحب کو کپ ہاتھ نہ آیا تو اس نے جلدی میں اپنا ہاتھ چائے والے برتن میں ہی ڈال دیا جس سے اس آدمی کا ہاتھ جل گیا۔ پر وہ اپنے ہاتھ پر پھونکیں مارنے لگا اس نے یہ حرکت جلدی میں اس لیے کی کہ شاید مجھے کپ نہ بھی ملے تو مجھے چائے بھی نہ مل سکے گی۔ جیسے اس آدمی نے زندگی میں چائے پہلی دفعہ دیکھی ہے اور پھر شاید زندگی میں نہ بھی ملے۔ یہ سب منظر میں نے انگلینڈ میں ٹی وی چینل پر دیکھے۔ میں ہی نہیں یہ منظر تو پوری دنیا کے لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ایک پاکستانی نے چائے کی خاطر اپنا ہاتھ جلا لیا ہے پھر تو وہ آدمی چائے کیا کیک کھانا بھی بھول گیا۔ اللہ کے بندو! جب تم ایسی حرکتیں کرتے ہو تو اس وقت تمہیں ساری دنیا کے لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ پاکستان کے مسلمانوں کو کھانا کھانے کی بھی کوئی تمیز نہیں۔ ایسی حرکتوں سے ہم پاکستانی مسلمان دنیا میں خود ہی اپنی جگ ہنسائی کرا رہے ہوتے ہیں کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی افضل مخلوق اور مسلمان ہو کر حیوانوں ہی نہیں کتوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے رزق کی بے ادبی کر رہے ہو۔ یہ لیڈر صاحب تمہارے ہی ٹیکس سے تمہیں کھلا کر پھر تمہیں ہی بیوقوف بنا رہے ہوتے ہیں ورنہ جو وہ تمہیں کھلاتے ہیں وہ ان کے باپ کی کمائی تھوڑی ہی ہوتی ہے جو تم پر خواہ مخواہ لٹائیں گے۔ اللہ کے بندو! جب تک تمہیں کوئی باعزت طریقے سے دعوت نہ دے اس وقت تک خواہ مخواہ کسی کے ہاں نہیں جانا چاہئے۔ یہ بات تو آپ نے کئی بار سنی ہوئی ہے کہ بے عزتی کے حلوے سے تو عزت کا سرسوں کا ساگ ہی بہتر ہوتا ہے۔ مگر ایسی مثالیں بھی تو کسی باضمیر انسان کے لئے ہوتی ہیں اور بے ضمیر انسان کا حال تو ایسا ہوتا ہے جس کے سامنے حلوہ رکھ کر اوپر سے اسے جوتے مارنے شروع کر دو تو وہ جوتوں کی پرواہ کئے بغیر حلوہ کھاتا رہے گا۔ جیسے اس نے زندگی میں کبھی حلوہ دیکھا ہی نہیں۔ جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس پاکستانی قوم کی یہ حالت دیکھتا ہوگا تو یہ ضرور سوچتا ہوگا کہ جس انسان کو میں نے افضل مخلوق بنا کر دنیا میں بھیجا ہے جنہیں انسانوں جیسے کام کرنے چاہئے تھے مگر آج یہ میری افضل مخلوق حیوانوں سے بھی بدتر اور بے ضمیر ہوتی جا رہی ہے۔ پہلے لوگوں کے مقابلے میں آج کے انسانوں کے پاس دیکھنے میں تو سب کچھ ہے اگر آج اس کے پاس نہیں ہے تو وہ سکون نہیں ہے جو اندر سے بالکل خالی ہیں اور پہلے لوگوں کے پاس سب کچھ نہ سہی مگر وہ لوگ ہوتے بڑے پرسکون تھے اور اندر سے وہ بڑے سکون میں ہوتے تھے۔ آج کا انسان سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکون میں نہیں ہے اس کی وجہ آج کے انسانوں کے اپنے اعمال ہیں جب تک آج کا انسان خود نہیں بدلے گا پھر تو ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ہدایت دے۔ آج تو غیر مسلموں کو چھوڑیئے آج تو مسلمان کھڑے ہو کے ہی نہیں چلتے پھرتے کھاتے پیتے نظر آتے ہیں ان میں مرد ہی نہیں عورتیں بھی بازاروں میں کھاتی پیتی نظر آتی ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ بچوں پر کیا اثر پڑے گا برے سے برا۔ اس میں قصوروار کون ہم سب۔

جس انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے افضل مخلوق بنایا ہے
آج اس افضل مخلوق نے اپنا کیا برا حال بنایا ہے

☆☆☆☆☆

آج ہمارے ایمانوں کی عجیب حالت ہے

یہ باتیں جو میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں ستر سال پہلے کی بھی ہیں اور آج کی بھی ہیں۔ میں ستر سال پہلے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس وقت گاؤں کی آبادی کوئی زیادہ نہ تھی۔ چھوٹے گاؤں ہوتے تھے اور گاؤں کے لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اکثر لوگ ان پڑھ ہوتے کچھ گاؤں میں تو سکول ہی نہیں ہوتے تھے اور بعض گاؤں تو بہت ہی چھوٹے ہوتے یعنی گنتی کے چند گھرانے ہوتے تھے۔ ان کی مسجدیں تو ہوتی تھیں مگر ان کو کوئی امام مسجد رکھنا مشکل ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ بچوں کو قرآن پڑھانے کا بھی کوئی خاص بندوبست نہیں ہوتا تھا۔ اگر گاؤں میں کوئی عورت یا مرد قرآن پڑھا ہوتا تو وہی گاؤں کے بچے بچیوں کو قرآن پڑھاتے یا پھر کسی نزدیک والے گاؤں میں وہ لوگ اپنے بچے بچیوں کو قرآن پڑھنے کے لئے بھیج دیتے تھے۔ اس طرح ان کے بچوں کو قرآن پڑھنا نصیب ہوتا اور جب رمضان کا مہینہ آتا تو گاؤں والے کسی دوسری جگہ سے تراویح کے لئے کوئی امام صاحب لے آتے جو گاؤں والوں کو تراویح بھی پڑھاتے اور بعد میں عید بھی پڑھا دیتے تھے اور جب قربانی والی عید ہوتی یا کوئی نکاح یا جنازہ یا بچوں کی پیدائش ہوتو بھی کسی مولوی صاحب یا شاہ صاحب کو لے آتے۔ اس طرح وہ اپنا دینی کام چلاتے تھے۔

اس وقت مسجدیں اکثر چھوٹی ہوتی تھیں اور بعض جگہوں پر تو مسجدیں کچی ہوتی تھیں اور جو گاؤں بڑے ہوتے تھے انہوں نے تو اپنی مسجدوں میں کسی مولوی یا شاہ صاحب کو امام رکھا ہوتا تھا جو امامت کے ساتھ گاؤں کے بچے بچیوں کو قرآن بھی پڑھاتا اور باقی گاؤں کے دینی کام بھی پورے کرتا تھا۔ اس وقت شہر کی مسجدیں ہوں یا گاؤں کی مسجدیں ہوں ان کے مینار آج کی طرح بڑے نہ ہوتے تھے۔ اس وقت تو چھوٹے گاؤں میں کوئی اذان دینے والا بھی نہ ہوتا۔ لوگ وقت پر اپنی اپنی نماز پڑھ کے چلے آتے تھے۔ وہ لوگ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے اکثر لوگ نماز میں کوتاہی کر جاتے اور جب فصل کاٹنے کا وقت آتا یا پھر ہل چلانے کا وقت آتا تو اگر اس وقت ماہ رمضان آ جاتا تو بھی لوگ اکثر روزہ رکھنے میں کوتاہی کر جاتے۔ مگر وہ لوگ آج کی طرح فرقوں کو بالکل نہ جانتے تھے جس طرح آج فرقوں کی بھرمار نظر آ رہی ہے وہ بالکل نہ جانتے تھے کہ سنی کس کو کہتے ہیں شیعہ کس کو کہتے ہیں وہابی' دیوبندی کس کو کہتے ہیں۔ وہ لوگ تو اپنے آپ کو صرف مسلمان کہتے تھے۔ نہ تو وہ لوگ اس وقت آج کی طرح میلاد مناتے تھے اور نہ وہ لوگ آج کی طرح گیارہویں شریف مناتے تھے۔ ہاں وہ لوگ اس وقت گیارہویں دیتے ضرور تھے کسی سید گھرانے کو۔ نہ ہی تو وہ اس وقت جلسے جلوس کرتے تھے اور نہ ہی آج کی طرح جگہ جگہ عرس ہوتے تھے۔ آج تو کسی کا بابا فوت ہو جائے تو اس نے بھی بابا کا مزار بنا کر پھر بابا کا عرس منانا شروع کر دینا ہے۔

اس وقت ہمارے حلقے میں دو یا تین مزاروں پر عرس ہوتے تھے جن کو ہم میلہ کہا کرتے تھے۔ ہاں جب رمضان کی یا

قربانی کی عیدیں آتی تو لوگ دل کھول کر خوشیاں مناتے، نئے نئے کپڑے سلا کر پہنتے اور اچھے اچھے لذت دار کھانے پکا کر کھاتے اور جب محرم شریف کا مہینہ آتا تھا تو لوگ اس پورے مہینے میں کسی قسم کی کوئی خوشی نہ مناتے اور اکثر لوگ کربلا کے شہیدوں معصوموں کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرتے اور دس محرم کو اکثر لوگ روزہ بھی رکھتے تھے اور لوگ صبح صبح پہلے اپنے فوت شدگان کی قبروں پر تازہ مٹی ڈالتے تھے پھر اس کام سے فارغ ہو کر پھر گڑ والے میٹھے چاول پکاتے اور شربت بنا کر دونوں چیزوں کو گھر کے دروازے کے سامنے رکھ کر لوگوں میں تقسیم کرتے۔ اس عمل میں اس وقت سنی شیعہ کا کوئی سوال نہ ہوتا کہ یہ عمل کس کو کرنا ہے۔ اس عمل کو اس وقت ہر مسلمان اپنا فرض سمجھ کر ادا کرتا، کربلا کے شہیدوں اور معصوموں کے ایصال ثواب کے لئے۔

رہی اس وقت کے لوگوں کے حج کی بات، پہلے تو اس وقت لوگوں کے پاس اتنی رقم ہی نہیں ہوا کرتی تھی کہ ان پر حج فرض ہوتا اگر اسوقت کسی کے پاس حج کے لئے رقم ہوتی بھی تو اس وقت سفر پر جانے کی بڑی مشکلیں ہوا کرتی تھیں۔ پہلے تو حج پر جانے والوں کو گھر سے کئی کئی میل دور ریلوے اسٹیشن پر جانا پڑتا، وہ بھی پیدل پھر وہاں سے ریل گاڑی پکڑ کر وہ کراچی پہنچتے، پھر کراچی سے وہ بحری جہاز پر سوار ہو کر حجاز عرب پہنچتے۔ پھر وہاں سے گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار ہو کر پہلے مکہ مکرمہ جاتے، حج کرتے۔ پھر حج کر کے وہ گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ منورہ مسجد نبوی اور روضہ پاک پر پہنچتے۔

اس سارے سفر میں حاجیوں کے دو سے تین مہینے لگ جاتے تھے۔ پھر اسی طرح حاجیوں کو واپسی پر بھی دو سے تین مہینے لگ جاتے یعنی حاجی حج کر کے پانچ سے چھ مہینے بعد اپنے اپنے گھروں میں واپس پہنچتے تھے۔ تب جا کہ حاجیوں کے حج مکمل ہوتے تھے جب میری عمر چار پانچ سال کی ہوگئی تو ہمارے علاقے سے کچھ گاؤں میں سے کچھ آدمیوں نے حج پر جانے کی تیاری کی تو ان میں ہمارے گاؤں کی ایک مائی صاحبہ نے بھی ان کے ساتھ حج پر جانے کی تیاری کی۔ جس دن مائی صاحبہ نے حج کے لئے جانا تھا تو ان کو رخصت کرنے کے لئے تقریباً پانچ سے چھ گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے جن میں مرد اور عورتیں بھی تھیں۔ ایک میلا سا لگ گیا تھا ان میں تو کچھ مائی صاحبہ کو ایک میل تک رخصت کر کے واپس چلے آئے اور بہت سے وہ بھی تھے جو مائی صاحبہ کو ریل گاڑی پر سوار کر کے واپس آئے تو جب مائی صاحبہ ان لوگوں سے رخصت ہونے لگی تو ان سب کو کہا کہ آپ سب میرے لیے دعا کرنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اپنے حبیب کے قدموں میں موت دے۔ تو میں نے دیکھا کہ یہ بات مائی صاحبہ کی سن کر لوگ زار و قطار رونے لگے اور مائی صاحبہ سے کہنے گے کہ آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ آپ جب حج کر کے واپس آئیں گی تو ہم آپ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ روضہ پاک کی باتیں سنیں گے اور اپنے ایمان تازہ کریں گے،

اس وقت لوگ یہی کہتے تھے کہ یہ پہلے لوگ ہیں جو ہمارے علاقے سے حج پر جارہے ہیں۔ آگے واللہ اعلم! جب یہ سب لوگ حج کر کے بحری جہاز میں سوار ہوئے تو مائی صاحبہ نے ان حاجیوں سے فرمایا کہ لگتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری وہ دعا جو میں نے گھر سے نکلتے ہوئے مانگی تھی کہ مجھے اپنے حبیب کے قدموں میں موت دینا قبول کرلی ہے۔ بس مائی صاحبہ کا ان لوگوں کو اتنا کہنا تھا کہ مائی صاحبہ کا دم رخصت ہوگیا۔ جب وہ حاجی حج کر کے واپس آئے تو ان حاجیوں نے بتایا کہ جب مائی صاحبہ حج کر کے جہاز میں سوار ہوئی تو وہ اسی وقت فوت ہوگئیں تھیں تو ہم سب نے مائی صاحبہ کا جنازہ پڑھ کر پھر ایک لکڑی کے تختے پر میت کو باندھ کر سمندر کے حوالے

کر دیا تھا۔ پھر میں نے کیا دیکھا کہ ہمارے گاؤں کے لوگ ٹولیوں کی ٹولیاں بن کر ان حاجیوں کو گاؤں گاؤں جا کے مبارکباد یں دینے گئے۔ پھر وہ لوگ ان حاجیوں کے ہاتھوں کو بھی اور ان کے کپڑوں کو بھی چومتے تھے اور حاجیوں سے مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ روضہ پاک کی باتیں پوچھتے۔ پھر ان حاجیوں سے وہ لوگ آب زم زم اور کھجوریں بھی لائے جو انہوں نے ہر چھوٹے بڑے میں تقسیم کیں۔

پہلے مرد اکثر داڑھیاں نہیں رکھتے تھے اگر اس وقت کوئی داڑھی والا ہوتا تو لوگ اسے مولوی یا مُلا کہا کرتے کہ اس شخص نے داڑھی رکھی ہے تو یہ ضرور دین دار آدمی ہے۔ اس وقت جو کوئی امام مسجد یا شاہ صاحب ہوتے تو لوگ ان سے اپنی بیماریوں اور کوئی دکھ ہوتا تو ان سے دم کراتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا ہر دکھ اور بیماری دور ہو جاتی تھی۔ وہ اس لیے کہ وہ اللہ کے بندے نہ تو جھوٹ بولتے تھے اور نہ حرام کا لقمہ کھاتے تھے۔ اس لیے ان کی زندگیاں بڑی پرسکون، پرامید ہوتی تھیں۔ ان میں پیار محبت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا تھا۔ نہ تو وہ لوگ کسی سے دھوکہ دہی کرتے تھے اور نہ ہی وہ لوگ کسی کو خواہ مخواہ پریشان کرتے اور ہر ایک کے ساتھ بھائی چارے سے رہتے تھے۔ خاص طور پر پڑوسیوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ یعنی وہ لوگ اپنی زندگیاں پرسکون اور پرلطف گزارتے اور میٹھی نیند سوتے تھے۔

یہ ہوتا تھا پہلے لوگوں کا ایمان دین اور ان کا عمل اور آج ہم مسلمانوں کی دینی و دنیاوی حالت کیا ہے؟ آج ہم نے بڑی بڑی عالی شان مسجدیں بھی بنا لیں ہیں اور مسجدوں میں پہلے سے نمازی بھی زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں اور الاؤڈ سپیکر پر اذانیں بھی سننے کو ملتی ہیں۔ شہر میں تو اذانوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جگہ جگہ مسجدوں میں اذانیں ہو رہی ہوتی ہیں کہ اب کونسی آذان کو سنیں اور کونسی اذان کو نہ سنیں کیونکہ ایک ساتھ سبھی مسجدوں میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح پھر لوگ کوئی بھی اذان نہیں سن پاتے۔ یہ سب الاؤڈ سپیکر کی مہربانیاں ہیں جس سے ایک شور سا محسوس ہوتا ہے لیکن ہم مسلمان اپنی ضد سے باز نہیں آئیں گے۔ حالانکہ شہر میں دو سے تین مسجدوں میں الاؤڈ سپیکر پر اذان کافی ہوتی ہے آج تو جگہ جگہ دینی درس دیکھنے کو ملتے ہیں اور آج پہلے مردوں کے مقابلے میں داڑھیوں والے مرد زیادہ نظر آتے ہیں جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی سنت کو رکھا ہوا ہے۔

رہی آج کے لوگوں کے حج کی بات تو آج لوگ اس طرح حج پر جاتے ہیں جیسے شہر سے سودا سلف لینے جا رہے ہیں نہ تو کسی کو کسی کے حج پر جانے کی خبر اور نہ ہی کسی کو کسی حاجی صاحب کے واپس آنے کی خبر۔ اگر کوئی حاجی صاحب کو گلی میں مل گیا تو حاجی صاحب کو پوچھتا ہے کہ بھائی صاحب آپ اتنے دن نظر نہیں آئے؟ کہاں رہے؟ تو حاجی فرماتے ہیں کہ میں تو حج پر گیا ہوا تھا تو آپ نے کسی کو بتایا ہی نہیں کہ میں حج پر جا رہا ہوں۔ تو حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ بتاتا کیا بس اچانک ہی حج پر جانے کا پروگرام بن گیا تھا۔ اسی لیے کسی کو بتایا ہی نہیں۔ اس وقت حاجی صاحب دل میں تو یہ سوچتے ہوں گے کہ میں نے تو حج'' ، حاجی صاحب ''یا ''حاجی جی '' کہلوانے کے لئے کیا ہے کہ لوگ مجھے ان الفاظ سے بلائیں۔ آج کا مسلمان پہلے مسلمانوں سے نمازیں بھی زیادہ پڑھتا ہے۔ روزے بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی سنت داڑھی بھی رکھتے ہیں۔ حج پہ حج بھی کرے جا رہے ہیں۔ بڑی دھوم دھام سے میلاد شریف بھی منائے جا رہے ہیں، بڑی دھوم دھام سے گیارہویں شریف بھی منائے جا رہے ہیں۔ اسی طرح آج بڑی دھوم دھام سے جلسے

جلوس بھی کرتے ہیں۔اسی طرح آج ہم بزرگوں کے عرس بھی بڑی دھوم دھام سے کر رہے ہیں یعنی آج کے مسلمانوں کا ہر کام پہلے مسلمانوں سے بڑھ کے ہے۔آج کے مسلمان اس سے آگے اور کیا کیا کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ہم چوریاں بھی کرتے ہیں، ڈاکے بھی ڈالتے ہیں' ڈاکے بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں کچھ رات کے اور کچھ دن میں ڈالے جاتے ہیں۔ بے گناہ لوگوں کا قتل عام کرتے ہیں۔رشوت اور کرپشن کھلے عام کرتے ہیں۔حرام خوری کھلے عام کرتے ہیں جھوٹ فریب کھلے عام کرتے ہیں۔حرام ہی کھاتے ہیں' حرام ہی پہنتے ہیں۔حرام ہی میں رہتے ہیں۔ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ ہماری دعائیں کیوں نہیں قبول کرتا۔ٹیلی ویژن پر بے حیائی کھلے عام دکھاتے ہیں۔فحش فلمیں، فحش گانے گھر گھر سنائے جاتے ہیں۔ڈانس بے پردہ عورتوں کے گھر گھر دکھائے جارہے ہیں۔ ننگے فیشن عورتوں کو پہنا کر گھر گھر دکھائے جارہے ہیں۔سکولوں، کالجوں میں شاگرد اپنے اساتذہ کی کھلے عام پٹائی کر رہے ہیں۔اولادیں والدین کی کھلے عام نافرمانیاں کر رہی ہیں۔دینی مدرسوں میں دین کم اور فرقہ پرستی زیادہ پڑھائی جاتی ہے۔

کسی آدمی نے مجھ سے کہا کہ فلاں آدمی شیعہ ہوگیا ہے۔تو میں نے اسے کہا کہ اچھا ہوا کہ وہ آدمی شیعہ ہوگیا ہے ورنہ پہلے تو وہ بے چارہ کچھ بھی نہیں تھا۔اب کم از کم وہ شیعہ تو ہوگیا ہے نا، ایک فرقے والے دوسرے فرقے والوں کو کھلے عام مسجدوں میں منبروں پر بیٹھ کر کافر کافر بولے جارہے ہیں۔ یا بدعتی بدعتی کہے جارہے ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ خود کیا ہوتے ہیں؟ یہ تو اللہ ہی جانے! آج مسلمانوں میں ہر طرف سے بربریت سنگدلی، چور بازاری، بے سکونی، بے چینی اور بے حیائی! پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ سب ہم میں ہوتے ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کا نبی خوش کیوں ہوں؟

ایک پارٹی کے لیڈر جب ٹی وی پر ٹاک شو کے لئے آتے ہیں تو وہ جھوٹ بولنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو پھر وہ جھوٹ بولنا شروع کرتے ہیں وہ پہلے کلمہ اس لیے پڑھتے ہیں تا کہ اس طرح ہماری منافقت چھپ جائے گی۔ہمارے گاؤں کے نزدیک ایک گاؤں ہے جو پہلے تو پورا گاؤں ہی سنیوں کا تھا پتا نہیں کچھ لوگ وہابی فرقے کہاں سے لے آئے اور گاؤں میں مسجد ایک ہی تھی تو دونوں فرقے والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے سنی مسجد میں اذان دے کر اپنی نماز پڑھ لیں پھر اس کے بعد وہابی اپنی اذان دے کر اپنی نماز پڑھ لیں۔ایک دن سنیوں کے امام نے جب اذان دی تو پاس ہی وہابیوں کا گھر تھا جب اذان ختم ہوئی تو وہابیوں کے لڑکے نے کلمہ پڑھا تو پاس ہی اس کا والد لڑکے کا کلمہ سن رہا تھا تو لڑکے کو اس کا والد کہتا ہے کہ تو نے کیوں کلمہ پڑھا ہے؟ یہ تو سنیوں کے مولوی نے اذان دی ہے ہم نے سنیوں کی اذان پر بالکل کلمہ نہیں پڑھنا۔خبردار! اگر تو نے سنیوں کی اذان پر کلمہ پڑھا تو میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ یہ ہے آج کے مولویوں کا دین اسلام جو دوسروں کی اذان کا جواب نہیں دیتے۔آج تو ہم نے اپنے دین کی کھچڑی سی بنائی ہوتی ہے۔ایک کو جو اچھا لگتا ہے وہ اس پر عمل کر رہا ہے اور جو دوسرے کو اچھا لگتا ہے وہ اس پر عمل کر رہا ہے۔یہ فرقوں کا تماشا ان چالیس پچاس سالوں سے شروع ہوا ہے۔ پہلے والے لوگ تو صرف مسلمان ہوتے تھے۔اس وقت فرقوں کا کوئی نام ونشان نہ ہوتا تھا۔اس وقت اگر کوئی فرقہ ہوتا بھی تھا تو وہ کتابوں میں ہی ہوتا تھا۔جب سے مسجدوں پہ لاؤڈ سپیکر آئے ہیں ساتھ یہ فرقے بھی لے کے آگئے ہیں۔آج تو ایک گھر کے اندر کئی فرقے ہوگئے ہیں۔ باپ کا فرقہ کوئی اور ہے، بیٹے کا فرقہ کوئی اور ہے، بھائی کا فرقہ کوئی اور ہے۔اسی طرح ان کی مسجدیں بھی جدا جدا ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے گھر میں عیدیں بھی جدا جدا ہوتی ہیں۔

اک پاسے میرے رہن وہابی، اک پاسے دیوبندی!
اگے پچھے شیعہ سنی، ڈاہڈی فرقہ بندی!
وچ وچالے ساڈا کوٹھا، قسمت ساڈی مندی!
اک محلہ، اٹھ مسیتاں، کیدی کراں پابندی!!

اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے ہمارے ایمانوں کو اور بچائے ان مولویوں کے فرقوں سے ! کیونکہ نہ تو ان فرقوں کا قرآن میں کوئی ذکر ہے اور نہ ہی ان فرقوں کا نبی پاک ﷺ کی حدیثوں میں کوئی ذکر ہے۔ پھر یہ فرقے کہاں سے آ گئے ہیں؟ اصل میں ہمارے دین میں تو کوئی فرقہ نہیں۔ جیسے کہا جاتا کہ " اسلام میں 'فرقے' نہیں اور فرقوں میں 'اسلام' نہیں " آج کے ملاؤں نے اپنی اپنی فرقوں کی دوکانیں سجائی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے سادہ لوح مسلمانوں سے یہ مال بٹورتے ہیں۔ ایک دوسرے کو لڑا کر اور جب یہ فرقوں کے سربراہ آپس میں ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو ان میں اس وقت کوئی فرقہ نہیں ہوتا۔ یہ سارا تماشہ دوسروں کے ایمان کو تباہ کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اس وقت نہ تو ان کا اپنا ایمان سلامت رہتا ہے اور نہ ہی دوسروں کا۔ یہ اس حقیر دنیا کی خاطر دوسروں کا ایمان بھی تباہ کر رہے ہیں۔

آج ہمارے ایمانوں کی عجیب ہی حالتیں ہیں
کرتے تو ہم عبادتیں مگر کھاتے حرام ہیں

اصل قصوروار کون ہوا؟؟؟

جب سے قائداعظم کی مہربانی سے یہ ملک پاکستان بنا ہے۔قائداعظم کے بعد جو بھی اس ملک کا حکمران بنا ہے۔میں بچپن سے ہی ان حکمرانوں کے منہ سے یہی بک بک سنتا آیا ہوں۔جو بھی اس ملک کا حکمران بنتا ہے تو وہ آتے ہی یہ کہتا ہے کہ دیکھو جی! اب میں کیا کروں۔اس ملک کو تو پہلے والے حکمرانوں نے لوٹا ہے اس لیے اس ملک کی یہ حالت ہوگئی ہے۔پھر اسی بہانے وہ بھی کشکول لے کر دوسرے ملکوں کے پاس گدا مانگنے پہنچ جاتا ہے اور ساتھ اور بھی بہت سارے گداگر لے جاتا ہے۔اسی گدا سے عیاشی کرنے کے لئے۔پھر ان گداگروں کی تو بات ہی چھوڑو جنہوں نے بڑے قیمتی سوٹ اور ٹائیاں پہنے ہوتے ہیں۔پھر وہ بھی اس ملک کو بڑی بے دردی سے لوٹتے ہیں یہاں تک کہ زکوٰۃ اور بیت المال کو بھی نہیں بخشتے جو غریبوں ' یتیموں' بیواؤں کا مال ہوتا ہے۔

یہ حکمران اسی مال سے اپنے ساتھ اپنی پوری فیملی کو بھی حج عمرے کراتے ہیں۔جب وہ اس ملک کو خوب لوٹ کھسوٹ لیتے ہیں تو پھر چلتے بنتے ہیں پھر ان کی جگہ کوئی اسی طرح کا لٹیرا آ کے حکمران بن جاتا ہے۔پھر وہ بھی پہلے والے حکمران کی طرح وہی الفاظ دہراتا ہے کہ دیکھو جی !میرے سے پہلے والے حکمران نے اس ملک کا ستیاناس کر دیا ہے۔ملک کو کنگال کر کے چلا گیا ہے۔اب میرے پاس کوئی الہ دین کا چراغ تو نہیں کہ اس ملک کو میں دنوں میں ٹھیک کرلوں گا۔

پھر وہ بھی پہلے لٹیرے حکمران کی طرح کشکول اٹھا کر دوسرے ملکوں کا رخ کرتا ہے گدا مانگنے کے لئے اور ساتھ وہ بھی بہت سارے ہمنوا گداگر لے جاتا ہے۔اسی گدا سے عیاشی کرنے کے لئے۔پھر جب تک وہ بھی حکمران رہتا ہے اس ملک کو خوب لوٹتا ہے اور وہ بھی پھر اپنا راستہ لیتا ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا لٹیرا آ جاتا ہے اور آتے ہی وہی الفاظ دہراتا ہے جو اس سے پہلے والے دہرا چکے ہوتے ہیں کہ اب دیکھو جی! میں کیا کروں اس ملک کو تو پہلے والے لوٹ کے لے گئے ہیں۔اب میرے پاس کوئی جادو کی چھڑی تو نہیں جس سے میں اس ملک کو فوراً ہی ٹھیک کرلوں گا۔پھر وہ حکمران بھی وہی کرتا ہے جو اس سے پہلے والے حکمران اس ملک کے ساتھ کر چکے ہوتے ہیں۔پھر وہ بھی اس ملک کو چاروں ہاتھوں سے لوٹتا ہے کیونکہ ان سیاستدانوں کے چار سے بھی زیادہ ہاتھ ہوتے ہیں۔جب ان کا دولت سے دوزخ بھر جاتا ہے یعنی آگ سے، پھر یہ کسی دوسرے لٹیرے کے حوالے یہ ملک کر کے چلا جاتا ہے۔پھر آنے والا لٹیرا بھی آتے ہی وہی '' بک بک ''شروع کر دیتا ہے۔

ان میں کچھ حکمران تو وہ بھی ہیں جو یہی بک بک کرتے کرتے قبروں میں بھی پہنچ چکے ہیں اب تو میں بھی ان حکمرانوں کی یہ بک بک سنتے سنتے بوڑھا ہوگیا ہوں اور یہ فضول بک بک اب بھی ان حکمرانوں کی جاری و ساری ہے اور جو بھی آیا ہے اسی نے آتے ہی یہی کہا ہے کہ دیکھو جی! اس ملک کو تو پہلے والوں نے ایسے لوٹا ہے اب میں اس ملک کی قسمت بدل دوں گا۔حالانکہ ان میں وہ بھی حکمران ہوتے ہیں جو اب تک اس ملک کے تین تین اور چار چار دفعہ حکمران رہ چکے ہیں اور قائداعظم کے ملک کو لوٹ چکے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ دیکھو جی اب ہم کیا کریں اس ملک کو تو پہلے والے حکمران لوٹ کے لے گئے ہیں ان سیاستدانوں نے ہی نہیں اس ملک کو لوٹا اس میں وہ سیاستدان مولوی اور وہ سیاستدان سید پیر، شاہ ان سب نے بھی اس حرام کی لوٹ کھسوٹ میں اپنے خوب ہاتھ رنگے ہیں۔اس کو کہتے ہیں کہ مفت کا مال قاضی صاحب کو بھی حلال ہے۔یعنی بہتی گنگا میں تو ہمارے جج صاحبان نے بھی اور ہمارے جرنیلوں نے بھی

خوب ہاتھ دھوئے ہیں۔ چھوڑا تو اس ملک کو کسی نے نہیں ہے جس جس کے ہتھے یہ ملک لگا ہے اس نے تو اس ملک کو خوب نچوڑا ہے۔ اب تو اس ملک کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ باہر کے ملکوں سے قرض مانگ کر لاتے ہیں اور پھر سے اس ملک کو نچوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔اس میں ان بے چارے سیاستدانوں کا، ججوں کا، جرنیلوں کا اور پیروں مولویوں کا قصور کیا ہے؟ میں تو اب یہی کہتا ہوں کہ اصل قصوروار تو قائداعظم ہوئے جنہوں نے اپنا تن من ،دن رات لگا کر ہم مسلمانوں کو پہلے انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائی اور پھر ہندوؤں کی غلامی سے نجات دلائی اور ہم کو ایک آزاد ملک دلایا۔ اگر قائداعظمؒ کو یہ خبر ہوتی کہ جس قوم کے لئے میں نے اپنوں اور پرائیوں کی دشمنی کو مول لیا ہے یہ قوم تو آزادی کے بالکل قابل ہی نہیں تھی۔اس قوم کی تو نس نس سے غلامی کی بو آتی ہے ورنہ قائداعظم اس بے قدر قوم کی خاطر اتنی جدو جہد ہی نہ کرتے کہ میرے بعد انہوں نے پھر سے دوسروں کا غلام بن جانا ہے اس کو کہتے ہیں کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔

اگر قائداعظم ہمیں یہ ملک آزاد کروا کر نہ دیتے تو آج تک قائداعظم کے ملک میں جو جو حکمران بنے ہیں، جج بنے ہیں، جرنیل بنے ہیں یہ سب کے سب ہندوؤں کے جوتے اپنے سروں پر اٹھا کر پھرتے مگر پھر بھی ہندو بات بات پر وہی جوتے ان کے سروں پر مارتے ہیں۔عام آدمی کو تو پھر بھی کوئی فرق نہ پڑتا شاید ہندوؤں میں رہ کر اس سے کم ہی خوار ہونا پڑتا جو ہم اس آزاد ملک میں خوار ہو رہے ہیں۔ان نکمے بے کار حکمرانوں کی وجہ سے۔میں تو کہتا ہوں کہ اس میں سارا قصور قائداعظم کا ہی نہیں آپ تھوڑے پیچھے چلے جاؤ تو اس میں کچھ نہ کچھ حضرت بابا آدمؑ اور حضرت مائی حواؑ کا بھی قصور ہے۔جنہوں نے اس وقت شیطان کے کہنے پر گندم کا دانہ جو کھالیا تھا اگر اس وقت حضرت بابا آدمؑ اور حضرت مائی حواؑ شیطان کے کہنے پر گندم کا پھل نہ کھاتے تو آج یہ نالائق بے قدری پاکستانی قوم پیدا ہی نہ ہوتی۔جس قوم کے نصیبوں میں آزادی ہوتے ہوئے بھی غلامی ہے۔نہ ہوتا بانس اور نہ ہی بجتی بانسری۔

اب تو اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے اس ملک کے حکمران وہ بن گئے ہیں جو اس وقت ملک بنانے میں قائداعظم کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔جنہوں نے قائداعظم پر کئی بار قاتلانہ حملے بھی کرائے ہیں کہ کسی طرح یہ انسان ڈر کے پاکستان بنانے کے ارادے سے باز آجائے۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ ایسے لوگوں کو قائداعظم کے بنائے ہوئے پاکستان سے کتنا پیار ہوگا جو اب اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔وہ لوگ اس طرح آج قائداعظم کے پاکستان سے بدلہ لے رہے ہیں۔اگر ان لوگوں کو آزادی کی قدر نہیں تو یہ سب ہندوستان کے مسلمانوں سے جاکے پوچھیں کہ غلامی میں اور آزادی میں کتنا فرق ہوتا ہے جن کو پہلی بات تو یہ کہ ہندو مسلمانوں کو کوئی سرکاری نوکری دیتے ہی نہیں۔اگر بھولے سے کسی مسلمان کو سرکاری نوکری مل بھی جائے تو ہندو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی آدمی لگا دیتے ہیں کہ اس کو دیکھتے رہو کہ یہ اور کیا کرتا ہے اور کہاں کہاں یہ جاتا ہے۔یہی ہندو اس آدمی کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھتے رہتے ہیں۔اس ملک کو تو کسی دوسرے ملک کو جاسوسی کرنے کی ضرورت ہی نہیں اس ملک کی تو جاسوسی جو اس ملک کو لوٹ رہے ہیں وہی ہندوؤں اور عیسائیوں یہودیوں کی جاسوسی بھی کرتے ہیں۔اس طرح ان سے بھی دولت کماتے ہیں اسی لیے انہوں نے دولتیں ملک سے باہر رکھی ہوئی ہیں۔اگر آج بھی انہوں نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو ایسی قوموں سے اللہ تبارک وتعالیٰ آزادی جیسی نعمت چھین بھی سکتا ہے۔جیسے سپین کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے آزادی چھینی گئی ہے۔جن مسلمانوں نے اس وقت آزادی کی قدر نہ کی تھی جو اس وقت اپنی عیاشیوں میں ہی لگے رہے اور ان کی آزادی ان سے چھن گئی جو بھی اس نعمت کی قدر نہ کرے گا۔اس کا حشر بھی دوسری قوموں کی طرح ہوگا۔

اے قائداعظم کے پاکستان اب تیرے اندر ہم نے چھوڑا ہی کیا ہے

اے قائداعظم کے پاکستان اب تیرا خدا ہی حافظ ہے

آج کی محفلوں کا حشر اللہ ہی اللہ

میں معمولی سا پڑھا لکھا ہوں یعنی میری تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے لیکن میری عمر اب ستر سال سے اوپر ہو رہی ہے جس میں میں نے یہ بات کئی بار عالموں اور مولویوں سے سنی بھی ہے اور خود بھی میں نے دینی کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے جو بات میں کہنے جا رہا ہوں کہ جب بھی حضور پاک ﷺ حضرت حسان بن ثابت سے حمد یا کوئی نعتیہ کلام سننا چاہتے تھے تو حضرت حسان بن ثابت کو مسجد نبوی میں اپنے مبارک منبر پر بٹھا کر حمد یا نعتیہ کلام پڑھنے کو کہتے۔ جس پاک منبر پر نبی پاک ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہ بیٹھتا تھا یہ سعادت نبی پاک ﷺ کی طرف سے صرف حضرت حسان بن ثابت ؓ کو ہی ملی تھی اور جب حسان بن ثابت ؓ کوئی پاک کلام پڑھنے کے لئے پاک ممبر پر بیٹھتے تھے تو اس وقت حضور پاک ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد میں زمین پر با ادب طریقے سے حضرت حسان بن ثابت ؓ کے سامنے بیٹھا کرتے تھے۔ یہ ادب حضور پاک ﷺ حسان بن ثابت ؓ کے لئے نہیں کیا کرتے تھے یہ ادب تو حضور پاک ﷺ اس کلام کا کرتے تھے جو کلام حضرت حسان بن ثابت ؓ حمد یہ نعتیہ پڑھتے تھے۔ ایسا دو چار بار ہی نہیں ہوا ہو گا ایسا تو کئی بار ہوتا رہا ہو گا کہ حضرت حسان بن ثابت ؓ حضور پاک ﷺ کے ممبر پاک پر بیٹھ کر حمد یا نعتیہ کلام پڑھتے تھے اور حضور پاک ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ علیہما کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر حضرت حسان بن ثابت ؓ کا حمد یہ یا نعتیہ کلام سنتے اور لطف اندوز ہوتے رہتے تھے۔ یہی اصل ادب ہوتا ہے حمد یہ یا نعتیہ کلام کا، یہ تو تھا حضور پاک ﷺ کے وقت میں حمد یہ ، نعتیہ محفلوں کا حال۔ نہ تو اس وقت حضور پاک ﷺ تکیوں پر بیٹھ کر محفل میں آیا کرتے تھے اور نہ ہی حضور پاک ﷺ کے لئے محفل میں صوفہ اور گدیاں رکھے جاتے تھے جن پر حضور پاک ﷺ بیٹھ کر حمد یا نعتیہ کلام سنا کرتے۔ حضور پاک ﷺ تو مسجد میں نبوی میں زمین پر بیٹھ کر حضرت حسان بن ثابت ؓ یا دوسرے صحابہ شاعروں سے حمد یہ نعتیہ کلام سنا کرتے تھے۔ یہ ادب تھا اس وقت کی پاک محفلوں کا۔ کیوں نہ ہوتا ادب جہاں پر اللہ اور رسول ﷺ کے نام کا کلام پڑھا جا رہا ہوتا تھا۔

رہی آج کی حمد یہ نعتیہ محفلوں کی بات جب میں چھوٹا تھا تو اس وقت دیہاتوں میں تو ایسی محفلوں کا کوئی رواج نہ ہوتا تھا۔ جن میں حمد یہ یا نعتیہ کلام پڑھا جاتا ہو ہاں کبھی کبھار قوالی سننے کو مل جاتی۔ جس میں حمد یہ اور نعتیہ کلام سن لیتے تھے۔ اس وقت نہ تو ریڈیو ہوتے اور نہ ہی ٹیلی ویژن ہوا کرتے تھے جس میں ایسے پاک کلام سننے کو ملتے۔ ہاں شہروں میں ایسی حمد یہ نعتیہ محفلیں ضرور ہوتی ہوں گی جب بعد میں ریڈیو شروع ہوا تو اس پر جمعہ والے دن حمد یہ اور نعتیہ کلام اور قوالیاں سننے کو ملنے لگی پھر بعد میں ٹیلی ویژن بھی آ گیا تو اس پر اور بھی حمد یہ نعتیہ کلام سننے کو ملنے لگے۔ اس طرح لوگوں کا شوق اور بھی بڑھتا گیا کیونکہ پہلے لوگ اکثر گانے غزلیں ہی پڑھتے سنتے تھے بہت سے وہ لوگ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اچھی آواز سے نوازا تھا وہ اکثر گانے اور غزلیں گانے کی بجائے حمد یہ نعتیہ کلام پڑھنے

لگے ۔اس طرح حمدیہ اور نعتیہ پاک محفلوں کی جا بجا رونقیں بڑھتی گئیں یہاں تک کہ اب تو محفلیں گاؤں گاؤں جاری و ساری ہیں ۔ پہلے پہل تو یہ محفلیں سال میں ایک ہی بار منعقد ہوتی تھیں جب حضور پاک ﷺ کی میلاد ہوتی یا گیارہویں شریف ہوتی ۔اب تو ان محفلوں کا سلسلہ آئے دن ریڈیو، ٹیلی ویژن پر شروع ہو گیا ہے ۔ کہنے کو تو یہ محفلیں میلاد شریف، گیارہویں شریف اللہ اور رسول ﷺ کے عشق میں منعقد کی جاتی ہیں ۔مگر ان کے پیچھے اب کاروبار زیادہ نظر آنے لگا ہے ۔اب تو ان پاک محفلوں کا یہ حشر ہو گیا ہے کہ پیر و مرشد صاحب بڑے فخر سے چار گھوڑوں کی بگھی پر سوار ہو کر میلاد کی محفل میں آ رہے ہوتے ہیں اور ساتھ مریدوں کی ایک فوج بھی ہوتی ہے ۔ جیسے میلاد نبی ﷺ کی نہیں پیر صاحب کی منائی جا رہی ہے ۔ اس وقت تو ایسا لگتا ہے کہ یہ محفلیں جو سجائی جاتی ہیں یہ محفلیں میلاد نہیں، گیارہویں نہیں یہ محفلیں تو پیروں مرشدوں کے لئے سجائی جاتی ہیں ۔جب پیر و مرشد صاحب محفل میں آ رہے ہوتے ہیں تو ان کے مرید اس وقت پیر و مرشد کے نام کے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں جس پیر مرشد صاحب کو میلاد شریف کی محفل میں سر کے بل آنا چاہئے لیکن اس وقت مرشد صاحب کا نخرا اٹھائے نہیں اٹھتا جیسے یہ محفل میلاد نہیں یہ محفل پیر و مرشد کے لئے سجائی گئی ہے اور محفل کے سٹیج کو پیر و مرشد صاحب کے لیے یا تو بڑے بڑے صوفے رکھے جاتے ہیں یا ان کے لئے بڑے بڑے گدے رکھے جاتے ہیں ۔جن پر پیر و مرشد صاحب بڑی مغروری سے بیٹھے نظر آتے ہیں ۔

پہلی بات تو یہ جب محفل کی شروعات ہوتی ہے تو سب سے پہلے محفل میں کلام الٰہی کی تلاوت ہی کی جاتی ہے خیر اور برکت کے لئے تو اس وقت پیر و مرشد کا دور دور تک نام و نشان تک نظر نہیں آتا ۔کیا پیر و مرشد صاحب کو اس وقت کلام الٰہی سننا واجب نہیں ہوتا حالانکہ ایسی پاک محفل میں پیر و مرشد کو سب سے پہلے حاضر ہونا چاہئے ۔اس وقت کلام الٰہی کی تلاوت کرنی چاہئے یہی ادب ہے پاک کلام کا پیر و مرشد کے آنے سے پہلے کلام الٰہی کی تلاوت کرنا کلام الٰہی کی بے ادبی ہے ۔کیا قرآن پاک سے آج پیروں کی شان بڑھ گئی ہے جو محفل میں قرآن پاک کی تلاوت سننا تک پسند نہیں کرتے اور جان بوجھ کر وہ محفل میں دیر سے آتے ہیں کہ کہیں ہم لوگوں سے پہلے محفل میں پہنچ گئے تو اس طرح ہماری شان میں فرق نہ آ جائے ۔اسی لیے پیر و مرشد صاحب قرآن پاک کی تلاوت کو سننا ضروری نہیں سمجھتے ۔ پیر و مرشد صاحب کو محفل میں دیر سے آنے کی ایک اور بھی وجہ ہوتی ہے جو پیر و مرشد صاحب بھی اچھی طرح جانتے ہوتے ہیں جس کی وجہ پیر و مرشد صاحب قرآن پاک کی تلاوت سننا ضروری نہیں سمجھتے ۔وہ وجہ پیر و مرشد صاحب کی محفل میں دیر سے آنے کی یہ ہوتی ہے کہ محفل میں سب لوگ آ جائیں تو میں محفل میں تشریف لاؤں جس سے سبھی لوگوں کی توجہ میری طرف ہو جائے پھر ہوتا بھی یہی ہے کہ جب محفل لوگوں سے بھر جاتی ہے اور قرآن پاک کی تلاوت بھی ہو جاتی ہے اور حمدیہ، نعتیہ کلام پڑھنے شروع ہو جاتے ہیں اور لوگ بڑی توجہ سے حمدیہ یا نعتیہ کلام سن رہے ہوتے ہیں کہ اچانک اوپر سے پیر و مرشد صاحب کی آمد ہو جاتی ہے ۔اس وقت پیر و مرشد صاحب کے مرید پیر و مرشد صاحب کے نام کے خوب بڑھ چڑھ کر نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں اور پیر و مرشد صاحب بڑی شان و شوکت سے محفل کی طرف آ رہے ہوتے ہیں ۔پھر کیا ہوتا ہے کہ لوگ پیر و مرشد صاحب کی آمد میں سب کے سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت جو شخص حمدیہ یا نعتیہ کلام پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ حیران پریشان خاموش کھڑا دیکھتا رہتا ہے کہ اب میں کیا کروں کہ لوگوں کی توجہ تو پیر و مرشد کی طرف ہو گئی ہے اور میں اب کلام پڑھ کر کس کو سناؤں جب کہ سبھی لوگوں کی توجہ پیر و مرشد صاحب کی طرف ہو گئی

ہے جو بڑے جوش وخروش سے پیر و مرشد صاحب کے نام کے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں۔اس وقت کلام پڑھنے والا بت بنا ان سب کی طرف دیکھ کر حیران بھی ہوتا ہے اور پریشان بھی ہوتا ہے کہ آج ان پاک کلاموں کا کیا حشر ہو رہا ہے کہ ایک پیر و مرشد کی خاطر حمدیہ یا نعتیہ پاک کلام کا کوئی ادب و احترام نہیں ہو رہا۔اس وقت کچھ سمجھدار لوگ اس حرکت کو برا تو ضرور کہتے ہوں گے کہ آج پیر و مرشد بڑا یا نبی پاک ﷺ کی میلاد کی پاک محفل بڑی۔ پھر پیر و مرشد صاحب مریدوں کے جھرمٹ میں سٹیج پر تشریف فرما ہوتے ہیں تو پھر ایک دفعہ مریدوں کی طرف سے پیر و مرشد کے نام کے نعروں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ پھر پیر و مرشد صاحب مریدوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہتے ہیں پھر جا کے پاک محفل میلاد کا یا گیارہویں شریف کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے پھر پیر و مرشد صاحب صوفے یا گدیلے کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی ٹانگیں سامنے پھیلا دیتے ہیں۔

تو یہ ہیں آج کی میلاد شریف یا گیارہویں شریف کی پاک محفلوں کے آداب۔ یہ سب کچھ آج کے نقلی پیر و مرشد ان پاک محفلوں کی بے ادبی کیے جا رہے ہیں۔اصلی پیر و مرشد تو کبھی بھی ان پاک محفلوں کی بے ادبی نہیں کر سکتا۔جس طرح کی بے ادبی آج ان پاک محفلوں کی ہو رہی ہے۔ میں ان صحابی کا نام تو اس وقت بھول گیا ہوں جن کو ہمارے حضور پاک ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرنے کو کہتے ہیں تو وہ صحابی قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے اور حضور پاک ﷺ اس صحابی کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت سنا کرتے اور ساتھ حضور پاک ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو جاتے اور جب بھی اس وقت اس طرح کی کوئی پاک محفل ہوا کرتی تو حضور پاک ﷺ سب سے پہلے محفل میں موجود ہوتے۔نہ ہی وہ بگھی پر آتے نہ ہی ان کے لئے محفل میں صوفے گدیلے رکھے جاتے اور نہ ہی کسی کو حضور پاک ﷺ کا انتظار کرنا پڑتا کہ کب حضور پاک ﷺ آئیں گے اور محفل کو شروع کریں کیونکہ ایسی پاک محفلوں میں تو حضور پاک ﷺ سب سے پہلے حاضر ہوتے تھے کیونکہ ایسی محفلیں تو خیر و برکت کی ہوتی ہیں۔

کیا آج کے یہ پیر و مرشد صاحب بھی ان پاک محفلوں کا ادب و احترام اسی طرح کر رہے ہیں جس طرح حضور پاک ﷺ نے ان پاک محفلوں کا ہمیں ادب و احترام سکھایا ہے؟ اس بات کا جواب تو آج کے پیر و مرشد صاحب ہی دے سکتے ہیں کہ کیا ٹھیک ہو رہا ہے اور کیا غلط ہو رہا ہے حالانکہ محفل کی سٹیج پر دو آدمیوں کے بغیر اور کوئی بھی سٹیج پر نہیں ہونا چاہئے ایک تو میز بانی کرنے والا ہو اور دوسرا حمدیہ یا نعتیہ کلام پڑھنے والا ہونا چاہئے۔ باقی سب کو ان کے سامنے با ادب بیٹھ کر کلام پڑھنے والے کا کلام سننا چاہئے اور یہی طریقہ تھا ہمارے حضور پاک ﷺ کا بھی کہ جب کوئی قرآن کی تلاوت کرتا یا حمدیہ نعتیہ کلام پڑھتا تو حضور پاک ﷺ ان کے سامنے زمین پر بیٹھ کر ان کا کلام سنا کرتے اور لطف اندوز ہوتے نہ کہ سٹیج پر صوفوں گدوں پر بیٹھ کر ٹانگیں پھیلا دیتے۔جو پاک محفلوں کے سراسر خلاف ہے اس طرح پاک محفلوں میں بیٹھنا عاشق الٰہی اور عاشق رسول ﷺ کو زیب نہیں دیتا۔ ہاں ایسے لوگ چودھری ضرور ہو سکتے ہیں جنہوں نے ان پاک محفلوں میں مغرورانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔

یہاں بھی ایک نقلی پیر بنا ہوا ہے جو اپنے بابا کے عرس کے پوسٹروں پر اپنے بابا کا نام جو بڑے الفاظ میں لکھا ہوتا ہے اور اسی پوسٹر کے ایک کونے میں چھوٹے سے دائرے میں وہ صاحب میلاد بھی لکھ دیتا ہے اور ساتھ وہ لنگر کے انتظام ہونے کا بھی لکھ دیتا ہے تا کہ اس طرح لوگوں سے دھوکے سے فنڈ حاصل کر سکے۔لوگوں کو دھوکہ دے کر دھوکے سے فنڈ حاصل کر لیتا ہے حالانکہ وہ اس وقت

اپنے بابے کا عرس منا رہا ہوتا ہے۔ آج جس طرح کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں اسی طرح کی حضور پاک ﷺ کے وقت میں منافقوں نے ایک مسجد بھی بنائی تھی جس مسجد کو حضور پاک ﷺ نے شہید کرنے کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ مسجد تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کی خاطر بنائی جاتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ حضور پاک ﷺ نے منافقوں کی اس مسجد کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس بات کو سبھی مسلمان جانتے ہیں اگر ان پاک محفلوں کی اسی طرح بے ادبی ہوتی رہی تو ان محفلوں کا انجام بھی منافقوں کی مسجد جیسا ہی ہوگا۔ کوئی کہے نہ کہے لیکن میں ایسی محفلوں کو منافقت ہی کہوں گا جن محفلوں کو آج کاروبار یا اپنا نام بڑھانے کے لئے منعقد کیا جائے اور نام ان محفلوں کا میلاد شریف یا گیارہویں شریف کی محفل رکھ دیا جاتا ہے اور اندر سے لوگ کچھ اور ہوتے ہیں یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جہاں فرض نمازیں تو چھوڑ دی جاتی ہیں اور خالی محفلوں پر ہی سارا زور دیا جاتا ہے۔ سب سے افضل تو فرض اور واجب ہیں۔ اس کے بعد سنت اور مستحب ہوتے ہیں جب کہ ان محفلوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو سرے سے ہی نماز نہیں پڑھتے پھر ایسے لوگوں کے لئے ایسی محفلیں کس کام کی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرض اور حضور پاک ﷺ کے واجب تو چھوڑ دیتے ہیں اور خالی محفلوں میں جا کے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے عاشق کہلانا چاہتے ہیں اور ثواب کمانا چاہتے ہیں اس کو کہتے ہیں '' نہ لگے ہینگ نہ لگے پھٹکڑی اور رنگ بھی چوکھا آئے '' اس طرح ثواب بھی کما لیا اور ساتھ لنگر بھی کھا لیا۔ کتنا آسان راستہ بنا لیا ہے ہم نے اپنے دین کا پہلے تو سال میں ایک ہی دن ہوتا تھا میلاد شریف اور گیارہویں شریف منانے کا۔ اب تو سال نہیں، ماہ نہیں، ہفتہ نہیں اب تو آئے دن ان دنوں کو منایا جا رہا ہے۔ جیسے اسی میں سارا دین آ گیا ہے۔ اس سے آگے اور کوئی فعل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم ان پاک دنوں کی محفلوں کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرضوں اور نبی پاک ﷺ کے واجبوں کو بھی پورا کرتے تو نور پہ نور ہو جاتا حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو دلوں کے بھید جانتا ہے کہ جو یہ دن ہم آج منا رہے ہیں یہ دن ہم اللہ رسول ﷺ کے عشق میں منا رہے ہیں یا کاروبار یا اپنا نام بڑھانے کے لئے منا رہے ہیں۔ جو بھی اس وقت نیت ہوگی وہی ہم پھل بھی پائیں گے۔

کیا ہی آسان طریقہ بنا لیا ہے ہم نے اپنے دین کا
سنو کلام اور کھاؤ لنگر نبی ﷺ کے نام کا

☆☆☆☆☆

دانائی کی انتہا

کوئی صاحب تھے جو بڑے دانا سمجھدار تھے۔اس دانا صاحب کی بیوی نے کسی کام کے لئے کہیں جانا تھا تو اس نے اپنے میاں کو کہا کہ میں فلاں کام کے لئے جا رہی ہوں اس لیے میں نے آپ کے لئے دوپہر کی روٹی کا آٹا برتن میں ڈال دیا ہے اور آپ اس آٹے کو پڑوسن کے پاس لے جانا وہ آٹا گوندھ کر آپ کو روٹیاں پکا دے گی۔میں اسے کہتی جاؤں گی اور میں شام سے پہلے گھر آ جاؤں گی۔

پھر جب دوپہر کا وقت ہوا تو وہ دانا شخص آٹا لے کے پڑوسن کے پاس گیا اور اسے کہا کہ بہن میری بیوی کسی کام کو گئی ہے اس لیے آپ مجھے یہ آٹا گوندھ کر روٹی پکا دیں مہربانی ہوگی۔پڑوسن نے اس سے آٹا لے کر کہا کہ بھائی دانا جی آپ چارپائی پر بیٹھیں میں ابھی آٹا گوندھ کر آپ کو روٹی پکا دیتی ہوں۔جیسے ہی اس عورت نے آٹا گوندھنے کے لئے پانی ڈالا تو اس دانا صاحب کی نظر ان کی بھینس پر جا پڑی اور اس عورت کو کہا کہ بہن آپ کی بھینس کتنی خوبصورت ہے۔جب سردی کا موسم آتا ہے تو آپ اپنی بھینس کو باندھتے کہاں ہیں؟

عورت نے اس سے کہا'': بھائی صاحب !ہم اپنی بھینس کو سردیوں میں جو اس کے لئے کمرہ بنایا ہے اس میں باندھتے ہیں جو آپ کو سامنے نظر آ رہا ہے ''تو اس دانا سمجھدار شخص نے عورت سے کہا کہ بہن! اس کمرے کا دروازہ مجھے اتنا چھوٹا لگتا ہے کہ اگر آپ کی بھینس اس کمرے کے اندر مر جائے تو آپ اپنی بھینس کو کمرے سے باہر کیسے لائیں گی؟ کیونکہ بھینس تو بڑی موٹی ہے اور کمرے کا دروازہ چھوٹا لگتا ہے پھر بھینس کو کمرے سے باہر نکالنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔تو اس عورت نے جل کے کہا کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں اللہ خیر کرے ہماری بھینس مرے ہی کیوں۔تو وہ دانا شخص اس عورت کو کہتا ہے بہن! آپ تو خواہ مخواہ مجھ پر ناراض ہو رہی ہیں۔میں نے تو آپ سے عقل کی بات کی ہے اگر ایسا ہو جائے تو پھر آپ کیا کریں گی۔مگر وہ عورت اس دانا شخص کی بیہودہ بات کو سنا ان سنا کرتی۔غصہ پی کر آٹا گوندھتی رہی کہ یہ شخص میرے گھر آیا ہوا ہے میں اب اسے کیا کہوں۔اتنے میں اس عورت کی جوان بیٹی جو کسی کام کی خاطر باہر گئی ہوئی تھی جب وہ لڑکی گھر پہنچی تو اس دانا سمجھدار آدمی کی اس لڑکی پر نظر پڑی تو دانا صاحب اس عورت کو کہتا ہے کہ بہن! آپ کی لڑکی ماشاءاللہ جوان ہوگئی ہے اور خوبصورت بھی ہے۔کیا آپ نے اس کی شادی کا کوئی بندوبست کیا ہے؟

تو اس عورت نے اس دانا شخص سے کہا کہ بھائی صاحب ابھی تک تو کوئی بندوبست نہیں ہوا اگر کوئی اچھا رشتہ آ گیا تو پھر اس کی شادی کر ہی دیں گے۔تو وہ دانا شخص اس عورت کو کہتا ہے کہ بہن آپ کی بیٹی جوان بھی ہے اور خوبصورت بھی ہے اس لیے آپ کو چاہئے کہ اس کی شادی کہیں نہ کہیں کر ہی دیں تو اچھا ہے کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ وقت بڑا خراب جا رہا ہے یہ نہ ہو کہ آپ کی بیٹی کسی

کے ساتھ بھاگ جائے۔اس طرح آپ کی عزت بھی جائے اور آپ کو پچھتانا بھی پڑے گا۔

وہ عورت اس دانا شخص کی باتوں سے پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی۔اب اس عورت نے بھی نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ان گندھا آٹا اٹھا کر اس دانا شخص کے ہاتھوں پر رکھ کر کہتی ہے کہ اپنا یہ آٹا لے جا کے کسی اور سے روٹیاں پکوا لو اور میرے گھر سے چلتے بنو۔کیا پتا کہ تو اپنی شیریں زبان سے اور کیا کیا بکے گا۔تو وہ دانا شخص جب آٹا اٹھائے گلی میں آیا تو سامنے سے کوئی آدمی آ رہا تھا تو وہ آدمی اس دانا شخص سے کہتا ہے کہ آپ نے یہ کیا بنا رکھا ہے کہ آٹا آپ کے ہاتھوں سے گر کر آپ کے کپڑوں اور آپ کے جوتوں سے ہوتے ہوئے زمین پر گر رہا ہے۔آپ آٹے کو کسی برتن میں ڈال لیتے تو آپ کی یہ حالت نہ ہوتی تو وہ دانا شخص اس آدمی کو کہتا ہے کہ بھائی صاحب یہ جو آپ کو آٹا گرتا نظر آ رہا ہے یہ تو آٹا نہیں گر رہا یہ تو میری مبارک زبان سے شیرینی گر رہی ہے۔

اسی طرح مسلم لیگ ن والوں کے پاس بھی تین دانا اور سیانے وزیر ہیں حالانکہ دوسرے بھی ان تینوں سے کوئی کم نہیں لیکن ان تینوں کا نمبر ون ہے۔ان میں ایک تو رانا ثنا اللہ ہے جب وہ کوئی بات کرنے پہ آتا ہے تو وہ منہ کے اندر بات کو اتنا گھماتا ہے کہ جس منہ سے بات کرتے ہوئے پھول برسنے چاہئے صرف منہ کے اندر بات کو گھمانے کی وجہ سے رانا صاحب کے مبارک منہ سے آگ برسنا شروع ہو جاتی ہے۔جس آگ سے گاؤں ہی نہیں ضلع ہی نہیں پورے صوبہ پنجاب میں آگ لگا دیتے ہیں۔حالانکہ رانا صاحب کو اس وقت ایسے الفاظ کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی لیکن کیا کہا جائے کہ رانا صاحب اس دانا شخص کی طرح اپنی عادت سے مجبور ہو کر وقت بے وقت اپنے مبارک منہ سے آگ کے شعلوں کی وجہ سے ان کی اپنی پوری پارٹی نون لیگ پریشان ہو جاتی ہے کہ یہ کیا بک بک خواہ مخواہ کی ہے۔جس کی ضرورت نہیں ہوتی پھر پارٹی والے رانا صاحب کو اٹھا کے کسی پڑولے میں ڈال دیتے ہیں لیکن رانا صاحب ہے جو بڑی مشکل سے پڑولے میں ایک آدھ ہفتہ ہی رہ پاتے ہیں تو پھر سے رانا صاحب اپنی عادت سے مجبور ہو کر منہ مبارک سے جیسے وہ بات کرنے سے پہلے گھماتے پھراتے بہت ہیں جب بات کرتے ہیں تو اس دانا شخص کی طرح رانا صاحب کے منہ مبارک سے آگ کے شعلے برسنا شروع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے کسی کا کیا نقصان رانا صاحب اپنی ہی پارٹی کے لئے مشکل پیدا کر دیتے ہیں۔جس کی جہ سے رانا صاحب کو پارٹی والوں کی طرف سے جھڑکیاں کھانی پڑتی ہیں کہ تم نے اپنے منہ سے ایسے الفاظ نکال کر ہمارے لیے مشکل پیدا کر دی ہے۔پھر سے پارٹی والے رانا صاحب کو کسی '' بھڑولے '' میں ڈال دیتے ہیں لیکن رانا صاحب ہیں کہ اس دانا شخص کی طرح اپنی عادت سے باز آئے ہیں اور نہ ہی آئیں گے کیونکہ رانا صاحب اس دانا صاحب کی طرح اپنی عادت سے مجبور جو ہوئے۔

جب بھی رانا صاحب اپنے منہ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو منہ مبارک سے آگ کے شعلے برسنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جہاں وہ پھول برسانا چاہتے ہیں اتنی شیریں ہے رانا صاحب کی زبان مبارک ، جس مبارک زبان کی وجہ سے پورے صوبے میں آگ لگ جاتی ہے یہ تو ہیں رانا صاحب جو اپنی زبان سے ایک صوبے پنجاب میں آگ لگاتے ہیں اور دو وزیر نون والوں کے پاس اور ہیں جو مرکز میں ہیں۔جن کی زبان میں رانا صاحب کی زبان سے بھی زیادہ شیرینی ہے ایک کا نام تو ہے پرویز رشید عرف '' شیدو '' اور دوسرے کا نام ہے عابد شیر علی عرف ''شیرو '' رانا صاحب تو جب اپنی مبارک زبان سے کوئی الفاظ نکالتا ہے تو وہ ایک ہی صوبہ پنجاب

میں آگ لگاتا ہے مگر تپش اس آگ کی سارے پاکستان میں محسوس ہوتی ہے اور یہ نون کے دونوں وزیر صاحبان جب بھی اپنی مبارک زبان سے الفاظ نکالتے ہیں تو پھولوں کی جگہ وہ منہ مبارک سے آگ کے شعلے نہیں آگ کے گولے برسا رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت ایسے مبارک الفاظ کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی لیکن یہ دونوں وزیر صاحبان بھی اپنی بے ساختہ عادت سے مجبور اس دانا شخص کی طرح کوئی نہ کوئی منہ سے ایسے مبارک الفاظ نکال دیتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ضلع نہیں ایک صوبہ نہیں یہ تو پاکستان کے چاروں صوبوں میں آگ کے گولے برسانا شروع کر دیتے ہیں۔

عابد علی عرف شیرو کا تو یہ حال ہے کہ جب سے نواز نے اسے وزارت سے نوازا ہے تو اس بے چارے کو تو پاکستان کی پوری قوم ہی چور ڈاکو نظر آنے لگی ہے اس کو تو اب صرف اپنا خاندان، اسحاق کا خاندان اور نواز برادران کا خاندان ہی پورے پاکستان میں ایماندار نظر آتے ہیں۔ اس لیے یا تو پوری پاکستانی قوم چوری ڈاکے چھوڑ دے ورنہ پوری پاکستانی قوم ان تین ایماندار خاندانوں کی خاطر پاکستان چھوڑ کر کہیں اور چلی جائے یہ ملک تو ہمارے تین ایماندار خاندانوں کے لئے ہی ہے۔ جیسے یہ ملک اور اس ملک کی اٹھارہ کروڑ عوام ان تین خاندانوں کے غلام ہیں اور نواز، شیدو، شیرو ان کے حاکم ہیں جو منہ میں آئے کہہ ڈالتے ہیں اس دانا شخص کی طرح کیونکہ شیدو صاحب کی زبان مبارک میں بھی بڑی شیرینی ہے۔ رانا اور شیرو کی زبان کی طرح جو اپنی فضول بک بک کی وجہ سے اپنی ہی حکومت کے لئے وبال جان بن جاتا ہے۔ اپنی روکھی زبان کی وجہ سے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ اگر اپنی شکل اچھی نہ ہو تو کم از کم بات تو اچھی کر دینی چاہئے۔ مگر ان میں یہ دونوں باتیں نہیں مگر شیدو صاحب تو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ نہ تو ملک میں عدالتیں ہونی چاہئیں جن پر خواہ مخواہ اتنی رقم خرچ ہو جاتی ہے اس لیے انصاف تو ہم خود لوگوں میں بانٹیں گے جس جس کو ہماری مرضی ہو گی۔ اسی طرح آج ملک میں فوج کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہی کیونکہ ہم نے تو پہلے ہی کشمیر کی آزادی کی بات دل سے نکال دی ہے اور ہم خود بھی اب پاکستان کے حق میں کم اور ہندوستان کے حق میں زیادہ ہیں جب کہ اب ہمارا کوئی دشمن بھی نہیں رہا تو پھر فوج کی ہمیں کیا ضرورت۔ شیدو صاحب صحیح فرماتا ہے اس ملک کی حفاظت کے لئے یہ پانچ خاندان ہی کافی ہیں۔ نواز خاندان' خواجہ خاندان' اسحق خاندان' خواجہ سعد خاندان' شیدو خاندان اسی طرح یہ خاندان دوسرے اداروں کو بھی آہستہ آہستہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے پولیس اور عدلیہ ہے اس کو بھی یہ ختم کرنا چاہتے ہیں جن پر خواہ مخواہ میں اتنی رقم خرچ ہو جاتی ہے تاکہ جس کو ہم چاہیں مجرم بنائیں اور جس کو ہم چاہیں انصاف بانٹیں یہ سب کچھ ہماری مرضی سے ہو اور بھی جو جو ملک میں ادارے ہیں ان سب کو سعودی شاہوں کی طرح اپنا کنٹرول کرنا چاہتے ہیں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

یہ کتنی بڑی سوچ ہے ان داناؤں کی، اس دانا شخص کی طرح جس دانا شخص نے اپنی دانائی کی وجہ اور اپنی شیریں زبان کی وجہ سے اس عورت کے ہاتھوں ان گوندھا آٹا لیا اور عورت نے کہا کہ تم اس قابل ہی نہیں کہ میں تجھے اپنے گھر زیادہ دیر ٹھہرنے دوں۔ اپنی روٹیاں کسی اور سے پکوا لینا میرے گھر سے نکلتا ہو اور اسی طرح کے نون والوں کے پاس بھی وزیر ہیں جن کی وجہ سے پہلے بھی تین دفعہ ان کے ہاتھوں میں ان گوندھا آٹا رکھا جا چکا ہے کیونکہ یہ بھی اس دانا

شخص کی طرح اپنی عادتوں سے مجبور ہیں۔ بار بار یہ بھی اسی گڑھے میں جا گرتے ہیں مگر باز پھر بھی نہیں آتے۔اس دفعہ بھی یہی لگتا ہے کہ اس دانا شخص کی طرح ان دانا وزیروں کی وجہ سے پھر سے ان کے ہاتھوں میں " ان گوندھا" آٹا رکھا جا سکتا ہے ان کے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے۔اس کو کہتے ہیں بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ان نون والوں پر میاں محمد بخش صاحب کے بہت سارے اشعار فٹ آ جاتے ہیں آپ جو بھی ان پر اشعار فٹ کر لیں۔انسان اپنی ہر بات بدل سکتا ہے مگر اپنی فطرت نہیں بدل سکتا۔

مورکھ نوں کیہہ پند نصیحت پتھر نوں کی کیہ پالا
ڈدھاں اندر کاگ نوہایئے انت کالے دا کالا
لکھ کنجراں دی سیوا کریئے، او کدے نئیں رجدے
تھوہر ککر دی گوڈی کریے، امب کدے نئیں لگدے

یہ انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے چاہے وہ کتنا ہی دانا کیوں نہ ہو اس فطرت کی وجہ سے وہ کئی بار ناکام بھی ہوتا ہے۔مگر اپنی فطرت سے باز پھر بھی نہیں آئے گا بھلے کئی دفعہ پچھتاتا بھی ہے۔

یہی زبان ہے جب چلتی ہے تو پھول یہی برساتی ہے
یہی زبان ہے جب چلتی ہے تو آگ یہی برساتی ہے

☆☆☆☆☆

نیکی کر کنوئیں یا دریا میں ڈال

یہ بات تو ہم بچپن سے ہی سنتے آئے ہیں کہ نیکی کرو اور کنوئیں یا دریا میں بہا دے ۔اس وقت تو ایسی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آیا کرتی تھیں کہ لوگ نیکی کنوئیں یا دریا میں کیوں بہاتے ہیں ۔اس وقت یہ بات ہمیں بڑی عجیب لگتی تھی کہ لوگ نیکی جیسی چیز جو انسان کو بڑی محنت سے حاصل ہوتی ہے پھر ایسی پیاری چیز کو لوگ کیوں کنوئیں یا دریا میں بہاتے ہیں ۔اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے پھر جب ہم بڑے ہوتے گئے اور اس طرح کی باتیں سمجھ میں آنے لگیں کہ لوگ نیکی جیسی چیز کو کیوں کنوئیں یا دریا میں بہاتے ہیں ۔وہ کون سی نیکی ہوتی ہے جس کو لوگ کر کے کنوئیں یا دریا میں بہا دیتے ہیں ۔جو لوگ اپنی ذات کے لئے نیکیاں کرتے ہیں ۔وہ نیکی تو کوئی بھی کنوئیں یا دریا میں نہیں بہائے گا۔جو لوگ نیکی کرتے ہیں وہ اپنی نیکی کو کنوئیں میں یا دریا میں تھوڑا ہی بہائیں گے ۔

پھر وہ کون سی نیکی ہوتی ہے جس نیکی کو کر کے لوگ کنوئیں یا دریا میں بہا دیتے ہیں ۔وہ نیکیاں وہ ہوتی ہیں جو دوسروں کے کام آ کر کمائی ہوتی ہیں پھر وہ جس کے ساتھ نیکی کی ہوتی ہے یا تو وہ دوسرے کی نیکی کو بھول جاتا ہے یا وہ اس نیکی کو نیکی ہی نہیں جانتا کہتا ہے کہ یہ تو اس کا اس طرح کرنا فرض تھا۔اس نے میرے اوپر کون سا احسان کیا ہے یہ کہہ کر اس کی نیکی کو برباد کر دیا جاتا ہے ۔ پہلے وقتوں میں یہ ہوتا تھا کہ والدین کا بڑا لڑکا یا اس سے چھوٹا لڑکا ہو تو اکثر ان کے ہی کندھوں پر یہ ذمہ داری ہوتی کہ اپنے ساتھ اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کی بھی دیکھ بھال کریں جب تک بہن بھائی اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو جائیں ۔ان کی ہر طرح کی ذمہ داریوں کو نباہنا ہوتا ہے ۔پھر وہ دن رات ایک کر کے ان ذمہ داریوں کو نباہتے ہیں پھر وقت آنے پر وہی بہن بھائی ان پر الٹ ہو جاتے ہیں کہ تم نے ہمارے لیے کیا کیا تھا۔اگر تو نے کچھ کیا بھی ہے تو تو نے ہم پر کون سا احسان کیا تھا ایسا کرنا تو آپ کا فرض بنتا تھا۔یہ کہہ کر اس کے کئے پر پانی پھیر دیا جاتا ہے ۔یا کوئی آدمی اپنے کسی رشتے دار کو کسی مشکل وقت میں کام آتا ہے تو جب اس آدمی کی مشکل ختم ہو جاتی ہے تو وہ اس احسان کے بدلے یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے کب اسے کہا تھا کہ تو میرا یہ کام کر اس نے تو خود ہی آ کے اس میں حصہ لیا ہے اپنا نام بڑھانے کے لئے ، میں نے تو نہیں کہا تھا کہ تو میری مدد کر ۔یا کوئی اپنے پڑوسی کی کسی طرح کی مدد کرتا ہے تو پڑوسی بھی کسی نہ کسی بہانے سے اس کا وہ احسان بھول جاتا ہے تو اس وقت نیکی کرنے والے کے دل پر کیا گزرتی ہے ۔پھر وہ یہی کہتا ہے کہ نیکی کرو اور کنوئیں یا دریا میں بہاؤ۔

یہ بات اب کی نہیں بنی ہوئی یہ بات تو کسی نے صدیوں پہلے بنائی تھی جو یہ بات آج تک چلی آ رہی ہے حالانکہ پہلے وقتوں میں لوگ ایک دوسرے کی نیکی کو اپنے اوپر نیکی ہی جانتے تھے اگر کسی کی نیکی کو نیکی نہ جانا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔تو اس بندے نے میرا بھی شکر ادا نہ کیا۔اس طرح تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناشکری ہو گئی ۔اس کے بندے کا شکر ادا نہ کر کے ۔ یہ بات تو

تھی پہلے وقتوں کی جن وقتوں کو آج بھی ہم بہت اچھا وقت کہتے ہیں۔ اگر پہلے وقتوں کے لوگ یہ کہتے تھے کہ نیکی کرو اور کنوئیں یا دریا میں بہاؤ، جس کو ہم بہت اچھا ہی وقت کہتے ہیں آج تو پھر یہ حالت ہوگئی ہے کہ نیکی کرو جہنم میں جاؤ۔ ویسے تو آپ کو ایسی کئی مثالیں آپ کے دائیں بائیں سے ہزاروں مل جائیں گی مگر میں آپ کو دو ہی مثالیں دوں گا۔ ایک تو میرے ایک جاننے والے کی آپ بیتی اور ایک میری آپ بیتی۔

میرے جاننے والے کی آپ بیتی یہ ہے کہ وہ انڈیا کا رہنے والا تھا جو اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اس لیے اسے اپنے گھر کی زیادہ فکر تھی۔ جب اس کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو اس نے اپنے والدین سے کہا کہ اگر کسی طرح میں انگلینڈ چلا جاؤں تو میں آپ کے ساتھ اپنے بہن بھائیوں کی بہتر خدمت کرسکوں گا۔ پھر اللہ کو منظور ہوا تو وہ انگلینڈ چلا آیا پھر وہ یہاں آ کر فیکٹریوں میں بارہ بارہ گھنٹے کام کرتا رہا تاکہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی بہتر خدمت کرسکے۔ پھر اس نے شادی بھی کرلی جس سے اس کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئیں پھر بھی اس نے اپنے بھائیوں کو پڑھایا جہاں تک انہوں نے پڑھنا تھا۔ پھر بہن بھائیوں کی شادیوں کا وقت آ گیا۔ وہ بھی اس نے اپنے خرچے پر شادیاں کرائیں اور دو بھائیوں کو اس نے مکان بھی بنوا کر دیئے اور بھائیوں کو اس نے اپنے خرچے پر افریقہ میں پہنچایا اور انہیں آباد بھی کیا۔ تب تک اس کے اپنے بھی پانچ بچے ہو گئے۔ مگر پھر بھی وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی ہر طرح کی ضرورت پوری کرتا رہا۔ پھر اس کے اپنے بچے بھی جوان ہوتے گئے۔ اس نے دو بڑے بیٹوں کو قرآن کا حافظ بھی بنایا۔ جب اس کا بڑا لڑکا بیس سال کا ہوا تو اس نے اپنی پڑھائی ختم کر دی تو اس نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا میں اب چاہتا ہوں کہ تیری شادی کر دوں وہ بھی اپنے بھائی کی لڑکی سے تو بیٹے نے نہ چاہتے ہوئے بھی والدین کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ پھر وہ بیٹے کو لے کر انڈیا چلے گئے۔ بھائی کی لڑکی کو بیاہنے۔ پھر وہ لڑکی کو بیاہ کر انگلینڈ لے آئے۔ جب وہ لڑکی انگلینڈ پہنچ گئی تو شروع شروع میں تو بھتیجی نے بڑا اچھا ثبوت دیا لیکن جیسے ہی وہ لڑکی ایک بچے کی ماں بن گئی تو اس کے اندر کا شیطان باہر آ گیا۔ پھر وہ لڑکی انہیں طرح طرح سے پریشان کرنے لگی۔ پھر انہوں نے سب جاننے والوں کو کہا کہ اس لڑکی کو کچھ سمجھاؤ کہ یہ اب اس طرح کیوں کر رہی ہے جب کہ یہ ایک بچے کی ماں بن گئی ہے اس طرح کرنے سے اپنے ساتھ بچے کی بھی زندگی تباہ کر دے گی۔ مگر اس کے پیچھے تو کسی اور کے ہاتھ تھے پھر ان ہاتھوں نے اس کی بھی اور اس کے معصوم بچے کی بھی زندگی تباہ کر دی۔ وہ ہاتھ کوئی غیروں کے نہیں تھے اس کی اپنی ہی ماں کے تھے اور بات طلاق تک پہنچ گئی۔ یہاں تو سارے کا سارا قانون ہی عورت کے حق میں جاتا ہے پھر اسے دائیں بائیں سے اور مدد مل گئی جنہوں نے اسے کورٹ تک پہنچایا کیونکہ بچے کو ملنے کے لئے باپ کو کورٹ سے ہی اجازت لینی پڑتی ہے پھر جا کے باپ کو بچہ ماں سے لانا پڑتا ہے پھر بچے کو ماں کے پاس جا کے بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ یہ کام ہر ہفتے باپ کو کرنا پڑتا ہے۔ سولہ سال تک پھر آپ ہی بتائیں جو آدمی ایسی عورت کی منحوس شکل دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ اس مرد پر کیا گزرتی ہوگی کہ وہ ایسی منحوس شکل کو دیکھے مگر وہ بے چارہ اپنے بچے کی خاطر یہ زہر کا پیالا پیتا رہا کہ کہیں میرے بچے کی زندگی تباہ نہ ہو جائے اگر میں اس طرح نہ کروں۔ وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر یہ سب کچھ برداشت کرتا رہا کبھی کبھی تو اس منحوس عورت کی خواہ مخواہ کی باتیں بھی سننی پڑتیں۔ ایک دن بچے نے والد کو کہا کہ والد صاحب میں

کام سے دیر سے گھر آؤں گا۔ آپ کو میرے بچے کو سکول سے لانا ہو گا کیونکہ یہ ہفتہ اتوار اس کا ہمارے پاس ہے جب دادا اپنے پوتے کو سکول لینے گیا تو کسی نے اس کی بھتیجی کو بتا دیا کہ تیرا تایا تیرے بچے کو لینے آیا ہے تو وہ عورت دوڑی دوڑی آئی اور آ کے تائے کے ہاتھ سے بچے کو چھین لیا اور کہا کہ تم کون ہوتے ہو میرے بچے لے جانے والے۔ اس کا باپ ہی آ کر لے جائے تم نہیں۔ خبر دار! اگر تو اسے لے گیا نہ ہی تو میرے بچے کو ہاتھ لگا سکتا ہے تو اس وقت اس آدمی کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ پھر بچے کا والد جا کے بچے کو لایا اور ساتھ اسے بھی اس کی باتیں سننی پڑیں۔ یہ سب کچھ وہ برداشت کرتے رہے بچے کی خاطر، ورنہ تو اس کے بیٹے کو عورتوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اس عورت نے دوسروں سے مدد لے کر انہیں طرح طرح سے پریشان کیا۔ یہ تھا اس کو بھائی کی طرف سے بھلا کرنے کا صلہ۔ وہ آدمی یہاں تک پریشان ہوا وہ کہتا تھا اگر میرے پاس کوئی بھی اسلحہ ہوتا تو میں اس بھتیجی کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی گولی مار دیتا۔ چاہے مجھے پھر عمر بھر جیل ہی میں رہنا پڑتا جنہوں نے میری، میرے بچوں کی زندگی تباہ و برباد کر دی مگر یہاں تو اسلحہ ملتا ہی نہیں پھر میں کیا کرتا بس وہ اپنے اندر ہی کڑھتا رہا۔ یہ تھی نیکی اس کی بھائی کے لئے جس نیکی نے اسے جہنم تک پہنچانے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے بچائے رکھا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو کہا '': چلو میں تمہاری دوسری شادی کروں انڈیا جا کے ''تو بیٹے نے صاف جواب دے دیا کہ میں اب انڈیا سے شادی نہیں کروں گا۔ اب میں اپنی مرضی کی شادی کروں گا تمہاری مرضی کی نہیں۔ پھر اس پر انہیں اور بھی دکھ ہوا کہ اب بچہ بھی ہاتھ سے گیا۔ پھر اس بچے نے ایک پاکستانی لڑکی سے شادی کر لی لیکن وہ لڑکی ان کے حق میں بہت اچھی ثابت ہوئی۔ ساس سسر کو وہ ماما پاپا کہتی ہے اور ان کا بڑا ادب کرتی ہے اور سوتیلے بچے کو اس نے اپنی ماں جیسا پیار دیا ہے وہ بچہ اسے ممی کہہ کر پکارتا ہے پھر تو وہ اپنی بھتیجی کا دیا ہوا دکھ بھی بھول گئے کہ چلو بچے کا گھر تو بس گیا ہے اور لڑکی بھی اچھی مل گئی پھر۔

اس آدمی نے اس دکھ سے اپنی ساری کی ساری اولاد غیروں میں بیاہ دی۔ اس کا یہ کہنا تھا میں کیا کرتا پہلے ہی نوالے میں مکھی آ گئی تھی۔ پھر میں آگے کیا چلتا۔ اس نے دوبارہ پھر ماں باپ کو انگلینڈ بلایا اور انہیں یہاں چھ ماہ تک رکھا۔ پھر ماں باپ کے کہنے پر دونوں میاں بیوی ان کے ساتھ انڈیا گئے۔ اللہ کی کرنی دیکھئے جیسے ہی وہ انڈیا گئے تو کچھ دنوں کے بعد ان کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے سارے کا سارا خرچ اپنی جیب سے ہی کیا۔ کسی بھائی سے اس نے کچھ نہ لیا۔ کچھ ماہ کے بعد وہ پھر انگلینڈ چلے آئے۔ ان کے یہاں آنے کے بعد باقی سبھی بہن بھائیوں نے ایسی گھٹیا باتیں ان کے نام پر تھوپیں جن کو میری قلم لکھنا پسند نہیں کرتی کہ انہوں نے ماں باپ کے ساتھ یہ کیا وہ کیا۔ کہاں تک اس نیکی کے بدلے اس کے ننھیال ددھیال سب چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس کے والد کو بھی اس کے بہن بھائیوں نے اس کے حق میں گمراہ کر دیا۔ خواہ مخواہ کی باتیں بنا کر یہ کچھ حاصل ہوا ہے ایک نیکی کرنے کے بدلے۔ اگر وہ یہ نیکی نہ کرتا تو کچھ بھی نہ ہوتا سبھی اپنی اپنی جگہ خوش رہتے۔ پھر اس معصوم بچے پر کیا کیا گزرتی ہو گی جو بے چارہ ایک ہفتہ ماں کے پاس رہتا اور ایک ہفتہ وہ باپ کے پاس رہتا کہ یا اللہ میں پیدا ہوتے ہی کس گناہ میں پکڑا گیا ہوں۔ اس نیکی کی وجہ سے سارے کا سارا گھرانہ جیتے جی جہنم کی آگ میں جلتا رہا۔ ان کا گناہ کیا تھا کہ انہوں نے بھائی کی بیٹی کو ترجیح دی تھی۔ یہ تھا ان کا قصور یہ وہ باتیں تھیں جن کا کچھ نہ کچھ پتا تھا جو میں نے لکھ دیں ہیں۔ اس کے ساتھ تو اور بھی بہت کچھ ہوا ہو گا جن کا مجھے پتا نہیں۔

ایک دن وہ آدمی کسی وجہ سے میرے گھر آ گیا تو کچھ دیر بیٹھنے کے بعد مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا آپ اکیلے ہی رہتے ہو؟ تو میں نے اسے کہا کہ ہاں میں اکیلے ہی رہتا ہوں۔تو اس نے کہا ": کب سے اکیلے رہ رہے ہو؟ "تو میں نے اسے کہا کہ اٹھارہ سال سے اکیلا ہی رہ رہا ہوں۔تو وہ مجھے کہنے لگا کہ آپ کا تو یہاں سب کچھ ہے پھر بھی آپ اکیلے ہی رہ رہے ہو۔ "ہاں میں اکیلا ہی رہ رہا ہوں۔ "تو وہ مجھے کہتا ہے ": وہ کیوں؟ "تو میں نے اسے کہا کہ اگر میں تمہیں اپنی کہانی بتانا شروع کروں تو میرے کئی دن لگ جائیں گے اور اس پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے میں آپ کو یک ہی بات بتاتا ہوں پھر آپ کو سب کچھ سمجھ آ جائے گی ساری بات کی۔ میں نے اسے کہا کہ آپ نے ایک ہی نیکی کی تھی اس نیکی کی وجہ سے تمہارے ساتھ کیا حشر ہوا وہ آپ خوب جانتے ہو۔ایک ماں تھی وہ بھی فوت ہوگئی اب آپ کے پاس بچا ہی کیا ہے۔تمہاے بہن بھائیوں نے تجھ سے تمہارے باپ کو بھی چھین لیا ہے۔میرے بھائی میں نے تو ایک نہیں دو نیکیاں کر دی تھیں۔پھر آپ ہی بتائیں کہ میرے پاس کیا بچتا۔تو وہ ہنس پڑا کہ آپ نے ٹھیک ہی کہا کہ آج نیکی کا پھل اسی طرح کا مل رہا ہے۔بھائی ان نیکیوں کی وجہ سے تو میری جان تک بن گئی تھی مگر مجھے اور ابھی جینا تھا اور بہت کچھ دیکھنے کے لئے ان نیکیوں کی وجہ سے تو میرے باپ کی قبر تک جلا دی گئی وہ بھی کسی غیر نے نہیں ان کی اپنی ہی اولاد نے اور ان کے اپنے بھانجے بھانجیوں نے جلائی ہے اور مجھے ان اٹھارہ سال میں آپ کی طرح لوگوں سے طرح طرح پریشان بھی کراتے رہے ہیں کہ تم کو آخر اپنا باپ چھوڑنا ہی پڑے گا ورنہ ہم تجھے پریشان کراتے ہی رہیں گے۔ان اٹھارہ سال میں کئی بار بیمار بھی ہوا اور اس بیماری کی وجہ سے میں ہسپتال بھی گیا ہوں۔اس حال میں میری مدد دوسرے لوگ کرتے رہے ہیں جس کو کچھ آپ بھی جانتے ہیں کہ میری ان نیکیوں نے مجھے ان انسانوں سے کیا پھل دیا ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں تو نیکی کا پھل تو ملتا ہی ملتا ہے اس لیے ہمیں ایسے بے فیض لوگوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ہاں اس پر دکھ ضرور ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں بھائی کہ "نیکی کرو اور جہنم میں جاؤ "کیونکہ انہوں نے تو ہمیں جہنم تک پہنچانے کی ہر طرح کی کوشش کی ہے مگر ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر طرح سے محفوظ رکھا ہے اور آگے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں محفوظ ہی رکھے گا۔انشاء اللہ آمین!

پہلے کہتے تھے کہ نیکی کرو دریا میں بہاؤ
اب کہتے ہیں کہ نیکی کرو جہنم میں جاؤ

ڈھا دے مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے جو کجھ ٹیہندا
اک بندے دا دل نہ ڈھاویں ربّ دلاں وچ رہندا

☆☆☆☆☆

آیا ہے ویلنٹائن ڈے یعنی پیار کا دن

آیا ہے ویلنٹائن ڈے' مدرڈے' فادرڈے یعنی پیار کے دن ۔مسلمانو جو یہ دن آتے ہیں سال میں ایک ہی بار، مجھے انگلینڈ رہتے ہوئے پچاس سال سے بھی اوپر ہو گئے ہیں۔ جب میں آیا تھا تو اس وقت انگلینڈ کے لوگ دو ہی دن منایا کرتے تھے ایک کرسمس کا دن دوسرا پیدائش برتھ ڈے کا دن کیونکہ یہ یورپین لوگ عیسائی ہیں۔ ان میں یہ دن منائے جاتے تھے اس وقت میں نے انہیں کوئی اور دن مناتے نہیں دیکھا تھا۔ آج جو دیکھ رہے ہیں ویلنٹائن ڈے' مدرڈے' فادرڈے یہ دن تو چند سال پہلے ہی شروع ہوئے ہیں وہ بھی ان یورپین عیسائیوں' یہودیوں نے ہی منانے شروع کئے تھے اس میں ان کاروباری لوگوں کی ایک چال تھی۔ نئے نئے نام ایجاد کر کے لوگوں کو بیوقوف بنا کر لوٹتے ہیں اور ایک ہم مسلمان ہیں جو ان چال بازوں کی نئی نئی چالوں میں آرہے ہیں اور یہ ہمیں دھوکہ دے کر لوٹ رہے ہیں اور ہم مسلمان یہ دن منا کر ان پاکیزہ رشتوں کی توہین کر رہے ہیں۔

یہ دن اصل میں یورپین لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں جو ماں باپ، بہن بھائی، رشتے داروں کو سال میں ایک ہی بار ملتے ہیں اور ماں باپ، بہن بھائی یا رشتے داروں کو پھولوں کا ایک گلدستہ یا ایک کیک تھما دیتے ہیں ساتھ یہ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو مجھے تم سے کتنی محبت ہے اور یہ چیزیں دے کر تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھ کر چلے جاتے ہیں پھر ایک سال تک یہ یورپین لوگ ماں باپ بہن بھائیوں رشتے داروں کا منہ تک نہیں دیکھتے کہ وہ کس حال میں ہیں۔ زندہ بھی ہیں یا مر گئے ہیں۔ ان یورپین لوگوں کے سال میں پیار محبت کے تین یا چار ہی دن ہوتے ہیں۔ پھر ان یورپین لوگوں میں ایک سال کوئی پیار محبت نہیں رہتا۔ کیونکہ ان کو اپنی اپنی پڑی ہوتی ہے۔

یہ دن تو ان یورپین لوگوں کی ایجاد تھے مگر آج مسلمان بھی ان دنوں کی لپیٹ میں آتے جا رہے ہیں خاص طور پر پاکستان کے مسلمان جو یہودیوں عیسائیوں کی فوراً نقل اتار لیتے ہیں۔ آج مسلمان بھی ان یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح ماں باپ' بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کو سال میں ویلنٹائن ڈے' مدرڈے' فادرڈے میں پھولوں کا ایک گلدستہ یا ایک کیک تھما دیتے ہیں یا بیوی کو انگوٹھی لے دی اور ساتھ یہ کہہ دیا کہ مجھے آپ سے بڑی محبت اور پیار ہے اور یہ منافقانہ توہین آمیز دن آہستہ آہستہ ہم مسلمانوں میں بھی جڑ پکڑ رہے ہیں جو ان رشتوں کی توہین ہے مگر آج ہم مسلمان ان توہین آمیز دنوں کو بڑے فخر سے منا رہے ہیں کہ میں نے بھی ماں باپ کو سال میں ایک پھول تھما کر اپنی محبت کو جتا دیا ہے۔ یہ ماں باپ کی سخت توہین اور بے ادبی ہے۔ ماں باپ تو وہ چیز ہوتے ہیں اولاد جن کے قدموں میں ہر روز پھول نچھاور کرتی پھرے مگر پھر بھی اولاد ماں باپ کے پیار محبت کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح بہن بھائیوں ،رشتے داروں کو سال میں ایک آدھ کوئی تحفہ دے کر ان سے پیار محبت جتانا کہ مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ اس طرح کرنا ان پاکیزہ رشتوں کی سخت توہین اور بے ادبی ہے جن کو آج ہم مسلمان بڑے فخر سے منا رہے ہیں ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس طرح کر کے ہم بھی یورپین ہو جائیں گے۔

جس طرح ہم نے آج اپنے باپ دادا کا لباس چھوڑ کر یورپین لباس پہن لیا ہے۔ پینٹ کوٹ اوپر ٹائی جب ایسے لباس والے کسی دیہات میں تشریف لے جاتے ہیں تو گاؤں کے کتے ان کے لباس کی وجہ سے ان کی خوب آؤ بھگت کرتے ہیں کہ یہ گاؤں میں کون سی مخلوق آ گئی ہے جو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ جب سوٹ ٹائی والے کو چارپائی پر بیٹھنا پڑتا ہے۔ اس وقت سوٹ ٹائی والے کی

عجیب حالت ہوتی ہے جیسے فلموں میں بے چارے کارٹون ہوتے ہیں اور وہ اس وقت اپنی نظریں شرم کے مارے نیچے ہی رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے دیسی یورپین کو کبھی نہ کبھی تو دیہاتوں میں جانا ہی پڑتا ہے۔اب تو ہم مسلمانوں میں بھی یہ برتھ ڈے' مدر ڈے' فادر ڈے' ویلنٹائن ڈے بڑی تیزی سے اپنائے جارہے ہیں۔ جیسے پہلے پینٹ کوٹ ٹائی آئے تھے۔آج ہر طرح کا طبقہ یورپ کی نقل اتارنے پر لگا ہوا ہے۔آج ہم مسلمان جس کو ویلنٹائن ڈے' مدر ڈے' فادر ڈے کہہ رہے ہیں یعنی سال میں ایک ہی دن ماں باپ، بہن بھائیوں رشتے داروں میں بیوی بچوں کو پیار جتانا یہ ان پاکیزہ رشتوں کی توہین اور بے ادبی ہے میں تو ان دنوں کو دھوکہ اور منافقت کے دن کہوں گا۔اگر ایک مرد اپنی بیوی کو ایک انگوٹھی پہنا دیتا ہے پھر وہ مرد حضرت سارا سال دوسری عورتوں کی ''پپیاں'' لیتا پھرے تو یہ اپنی بیوی کے ساتھ دھوکہ اور منافقت نہیں تو اور کیا ہے ۔ یہ یورپین لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ایک مرد نے کئی کئی عورتیں رکھی ہوتی ہیں یہی حال عورتوں کا ہے۔خدارا! ایسے دنوں سے مسلمان باز ہی رہیں تو اچھا ہے کیونکہ یہ دن بے برکت ہیں اور یہ دن ان کاروباری لوگوں نے ایجاد کیے ہیں وہ بھی ان یورپین لوگوں نے نہ کہ یہ کوئی مذہبی دن ہیں جن کو منانے سے ہمیں کوئی ثواب ملنے والا ہے۔

مسلمانو! ذرا سوچو تم کیوں شیطان کے پیچھے بھاگے جا رہے ہو اور نئی نئی رسمیں نکال کر اپنے دین کی بے حرمتی کر رہے ہو اور اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں ،رشتے داروں اور بیوی بچوں کی بھی توہین کر رہے ہو۔اگر ہم مسلمانوں نے کسی کو کوئی تحفہ دینا بھی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں سال میں دو دن عید کے دیئے ہیں اس لیے عید والے دنوں میں آپ جو چاہے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچوں اور رشتے داروں کو تحفہ دیں۔جس سے خدا بھی راضی اور یہ پاکیزہ رشتے بھی راضی۔ویسے تو ایک مسلمان ماں باپ' بہن بھائی' بیوی' بچوں کے ساتھ ہر وقت پیار ومحبت کرتا رہتا ہے کیا سال میں ایک دفعہ ان پاکیزہ رشتوں کو پھول، کیک یا بیوی کو انگوٹھی یا کپڑوں کا جوڑا دے کر پیار بڑھ جاتا ہے؟ بالکل نہیں ! کیونکہ یہ ان رشتوں سے دھوکہ اور منافقت ہے۔ یہ تو ہم مسلمان یورپین لوگوں کی نقالی کر رہے ہیں ۔پھر اس پر ہم فخر بھی کرتے ہیں۔جو لوگ کتے کو ساتھ سلاتے ہوں اور بوڑھے والدین کو اولڈ ایج ہاؤس میں چھوڑ آتے ہوں وہ ہمیں پیار کا خاک درس دیں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے ہم مسلمانوں کو آمین!۔خدارا! مسلمانو! ہم ماں باپ جیسی پیاری چیز کو پھول دے کر ان سے پیار جتا رہے ہیں جو ان رشتوں کی بے ادبی اور توہین ہے ہمیں ان پیارے رشتوں کو ایدھی ٹرسٹ جیسے اداروں میں جانے سے بچانا ہے جس سے کہیں ہماری دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد نہ ہو جائیں۔اگر کسی کو میری اس بات پر شک ہو تو وہ ایدھی ٹرسٹ میں جا کے دیکھ لے جہاں کھاتے پیتے گھروں سے ماں باپ یہاں لوگوں کے صدقہ خیرات پر پل رہے ہیں۔جن کی اولادوں کے پاس اتنا پیسہ ہوتا ہے کہ ایک دن میں وہ ہزاروں اڑا دیتے ہیں حالانکہ وہ ماں باپ کی خاطر ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک نوکر بھی رکھ سکتے ہیں۔خالی ان کو پھول دے کر ان کو بھی دھوکہ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں یہ دھوکہ والا سلسلہ کب تک چلے گا۔ یہ نہ ہو کہ ایک دن ہمیں بھی یہ دن دیکھنا پڑ جائے جن یورپین کی آج ہم نقل اتار رہے ہیں۔ان کے ماں باپ آج فلاحی اداروں میں پڑے ہیں جن کو آج کوئی پوچھنے والا نہیں اور مسلمان ان کی نقل اتار رہے ہیں۔

یہ ویلنٹائن ڈے جو آتا ہے ایک ہی بار سال میں
جس میں بو آتی ہے منافقت کی ہر سال میں

باضمیر اور بے ضمیر انسان کی پہچان

یہ ضمیر کیا چیز ہوتی ہے اور اس ضمیر کی پہچان کس طرح ہوتی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ ضمیر بھی انسان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی طرح رکھا ہے جس طرح انسان کے اندر اس کا اپنا خیال یا ارادہ ہوتا ہے یا انسان کا اپنا ایمان ہوتا ہے ۔ضمیر بھی اسی طرح کی ایک چیز ہے ۔ان تینوں چیزوں کی نہ تو کوئی زبان ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی آنکھیں ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کے کوئی ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں ۔ ایمان تو صرف انسانوں اور جنوں کے لئے ہوتا ہے اور سوچ اور خیال اور ارادہ اور ضمیر یہ تو ایسی چیزیں ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مخلوق میں رکھی ہیں ۔ چاہے وہ انسان ہوں چاہے وہ جنگلی جانور ہوں ۔ چاہے وہ کیڑے مکوڑے ہوں چاہے وہ سمندری مخلوق ہوں ۔ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ انسانوں اور جنوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا اور کس طرح کا شعور عطا فرمایا ہے یہ تو میں نہیں جانتا کہ جنوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا اور کس طرح کا فعل مختار بنایا ہے ۔ ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جس طرح انسان اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبیوں اور اس کی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے اسی طرح جن بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں ۔کیونکہ جنوں اور انسانوں کا آپس میں کوئی میل جول نہیں ہے اس لیے جنوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔رہی بات انسانوں کی تو پہلی بات تو یہ ہے کہ انسانوں کو فعل مختار بنایا ہے ۔انہیں سوچ ،خیال ،ارادہ اور ضمیر باقی مخلوق سے زیادہ دیا ہے ۔ اللہ تبارک نے انسان کو ہاتھ جو دیئے ہیں وہ کسی اور مخلوق کو نہیں دیئے گئے حالانکہ دوسری مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل بھی دی ہے اور سوچ بھی دی ہے اور نظر بھی دی ہے اور کان بھی دیئے ہیں اور ناک منہ بھی دیئے ہیں ۔ باقی اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوقیں اپنے لیے اپنی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہیں جہاں تک ان سے ہو سکے ۔مگر انسانوں کے برابر نہیں کر پاتی اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس انسان کو افضل مخلوق قرار دیا ہے ۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر اپنی آسمانی کتابیں اتاری ہیں اور ان پر اپنے نبی بھیجے ہیں اس لیے اس انسان کی سوچ اور اس کا ضمیر دوسری مخلوق سے جدا ہے ۔حالانکہ سوچ اور ضمیر تو دوسری مخلوقوں کا بھی ہوتا ہے مگر وہ انسان کی طرح کچھ نہیں کر پاتے ۔لیکن اپنی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں مگر وہ انسانوں کی طرح فعل مختار نہیں ہوتے ۔اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے باقی مخلوق کو انسانوں کے تابع کر دیا ہے جو ان سب سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی دوسری مخلوق کی طرف نہ تو کوئی اپنی آسمانی کتابیں اتاری ہیں اور نہ ہی کوئی نبی بھیجا ہے اور نہ ہی کسی مخلوق کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے کوئی محشر میں حساب کتاب لینا ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے ۔ اس لیے کوئی دوسری مخلوق جنت یا دوزخ میں نہیں جائے گی ۔ جنت اور دوزخ تو صرف انسانوں اور جنوں کے لئے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنائے ہیں ۔

ہاں بات ہو رہی تھی باضمیر اور بے ضمیر انسانوں کی جب بھی باضمیر انسان کوئی کام کرتا ہے یا کوئی بات کرتا ہے تو وہ پہلے اپنی

عزت کا ضرور خیال رکھتا ہے کہ کہیں میں کوئی ایسا کام یا بات نہ کر دوں جس سے میری یا میرے خاندان پر کوئی حرف آئے۔اس طرح باضمیر انسان کا ایمان ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے۔اس طرح کا باضمیر انسان کبھی بھی دوسروں سے جھوٹ نہیں بولے گا اور نہ ہی باضمیر انسان کسی سے وعدہ خلافی کرے گا اور جب بھی کوئی بات کرے گا تو سچ ہی بولے گا اور نہ ہی وہ کسی کو دھوکہ دے گا اور نہ وہ کسی کی امانت میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کرے گا۔کیونکہ باضمیر انسان کو سب سے زیادہ اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کا ہر حال میں خیال رہتا ہے ایک باضمیر انسان کو کبھی بھی اس کا ضمیر کسی غلط کام کی طرف نہیں جانے دیتا۔اگر باضمیر انسان کسی طرح کوئی غلط کام کر بھی بیٹھے تو اس کا ضمیر اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔چاہے اس کی غلطی کو کوئی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔مگر اس کا ضمیر اسے ہر وقت جھنجوڑتا رہتا ہے کہ تجھے یہ غلط کام نہیں کرنا چاہئے تھا۔

دوسری طرف بےضمیر انسان ہے جو کبھی بھی سچی بات نہیں کرے گا اور نہ ہی بےضمیر انسان امانتدار ہو سکتا ہے اور جب بھی بات کرے گا جھوٹ ہی بولے گا اور وعدہ خلافی ہی کرے گا کیونکہ اس کا ضمیر مردہ ہو چکا ہوتا ہے۔بےضمیر انسان کو نہ تو اپنی عزت کا کوئی خیال ہوتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے خاندان کی عزت کا کوئی خیال ہوتا ہے۔بےضمیر انسان تو ہر برے کام کو اچھا سمجھ کر کر لیتا ہے کیونکہ اس کا ضمیر اسے کھلی چھٹی دے دیتا ہے۔کیونکہ ایسے انسانوں کے ضمیر مردہ ہو چکے ہوتے ہیں۔خاص طور پر جب انسان دولت کے چکر میں پڑتا ہے کہ میں کسی طرح دولت مند ہو جاؤں پھر تو وہ انسان دولت کے نشے میں حلال حرام کی پہچان کو بھی بھول جاتا ہے۔پھر ایسے انسان کو اس کا ضمیر کھلی چھٹی دے دیتا ہے کہ تو جو چاہے کر اور جس طرح تجھ سے ہو سکے دولت کو جمع کر۔بےضمیر انسان اپنے ضمیر کا اتنا غلام ہو جاتا ہے۔پھر تو نہ اسے اپنے ایمان کی پرواہ رہتی ہے اور نہ ہی معاشرے میں بےضمیر انسان کی کوئی عزت رہتی ہے۔پھر اس بےضمیر انسان کا ایک ہی کام ہوتا ہے کہ جیسے تیسے حلال حرام سے میں دولت مند ہو جاؤں۔پھر ایسے انسان کا ضمیر اسے ہر وقت غلط کاموں پر ہی اکساتا رہتا ہے کہ تو جو بھی کر رہا ہے اچھا ہی کر رہا ہے۔

ہاں اگر کوئی دولت مند بھی ہو اور ہو بھی باضمیر انسان یعنی اس کا ضمیر زندہ ہو پھر تو وہ انسان کم انسان کے روپ میں فرشتہ ہوتا ہے۔مگر آج کے وقت یہ چیز کم ہی انسانوں میں پائی جاتی ہے۔آج تو یہ ہو رہا ہے یا دغا تیرا ہی آسرا ہے، یا بےضمیری تیرا ہی آسرا ہے۔آج تو ہر انسان ہی بےضمیری کی دوڑ میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح بھی دولت مند ہو جاؤں۔چاہے میں انسانیت سے دور ہی کیوں نہ ہو جاؤں پھر ایسے دولت مندوں کی دولت انھیں دنیا اور آخرت دونوں میں رسوا کرتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے بےضمیری سے انسان کو۔کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس انسان کو افضل مخلوق بنایا ہے۔باقی سب مخلوق سے۔ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتے میں بھی ضمیر رکھا ہے پھر تو انسان کا ضمیر اعلیٰ ہونا چاہئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر یہ ضمیر ایک ایسی چیز رکھی ہے کہ اگر یہ انسان باضمیر ہو تو فرشتہ کہلاتا ہے اور اگر یہ انسان بےضمیر ہو تو یہ انسان کتے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔یہ انسان پر ہے کہ وہ اپنے ضمیر کو کس طرح استعمال کرتا ہے جس انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب مخلوقات سے افضل مخلوق کا درجہ عطا فرمایا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے انسان کو بےضمیری سے جسے افضل مخلوق بنایا ہے۔آمین!

باضمیر تو کرتے ہیں حفاظت اپنے ایمان کی
اور بے ضمیروں پر پڑتی ہیں لعنتیں سارے جہان کی

پہلے کی عورتیں اور آج کی عورتیں

پہلی عورتوں اور ماؤں کی جب صبح آنکھ کھلتی تھی تو سب سے پہلے ان کی زبانوں سے بسم اللّٰہی نکلتا تھا پھر یہ کلمہ ان کی زبانوں پر صبح سے رات گئے تک جاری رہتا تھا کیونکہ وہ عورتیں اور مائیں جب بھی کوئی کام شروع کرتیں تو اس وقت ان کی زبانوں سے پہلے بسم اللہ ہی نکلتا تھا۔ اگر ان کے والد باہر سے تشریف لاتے تو دیکھ کر بسم اللہ پڑھتیں، جب ان کا بھائی باہر سے تشریف لاتا تو دیکھ کر بسم اللہ پڑھتیں ۔جب ان کا شوہر باہر سے تشریف لاتا تو دیکھ کر بسم اللہ پڑھتیں' جب ان کا بیٹا بیٹی باہر سے آتے تو انہیں بھی دیکھ کر بسم اللہ پڑھتیں اگر یہ باہر بھی جاتے ہیں تو بھی انہیں بسم اللہ اور دعاؤں کے ساتھ روانہ کرتیں۔ جس سے برکت ہی برکت گھروں میں نظر آتی تھی یعنی ان کی زبانوں پر بسم اللہ کا تخم یعنی مٹھاس کا شجر ہوتا تھا کیونکہ ان کی عادت ہوتی تھی ہر کام کے ساتھ بسم اللہ پڑھنا۔

میں اس وقت چھوٹا ہوا کرتا تھا۔ جس کو میں دیکھتا سنتا رہتا تھا اس وقت کی عورتیں مائیں صبح اس وقت اٹھا کرتیں تھیں جس کو ہم پنجابی میں ''سرگی '' کہتے ہیں۔ جب مرغ صبح کی پہلی اذان دیتا تھا اس وقت کافی اندھیرا ہوتا تھا تو اس وقت کی عورتیں مائیں بسم اللہ پڑھ کر اپنا بستر چھوڑ دیتی تھیں۔ وہ سب سے پہلے گھر والوں کے لئے دو چار سیر دانے پیستی تھیں پھر وہ رات کا دودھ بلوتی تھیں مکھن لسی جدا کرنے کے لئے۔ اس کے بعد وہ آٹا گوندھتی تھیں پھر وہ بچوں کو سکول کے لئے اٹھاتیں تا کہ بچے سکول کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر وہ روٹی پکانے بیٹھ جاتیں جب بچے کھانا کھا کر سکولوں کو چلے جاتے پھر وہ عورتیں اور مائیں اپنے باپوں یا خاوندوں یا بھائیوں کا کھانا لے کر کھیتوں میں جاتی تھیں جو کھیتوں میں کام کاج کر رہے ہوتے تھے۔ اس کے بعد وہ عورتیں اور مائیں اپنے گھروں کی صفائی ستھرائی میں لگ جاتیں۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لئے وہ قرآن کی تلاوت کرنے بیٹھ جاتیں۔ اس کے بعد وہ دوپہر کا کھانا پکانے میں لگ جاتیں پھر کھانا کھلانے کے بعد اگر گرمیوں کی دوپہر ہوتی تو کچھ تو چرخے پر سوت کاتنے بیٹھ جاتیں اور کچھ تو سلائی کڑھائی میں لگ جاتیں۔

دوپہر ڈھلتے ہی پھر سے وہ عورتیں مائیں اپنے گھروں کے کاموں میں لگ جاتیں جب بچے سکول سے آتے تو ان کو کھانا دیا جاتا پھر گھر کے مردوں کے ساتھ مویشیوں کے لئے چارہ بھی لاتیں۔ اس کے بعد پھر رات کی ہانڈی روٹی میں لگ جاتیں۔ جو عشاء تک جاری رہتا اگر سردیوں کی راتیں ہوتیں تو وہ عورتیں مائیں یا تو سوت کاتتیں یا کوئی دوسرا کام کر لیتیں جن کاموں کی انہیں دن کو فرصت نہ ملتی۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ ان عورتوں اور ماؤں کو رات کو آرام کتنا نصیب ہوتا ہوگا۔ ساتھ چھوٹے بچوں کی بھی دیکھ بھال کرتیں اور جب فصلوں کی کٹائی کا وقت آتا تو وہ عورتیں اور مائیں مردوں کے ساتھ برابر فصلوں کی کٹائی کرواتیں۔ وہ عورتیں اور مائیں میک اپ یا نئے کپڑے کب پہنتی تھیں یا تو عید پر یا کسی عزیز کی جب شادی ہوتی یا وہ کہیں دعوت پر جاتیں۔ باقی وہ اپنی نارمل زندگی

گزارتیں وہ اپنے اتنے پاؤں پھیلاتیں جتنی ان کی اپنی چادر ہوتی۔ کیونکہ ان کا ایک ایک دانہ حلال کا ہوتا تھا جس کی وہ قدر کرتیں کہ کس محنت سے گھر کے مردوں نے اور ہم نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔ دوسرا اس وقت کی عورتوں اور ماؤں کو اپنے خاندان کی عزت اپنی جان سے بھی عزیز ہوتی تھے۔ اس لیے وہ میک اپ جیسی چیزوں سے دور رہتیں وہ تو اس سادگی میں بھی بڑی باوقار لگتی تھیں اور جو بڑی با حیا اور شرم والیاں ہوتیں تھیں۔ جب وہ کوئی بھی کام کاج کرتیں یا مرد اور بچے گھروں سے باہر جاتے یا وہ گھروں میں واپس آتے تو ان عورتوں اور ماؤں کے منہ سے بسم اللہ ہی نکلتی۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ رات کو بچوں کو اچھی اچھی کہانیاں بھی سناتی تھیں۔ جس سے بچوں میں شعور بڑھتا تھا وہ ہر حال میں اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شکر گزار رہتیں۔ کسی حال میں بھی وہ ناشکری نہ کرتیں۔ یہ تو تھیں پہلے وقتوں کی عورتیں اور مائیں جن کے بچے بڑے بااخلاق باادب پیدا ہوتے تھے۔ یہ تو میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا بھی رہا۔ جن کی زبانوں سے صبح سے رات تک ہزاروں بار کلمہ طیبہ نکلتا رہتا تھا یعنی وہ عورتیں اور مائیں ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی میں رہتیں تھیں۔ اب تو میری عمر بھی ستر سال سے اوپر ہوگئی ہے۔

اب میں آپ کو آج کی عورتوں اور ماؤں کا جو حال ہے وہ بھی بتاتا ہوں۔ جس کو دیکھ کر باغیرت مرد کا بدن کانپ جاتا ہے اور ان کو دیکھ کر اپنی نظریں نیچی کر لیتا ہے پہلی بات تو یہ کہ آج کی عورتیں مائیں صبح اٹھتی کب ہیں ان سے پہلے ان کے بچے اور مرد سو کے اٹھ جاتے ہیں پھر بچے ماؤں کو اٹھاتے ہیں اور مرد بیویوں کو اٹھاتے ہیں کیونکہ آج کی عورتیں مائیں رات گئے تک ٹی وی پر فلمیں اور ڈرامے دیکھتی رہتی ہیں اور جب سو کے اٹھیں گی بھی تو بڑی بے زاری سے اٹھیں گی۔ اس لیے ان کے منہ سے بسم اللہ نکلنے کی بجائے کوئی بے ہودہ کلمات ہی نکلیں گے۔ آج کی عورتیں اور مائیں ٹی وی پر تین ہی چیزیں دیکھتی ہیں۔ ایک تو فلمیں ،ڈرامے اور گانے دوسرا بیہودہ کپڑوں کے فیشن یا زیور تیسرا ٹی وی پر جو سیٹ بنے ہوتے ہیں۔ آج کی عورتیں مائیں جب ٹی وی پر یہ سب کچھ دیکھتی ہیں تو وہ اپنے اندر ہی اندر اپنے خاوندوں کو کوستی رہتی ہیں کہ میں ''نصیبوں ماری ''اس سے کیوں بیاہی گئی ہوں جس کے گھر میں مجھے کچھ نصیب ہی نہیں۔ پھر وہ اپنا غصہ صبح صبح اپنے بچوں پر نکالتی ہیں اور بچے ماؤں کی طرف حیرانگی سے دیکھتے ہیں کہ امی جان کو صبح صبح کس نے کاٹ لیا ہے کہ اٹھتے ہی ہم پر برس پڑی ہیں۔ پھر بچے رات کا پکا ہوا کھانا کھا کر سکولوں کو چلے جاتے ہیں۔ آج کے وقت کی عورتیں اور مائیں یہ نہیں سوچتیں کہ ہمارے مردوں کی آمدنی کتنی ہے جو صبح سے شام تک محنت مزدوری کرتے ہیں اس طرح میرا اور میرے بچوں کا خرچہ پورا کرتے ہیں۔ جب آج کی عورتوں اور ماؤں کے بچے سکولوں کو چلے جاتے ہیں اور مرد حضرات اپنے کاموں کو چلے جاتے ہیں تو یہ ٹیلی فون لے کے بیٹھ جاتی ہیں۔ کبھی تو ماؤں سے گھنٹوں باتیں ہوتی رہتی ہیں کبھی بہنوں سے فون پر باتیں ہوتی ہیں۔ اس وقت ان کی سہیلیوں سے کیا باتیں ہوتی ہیں کہ آج میں نے ٹی وی پر انڈیا کی فلم دیکھی ہے مجھے بہت اچھی لگی ہے جس میں شاہ رخ خان اور کرینہ کپور تھی۔ یا یہ باتیں ہوں گی کہ ٹی وی پر کپڑوں کا فیشن شو تھا ان کپڑوں میں اچھے ڈیزائن تھے یا یہ باتیں ہوتی ہیں کہ ٹی وی پر جو سیٹ بنا ہوا تھا وہ بہت اچھے ڈیزائن کا تھا۔ کاش کہ میرے گھر میں بھی اسی طرح کا سیٹ ہوتا یا آج میں بازار سے یہ چیزیں خریدنے جا رہی ہوں جو خاوندوں کی آمدنی سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔ اس وقت یہ عورتیں اور مائیں بھول جاتی ہیں کہ میں نے تو دوپہر کا

کھانا بھی پکانا ہے کہ بچے اور مرد گھروں کو آنے والے ہوں گے اور یہ اس وقت خرید و فروخت کی طرف نکل پڑی ہیں ۔ پھر دوسروں کی نقل میں خواہ مخواہ میں پیسہ برباد کرتی رہتی ہیں تب تک بچے اور مرد گھروں کو لوٹ آتے ہیں اور ان کی عورتیں اور مائیں اس وقت بازاروں میں گھوم پھر رہی ہوتی ہیں ۔ پھر کیا ہوتا ہے کہ بچے اور مرد ریڈی میڈ کھانے پر گزارہ کرتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ تشریف لاتی ہیں پھر میاں صاحب بیگم صاحبہ کو دیکھ کر بسم اللہ کہتا ہے اور بچے بھی اماں جان کو دیکھ کر بسم اللہ کہتے ہیں کہ اماں جان گھر آ گئی ہیں اس طرح تو ماؤں اور بہوؤں کو کرنا چاہئے جب ان کے بچے اور مرد گھر لوٹیں پھر آج کی عورتوں اور ماؤں کا گھنٹوں تو میک اپ ختم نہیں ہوتا اور خوب بنتی سنورتی رہتی ہیں ۔ پھر وہ دوسری چیزوں کا خیال وہ خاک رکھیں گی ۔ مگر آج تو ہر چیز کا ہی الٹ ہو گیا ہے ۔ جیسے پہلے کی عورتیں جب مرد گھر آتے تھے تو عورتیں اور مائیں فوراً سروں پر دوپٹہ لیتی تھیں مگر آج کی عورتوں اور ماؤں کے دوپٹے سروں کی بجائے گلے کا پھندہ بن گئے ہیں پھر ان کے منہ سے بسم اللہ کیسے نکلے گا ۔ جب خاوند اپنی بیگمات کی خرید و فروخت دیکھتا ہے تو اسے کہتے ہیں کہ میری تو اتنی آمدن ہی نہیں جتنا تو خرچ کر کے آ گئی تو بیگمات میاں کو کیا جواب دیتی ہیں کہ میرے تو اسی وقت نصیب جل گئے تھے جب میری تمہارے ساتھ شادی کر دی گئی تھی ۔ پھر دونوں میں کیا ہوتا ہے؟ بس ''دمادم مست قلندر'' ہوتا ہے ۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بچے الگ پریشان ہوتے ہیں پھر شام کا کھانا بھی انہیں اسی طرح کا نصیب ہوتا ہے کیونکہ پہلی عورتوں ماؤں کے مقابلے میں آج کی عورتوں اور ماؤں کے ہاتھوں میں شیری بالکل نہیں ہوتی جب یہ کھانا پکا رہی ہوتیں ہیں تو اس وقت ان کی زبانوں پر بسم اللہ کی بجائے نور جہاںؔ یا لتا کا گانا ہوتا ہے یا اس وقت ٹیلی فون پر کسی سے باتیں ہو رہی ہوتی ہیں پھر اس کھانے میں شیری اور لذت خاک ہو گی ۔ وہ بھی ریڈی میڈ کھانوں کی جن کو وہ جلدی جلدی تیار کر لیتیں ہیں کیونکہ ٹی وی پر ان کا پسندیدہ ڈرامہ یا فلم آ رہی ہوتی ہے ۔ اس لیے آج کے ٹیلی ویژنوں نے ہر گھر کا سکون تباہ و برباد کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے ہر گھر میں بے برکتی ہی بے برکتی نظر آتی ہے کیونکہ یہ ٹی وی والے جو کچھ دکھاتے ہیں ان کو پورا کرنا ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں ہوتا اس لیے ہر گھر میں ناشکری نے ڈیرے ڈال لیے ہیں ۔

ٹی وی کے ان پروگراموں نے نہ تو ان عورتوں کو ماں کے روپ میں چھوڑا ہے اور نہ ہی ان عورتوں کو بہن کے روپ میں چھوڑا ہے اور نہ ہی ان عورتوں کو بیٹی کے روپ میں چھوڑا ہے اور نہ ہی ان عورتوں کو بیویوں کے روپ میں چھوڑا ہے ۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ آج یہ عورتیں کیا رہ گئی ہیں؟ میں کیا کہوں اب تو آج کی عورتیں مردوں کی برابری کا حق مانگ رہی ہیں کہ جتنے بچے میں نے پیدا کیے ہیں اب تو بھی اتنے بچے پیدا کر ، جس طرح کا لباس میں پہنتی ہوں اسی طرح کا لباس تو بھی پہن ۔ مردوں والے لباس تو ہم نے پہن ہی لیے ہیں اور مردوں کی طرح بال بھی کٹوا لیے ہیں اب تو عورتیں مردوں سے ہانڈی روٹی بھی پکواتی ہیں ۔ آگے چل کے دیکھتے ہیں کہ آج کی عورتیں اور مائیں کیا کیا گل کھلاتی ہیں ۔ حالانکہ آج کی عورتیں یہ بھی کہتی ہیں کہ ہم تو پڑھی لکھی عورتیں اور مائیں ہیں پہلے والی عورتیں اور مائیں تو ان پڑھ جاہل تھیں ۔ یہ ان عورتوں اور ماؤں کی توہین ہے جو بھی ان کو اس طرح کہیں یہ ان کی بھول ہے وہ تو بڑی بااخلاق ، باادب ، باحیا، باشرم اور باایمان ہوتی تھیں آج کی عورتوں اور ماؤں کے مقابلے میں پہلے وقتوں کے مردوں میں حیا شرم زیادہ ہوتا تھا اس وقت کے مرد بھی سروں سے ننگے نہیں رہتے تھے کیونکہ ان کو اپنی عزت بڑی پیاری ہوتی تھی آج تو یہ چیزیں ان عورتوں اور ماؤں میں بھی نہیں پائی جاتیں ۔ آج کے مردوں میں کہاں ہوں گی ۔ وہ تھیں پہلے وقتوں کی عورتیں اور مائیں جن کی

ایمانداری اور حیا و شرم کو آج بھی دنیا سلام کرتی ہے اور آج کی یہ عورتیں مائیں جن سے ان کا والد پریشان ، بھائی پریشان، شوہر پریشان یہاں تک کہ ان کے بچے بھی پریشان ہیں۔ بلکہ یہ تو لوگوں سے اپنے منہ چھپاتے پھرتے ہیں جب وہ ان کو مردوں کے لباسوں میں دیکھتے ہیں جن کو دیکھ کر مرد تو مرد شیطان بھی دیکھ کر شرم کھا جائے کہ یہ تمہارا اپنا فعل ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں کیونکہ تو تو خود ہی ننگی ہونا چاہتی تھی۔

اس عورت کو جو حق اس کے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے وہی ان عورتوں کے لئے کافی ہے اگر یہ عورتیں اس سے زیادہ حق مانگیں گی تو یہ ان کی اللہ رسول ﷺ سے جنگ ہوگی اگر یہ عورتیں اور مائیں اللہ رسول ﷺ پر ایمان رکھتی ہیں تو یہ جو آپ کو یورپین عورتوں کی آزادی نظر آتی ہے آج یہ عورتیں بھی آزادی چاہتی ہیں جس آزادی نے آج یورپین عورتوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ میں نے ان یورپین عورتوں کی یہ حالت دیکھی ہے کہ اگر ایک عورت کے چھ بچے ہیں تو چھ کے چھ جدا جدا خاوندوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر بھی وہ کنواری کی کنواری ہوتی ہیں اور ان کے بچوں کا نہ تو کوئی باپ ہوتا ہے نہ چاچا ،تایا نہ پھوپھی نہ ،ماموں، نہ خالہ ،نہ دادا نہ دادی، نہ نانا نہ نانی صرف ایک ماں ہوتی ہے اور بچوں کو حکومت پالتی ہے۔ یہ ہے یورپین عورتوں کی آزادی اور اسی طرح کی آزادی آج مسلمان عورت بھی چاہتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے مسلمان عورت کو یہ کیا چاہتی ہے۔ آمین!

کیا ہی اخلاق تھا پہلی عورتوں اور ماؤں کا
جن کی زبانوں پر رہتا تھا کلمہ ربّ رسول کا

کیا ہی اخلاق ہے آج کی عورتوں اور ماؤں کا
جن کی زبانوں پر رہتا ہے کلمہ بد اخلاقی کا

☆☆☆☆☆☆

ملک میں بھتہ خوری کی بھرمار

یہ بھتہ جس کا پاکستان میں پچیس سال پہلے کوئی نام ونشان تک نہیں ہوا کرتا تھا نہ ہی لوگ بھتہ نام کو جانتے تھے پہلے تو لوگ رشوت کو ہی جانتے تھے کہتے ہیں کہ رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں ہی جہنمی ہوتے ہیں ۔لیکن پھر بھی رشوت ملک میں بڑھتی ہی جارہی ہے ۔ پاکستان میں لوگ اللہ رسول ﷺ کے فرمان کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ بعد میں دیکھا جائے گا کہ جنت اور دوزخ کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے بعض لوگ چوری چکاری ڈاکہ زنی یا دھوکہ دہی اور فریب سے ناجائز دولت بنانے کی کوشش کرتے تھے جب دیکھا کہ اس سے بھی کام نہیں پورا ہورہا تو لوگوں نے ''بھتہ خوری ''یا'' اغوا برائے تاوان '' کا طریقہ ایجاد کرلیا ہے ۔جس سے فوراً ہی بہت سارا مال بغیر محنت کے ہاتھ آجاتا ہے ۔سب سے پہلے ملک میں یہ دونوں چیزیں بھتہ اور اغوا بڑے شہر کراچی سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں پڑھے لکھے طبقے نے ایجاد کی ہیں کیونکہ جب یہ لوگ پڑھ لکھ گئے تو ان کو کہیں بھی نوکری نہ ملی تو اس پڑھے لکھے طبقے نے مایوس اور ناامید ہو کر یہ راستہ اپنا لیا ہے چونکہ لوگ بڑے شہروں میں ہی دولت مند ہوتے ہیں جو چند لوگ پوری دولت کے مالک بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور وہ دولت کو ہوا تک نہیں لگنے دیتے ۔آج اسی لیے بڑے شہروں میں بھتہ خوری اغوا برائے تاوان جیسی وارداتیں دن بدن زور پکڑتی جارہی ہیں ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ جب لوگ سیدھے ہاتھ سے کام نہیں لیں گے تو پھر الٹے ہاتھ ہی کام چلے گا۔

اب تو یہ دونوں چیزیں بھتہ خوری اور اغوا برائے تاوان ملک کے کونے کونے میں پھیل گیا ہے ۔ بہت سے لوگوں کی تو اب یہ عادت بن گئی ہے کہ کسی کا بچہ اغوا کرلیا یا کوئی امیر آدمی اغوا کرلیا تو اس طرح پل بھر میں کروڑوں روپیہ ہاتھ آجاتا ہے ۔اس سے بھی آسان طریقہ بھتہ خوری کا ہے کہ ایک پرچی پر یہ لکھ کر دوسرے کو تھما دو کہ اتنے کروڑ پہنچا دو ورنہ تیرا کوئی بچہ یا تجھے اغوا کرلیا جائے گا یا تو موت کے لئے تیار رہنا۔بس اتنے میں ہی کروڑوں روپیہ ہاتھ آجاتا ہے ۔اب تو ملک میں اس بھتہ خوری اور اغوا برائے تاوان سے کوئی انسان بچا ہی نہیں کہ یہ کام خود جو اپنے آپ کو سیاستدان کہلاتے ہیں انہوں نے اپنے پاس بھتہ خور اور اغوا کار رکھے ہوتے ہیں جب بھی ان کو مال چاہیئے ہوتا ہے تو وہ ان سے ہی کام لیتے ہیں ۔اگر کبھی ان کی پکڑ دھکڑ ہو بھی جائے تو یہی سیاستدان ان کو بچا بھی لیتے ہیں ۔اب تو اس بھتہ خوری اور اغوا برائے تاوان کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اس بھتہ خوری اور اغوا سے پاکستان میں کوئی بھی نہیں بچا۔اب تو بیٹا باپ سے ''بھتہ ''مانگ رہا ہے ۔بیٹی ماں سے '' بھتہ ''مانگ رہی ہے ۔ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار سے '' بھتہ'' مانگ رہا ہے ۔ایک دوست، دوست سے '' بھتہ ''مانگ رہا ہے ۔اسی طرح ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے '' بھتہ ''مانگ رہا ہے ۔

اب تو بھتہ خوری کے بھی بہت سے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں۔ کبھی موت کی دھمکی ،کبھی اغوا کی دھمکی، کبھی دھوکہ دہی کا طریقہ اب تو یہ بھتہ خوری ہمارے پیروں اور مولویوں میں بھی آ گئی ہے کچھ تو ''تعویذوں ''کے نام پر اور کچھ'' استخارا ''کے ناموں پر اور کچھ'' عرسوں ''کے نام پر آج یہ پیر، مولوی لوگوں کو ڈرادھمکا کر '' بھتہ ''وصول کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بہت سارے پیر اور مولوی وہ بھی ہیں جو حکومتوں سے '' بھتہ ''وصول کرتے ہیں خاص طور پر مولوی فضل الرحمن عرف ''ڈیزل ''ہے۔اس کا ہی نہیں اس کے باپ کا بھی یہی طریقہ واردات رہا ہے۔ پاکستان میں جو بھی حکومت آتی ،چاہے وہ سویلین حکومت ہو یا وہ فوجی حکومت ہو یہ باپ بیٹا اس میں فوراً شامل ہو جاتے ہیں پھر یہ اسی حکومت کو بلیک میل کرتے رہتے ہیں۔اس طرح یہ حکومتوں سے آج تک بھتہ وصول کرتے آئے ہیں اس کو کہتے ہیں کہ ایک ٹکٹ پر دوشو بھتہ خوری بھی اور دینداری بھی یعنی دنیا بھی کمالی اور ساتھ جنت بھی کمالی۔

اسی طرح کا ایک مولوی ''طاہر اشرفی ''بھی ہے جس کی اپنی کوئی سیاسی جماعت تو ہے نہیں۔اس طاہر اشرفی عرف'' ٹینک ''کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ جانے والی حکومت کے خلاف فتوے دیتا رہتا ہے اور ٹی وی پر بیٹھ کر اپنے ''منہ مبارک ''سے آگ برساتا رہتا ہے اور جو موجودہ حکومت ہوتی ہے اس کی ہر برائی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس حکومت کے قصیدے پڑھتا رہتا ہے۔اسی بہانے سے حکومت سے طرح طرح کا '' بھتہ ''وصول کرتا رہتا ہے۔اسی لیے آئے دن وہ ٹی وی پر بیٹھا نظر آتا ہے ورنہ ایک عالم دین کا کیا کام کہ ہر وقت ٹی وی پر بیٹھ کر لوگوں سے جھک مارتا نظر آئے۔اسی لیے لوگ مولوی فضل الرحمن ''مولوی ڈیزال '' کہتے ہیں اور مولوی طاہر اشرفی کو لوگ'' مولوی ٹینک '' کہتے ہیں۔جن کو نہ تو اپنی عزت کا کوئی خیال ہے اور نہ ہی انہیں دوسروں کی عزت کا کوئی خیال ہے۔اس طرح وہ اپنی گھٹیا حرکتوں سے دوسرے علمائے دین کو بھی بدنام کر رہے ہوتے ہیں۔مگر ایسے مولویوں کو ان باتوں سے کیا غرض وہ تو اپنی منافقانہ باتوں سے حکومتوں سے '' بھتہ ''وصول کرتے رہتے ہیں۔

جس طرح کے مولوی فضل الرحمن عرف ڈیزل صاحب ہیں اسی طرح کے ان کے بھائی طاہر اشرفی عرف ٹینک صاحب ہیں۔ ان دونوں مولویوں کے من میں تو ہر وقت یہی سوچ رہتی ہے کہ کون سی چالیں چلیں جس سے حکومت والوں سے بآسانی '' بھتہ'' وصول کر پائیں کیونکہ وہ اس '' بھتہ ''پر وہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ اگر یہ حکمران خود لوٹ کھسوٹ کر سکتے ہیں یعنی عوام کے ٹیکسوں سے'' بھتہ ''لے رہے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ حکومت سے اپنا ''بھتہ ''لیں یعنی بہتی گنگا میں تو ہر کوئی اپنے ہاتھ صاف کر لیتا ہے۔ چاہے وہ کوئی چور اچکا ہو، چاہے وہ کوئی سیاستدان ہو' چاہے وہ کوئی عام آدمی ہو' چاہے وہ کوئی پیر مولوی ہو،

''بھتہ ''لینے سے تو آج کوئی بھی نہیں بچا۔اس کو کہتے ہیں کہ مفت کی تو قاضی کو بھی حلال ہوتی ہے۔ پاکستانی قوم بھی عجیب ہی قوم ہے۔اپنے اپنے کاموں میں سب ہی ہیرا پھیری کرتے ہیں اور ساتھ یہ قوم چور چور کا شور بھی مچاتی ہے۔ایک بولتا ہے کہ یہ چور ہے۔ دوسرا بولتا ہے وہ چور ہے۔ تیسرا بولتا ہے کہ نہیں ہم تو سب ہی چور ہیں۔اب تو ہم کو کوئی فرشتہ ہی بدل سکتا ہے ۔اس قوم کے لیڈر پہلے'' مال ''لگاتے ہیں پھر یہ'' مال ''بناتے ہیں۔ پھر یہ اس'' مال ''کو باہر بھیجتے ہیں پھر ایک دن آتا ہے کہ یہ خود بھی ملک سے باہر بھاگ جاتے ہیں پھر ان کے جو چمچے ہوتے ہیں وہ ملک میں ذلیل وخوار ہوتے رہتے ہیں ۔اسی طرح یہ جج صاحبان بھی کرتے ہیں کہ جب یہ کسی بڑے فراڈی کا کیس کھولتے ہیں تو وہ بڑا فراڈی راتوں رات جج صاحبان

کے گھر 'بھتہ' لے کے پہنچ جاتا ہے۔اس طرح بھتے کے ساتھ اس کو'بیگمات ' کی سفارشات بھی کام آ جاتی ہیں کیونکہ بیگمات 'بھتے' کو بہت پسند کرتی ہیں کیونکہ خاوند کی تنخواہ سے تو بیگمات کے خالی گھروں کے خرچے ہی چل سکتے ہیں پھر ان بیگمات کی اپنی خواہشیں' فرمائشیں یہ'بھتے' ہی سے پوری کر سکتے ہیں۔جنہوں نے اپنی شاپنگ بھی دبئی سے کرنا ہوتی ہے یا لندن' نیویارک سے شاپنگ کرنا ہوتی ہے۔

اسی لیے آج ' بھتے' کی ملک میں مانگ بڑھتی جارہی ہے۔اس لیے بھتہ کا خون ہر امیر وغریب کے منہ کو لگتا جارہا ہے۔دنیا میں ہر قوم کی کوئی نہ کوئی اپنی ایجاد ہوتی ہے۔اسی طرح پاکستانی قوم کی بھی ایک ایجاد ہے وہ ہے ''بھتہ خوری ''جس کا نام ہے ''بھتہ خوری میڈ اِن پاکستان۔''

اے بھتہ خوری! تیرے میں وہ کیا خصوصیت ہے؟
جس کا آج ہر کوئی دلدار ہو گیا ہے

☆☆☆☆☆☆

سکول میں میری تعلیم کا معیار کیا تھا

جب میں تقریباً ساڑھے چار سال کا ہوں گا تو میرے چاچا فضل داد جو اس وقت فوج میں ہوا کرتے تھے، مجھے اپنے ساتھ شہر لوڑکی لے گئے جو اس وقت ہندوستان میں ہے تو انہوں نے مجھے سکول میں داخل کروا دیا جس سکول کا نام لال کڑتی تھا کچھ تو میرے مقدر میں تعلیم ہی نہیں تھی کچھ اس میں میرا اپنا بھی عمل دخل تھا جس کو تعلیم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ سکول تو میں نے جانا شروع کر دیا مگر ماسٹر صاحب جو سبق پڑھاتے میں تو اسے بالکل یاد نہ کرتا تھا۔ پھر ایک سال کے بعد پاکستان بننے کی وجہ سے میں اپنے گھر چلا آیا پھر مجھے میرے نانا جان نے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا جو چک بہرام میں تھا جہاں میرا ننھیال بھی تھا مجھ میں تو پہلے بھی پڑھائی والی کوئی بات نہ تھی پھر تو مجھے گاؤں سے کچھ ایسے ہی ساتھی مل گئے جو میری ہی طرح کے تھے۔ پھر ہمارا زیادہ وقت سکول سے باہر ہی گزرتا تھا۔ جب سکول سے چھٹی ہوتی تو ہم بھی دوسرے بچوں کے ساتھ گھر آ جاتے۔ اس طرح پھر ہم نے فیل ہی تو ہونا تھا میں پہلی ہی جماعت میں فیل ہو گیا اکثر ایسا ہوتا نہیں۔ اس کے بعد میرے بزرگوں کی سفارش میرے کام آنے لگی جب میں کسی نہ کسی طرح چوتھی جماعت میں چلا گیا۔ میرے چوتھی جماعت کے ماسٹر میرے گاؤں کے قریب کے رہنے والے تھے جو حقہ پیا کرتے تھے اور ہمارے ہاں کا تمباکو بہت اچھا ہوا کرتا تھا۔ چونکہ مجھے کچھ آتا جاتا نہیں تھا تو ماسٹر صاحب نے مجھے کہا کہ تم مجھے ہر روز دو چلم تمباکو لا دیا کرو اور میں تمہیں پاس کر دوں گا۔ پھر کیا ہوا کہ میں نے اپنا وعدہ نباہیا اور ماسٹر صاحب نے اپنا وعدہ نباہیا اور میں پاس ہو کر پانچویں جماعت میں چلا گیا۔ پھر کیا ہونا تھا وہی جو میں تھا کیونکہ یہ ماسٹر صاحب تو حقہ نہیں پیتے تھے اور میں ڈر کے مارے سکول سے باہر ہی رہتا کیونکہ میں پڑھنے میں بہت ہی کمزور تھا۔

جب میں پانچویں جماعت میں گیا نہ مجھے حساب آتا نہ مجھے اردو آتی تھی، نہ مجھے سائنس آتی تھی نہ کوئی اور مضمون پڑھنا آتا تھا۔ یعنی میں ہر مضمون میں " کورا " تھا تو ماسٹر صاحب نے میرے پہلے ماسٹر کو کہا کہ جناب اسے پاس کس طرح کر دیا۔ پھر کیا ہونا تھا جو ہونا تھا ہو گیا ہمارا پانچویں جماعت میں نو ماہی امتحان آ گیا۔ میں نے بہت سے پرچے دوسروں کی نقل سے کچھ نہ کچھ حل کر لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کہ ہمارا تاریخ کا پرچہ آ گیا جس میں مکہ مکرمہ کی تاریخ لکھنی تھی کہ تعمیر مکہ مکرمہ میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ مکہ والوں نے جب کعبہ کی تعمیر کرنا چاہی کہ کعبہ کی عمارت کمزور ہو گئی ہے اس لیے کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے جب کعبہ کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا اور مکہ کا ہر قبیلہ بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔ جب کعبہ کی تعمیر کا کام ختم ہو گیا تو جب حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ یہی کہتا تھا کہ یہ کام ہم کریں گے اور ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ یہ کام ہم کریں بال آخر بات خون خرابے تک پہنچ گئی تو ان کو کسی بڑے نے کہا کہ تم سب اس طرح نہ کرو۔ تم سب مل کر حضور پاک ﷺ کو بلاؤ اور وہ جو فیصلہ کریں تم سب ان کے فیصلے کو قبول کرلو۔ پھر

حضور پاک ﷺ کو بلایا گیا کہ ہمارا یہ مسئلہ حل کر دیں تا کہ سب قبیلے خوش رہیں تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ آپ ایک چادر لاؤ۔ جب چادر لائی گئی تو حضور پاک ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھ دیا تو حضور پاک ﷺ نے سب قبیلے والوں کو کہا کہ سب مل کر چادر کا پلو پکڑ کر حجر اسود اپنی جگہ لے جاؤ۔ پھر سب قبیلوں نے اسی طرح کیا جیسے حضور پاک ﷺ نے فرمایا تھا پھر حضور پاک ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ جہاں سب قبیلوں میں خون خرابہ ہونے والا تھا حضور پاک ﷺ کی اس تدبیر سے سب قبیلے والے خوش ہو گئے۔

پرچے میں تاریخ مکہ اس طرح لکھنی تھی تو سب بچوں نے تاریخ مکہ لکھنی شروع کر دی اسی طرح میں نے بھی تاریخ مکہ لکھنی شروع کر دی حالانکہ میں بغیر نقل کے چل ہی نہیں سکتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت اور حضور پاک ﷺ کی مدد سے یہ پرچہ بغیر نقل لگائے حل کر لیا جو میں نے پڑھا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے سب کچھ لکھ دیا پھر سب بچوں نے اور میں نے اپنے اپنے پرچے ماسٹر صاحب کے حوالے کر دیئے۔ جب ماسٹر صاحب نے سب بچوں کے پرچے چیک کئے تو جب وہ میرے پرچے پر آئے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ جو لڑکا پڑھائی میں سب سے کمزور تھا اس نے سب سے اچھا پرچہ کس طرح حل کر لیا؟

پھر ماسٹر صاحب نے میرا پرچہ دوسرے ماسٹروں کو بھی دکھایا کہ کتنا اچھا پرچہ اس بچے نے کیا ہے اگر کوئی اور بچہ اس سے اچھا پرچہ کرتا تو میں یہی سمجھتا کہ اس نے اس کی نقل لگائی ہوگی مگر اس نے یہ پرچہ سب بچوں سے اچھا کیا ہے۔ پھر ماسٹر صاحب نے مجھے کہا کہ اگر تمہاری خوشخطی اچھی ہوتی تو میں تجھے پورے کے پورے نمبر دیتا۔

میری تعلیم کا یہ واقعہ جس کو میں آج تک نہیں بھول پایا میری تعلیم کا یہی ایک کارنامہ تھا کہ میں نے بغیر نقل لگائے یہ پرچہ حل کیا۔ اگر میں اس پرچے میں بھی نقل لگاتا تو یہ میرے لیے کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔ اس طرح میرے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری لاج رکھ لی جس کو میں آج دن تک نہیں بھول سکا کیونکہ اس پرچے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے گھر کا ذکر تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب کے شہر کا ذکر تھا۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اس میں فیل ہونے سے بچا لیا ورنہ میں بغیر نقل کے چل ہی نہیں سکتا تھا۔

پھر وہی ہوا جو ہونا تھا۔ جب ہمارا پانچویں کا بورڈ کا امتحان آیا جو ہم نے مڈل سکول میں جا کر دینا تھا تو ہیڈ ماسٹر نے جو بچے پڑھائی میں کمزور تھے ان کو کسی نہ کسی لائق بچے کے ساتھ لگا دیا کہ تو نے اس کو نقل لگوانی ہے جو مجھے نقل لگوا رہا تھا وہ میرے ہی گاؤں کا لڑکا تھا اس کا نام راسب تھا وہ مجھے نقل لگواتے لگواتے خود اپنا پرچہ کرنے سے رہ گیا۔

اس میں خود ہیڈ ماسٹر کا بھی فائدہ تھا جس نے یہ بتانا تھا کہ میرے سکول چک بہرام میں پڑھائی بہت اچھی ہو رہی ہے کہ اس سکول کے نالائق بچے بھی پاس ہو جاتے ہیں۔ جس طرح میں پاس ہو گیا پھر میں نے چھٹی میں جا کر کالا گجراں سکول میں داخلہ لے لیا۔ اس طرح میرے ماں باپ کو بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے بچے کو پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ان کو کیا پتا تھا کہ نقل میرا کہاں تک ساتھ دے گی۔ پھر وہی ہوا جو ہونا تھا کہ مارے ڈر کے میں سکول سے باہر ہی رہنے لگا پھر کیا ہونا تھا جب سالانہ امتحان آئے نہ ہی مجھے کسی نے نقل لگانے دی نہ ہی کوئی سفارش آئی۔ نتیجہ یہ آیا کہ میں فیل ہو گیا۔ جب میں گھر آیا تو گھر والوں نے پوچھا کہ پاس ہو گئے ہو تو میں نے کہا نہیں فیل ہو گیا ہوں تو والد صاحب نے کہا کہ تم کو پڑھنا تو ہر حال میں ہے تو میں نے دل میں کہا کہ یہ مار میرا پیچھا نہیں

چھوڑنے والی پھر وہی ہوا کہ میرا زیادہ وقت سکول سے باہر ہی گزرتا پھر جب سالانہ امتحان آیا تو میں پھر فیل ہوگیا۔جب فیل ہو کے میں گھر کی طرف آ رہا تھا تو راستے میں والد صاحب مل گئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس بار تو پاس ہوگیا ہوگا۔جب میں نے کہا کہ اس بار بھی میں فیل ہوگیا ہوں۔تو یہ سن کر والد صاحب کو بہت صدمہ ہوا وہ کہنے لگے کہ بیٹا زمینداری بڑا مشکل کام ہوتا ہے میں تو چاہتا تھا کہ تو کچھ نہ کچھ پڑھتا تو تجھے کوئی اچھی سی نوکری مل جاتی۔تیری زندگی آسان ہو جاتی لیکن میں نے انہیں کہا کہ مجھے کچھ آتا جاتا ہی نہیں کیا کروں۔تعلیم چھوڑ کر میں فوج میں چلا گیا۔دو سال کے بعد میں فوج چھوڑ کر انگلینڈ چلا آیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے میرا یہاں بہت اچھا وقت گزرا جس جگہ میں ان پڑھ کام کرتا تھا وہیں میرے ساتھ کافی پڑھے لکھے بھی کام کرتے تھے۔میرے نہ پڑھنے کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ مجھے ہر جگہ دوسروں کی محتاجی رہتی تھی۔تعلیم تعلیم ہی ہوتی ہے خاص طور پر جب مجھے میرے اللہ تبارک وتعالیٰ نے شاعری کا فن عطا فرمایا اس وقت مجھے اور بھی احساس ہوا کہ مجھے لکھنے پڑھنے میں دشواری ہو رہی تھی کہ مجھے اشعار کی آمد تو ہوگئی مگر شعر لکھا نہیں جا رہا تھا۔مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے میں نے اپنی ہمت نہیں ہاری جوں توں کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھروسے پر کام جاری رکھا اور اپنے نبی پاک ﷺ کے صدقے میری تعلیم کا معیار میرے اس شعر سے آپ کو پتا چل جائے گا کہ کیا تھی باقی جو کچھ آپ دیکھیں گے وہ تو میرے ربّ کی عطا ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کتنا پڑھا لکھا ہے یہی میرے ربّ کی پہچان ہے۔

کیا ہی خوب معیار تھا اکرم تیری تعلیم کا
جس کو پڑھنا نہ آتا تھا حرف الف ب جیم کا

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت دیکھئے جو اکرمؔ کبھی سکول کے وقت اپنی کتابوں سے دور بھاگتا تھا آج اس اکرمؔ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ایک تو شاعری میں اور دوسری میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا ہوئی دوسری باتوں میں سے ہیں اس کو ہم پنجابی میں کہتے ہیں کہ ربّ جب دیتا ہے تو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے کیونکہ نہ تو میں اردو ٹھیک طرح پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی میں اردو ٹھیک طرح سے لکھ سکتا تھا اور نہ مجھے اردو الفاظ ہی کے معنی آتے تھے۔رہی پنجابی کی بات وہ تو پڑھے لکھوں کے لئے بھی مشکل ہے پھر میرے جیسے ان پڑھ کو کہاں لکھنی پڑھنی آتی تھی مگر ربّ العالمین نے میری پنجابی میں بھی مدد کی اور میں نے اپنے کچھ کلام پنجابی میں بھی لکھے ہیں یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ سب کچھ میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا سے ہوا ہے ورنہ میرے جیسا انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایسا بھی ہو جائے گا۔مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا کوئی شمار نہیں جب اس کی رحمت برستی ہے تو بنجر زمین کو بھی ہرا بھرا کر دیتی ہے۔

کیا ہی خوب معیار تھا اکرم تیری تعلیم کا
جس کو پڑھنا نہ آتا تھا حرف الف ب جیم کا

کتھے پرویا ای او ربا ہیرے دے وچ پتھر
جدوں توں چاہویں ربا ہو جاندا افضل ہیرے دے وچ پتھر

میرا بھی تو اس بھُلکڑ عورت جیسا حال ہے کوئی میری طرح بھُلکڑ عورت تھی جس کو کسی دوسرے گاؤں سے پیغام آیا کہ تمہارا فلاں رشتے دار فوت ہوگیا ہے اس لیے میں تمہیں بتانے آیا ہوں ساتھ اس نے اس کے دوسرے رشتہ داروں کو بھی پیغام پہنچا دیا اس بللی عورت کی رشتہ دار عورتیں اپنے کام جلدی جلدی نپٹا کر فوتگی پر روانہ ہوگئیں اور میری طرح بللی عورت تھی وہ اپنے کاموں میں ہی مصروف رہی پھر وہ فوتگی والے گھر دیر سے پہنچی اور جا کے کہتی ہے کہ میں آئی تو دیر سے ہوں مگر اب آپ میری پٹنیاں بھی دیکھنا'' آئی تے چرکی آں پر میریاں پٹنیاں ویکھو'' میرا بھی اس بللی عورت جیسا حال ہے کہ جب میرا پڑھنے کا وقت تھا تو اس وقت میں گھر سے تو سکول کو چلا جاتا تھا مگر میں اور کچھ میرے اور ساتھی بھی سکول سے باہر ہی رہتے۔ اپنے بستوں کو ہم زمین میں دفن کر کے خود سارا دن آوارہ گردی کرتے رہتے تھے۔ جب سکول میں چھٹی ہوتی تو ہم بھی اپنے بستوں کو زمین سے نکال کر گھر چلے آتے تھے پھر کیا ہونا تھا کہ میں ہر کلاس میں فیل ہوتا رہا۔ جب میں چھٹی میں دوبارہ فیل ہوا تو پڑھائی سے تنگ آ کے پڑھائی چھوڑنی پڑی پھر میں نے جو کچھ پڑھا تھا وہ بھی سب کچھ بھول بھال گیا تھا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی کرنی دیکھیں کہ جب میری عمر ساٹھ سال سے اوپر ہوئی تو میں نے ایک نہیں دو کتابیں لکھ ڈالیں۔ ایک میں نے شاعری میں لکھی جس میں میں نے حمد باری تعالیٰ، نعتیں، منقبتیں اور شاہ نامہ کربلا بھی اور کچھ نظمیں بھی لکھیں اور دوسری کتاب میں میں نے زندگی میں جو کچھ دیکھا اور جو کچھ میں نے سنا اور جو میری آپ بیتیاں تھیں ان سب کہانیوں کو میں نے قلم بند کیا ہے یہ تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اسی طرح ہی منظور تھا کہ میرے بندے اب تو کھیل کو دلو بعد میں تمہیں پڑھا لکھا لوں گا ، آگے واللہ اعلم۔

وصیت

قارئین محترم !موت برحق ہے اس لئے جب میں فوت ہو جاؤں تو براہ کرم میری قبر کے کتبے پر میرے نام کے ساتھ میرے یہ تینوں اشعار بھی لکھوائے جائیں۔ یہ مجھ پر خاص مہربانی ہو گی:

نہ اٹھانا سر ان قدموں سے اکرمؔ بھلے جان جائے تیری
روز محشر جب سرکارﷺ اٹھیں، قدم ان کے ہوں اور خاک تیری

☆

اکرمؔ مزا تو تب ہے جب میری قبر میں منکر نکیر آ کے کہیں
یہ تو مصطفیٰﷺ کا نعت خواں سویا ہوا ہے ہم اس سے کیا پوچھیں

☆

اے میری قبر کے پاس سے گزرنے والے میرے لیے ہاتھ اٹھا دینا
اس میں مصطفیٰﷺ کا ثنا خواں سویا ہوا ہے اس کے لئے دعا کر دینا

محمد اکرم جہلمی